

اُردو مُعلّیٰ

میر سوزنبر

مُرتبہ
خواجہ حسد روق

دلہ

جو پہلے ہم سے آلفت تھی، سواب اس میں نہیں باقی
 کہاں ہر روز کا ملنا، کجا ہر دم کی مشتاقی
 جوانی ساتھ اپنے لے گئی اسباب عشرت کا
 کہاں محفل، کہاں مینا، کہاں مطرب، کہاں ساقی
 اداؤں ناز و غمزہ، کم نگاہی، جور، بے مہری

یہ سب ہے حسن محبوباں، دے اتنی بد احسناتی
 جو سرگوشی میں بوسہ لے لیا، احسان کیا اُس کا
 تکلف برطوت، یہ حق تعالیٰ کی ہے رزاقی
 بجائے اشک، ان سنگیں دلوں کے جور سے اب تو

شرر بھڑتے ہیں مرزاں سے بسانِ سنگ جھمکتی
 کبھی کالی گھٹا میں جیسے بجلی کووند جباتی ہے

چمک جاتی ہے مستی میں ترے دانتوں کی بڑاقتی
 بغیر از دل نہیں کرتے ہیں غارت اور اشیا کو

یہ تیرے ترکب چشم اب یکہ آئے کیسی مستزاتی
 بھلا اس سوز کی خلقت سے کیا منظور تھا حق کو

خدا ہی جانے کیا حکمت ہے یہ بھی اس کی خلاقیت

دلہ

کہوں کس سے حکایت آشنا کی
 دعا دی، تو لگا کہنے کہ دُر ہو
 سنو صاحب، یہ باتیں ہیں خدا کی
 سنی میں نے دعا، تیری دعا کی
 ادا کی آرزو کی، تو یہ بولا،
 سچوں فرمائی تو میں ادا کی (؟)

JAMIA COLLEGE



JAMIA MILLIA ISLAMIA
NEW DELHI.
LIBRARY

Class No.

۸۱۱

Book No.

۱۱۸ ج

Accession No.

5768

تقطع

کہا میں نے کہ کچھ خاطر میں ہوگا تمہارے ساتھ جو میں نے وفا کی
گرمیاں میں ذرا منہ ڈال کر دیکھ کہ تو نے اس وفا پر مجھ سے کیا کی
لگا کہنے کہ بس بس چوہنج کر بند وفا لایا ہے، دت تیسری وفا کی

تقطع

عدم سے زندگی لائی تھی پھسلا کہ دنیا جاے ہے ابھی فضا کی
جنازہ دیکھتے ہی سن ہوا دل کہ ہے ظالم وفا کی، اے وفا کی

تقطع

تجھے اے سوز کیا مشکل پڑی ہے جو ڈھونڈھے ہے سفارش افنیا کی
کوئی مشکل نہیں رہنے کی مشکل محبت ہے اگر مشکل کشا کی

دلہ

گوشِ مہوش جو پہننے کو گہر چیریں گے
اے صدف، پہلے وہ تیرا ہی جگر چیریں گے
ماہرویوں کے مقابل تو نہ ہو اے خورشید
ورنہ تجھ کو بھی وہ جوں شقِ کسر چیریں گے
جو کوئی عاشق مولا ہو، اسے بے تاخیر
ذکرِ تیا کی طرح تا بہ کسر چیریں گے
دل کی بے تابی تو تھمتی ہی نہیں، اب ناچار
اپنے پہلو ہی کو ہم لے کے تبر چیریں گے
قتلِ دل ہر دے گا زینت کے لیے محروباں
ارہِ شانہ سے زلفوں کو اگر چیریں گے

دہلی یونیورسٹی کے شعبہ اُردو کا تحقیقی رسالہ

اُردو معرّی

سوز نمبر

شمارہ ۶-۷

نچہام

مکتبہ

خواجہ احمد فاروقی

قیمت سات روپے

مجلسِ ادارت

جناب رشید حسن خاں	ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی
جناب صدیق الرحمن قدوائی	ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی
ڈاکٹر شمیم بکھت	ڈاکٹر محمد حسن
جناب انیس حسن ستعلم ام لے	

ف ۱۸۱

کتابت : زیدی
مباحث : یونین پرنٹنگ پریس، دہلی

اردوئے معلیٰ

دہلی

شمارہ ۶۰-۷

جلد چہارم

فہرست

- ۱۔ شذرات خواجہ احمد فاروقی ۴
- ۲۔ سوزگارسان و ماسی کی نظر میں خ. ا. ت ۷
- ۳۔ میر سوز اور ان کی شاعری ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی ۹
- ۴۔ کتب خانہ سالار جنگ میں دیوان سوز کا ایک نسخہ خ. ا. ت ۵۵
- ۵۔ دیوان سوز ادارہ ۵۹
- ۶۔ سوز کے مجمع الانتخاب میں میر سوز کا ترجمہ خ. ا. ت ۵۲۵

شذرا

میر حسن نے سموز کو ادائیغہ کے متنازع ترین شاعروں میں گنا ہے لیکن افسوس ہے کہ ان کا کلام اب آسانی سے دستیاب نہیں ہوتا۔ مطبوعہ حصہ تقریباً نایاب ہے ان کے دیوان کے جو قلمی نسخے ملتے ہیں وہ بھی ایک جگہ محفوظ نہیں۔ ایک حیدر آباد میں ہے تو دوسرا لندن میں۔ ان حالات میں اس کی بڑی ضرورت تھی کہ ان کے دیوان کو دوبارہ شائع کیا جاتا۔ اسی لیے اردو سے معنی کی یہ اشاعت سموز کے لیے وقف کی گئی ہے۔

مستند متن کی تیاری بڑا دشوار کام ہے۔ کاتبوں کی دراز دستی سے ہر نسخے میں اختلاف ملتا ہے۔ اس کے علاوہ متعلقہ مواد منتشر ہے۔ ایک جگہ مجتمع نہیں۔ ان کی نقلیں بھی آسانی سے نہیں مل سکتیں۔ اگر ان سب پرائیوٹ اور پبلک نسخوں کو جمع بھی کر لیا جائے تب بھی یہ کہنا کہ تصحیح شدہ متن مصنف کی منشا کے مطابق ہے، مشکل ہے۔ ایلٹ کی ایک نظم میں ۱۹۱۹ء سے ۱۹۳۶ء تک اکیس اختلافات نوٹ کیے گئے۔ جب پیٹر رشتن نے ان کو ایلٹ کے سامنے پیش کیا تو اس نے بعض مصرعوں میں پھر تبدیلیاں کر دیں؛ اسی طرح سن کلیر لیوس کے ایک ناول کو کئی مشہور پروف پڑھنے والوں نے دیکھا لیکن پھر بھی FEIPEL نے پریس کاپی میں سو غلطیاں نکالیں !!

ان واقعات سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ مقدمین کے کلام کو ایڈٹ کرنے کا کام اور بھی زیادہ صبر آزما اور دقت طلب ہے لیکن اس کے باوجود

دل

جو پہلے ہم سے آفت تھی، سواب اس میں نہیں باقی
 کہاں ہر روز کا ملنا، کجا ہر دم کی مشتاقی
 جوانی ساتھ اپنے لے گئی اسباب عشرت کا
 کہاں محفل، کہاں مینا، کہاں مطرب، کہاں ساقی
 اداؤں ناز و غمزہ، کم نگاہی، جور، بے مہری
 یہ سب ہے حسنِ محبوباں، دے اتنی بد احسناتی
 جو سرگوشی میں بوسہ لے لیا، احسان کیا اُس کا
 تکلف برطوت، یہ حق تعالیٰ کی ہے رزاقی
 بجائے اشک، ان نگیں دلوں کے جور سے اب تو
 شر و بھڑتے ہیں مرزاں سے زبانِ سنگ جھمکی
 ات کہیں کالی گٹھا میں جیسے بجلی کووند جباتی ہے
 چمک جاتی ہے مستی میں ترے دانتوں کی ہزاقی
 بغیر از دل نہیں کرتے ہیں غارت اور اشیا کو
 یہ تیرے ترکِ چشم اب یکہ آئے کیسی رزاقی
 بھلا اس تیرے کی خلقت سے کیا منظور تھا حق کو
 خدا ہی جانے کیا حکمت ہے یہ بھی اس کی خلاق

دل

کہوں کس سے حکایت آشنا کی
 دعا دی، تو لگا کہنے کہ دُر ہو
 سنا صاحب، یہ باتیں ہیں خدا کی
 سنی میں نے دعا، تیری دعا کی
 سبوں خزانے تیرے ادا کی (۹)

آئندہ سال انشاء اللہ ہم ڈیڑھا کوس بھی شروع کر سکیں گے۔
 ہمارے لیے یہ بات بھی باعث مسرت ہے کہ اس سال جامعہ شعبہ میں ڈاکٹر
 محمد سن کارڈر کی حیثیت سے تقرر ہوا ہے جو اردو کے معدود ڈرامہ نویس اور لائق
 ذکر نقاد ہیں۔

یہ بات بھی اردو کے حلقوں میں مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ غالب
 سوسائٹی دہلی نے ہمیں آٹھ ہزار روپے کے تین انعامات "مرزا اسد اللہ خاں
 غالب انعامات" کے نام سے دیے ہیں جو ہم ہر سال بی اے، بی اے آنرز،
 اور ام اے کے بہترین اردو طالب علموں کو دے سکیں گے۔ شعبہ اردو اس
 گراں قدر عطیے کے لیے غالب سوسائٹی کے ارباب حل و عقد اور خاص طور پر
 اُس کے صدر حالی جناب شکر پرشاد صاحب آئی، سی، ایس کا ممنون ہے جو
 صرف انتظام ملکی ہی میں مہارت نہیں رکھتے بلکہ غالب شناسی میں بھی ایک خاص
 درجہ رکھتے ہیں۔

خواجہ احمد فاروقی

حیدر آباد دکن
 ۲۸ جون ۱۹۶۳ء

سوز گارسان دناسی کی نظر میں

سید محمد میر سوز دہلوی، ہندوستان کے بہت لائق اور معروف کلمے والوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ادبی اوصاف کے علاوہ، وہ تیراغازی اور شہسواروں میں بھی دسترس رکھتے تھے۔ انھوں نے خوش نویسی میں بھی امتیاز حاصل کیا تھا اور یہ ایسا فن ہے، جس کو ابلی شرقی بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ وہ خوش نویسی کے نسبتہ غیر مروجہ اسالیب سے بھی آشنا تھے۔ انھوں نے آسان اور سادہ طرز میں اشعار کہے ہیں۔ ان اشعار کا طرز ایسا مسرت بخش ہے کہ وہ ایک نئے مدرسہ شعر کے سرمایہ بگھے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر گل کرسٹ کے قول کے مطابق، سوز اور غنائ، دونوں نے ایک ایسی بولی میں کام یا بی کے ساتھ اشعار لکھے ہیں جو عورتوں کے لیے مخصوص ہے اور جس کا استعمال، ہندوؤں کی رائے میں مردوں کے لیے مناسب نہیں۔ اپنی شاعرانہ زندگی کے آغاز میں، سوز اپنے ہیجان انگیز جذبات سے غلبہ تھے لیکن عہدِ شاہ عالم کے اٹھارویں سال میں وہ سلوک اور تعصنوں کے میدان میں داخل ہوئے اور درویشوں کا لباس اختیار کیا۔

معصنی کا بیان ہے کہ انھوں نے پہلے تیر تخلص رکھا۔ لیکن چونکہ میر محمد تقی اسی تخلص سے مشہور ہو چکے تھے، اس لیے اسے بدل کر، سوز اختیار کر لیا۔ ۱۷۹۳ء میں ان کی عمر ستر برس سے زیادہ تھی۔ ۱۷۹۶ء (مطابق ۱۲۸۱ء) میں وہ لکھنؤ میں قلم بیکہ تھے اور اپنا وقت مراقبہ اور عبادت میں صرف کرتے تھے۔ ۱۲۱۲ء (مطابق ۱۷۹۶ء) میں وہ مرشد آباد چلے گئے، لیکن وہاں زیادہ نہیں ٹھہرے اور لکھنؤ واپس آگئے، جہاں ۱۲۱۵ء میں ان کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔

لے پونٹ زائن نے لکھا ہے کہ ان کا انتقال تھلور (TALHOR) میں ہوا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ مینی زائن کی مراد کس ٹھہر سے ہے۔ اگرچہ انھوں میں جان کے ایک شہر کا نام تھلور (TULLAR) لکھا ہوا ہے۔ (دناسی)

علی ہاکیم جس نے تنویر کے اشعار ہندو مولہ صفحے میں دیے ہیں؛ لکھا ہے کہ تنویر بہت کم گوئے اور بڑے پس و پیش کے بعد لوگوں کی فراموشی کو پیدا کرتے تھے اس کے برخلاف مصحفی نے لکھا ہے کہ وہ بہت خلیق اور پس کہ تھے جس سے مولہ ہوتا ہے کہ وہ کشادہ دل اور طعناور دافع ہوئے تھے۔ مصحفی نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ اُن سے (تنویر سے) واقف تھے اور تنویر اُن کے ساتھ دوستی کا برتاؤ کرتے تھے۔

تنویر نے نثر اور نظم دونوں میں لکھا ہے۔ اُن کے اردو اشعار اُن کے دیوان میں شامل ہیں۔ یہ ہندوستان میں راج تقطیع پر، جس میں ۷۷ صفحے ہیں، شائع ہو چکا ہے۔ لیکن اس میں سنہ اور مقام کا ذکر نہیں ہے۔ مگر درحقیقت یہ سنہ ۱۸۱۰ء میں ملکتہ میں چھپا ہے اور اُن کے کلام کا انتخاب ہے، جس میں صرف غزلیں اور رباعیاں ہیں۔ میں اپنی دوسری جلد میں اس اڈیشن کے کچھ اقتباسات شامل کر دوں گا۔ جن اشعار کا ذیل میں ترجمہ درج ہے؛ وہ اس اڈیشن سے نہیں، بلکہ مینی برائن کے تذکرے سے لیے گئے ہیں۔

✽ نگارسان دتاسی۔ تاریخ ادبیات ہندوئی و ہندوستانی۔ ص ۴۶۶۔ جلد اولیٰ

مترجمہ مشر سائن ڈیگی (کیمرج) و خواجہ احمد فاروقی

ستوز اور ان کی شاعری

== [حیات] ==

اسلاف و خاندان | محمد میر ستوز کے اسلاف کے سلسلے میں عام طور سے تذکرے خاموش ہیں۔ صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ ان کا تعلق خاندان سادات سے تھا۔ ان کے والد ضیاء الدین خاندانی نجابت کے علاوہ خود ایک بلند مرتبہ بزرگ تھے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت قطب عالم گجراتی تک پہنچتا ہے۔ ستوز کے بزرگوں کا اصل وطن بخارا تھا اور وہاں سے وہ ہجرت کر کے دہلی آ گئے تھے۔ مگر یہ پتہ لگانا دشوار ہے کہ ان کا خاندان کب بخارا سے دہلی آیا۔ البتہ دہلی آ کر قراول پورہ میں قیام کیا۔

ولادت و وطن | محمد میر دہلی میں پیدا ہوئے۔ چنانچہ تذکرہ طہ کلیم میں تحریر ہے: بخاری متوطن دہلی مولد بود۔ تذکرہ شعرا

لغہ تمناذ جاوید ص ۲۶۱۔ آب حیات ص ۲۳۶۔ تذکرہ شعراے اردو میر حسن ص ۸۸

آب حیات ص ۲۳۶۔ سخن شرا نساخ ص ۲۱۷۔ تمناذ جاوید ص ۲۶۱۔ گلشن ہند

ص ۱۵۱۔ طہ کلیم ص ۵۲

۱۰
 میں امین انڈر طرفان لکھتے ہیں: جناب میر سوز دہلوی دفن پیرگری کامل دیکھتا
 ہوئے۔

محمد میر کی ولادت کا سن کسی تذکرے میں مذکور نہیں ہے البتہ ان کے سال
 وفات سے ان کے سن ولادت کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ محمد میر کی وفات ۱۲۱۳ھ
 میں ہوئی۔ ان کی عمر ستر برس بتائی گئی ہے۔ اس اعتبار سے ان کی ولادت ۱۱۳۶ھ
 میں ہوئی۔ چنانچہ تذکرہ ہندی میں ہے: عمرش از ہفتاد متجاوز خواہ بود۔ آب
 حیات میں مذکور ہے کہ غرض ۱۲۱۳ھ میں شہر لکھنؤ میں ستر برس کی عمر میں فوت
 ہوئے۔

نام و تخلص | محمد میر نام اور سوز تخلص تھا۔ پہلے انھوں نے میر تخلص اختیار
 کیا مگر جب میر تقی میر کی شہرت ہوئی تو انھوں نے سوز تخلص
 اختیار کیا۔ اس شعریں انھوں نے اپنے تخلص کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔

کہتے تھے پہلے میر میر تب نہ موئے ہزار حیف

اب جو کہیں ہیں سوز سوز مینی سدا جلا کرو

تخلص کی تبدیلی کے صرف دو مقصد ہو سکتے ہیں۔ اول تو یہ کہ سوز نے التباس
 کے خیال سے تخلص تبدیل کر دیا۔ دوسرا سبب یہ ممکن ہے کہ انھوں نے خیال کیا کہ
 میر کی شہرت کی زد میں آکر ان کا وقار شاعری کہیں ختم نہ ہو جائے۔ تخلص کے

۱۔ تذکرہ شعرا (مرتبہ قاضی عبدالودود) ص ۳۔ مگر تعجب ہے کہ احمد حسین سحر اور شیفین نے ان
 کو لکھنوی لکھا ہے۔ گلشن بیخار میں شیفین لکھتے ہیں: سوز تخلص۔ محمد میر نام لکھنوی ص ۱۰۴۔

تذکرہ بہار بے خزاں (قلمی) میں احمد حسین سحر تحریر کرتے ہیں: سوز تخلص محمد میر نام از لکھنواست ص ۵۵
 ۲۔ بعض تذکرہ نگاروں نے ان کی عمر اسی برس قرا دی ہے۔ خوش معرکہ زیبا (قلمی) تذکرہ طرک حکیم ص ۵۵

میں شعر ص ۲۲۸ دیوان جہاں ص ۱۲۰۔ ۳۔ دستور انصافیت میں ان کا نام شاہ میر ہو لکھا ہے۔

سلسلے میں یہ لطیف عام طود سے مشہور ہے۔

ایک دن کسی نے میر تنوڑ سے آکر کہا حضرت ایک شخص آپ کے تخلص پر ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ سوز گوز کیا تخلص کیا ہے۔ انہوں نے کہنے والے کا نام پوچھا اس نے بہت اصرار سے بتایا۔ پوچھا مشاعرے میں آتا ہے۔ کہا ہاں۔ بولے اچھا چپ رہو مجھے مشاعرہ میں ہی کہہ کر ٹوکنا پھر دیکھ لینا۔ الغرض جب اس کمیٹی میں (یا مشاعرہ کہو) میر تنوڑ صاحب تشریف لائے۔ اس شخص نے بہ آواز بلند پوچھا حضرت آپ کا تخلص کیا ہے۔ میر تنوڑ نے فرمایا کہ صاحب قبلہ فقیر نے تخلص تو میر کیا تھا مگر وہ میر تقی صاحب نے پسند فرمایا۔ فقیر نے خیال کیا کہ اُن کے کمال کے سامنے میرا نام نہ روشن ہو سکے گا ناچار تنوڑ تخلص کیا۔ پھر شخص مذکور کی طرٹ اشارہ کر کے کہا سنتا ہوں کہ یہ صاحب گوز کرتے ہیں۔ اس پر کمیٹی یا مشاعرہ میں عجب ہتھ پہڑا۔ بہت لوگوں کا مجمع تھا سب کے کان تک آواز نہ گئی۔ کئی کئی دفعہ کہلو کر سنا۔ ادھر شخص مذکور ادھر میر تقی صاحب دونوں چپ بیٹھے سنا کیے یہ۔

ان کے مذہب کے بارے میں عام طود سے مذکورہ نگاروں نے سکوت **مذہب** اختیار کیا ہے مگر ان کے کلام سے ان کے عقیدہ کا اظہار نمایاں طور پر ہوتا ہے۔ بلکہ ان اشعار کو پڑھنے کے بعد یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے عقیدے میں سخت تھے۔

زباں سے قلمی شکل کشا کی منقبت کہتا	تو مذہب پر نصیری کے علی اللہ میں لکھتا
اگر میں مرتبہ حسین کا لکھتا تو کیا لکھتا	بہ سوز سینہ زہرا فقط اک آہ میں لکھتا
خلافت بھی اگر سوز بولی چہ تھے درجے میں	جو چاہو تم بنو صدیق حضرت شاہ کو پوچھو

دلا حیران نہ ہو میاں کون سی شکل رہی شکل تو کر شکل کشا کو یاد دہ کھلیں گے مشکل کو

علوم و فنون | قدیم زمانہ میں شرفا میں قاعدہ تھا کہ اپنی اولاد کو درسیات کے علاوہ مختلف علوم و فنون کی تعلیم دیتے تھے۔ چنانچہ ستون نے

بزرگوں کی اس روایت کو قائم رکھا۔ بعضی تذکرہ ہندی میں لکھتے ہیں: کمالہا سے
ایں بزرگ اور اے شاعری و درویشی بسیار اندیشہ ستون نے خوش نویسی کی طرف
توجہ خاص کی۔ چنانچہ خط نسخ، نستعلیق اور شفیعا میں وہ ہمارے بہم پہنچائی کہ اس
دور کے ممتاز خطاطوں میں ان کا شمار ہونے لگا۔ مخزن نکات میں قائم لکھتے
ہیں: خوش نویس بے نظیر است۔ خط شکستہ و شفیعا خوب می نویسد۔ گلشن بیجار
میں شیفہ کا قول ہے: خط شفیعا و نستعلیق زیبائی نگاشت۔ خوش نویسی کے علاوہ
شہسوارى، سپہ گری اور تیر اندازی میں بھی ملکہ بہم پہنچایا۔ آب حیات میں ان کے
والد کے متعلق لکھا ہے کہ وہ تیر اندازی میں صاحب کمال تھے۔ خیال ہے کہ فنون
سپہ گری سے دل چسپی ان کو والد سے ورثے میں ملی ہوگی اور تیر اندازی کا فن انہوں
نے اپنے والد ہی سے حاصل کیا ہوگا۔ تذکرہ سرور میں ان کی تیر اندازی اور
شہسوارى کے بارے میں مرقوم ہے: در علم تیر اندازی و سوارى اسب نیز مہارتے
تمام داشت۔ تاریخ ادب اردو کے مصنف کا بیان ہے: تیر اندازی و شہسوارى
میں مشاق۔ شہزور اور ورزش کے بڑے شائق تھے۔

انشاد | عرب میں فن شعر گوئی کو انشاد کہتے ہیں۔ شعر کو اس انداز سے پڑھنا
کہ شعر مجسم سامنے آجائے، بڑی ریاضت چاہتا ہے۔ لکھنوی صاحب

۱۵ مخزن نکات ص ۳۸

۱۶ تذکرہ ہندی ص ۱۱۱

۱۷ آب حیات ص ۲۳۶

۱۸ گلشن بیجار ص ۱۰۲

۱۹ تاریخ ادب اردو ص ۳۴

۲۰ تذکرہ سرور ص ۳۳۲

اہل کمال کا مجمع ہوا تو مرتبہ گو محضرات نے اس کو ایک مستقل فن کی صودت دے دی مگر ان سے پہلے اردو شاعری میں یہ تجربہ سموز کی بدولت عمل میں آیا۔ آزاد آپ حیات میں تحریر کرتے ہیں۔

انہوں نے علاوہ شاعری کے شعر خوانی کا ایسا طریقہ ایجاد کیا تھا کہ جس سے کلام کا لطف دو چند ہو جاتا تھا۔ شعر کو اس طرح ادا کرتے تھے کہ خود مضمون کی صودت بن جاتے تھے۔

دستور انصاحت میں ہے: فی الحقیقت طرزے نفیس ایجاد نمودہ کہ متبع آن بسیار و شوار می نماید۔

بہار بے خواں میں مرقوم ہے: بخواندن اشعار بطرز مطبوع مشہور جهان است۔

صغیر بلگرامی نے جلوہ خضر میں یہ لطیفہ لکھا ہے

الحاصل یہ یکیشی میر تقی میر کی ممتی خاطر مدارات کہ شان شرفا ہے کی گئی اور کہا کہ آپ (سموز) بہت دیر میں تشریف لائے۔ بہر حال اوٹھتے بیٹھ کچھ اور تماشا آئی۔ میر سموز صاحب اس تہ کو سمجھ گئے یعنی انہوں نے پڑھنے کا طریقہ ایسا ایجاد کیا تھا کہ مضمون کی شکل بن جاتی تھی مثلاً شمع کا مضمون باندھتے تھے تو پڑھتے وقت ایک ہاتھ سے شمع اردو دوسرے ہاتھ کی اوٹ سے دیں فانوس طیار کر کے بتاتے۔ اگر مرنے کا مضمون ہوتا تو لیٹ جاتے اور مردہ بن جاتے۔ لوگوں کو تماشا ہو جاتا۔ اسی پر تیر صاحب نے ماشے کا لفظ کہا۔ میر سموز صاحب نے اس کے جواب میں کہا اچھا دیکھ کیا تماشا دکھاتا ہوں۔ مجھے اجازت ہے۔ تیر صاحب نے فرمایا۔

آب حیات ص ۲۲۲

دستور انصاحت ص ۵۱

تہ بہار بے خواں (تجلی) ص ۵۵

بسم اللہ۔ پہلے میر سوز صاحب نے یہ قطعہ پڑھا۔

دو مار سیاہ زلف پہ کہ بتلا دے دل جہاں چھپا ہو
کنڈلی تلے دیکھو نہ ہو دے کاٹا نہ ہنی ترا برا ہو

پہلے مصرعے پر ڈرتے ڈرتے جھکے گویا کنڈلی تلے دیکھنے کو جھکے اور جس وقت کہا "کاٹا نہ ہنی" پس دقت ہاتھ کو چھاتی سے موس کو ایسے بے اختیار لوٹ گئے کہ لوگ گھبرا کر بٹھانے کو کھڑے ہو گئے۔ ان میں بہ ایں تمکنت اور غامی دماغی میر صاحب بھی شریک ہوئے۔ جب میر سوز اٹھ بیٹھے تو میر صاحب کو دیکھ کر کہا۔ تسلیم حضور نے تماشا دیکھا۔ اس تماشے پر میر صاحب مسکرا دیئے اور بولے اس خوبی پر پاؤں شاعر ہو۔ میر سوز نے باکراہ تسلیم کی لیجئے

اس واقعہ کو دوسرے الفاظ میں آزاد نے بھی لکھا ہے۔ اس واقعہ کے علاوہ ایک اور لطیفہ بھی آب حیات میں تحریر ہے۔

"تم بھی خیال کر کے دیکھ لو ان کے اشعار اپنے پڑھنے کے لیے ضرور حرکات و انداز کے طالب ہیں چنانچہ یہ قطعہ بھی ایک خاص موقع پر ہوا تھا اور مجب انداز سے پڑھا گیا۔

گئے گھر سے جو ہم اپنے سویرے سلام اللہ خاں صاحب کے ڈیرے
دہاں دیکھے کئی طفل بے بریر دے لے لے لے لے لے لے لے لے لے لے

چوتھا مصرعہ پڑھتے پڑھتے وہیں زمین پر گر پڑے گویا پریزا دوں کو دیکھتے
ہی دل بے تاب ہو گیا اور ایسے بڑھال ہوئے کہ ارے ارے ارے کہتے کہتے
غش کھا کر بے ہوش ہو گئے دیکھتے

اسفار

دہلی کی حالت تو اسی دن سے دگر گراں ہو گئی تھی جب اوندنگ زیب نے اس دنیا سے سفر آخرت اختیار کیا۔ مگر پھر بھی سلطنت کے نام کی سادھ قائم تھی۔ ملک میں بد امنی کے باوجود تخت دہلی سے آنکھ چار کرنے کی کسی کو جرات نہ تھی۔ ریاستوں کی خود مختاری کے باوجود بادشاہ کا تصور صرف تخت دہلی ہی سے وابستہ تھا۔ شاہ عالم کے زمانے میں نادر شاہ کی یلغار۔ مرہٹوں کے حملے اور ردہیلوں کی دست درازی سے عوام کو کبھی اندازہ ہو گیا کہ بادشاہ کی حیثیت شاہ شہر خ سے زیادہ نہیں ہے۔ حالات کے انتشار اور حکومت پر عدم اعتماد کے باعث لوگوں نے دہلی سے ہجرت کرنا شروع کر دی۔ سوز بھی دہلی سے نکل کر فرخ آباد چلے گئے۔ جہاں نواب مہربان خاں زندہ سے وابستہ ہو گئے۔ جو نواب احمد خاں بنگش کے دیوان تھے۔ فرخ آباد جانے کی صحیح تاریخ کا اندازہ تو نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ تذکرہ شعرا میں ابن امین نے ان کا فرخ آباد پہنچنا سودا سے قبل بتایا ہے۔ اور سودا کے بعد تک سوز کا قیام فرخ آباد میں رہا ہے۔ جیسا کہ سودا کے ان اشعار سے پتہ چلتا ہے جو انھوں نے اپنے رخصت ہونے کے موقع پر مثنوی کی صورت میں نواب کو پیش کیے تھے

شعر کے بحر میں ترا استاد کشتی ذہن کو ہے باد مراد
اس کو ہر طرح تو نصیحت جان پھر لے گا نہ سوز سا انسان
کیسے ہی رام ہوں کسی کے ساتھ پیچھے بٹکر کے ہوئے نہ آویں ہاتھ
فرخ آباد سے سوز نے فیض آباد کا رخ کیا اس کے بعد لکھنؤ چلے گئے خیال
ہے کہ احمد خاں بنگش کی وفات کے بعد فیض آباد کا سفر اختیار کیا۔ اگر یہ درست

تذکرہ شعرا ص ۲۵ مگر نیا صاحب سودا کا فرخ آباد پہنچنا سوز سے قبل بتاتے ہیں
(انتقادیات ص ۲۶۳) جو درست نہیں معلوم ہوتا۔

ہے تو ۱۱۸۵ھ (جو احمد خاں بگٹن کا سال وفات ہے) کے بعد ہی وہ کسی زمانے میں فیض آباد گئے ہوں گے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے سوز کی لکھنؤ میں آمد ۱۱۹۱ھ لکھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ درمیان کا پانچ سال کا عرصہ انھوں نے فیض آباد میں گزارا یا پھر فیض آباد سے دہلی آ گئے۔ مؤرخ الذکر صحت زیادہ قریب قیاس ہے۔ شاید اسی لیے آزاد نے لکھا ہے کہ ۱۱۹۱ھ میں لباس فقیری اختیار کیا اور لکھنؤ چلے گئے۔ نیز ۱۱۸۵ھ میں دارالسلطنت فیض آباد سے لکھنؤ تبدیل ہو چکا تھا۔ اس لیے فیض آباد میں سوز کا قیام بے سنی معلوم ہوتا ہے۔ ۱۱۹۶ھ میں سوز کی لکھنؤ میں موجودگی ثابت ہوتی ہے بلکہ مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہاں دربار تک رسائی نہ ہونے یا عسرت کی زندگی بسر کرنے کے باعث انھوں نے ۱۲۱۲ھ میں مرشد آباد کا رخ کیا اور یہاں نواب مبارک الدولہ کی سرکار سے منسلک ہو گئے۔ تذکرہ عشق میں ہے۔

”چندے در شہر مرشد آباد در سرکار نواب مبارک الدولہ منسلک گشتہ“
 مرشد آباد میں ان کا بھی نہ لگا اور اسی سال لکھنؤ واپس آ گئے۔ یہاں قسمت نے یاد دہی کی اور نواب آصف الدولہ نے ان کی شاگردی اختیار کر لی اور زندگی کے آخری ایام سوز نے لکھنؤ میں گزار دیئے۔ نیا ز صاحب کا خیال ہے کہ،
 ”صاحب تذکرہ گلزار ابراہیمی میں لکھا ہے کہ ۱۱۹۶ھ میں وہ لکھنؤ آئے تھے اس لیے غالباً یہ بیان صحیح نہیں ہے کہ وہ ۱۲۱۲ھ میں لکھنؤ آئے۔ یقیناً وہ اس سے بہت پہلے آچکے ہوں گے اور نواب آصف الدولہ نے اگر ان سے اصلاح لی تو کافی مدت تک یہ سلسلہ جاری رہا ہو گا۔“

۱۔ آب حیات ص ۲۳۴۔ یادگار شعرا ص ۱۱۱ ۲۔ آب حیات (جو الہ گلزار ابراہیمی) ص ۲۳۶

۳۔ اعتقادات ص ۲۶۳

۴۔ تذکرہ عشق ص ۲۶۶

نیا ذمہ صاحب کا یہ بیان درست نہیں معلوم ہوتا اس لیے کہ متعدد تذکرہ
مجلدوں نے ان کی دہلی میں آمد ۱۱۱۲ھ لکھی ہے۔ گلشن ہند میں تحریر ہے۔
۱۱۱۲ھ میں مرشد آباد تک تشریف لائے لیکن اطوار سکونت کے دہاں کچھ
نظر نہ آئے۔ اسی سال پھر تشریف لے گئے۔
آپ حیات کا بیان ہے: ۱۱۱۲ھ میں اکام مرشد آباد گئے۔ یہاں بھی نصیب
نے یاد دی نہ کی۔ پھر لکھنؤ میں آئے۔

اولاد۔ سوز کی اولاد کے بارے میں تذکروں سے کوئی پتا نہیں چلتا۔ مرت
ایک بیٹے کا ذکر ملتا ہے جن کا نام میر مہدی تھا اور باپ کے تخلص
کی رعایت سے داغ تخلص کرتے تھے یہ عاشق مزاج تھے چناں چہ نوجوانی میں
ایک حینہ کی محبت میں گرفتار ہوئے اور اسی کی محبت میں جان دی۔ غمناک جاوید
میں ایک واقعہ نقل ہے کہ ایک دن اس حینہ کا خط آیا کہ میں تم سے کل طوں گی
انہوں نے کل کا مطلب: فردائے قیامت لیا اور اس صدمے میں اسی وقت
جان نکل گئی۔ خط پر یہ شعر لکھ دیا۔

از جان رقتے بود کہ مکتوب تو آمد
دیگر چه نویسم خبرم خوب گریستی تہ
یہ واقعہ کسی دوسرے تذکرے میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ خدا جانے صاحب

۱۱۱۲ھ میں ۲۲۴

۱۱۱۲ھ میں ۱۵۱

۱۱۱۲ھ میں ۲۲۸۔ غلطی ۲۲۴۔ البتہ یہ امر قابل غور ہے کہ تذکروں میں ان کا
تخلص آہ تحریر ہے: آہ دہلوی۔ امش میر مہدی خلف الصدق میر سید محمد سوز تخلص: (گلشن ہند)
آہ تخلص دہلوی امش میر مہدی ابن میر محمد (تذکرہ عشق)

۱۱۱۲ھ میں ۲۴۴

نمائندہ جاوید کا ماخذ کیا ہے۔

تملामذہ | تنوڑ کے شاگردوں کی بہت بڑی فہرست نہیں ہے۔ تاہم تذکرہوں کی مدد سے جو کچھ سراہ فراہم ہوا ہے وہ پیش کیا جاتا ہے۔ تنوڑ کے ارشد تملامذہ میں افسوس (شیر علی) رند (مہربان خاں) آصف الدولہ۔ نواز ش (مرزا خانی) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ چوں کہ یہ عنوان ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے اس لیے اس کا ذکر الگ عنوان کے تحت آئے گا۔

سیرت | تنوڑ کی سیرت کے بارے میں عام طور سے تمام تذکرہ نگار متفق ہیں کہ وہ ایک باکمال صوفی اور قناعت پسند درویش تھے۔ عسرت کے باوجود امراء کی خوشامد کو شعرا نہیں بنایا اور جب ان کے یہاں رسائی ہوئی تو تمکنت اور غرور کا شائبہ پیدا نہیں ہوا۔ یہ ضرور ہے کہ دہلی کی تباہی اور معاشی بد حالی کے باعث ان کو فرخ آباد۔ مرشد آباد اور لکھنؤ جانا پڑا اور وہاں کے امراء کے درباروں میں رسائی حاصل کی لیکن دہلی کی بربادی کے بعد ہجرت اس دور کی رسم بن گئی تھی۔ بہ استثنائے درد ہراہل ہنر دہلی سے نکل کر جہاں معیشت کے سامان دیکھتا وہاں اپنا مسکن بنا لیتا اور چوں کہ شعرا کی سرپرستی اس دور کے امراء اور رسوا کر رہے تھے اس لیے کسی کے دامن سے وابستہ ہونا بھی ناگزیر تھا۔ یہ ضرور ہے کہ یہ وابستگی شعرا کے لیے سرمایہ راحت ہوتی مگر اسی کے ساتھ امراء کے لیے شعرا کا ان کے دربار سے وابستہ ہونا بذات خود ان کے لیے باعث فخر تھا۔ بہت سے امراء جن کا نام تاریخ ادب میں محض شعرا کے سرپرست کی حیثیت سے زندہ ہے۔

دستور انصاحت کے یہ الفاظ قابل خود ہیں :

• نواب آصف الدولہ مغفور از دل عاشق صحت نمکین ایشان بود و کمال

عزت و احترام می نمود و نواب سرفراز الدولہ مرحوم کے نائب وزیر
بودہ ادہم بسیار معتقد بلکہ مریدِ دلیٰ ہذا القیاس : بیچ احوہ و عائد
لکھنؤ خدمت میرا شرف و برکت خود می دانستند و صحبت اوفیت
می شمر دند۔

توز کی درویشی کے بارے میں میر حسن کا قول ہے۔

”مردیست متواضع و متوکل قابل دوست و جہم شناس بر فقیر
بیار کریم می فرماید۔“

کہیم الدین لکھتے ہیں۔

”یہ شخص عالی طبیعت۔ درویش۔ خصلت۔ ظریف الطبع۔ خوش گفتار
تھا۔“

توز کا تعلق اگرچہ امرا سے تھا اور امرا سے تعلق کا مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ
شاعر اپنی انفرادیت اور خودداری کو گنوا کر ہی ان سے وابستہ ہو سکتا ہے چنانچہ
نارتخ ادب میں متعدد مثالیں ایسی مل جاتی ہیں کہ دربار کا رنگ دیکھ کر شاعر نے
بھی وہی روش اختیار کی ہے۔ توز کے تعلق ان کا دیوان اور مدحیہ تذکرے شاہین

۱۔ دستور الطہات ص ۵۲ ۲۔ تذکرہ شاعر اردو ص ۸۸

۳۔ طبقات الشعراء ہند ص ۱۳۵ ۴۔ آب حیات میں ایک واقعہ منقول ہے ص ۳۴۹
۵۔ ایک شعر پیدائش اللہ شیخ متحسی میں شکر رنجی ہوئی اور طبیعتوں کی خوشی نے زبانوں کی بے باکی کے
ساتھ مل کر بڑے بڑے سو کے کیے۔ اس وقت آصف الدولہ شکار میں تھے چنانچہ انھوں نے اپنے کھنڈ
میں نہ ہونے پر غلامانوں کیے اور بڑے اشتیاق سے ان جہود کو شکار گنا اور انعام بھیجے۔ فی الحقیقت
ایک ایک مصرع ان کا ہنسی اور تہنیدوں کا منتر تھا۔ لیکن اگر آج انھیں کوئی کچھ بھی دے تو عدالت ہائے
میں جرم ہو کر جواہر ہی کرنا پڑتی ہے۔“

ادبائے حکومت سے وابستہ ہونے کے باوجود انھوں نے اپنے دامن کو پاک رکھا نہ صرف یہ بلکہ دوسروں کے لیے کلمہ خیر کہنے میں بھی وہ بے باک تھے۔ آب حیات میں آزاد تحریر کرتے ہیں۔

• آزادی کے ساتھ وضو داری بھی ضرورت تھی جس کا نتیجہ یہ تھا کہ باوجود مفلسی کے ہمیشہ مندرت پر صاحب تمکین اور امر اور دوسلے پہلو نشین رہے اور اسی میں عیدت کا گزارا تھا۔
تذکرہ ہندی میں مصحفی لکھتے ہیں۔

• درجفتن کلمۃ الخیر در حق دیگرے با ایں ہمہ استغنائے مزاج کہ خاصہ شعراست نظیر خود ندارد۔
تذکرہ خوش معرکہ زیبا کے الفاظ ہیں۔

• خط نستعلیق و شفیعا میں صاحب قلم اور کلمۃ الخیر کے کہنے میں علم ہے۔

اس دور میں جب کہ تشائم اور غم ناک کے بادل چاروں طرف منڈلا رہے تھے۔ ایو سی اور ناکامی کے باعث شعرا پر یا تو قنوطیت طاری تھی یا بھنبھلاہٹ۔ مگر اس ماحول میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اس قنوطیت کے خلاف برابر جہد کر رہے تھے۔ تنوڑ بھی ان لوگوں میں تھے جنھوں نے اپنی طرافت اور خوش مزاجی سے اس غم کو ہلکا کرنے کی کوشش کی۔ اس زمانے کے سیاسی انتشار اور ذاتی حسرت کے باعث ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ تنوڑ دوسرے سیر ہوتے مگر انھوں نے مرنے سے زیادہ اس آگ میں جلنا پسند کیا۔ سیاسی برامتی سماجی انتشار اور اقتصادی بد حالی میں چہرے پر مسکراہٹ پیدا کرنا

ان کی عظمت کی دلیل ہے۔ نکات اشرا میں تیسرا کو احقرات ہے۔

”جوانے است بسیار اہل خوش طبع“

میر حسن کا قول ہے۔

”نصائش چوں حسن خواہاں عالم گیر و خصائش چوں غیاثہ ناز

محبوبان دلپذیر“

آزادان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”معلوم ہوتا ہے کہ ان کی طبع موزوں کے آئینہ کو جس طرح فصاحت

نے صفائی سے چلائی تھی اسی طرح طرافت اور خوش طبعی نے اس

میں جوہر پیدا کیا تھا۔ ساتھ اس کے جس قدر نیکی اور نیک ذاتی

نے عورت دی تھی۔ اس سے زیادہ وسعت اخلاق اور شیریں کلامی

نے ہر دلعزیز کیا تھا اور خاکساری نے سب جوہروں کو زیادہ چمکا

دیا تھا۔“

تہذیب کی سیرت پر تبصرہ کرنے والوں نے ان کے خلوص اور مروت کا ذکر

بے اہتمام سے کیا ہے۔ جہاں چہ لطف کہتے ہیں۔

”آئین محبت میں مایہ مودت و اخلاص“

گلستان بے خواں میں قطب الدین باطن لکھتے ہیں۔

”خاہر ہن کا مانند باطن پاک۔ ضمیر ان کا صاف باطن آلائش مند

بنفص سے پاک“

۱۰۰ شہزادہ شہزادے اردو میں

۱۰۱ گلشن ہند میں

۱۲۰ نکات اشرا میں

۱۲۱ آب حیات میں

۱۱۲ گلستان بے خواں میں

مختصر یہ کہ تذکروں کی روشنی میں ان کی سیرت کا مطالعہ کریں تو ہم ذیل کے
نتیجوں پر پہنچتے ہیں۔

ان کی خصلت درویشانہ تھی۔ وہ ظریف الطبع اور خوش گفتار تھے۔ آزادگی
کے ساتھ وضعداری کے حامل تھے۔ کلمۃ الخیر کہنے میں بے باک اور خلوص و مروت
میں یگانہ تھے۔ اور یہی اوصاف ہیں جن کی بنا پر انھوں نے ایک خاص مقام
پیدا کر لیا تھا۔ زندگی کی پریچ وادیوں اور اوضاع ملک کے نشیب و فراز میں
ان کے قدم جاوہ استقامت سے نہ ڈلگائے پائے۔ سوز کے کلام کے مطالعے
سے بھی ان کی سیرت کی جھلکیاں صاف نظر آتی ہیں۔ شتے نونہ از خردارے۔
کسی نے روم لیا قسمت میں کوئی شام لے آیا

ہمیں کچھ لے نہ آیا ایک تیرا نام لے آیا

سوز گردش سے غم گردوں کی مت دل تنگ ہو

جوش کھا کھا دل میں آپ ہی بادہ گل رنگ ہو

جوں خضر ہوس حمر ابد کی نہیں بھ کو	اس دم کی متا ہے جو تجھ پاس گزرے
شہنشاہی آئے گا خودداری بھی لازم ہے تجھے	تو زیہ کیا طور ہے اتنا بھی تو گھبرا نہ جا
بھ سے مت جی کو لگاؤ کہ نہیں رہنے کا	میں سا فرہوں کوئی دن کو چلا جاؤں گا
سراد پر شام آئی اب ملک منزل نہیں پاتا	کہاں بستر بچھاؤں میں کسی کا دل نہیں پاتا
امید وصل جزو طمع حرام کچھ نہیں	ہر صبح ہے قسم بہ قسم شام کچھ نہیں

شاعرانہ چشمبکیں | اب حیات میں ایک واقعہ نقل ہے کہ ایک دن سودا
کے یہاں میر سوز تشریف لے گئے۔ وہاں شیخ علی جوہری

کی غزل کا چرچا تھا جس کا مطلع ہے۔

میری قدیم بجاناں سر را ہے گاہے ادہم از لطف نہاں اشت نگاہے گاہے

میر سوز نے اپنا مطلع پڑھا۔

نہیں نکسے ہر مرے دل کی آپاہے گاہے لے فلک بہر خدا رخصت آہے گاہے
مرزا یسن کر بولے : میر صاحب بچپن میں ہمارے یہاں پشور کی ڈومیاں آیا
کرتی تھیں یا تو جب یہ نغمہ سنا تھا یا آج سنا : میر سوز بے چارے ہنس کر چپکے ہو رہے
پھر مرزا نے خود اسی وقت مطلع کہہ کر پڑھا۔

نہیں جوں گل ہوس ابر سیلے گاہے کاہ ہوں خشک میں اے برق نگاہے گاہے
میاں جرات کی ان دنوں میں ابتدا تھی خود جرات نہ کر سکے ایک اور شخص
نے کہا کہ حضرت یہ بھی عرض کیا چاہتے ہیں۔ مرزا نے کہا کیوں بھی کیا۔ جرات
نے پڑھا۔

سر سری ان سے ملاقات ہے گاہے گاہے صحبت غیر میں گاہے سرا ہے گاہے
سب نے تعریف کی اور مرزائے موصوف نے بھی تحسین و آفریں کے
ساتھ پسند کیا ہے

دوسرا واقعہ تذکرہ خوش معرکہ زیبا میں نقل ہے کہ میر محمد سوز صاحب کو استاد
جناب مالی (آصف الدولہ) کے قحط واسطے بحرے کے حاضر ہوئے حضور نے
فرمایا کچھ اپنے شعر پڑھو۔ حسب حکم میر سوز نے دو تین غزلیں اپنے دیوان کی چڑیں
نواب فلک جناب نے تعریف میں اودن کی مبالغہ فرمایا۔ میر صاحب (میر تقی) کو
دیریں میر سوز کی اور تعریف نواب کی بہت ناگوار گزری۔ میر سوز صاحب سے
کہا تمہیں اس دیری پر شرم نہ آئی۔ میر سوز نے کہا، صاحب بندہ کیا۔ میں
شاہجاں آباد میں بھاڑ بھونچتا تھا۔ کہا (میر صاحب نے) بزرگی اور شرافت میں
تمہارے کیا تامل غر شرم میں میر سے کسی کو ہمسری نہیں۔ موقع اور محل تمہاری شرخونی

کا وہی ہے جہاں لڑکیاں جمع ہوں اور ہنڈ لکھا جکتی ہو نہ کہ میر تقی کے سامنے میر تنو
سے تو یہ کہا اور وہ شہد کہ جو تیر کی طلب کا حضور پرورد نے لکھا تھا جیب سے نکال کر
حضور کے آگے رکھ دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے یہ

وفات | تنو کی وفات کے بارے میں تذکرے مختلف الٹے نظر آتے ہیں۔ یہ
اختلاف سند وفات کے سلسلے میں بھی ہے اور عمر کے بارے میں
بھی۔ تذکرہ ہندی میں مصحفی ان کی عمر ستر سال سے متجاوز بتاتے ہیں۔ عمر شریف
متجاوز خواہ بود۔ آزاد نے ستر برس عمر قرار دی ہے۔ ۱۲۱۳ھ میں شہر لکھنؤ میں ستر
برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ تذکرہ خوش معرکہ زیبا (قطعی) تذکرہ طبع کلیم اور سخن شہرا
میں ان کی عمر اسی سال بتائی ہے۔ لطف نے ۱۲۱۳ھ ان کا سال وفات مانا ہے۔
ہمارے خیال میں تنو کی عمر ستر سال ہوئی اور ۱۲۱۳ھ میں وفات پائی۔ جرأت نے
نے تاریخ وفات کہی۔

سوز ماتم نے میر تنو کے آہ	شع ساں بس جلا دیا دل کو
میر صاحب سا شخص یوں مرجائے	غم ہوا ہائے یہ بڑا دل کو
مٹ گیا لطف رنجستہ گوئی	خاک پھرے سخن مرا دل کو
خاک میں مل گئی ادا بندی	گنگو اب خوش آوے کیا دل کو
کہی جرأت نے رو کے یہ مایہ	داغ اب سوز کا لگا دل کو

(۱۲۱۳ھ)

تذکرہ خوش معرکہ زیبا (قطعی) سلسلہ تذکرہ میر تقی میر
لکھ ناسخ کے قطعہ ذیل میں تاریخ سب سے مختلف ہے۔ مگر ناسخ کے کلمات میں یہ قطعہ نہیں ملتا۔

اٹھ گیا میر تنو دنیا سے
سال تاریخ ہی ہے تاریخ
اے صاحب کمال داوید
شاعر بے مثال داوید (۱۲۱۴ھ)

(بہ حال خوش معرکہ زیبا۔ سادات انصاری)
بیاض سخن میں عبد اشکو فریاد کرتے ہیں: میر تنو تو دل پر دلکش شہر جہاں آباد تھیں۔ لکھنؤ میں شہر

وہی طرح ان کی جائے وفات کے بارے میں بھی تذکرہ نویسوں میں اختلاف ہے۔ شفا طود کلیم۔ سخن شہزادہ دیوان جہاں میں ان کی وفات تلہر ضلع شاہ جہاں پور میں بتائی گئی ہے۔ ان کے برخلاف گلشن ہند۔ یادگار شعرا۔ تذکرہ سرود۔ تذکرہ عشقی اور طبقات الشعرا ہند نے لکھنؤ میں وفات پانا بیان کیا ہے۔ گلشن ہند کے الفاظ ہیں: اسی سال پھر تشریف لے گئے اور اس دار فنا سے راہی ملک بقا ہوئے: تذکرہ عشقی میں لکھا ہے: معہذا از بازار دیار مشرق بہ لکھنؤ مراجعت کردہ طرح استقامت انداخت۔ ہمایوں جاوٹ کرد: تذکرہ سرور میں تحریر ہے: بہ لکھنؤ متے ماندہ ہاں جابر حلت گزید:

== [تلامذہ] ==

اشفہ مرزا رضا علی نام تھا۔ آشفہ تخلص اختیار کیا۔ والد کا نام حکیم محمد شفیع تھا اور اکبر آباد کے رہنے والے تھے۔ خاندانی شغل طبابت تھا اور یہی فن مرزا نے بھی اپنایا۔ ۱۲۰۸ھ میں جب مرشد آباد آئے تو نواب مبارک الدولہ بستر مرگ پر تھے۔ انھوں نے علاج کیا۔ مگر حکم الہی کے سامنے کچھ نہ چلی۔ مبارک الدولہ کے بعد حمید الدولہ سے وابستہ ہو گئے۔ سات برس تک ان کی خدمت میں رہے۔ لیکن تلون موالجی کے باعث ۱۲۱۲ھ میں کلکتہ چلے گئے۔ مگر تذکرہ عشقی میں ہے: آخر الامر از آنجا ترک رفاقت نمودہ بصلح مظفر پور بخدمت تحصیل داری مامور شدہ: لطف کا یہ بھی بیان ہے کہ ۱۲۱۵ھ تک وہ کلکتہ میں

لے تذکرہ ہندی میں مصلحی نے ان کا نام مرزا ضیا علی اور شہر مکر نے یادگار شعرا میں۔ مختار جاوید میں سرہلم نے مرزا علی نام لکھا ہے۔ ۱۲۱۵ھ میں جہاں میں بیٹی نرائن نے ان کا وطن دہلی لکھا۔ ۱۲۱۵ھ گلشن ہند میں ۱۱۰۰ لکھ تذکرہ عشقی میں ۱۱۰۰

میں موجود تھے۔ قیاس چاہتا ہے کہ لطف نے سات برس کا حرمہ محض انداز سے لکھ دیا ہے۔ مبارک اللہ وہ کی وفات کے بعد آشفۃ کا قیام عارضی طرز پر رہا ہوگا اور منظر پر ہوتے ہوئے کلکتہ پہنچے ہوں گے۔ اس کے بعد لکھنؤ واپس آئے اور وہیں انتقال کیا۔

آشفۃ کا ۱۲۰۵ھ تک کا زمانہ فیض آباد اور لکھنؤ میں گزرا۔ اور لکھنؤ ہی میں انہوں نے میر سوز کی شاگردی اختیار کی۔ تذکرہ عشقی میں ہے: ”در اوایل مشق در لکھنؤ اشعار خود از نظر میر محمد سوز تخلص می گذرایند۔ گلشن ہند میں صرف اس قدر مرقوم ہے: ”مشورہ سخن کا انہوں نے میر سوز سے کیا ہے“

آشفۃ کی سیرت کی جو تصویر لطف نے پیش کی ہے وہ ان کی زبان سے کہنے:

”جان آزاد وضع اور خوش اختلاط و وارستہ مزاج اور مایہ ارتباط۔

محبت اور یک رنگی میں غلامی اور آشنائیوں کے بہت غلامی

اور حسن پرستی میں خود لیلیٰ و شیریں کی تصویر اور عشق بازی میں قیث

فراد کے پیر ہیں۔“

تذکرہ عشقی میں اس قول کی تائید ان الفاظ میں ملتی ہے: ”مرد خلیق۔ رنگین مزاج

عیاشانہ وضع بود۔“

آشفۃ کے شعر سادگی اور شستگی میں اپنی مثال آپ تھے۔ معینی نے اعتراف کیا

ہے: ”شعر درمندانہ کہ شستہ و صاف باشد دوست دارد۔“ روزمرہ اور محاوروں

۱۵ تذکرہ عشقی ص ۵۷

۱۶ دیوان جہاں ص ۱۷

۱۷ گلشن ہند ص ۶۰

۱۸ گلشن ہند ص ۶۰

۱۹ تذکرہ ہندی ص ۱۸

۲۰ تذکرہ عشقی ص ۵۷

پر ان کو خدا داد قدرت حاصل تھی۔ نود کلام یہ ہے۔

بھی تھا آنکھوں میں یار تھا دل میں یاں تک اغیار تھا دل میں
آبد ہو کے دم میں پھوٹ بہا یہ کہاں کا بھنا تھا دل میں
مر گئے پر بھی ہم کو خاک نہ دی آج تک یہ غبار تھا دل میں
دست و لب نزع میں جو ہلتے تھے شوق بوس و کنار تھا دل میں
وصل اس کا خدا قریب کرے دیکھیں تب ہم سے کیا رقیب کرے
مر گیا اک صنم پر آشفستہ موت ایسی خدا نصیب کرے
مجھ کو کہتا ہے صنم تجھ کو بھی اب بھاگ لگے آنکھ سے آنکھ ملاتا ہے تجھے آگ لگے
بوسہ کے واسطے چٹا تو لگا کہنے بھے بس کہیں دور بھی ہو منہ کوئی آگ لگے
دیکھتے ہی اسے کل میرے یہ اوسان گئے اپنے بیکانے داں جتنے تھے سب جان گئے
اپنے کے ہوتے بھلا غیر کو صدقہ تو نہ کر ہم بھی جی رکھتے ہیں پیارے تیرے قربان گئے
شعلہ خو آگے تو اتنا نہ جلاتا تھا بھے آج تو آگ ہوا غیروں کے بھڑکانے سے
چلا ہے کعبہ کو آشفستہ پارسا بن کر خدا جو بیٹھے بٹھائے اسے خواب کرے
گئے تھے کل مجھے بھلا کے میں یہ آما ہوں میں ایسے آنے کے صدقے بہت شباب پھرے
ہمیشہ آگ نکلتی ہے میرے سینے سے الہی موت دے گذرا میں ایسے جینے سے
نہ جاوے کیونکہ بصارت وہ چاند سا کھڑا نظر پڑا نہیں مجھ کو کئی ہینے سے

ایچی خاں نواب آصف الدولہ خلیفہ نواب شجاع الدولہ ابن نواب
آصف ابو المنصور خاں مصفر جنگ۔ مرزا امانی عورت۔ آصف تخلص اختیار کیا۔

کیا مشاعرہ میں سزا نشین ہوئے۔ فنون لطیفہ سے خاص شوق تھا خصوصاً تعمیر
عمارات اور سرپرستی شعرا کے لیے یہ عہد سب سے زیادہ مشہور ہے۔ ان کی سخاوت کا
شہرہ سن کر بڑے بڑے اہل فن دہلی سے کھینچ کر کھنڈ آگئے۔ تذکرہ حشقی میں ہے

۱۰۔ اشہب ہمت در میدان شجاعت و سکیں پروردی می تاود۔ دریں
جوزد زماں کہ از خیر و برکت یک قلم نامے و نشانے باقی نیست بجز
ذات فائز البرکات آن والا گہر کریم الصفات ۱۱

خود شعر کہتے اور میر تسو کو کلام دکھاتے تھے۔ مگر یہ زمانہ دونوں کی زندگی کا آخری
زمانہ تھا۔ صرف ایک سال کے قریب استفادہ کیا۔ آصف نے تسو کے ۱۲۱۲ھ
میں لکھنؤ آنے کے بعد شاگردی اختیار کی اور اسی سال ۱۲۱۲ھ میں آصف الدولہ
کا انتقال ہو گیا۔ نیاز صاحب کو آصف کے شاگرد سموز ہونے سے انکار ہے
چناں چہ انتقادیات میں لکھتے ہیں۔

۱۲۔ بعض تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ فرخ آباد چھوڑ کر یہ لکھنؤ آئے
اور جب ان کا رنگ یہاں نہ جما تو مرشد آباد چلے گئے اور وہاں
سے پھر ۱۲۱۲ھ میں واپس آئے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آصف الدولہ
نے تسو کی شاگردی اختیار کر لی تھی جب وہ فرخ آباد سے پہلی مرتبہ
لکھنؤ پہنچے تو اس کا یقین نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ اگر نواب ان کا
شاگرد ہو جاتا تو یہ بد دل ہو کر مرشد آباد کیوں چلے جاتے۔ مرزا علی
لطف نے اپنے تذکرہ گلشن ہند میں جو اس عہد کا نہایت ہی
مستند تذکرہ ہے نہ تسو کے تذکرے میں آصف الدولہ کے استاد
ہونے کا ذکر ہے اور نہ آصف الدولہ کے بیان میں تسو کے شاگرد
ہونے کا۔ انھوں نے تسو کے متعلق صرف اس قدر لکھا ہے کہ
شاہ عالم کے اٹھارویں سنہ جلوس میں لباس فقر اختیار کیا۔ لکھنؤ
میں توکل و قناعت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ ۱۲۱۲ھ میں مرشد آباد

مٹے اور اسی سال لکھنؤ واپس آکر انتقال کیا۔ اسی طرح تذکرہ بزم سخن
 (جو ض علی خان) میں بھی آصف کی شاگردی کا ذکر نہیں پایا جاتا ہے
 اگر نیاز صاحب کا یہ قول تسلیم کر لیا جائے تو متعدد تذکرے ایسے ہیں جن میں آصف الدولہ
 کا ذکر ہی سرے سے غائب ہے۔ اس لیے ان کا وجود بھی معروضِ خطر میں پڑ جاتا ہے
 آصف الدولہ کی شاگردی کے سلسلے میں عسکری لکھتے ہیں۔

۔ شعر و شاعری اور جملہ علوم و فنون کے بڑے قدردان تھے۔ خود بھی
 شعر کہتے تھے اور اپنا کلام میر تسنؤ کو برائے اصلاح دکھاتے تھے
 نواب موصوف کے کلام میں اپنے استاد کی سی سادگی اور
 صفائی ہے۔

ڈاکٹر ابولثیت صدیقی لکھنؤ کے دبستان شاعری میں تحریر کرتے ہیں۔
 آصف تخلص کرتے تھے اور میر تسنؤ سے مشورہ سخن کرتے تھے۔ تسنؤ
 کا رنگ دہلوی شاعری کا عام رنگ ہے۔ چنانچہ وہی رنگ سادگی
 اور اثر آفرینی کا آصف الدولہ نے قبول کیا ہے۔

لے انتہا دیات ص ۲۷۷۔ پُر لطف بات یہ ہے کہ نیاز صاحب کو آصف کا شاگرد تسلیم کرنے میں
 تامل ہے مگر اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں: ۱۹۱ھ میں لکھنؤ ہوتے ہوئے مرشد آباد چلے گئے
 وہاں سے ۱۹۱۷ھ میں پھر لکھنؤ آئے اور آصف الدولہ کے استاد ہوئے: ص ۳۵
 لے ذیل سے تذکروں میں آصف الدولہ کا ذکر نہیں ملتا۔

بحمد نفیر تہمت اللہ قائم نکات اشرا میر تقی میر موزن نکات قائم
 تذکرہ شعراء اردو میر حسن

۳۷ تاریخ ادب اردو ص ۲۹۵

۳۸ لکھنؤ کا دبستان شاعری مطبوعہ ۱۹۱۷ھ ص ۷۰

ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی دلی کا دبستان شاعری میں لکھتے ہیں۔

(مستوز) سلاسلہ میں مرشد آباد چلے گئے۔ یہاں بھی بخت نامہ سارہ ما
تو پھر کھنڈوا پس آئے۔ اب کی آصف الدولہ کے استاد مقرر ہوئے
اور آرام سے گزرنے لگی۔

آخر کار نواب سلاسلہ میں بھر اکیا دن سال اس دنیا سے رخصت ہوئے۔
آصفیت یہ صرف شاعر تھے بلکہ شاعر نواز ادب شرف شناس بھی تھے۔ چنانچہ اس
عہد کے تین بڑے استاد ان کے دربار سے وابستہ نظر آتے ہیں۔ تیسرے سودا اور سوز
ادب حقیقت یہ ہے کہ قدر شناس نواب نے ان اصحاب کو دہلی پھوڑنے کا غم بھلا
دیا۔ آصف الدولہ کی شاعری میں وہ سادگی اور تیور ہیں جو میر سوز کی شاعری کا
وصف خصوصی ہے۔ چنانچہ نیاز صاحب جو آصف الدولہ کی شاگردی سوز کے منکر
ہیں اعتراف کرتے ہیں۔

”اس کے کلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ اس میں سودا کا
رنگ ہے نہ تیسرے کا، نہ مضمون کا اتباع ہے نہ انشا کا البتہ سوز کی خصوصیات
ضرور پائی جاتی ہیں۔ سوان کو بھی ہم سوز کا فیض صحبت اس لئے نہیں
کہہ سکتے کہ یہ استاد ہی شاگرد ہی رہی سکتے دن۔“

آصف کا انداز سادہ ہے۔ مگر بعض جگہ مشکل رویت و قوافی سے کام لیا ہے اور اپنا
زور طبع دکھایا ہے۔ حساب تلخ، جواب تلخ، صنم یا قسمت، عجم یا قسمت، نامکام لذیذ
بادام لذیذ کے رویت قافیے قابلِ غور ہیں۔ بہر حال نمونہ کلام یہ ہے۔

اے بری نام خدا تیسری سجاوٹ خامی تہر چھب تس یہ یہ اٹھنے کی کساوٹ خامی

لے دلی کا دبستان شاعری مطبوعہ ۱۹۴۹ء ص ۱۸۰

لے انتہادیات ص ۲۷۶

بال ہلکے ہوئے چوٹی کی گندھاوٹ خاصی
نورتن ایسی ہی گنے کی جڑاوٹ خاصی
گوکھروادوبنت کی یہ بناوٹ خاصی
دانت تصویر ہے مٹی کی اداہٹ خاصی
گھٹکوسم کر خوب لگاوٹ خاصی
کیا کیا انہار میں تم سے کروں اس کا آصف

دست دیا خوب ہیں مہندی کی رجاوٹ خاصی

اتنا تو گھر سے مرے کچھ نہیں گھر دور تر
سو تو وہ ماضی پڑا۔ اب اپنا انسا نہ ہوا
آتا ہے دم میسے تیں اس جوان پر
آصف یہ کیا ہے تیرے تیں عشق اگر نہیں
اب لطف نہیں آصف کچھ اُلفتِ خواب میں
پر تجھ کو چاہیے کہ تنگ و دو لگی رہے
جس میں کہ آٹھ پہر روارو رہے
میں ہوں اودسات ہوا در بستر تنہائی ہے
ایک دن تم نے نہ کی ہنس کے کبھی پیار کی بات
تو موکر۔ دیکھ کر۔ ہنس کر کہا۔ ہے
جنے باں یاری نہ دے تو عرض مطلب کیا کروں
ایسے بیٹھے نہ پھر وہاں سے گئے

میر مہدی نام تھا۔ محمد میر سنو کے بیٹے تھے۔ اپنے والد کے شاگرد تھے۔
۱۵ لطف نے لکھا ہے۔ شاگرد والد ماجد خویش ست۔ آب حیات میں سنو

سر کے قویہ مستم اور فتح بیچ غضب
پہنچو چہیاں دا چہرے اور کان کی بالی پیدا
گوکھرو دیکھ کے لہرائے یہ دل کہتا ہے
سبک پوشاک جدی سبک ترالانک مک
کیوں نہ ایسے سے پھنسے دل بھلا انصاف کرو

یہ نہ آنے کے پہلے ہیں بھی درد نہ میاں
تھہ فراد مجنوں رات دن پڑھتے تھے ہم
آصف کو جس نے عشق میں دیکھا ترے کہا
ہر دم کی آہ سرور۔ رخ زرد و چشم تر
فراد تھا یا مجنوں پھر اچھا زمانہ تھا
ملنے نہ ملنے کا تو وہ مختار آپ ہے
کیا نیند بھر کے سوئے کوئی اس سرے میں
پوچھتے کیا ہو شب بھر کی حالت یاد
یہی حسرت ہیں اے جان رہی مرگ تنک
میں نے پوچھا اس سے کچھ تجھ میں دفن ہے
سب بھی سے کہتے ہیں تو اس سے مطلب کیا
ترے کوپے میں نقش پا کی طرح

کے ایک فرزند میر مہدی المخلص بہ داغ کا ذکر کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ انھوں نے
اول آہ مخلص اختیار کیا ہو۔ بعد کو داغ پسند آیا ہو۔ ان کی سیرت کے بارے میں
تذکرہ عشقی میں ہے۔

”جوانے سنجیدہ اوضاع و سعادت اطوار ست و قدم ہر جہادۂ
سعادت مندی و نیک نہادی گزاشتہ با طاعت رضا جوئی بزرگان
اوقات خود بسر می برد“

بیس برس کی عمر میں ایک حسینہ کی محبت میں گرفتار ہوئے اور اسی کے وصال کی
تفالیے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

شعر بہت کم کہتے تھے۔ تذکرہ عشقی میں ہے: گاہ گاہ بحسب موزون فکر اشعار
می نمایہ: یہی سبب ہے کہ عام طور سے تذکروں میں ان کا کلام نہیں ملتا۔ تذکرہ عشقی
میں یہ دو شعر دستیاب ہوئے ہیں۔ جو ندر ہیں۔

بس کرے نالہ کہ ہمایہ برآمان گئے جس سے سنا ہوں ہی اکبرے کان گئے
آہ بکلیے دل سے آہ کہیں ہونہ جاوے جہاں سیاہ کہیں

افسوس کا تعارف تذکرہ ہندی میں اس طرح کیا گیا ہے۔ میر فرغی
نام دارد ابن میر علی مظفر خاں دروغ توپ خانہ عالی جاہ و ان کے

والد میر علی مظفر محمد شاہ کے عہد میں نارنول سے دہلی آئے اور نواب امیر خاں کے
دربار سے وابستہ ہو گئے اور یہیں ۱۷۳۵ء میں افسوس پیدا ہوئے۔ امیر خاں کی

۱۷۳۸ء ابھیات مں

۱۷۳۲ء تذکرہ عشقی مں

۱۷۳۲ء تذکرہ ہندی مں ۲۰ مکتان بے خواں میں افسوس کے والد کا نام میر مظفر خاں ہے اور محمود نقوی

میں ہے۔ میر علی نام المصطب بہ مظفر خاں بود

۱۷۳۲ء تاریخ ادب اردو

وفات کے بعد ان کے والد پٹنہ چلے گئے اور وہاں سے ۱۸۴۴ء میں نکلتے آئے۔
شیر علی نے نکلتے میں پہلے نواب اسحاق خاں کی ملازمت کی اور اس کے بعد مرزا
جواں بخت سے وابستہ ہو گئے۔

انفوس کو شاعری اور علم طب سے خاص مناسبت تھی۔ طب کی تحصیل انھوں
نے حکیم آغا محمد باقر سے کی۔ بچکانے دستور الفصاحت میں ان کی ہم درسی کا اظہار کیا کہ
”در علم طب بخدمت فیض درجبت حضرت قبلہ و کعبہ دو جہاں - زبدہ
علمائے ہندوستان - مجتہد زمانہ - محدث یگانہ - میسائے وقت بخدی
و استادوی جناب حکیم آغا محمد باقر صاحب قبلہ غفرالہ ذنوبہ - نسبت تلذ
داشت و بندہ و اود متے ہمد رس بودہ ایم“

شاعری میں اول تنوڑ کے سامنے زانوئے تلذتہ کیا اس کے بعد حیدر علی
حیران سے استفادہ کیا۔ تذکرہ نویس متفق ہیں کہ ان کا کلام پاکینو اور دل کش ہوتا
ہے اور کسی طرح وہ اپنے ہم عصر شعرا سے کم نہ تھے۔ دستور الفصاحت میں ہے -
”در معلومات فن و بندش سخن از ہمسراں بہ ہیج وجہ پایہ کمی نداشت -
صاحب دیوانی بودہ است - اکثر اقسام سخن را بخوبی گفتہ“
تذکرہ ہندی کے الفاظ ہیں :

”جو نیست سلیم الطبع - شوکم از معاصرین نمی گوید“

میر حسن کا قول ہے :

”فکر او ازل را تمام شستہ اکال - شستہ و درنتہ می گوید“

تذکرہ سرور میں تحریر ہے۔

شعر بندی بسیار خوب می گفت و صاحبان این فن پسندی کنند و قوی
که اشعار دل کش دارد

افسوس کی تصانیف حسب ذیل ہیں :

(۱) باغ اودو (۱۲۱۴ھ) ترجمہ گلستان سعدی

(۲) آرایش محفل

(۳) دیوان

لکھنؤ سے جا کر افسوس فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں ترجمے کے کام پر مامور ہو گئے
آخر کلکتہ ہی میں ۱۸۰۹ء میں انتقال ہوا۔ یکتائے تاریخ وفات لکھی۔

از جہان رفت میر شیر علی کہ دہر پیر و ہر جوان افسوس
بود افسوس چون تخلص او ہمہ کردند شاعران افسوس
گفتم از روئے درد تاریخی رفت افسوسین جہان افسوس

۳۱۲۲۲

افسوس کی شاعری کا انداز یہ ہے۔

پس ہیں یہ خود نائیاں۔ حق ہیں یہ بن ترانیاں
تو نے افسوس کیا کیا۔ دشمن جاں کو دل دیا
صحبت کرتا ہے یہ دل اشکباری بیش تر
دل کے تئیں بھی آشنائی کا نہیں کچھ اعتبار
کوئی دل سے مرے پوچھے جیسا کہ وہ لے ناصح
کو چہ یار میں رہتے تو نہیں اب لیکن
شعلہ طور بجھ گیا۔ دیکھ کے اس کے نور کو
یہیری عقل جل بجھے آگ لگے شعور کو
ہو سحر کو خانہ ماتم میں زاری بیش تر
بے وفاؤں سے رہی ہر کچھ کو یاری بیش تر
گو تجھ کو نہ خوش آیا پر مجھ کو تو بھاتا ہے
بھولے بھٹکے کبھی اس راہ سے ہو جاتے ہیں

پھر بھر ہے وہی۔ وہی دن ہے پہاڑ سا
 دیکھتے ہی ادسے حاضر ہوئے مر جانے کو
 ہنس کر مجھے لوگوں میں اشارت نہ کیجے
 دہائی ہو جس بات میں وہ بات نہ کیجے
 اشک گرم اپنے سے یہ دیدہ تر جلتے ہیں
 دیکھ لو مردم آبی کے بھی گھر جلتے ہیں
 جان عالم نام تھا اور یہی تخلص بھی اختیار کیا۔ نواب روشن الدولہ
 سے قربت قریبی رکھتے تھے۔ عربی سے واقف تھے یہ دیا دلی
 اور سخاوت کا اعتراف مختلف تذکرہ نویسوں نے کیا ہے جس طرح قدرت نے
 دیا دلی کا خاصہ عطا کیا تھا اسی طرح ان کا ذہن بھی عطیہ خداوندی کا کامل نمونہ
 تھا۔ چنانچہ میر حسن نے لکھا ہے۔

یگو ہر طبعش از چشمہ خورشید آب خردہ۔ سہیل خلش از زلف کویاں
 تاب بردہ۔ سخنش بے حساب و شعرش چوں در تہیم نایاب
 تذکرہ عشقی کے یہ الفاظ قابل ذکر ہیں۔

”در نظم و نشر ک عبارت از شیوہ شاعری و منشی گری باشد و مشکلمے
 درست دارد۔“

نمونہ کلام یہ ہے۔

پھوڑ عارضی دل نے گھیرا زلف بھکیں فام کو
 صبح کا بھولا غنیمت ہے جو پہنچے شام کو
 لگا خوابان نو خط سے یہ ملنے
 گھسیٹا پیر مجھے کانٹوں میں دل نے

”لے“ خان مالی شان۔ بلند مکان۔ ہماہ زادہ نواب روشن الدولہ ولد مفتخر الدولہ ”تذکرہ شعراے

آرد۔ ص ۴۴

”لے“ تذکرہ شعراے ارد ص ۴۴

”لے“ یادگار شعرا ص ۵۹

”لے“ تذکرہ عشقی ص ۱۷۹

زندہ بنے بچے بعد دیگے ان دونوں کی شاگردی اختیار کی۔ سوز شاعری کے علاوہ شہسواری۔ سپہ گری اور تیر اندازی میں بھی بے مثل تھے۔ اس لیے زندہ بنے یہ فنون ان سے حاصل کیے۔ میر حسن تذکرہ شعرا سے اردو میں تحریر کرتے ہیں۔

”در علم تیر اندازی اصلاح از میر سوز گرفتہ۔ از ہمہ تیر اندازاں

آں دیار گوئے سبقت ربودہ۔ امور دیگر نیز مثل شمشیر شناسی و

ادب شناسی و قدر دانی انسان از صحبت میر سوز حاصل نموده۔“

زندہ کو سپہ گری کی طرح موسیقی سے بھی خاص لگاؤ تھا۔ چنانچہ قائم اور لطف نے اپنے تذکروں میں اس کا اظہار کیا ہے: ”در فن موسیقی و شاعری ہندی کہ عبارت از کبکٹ یا باشد طاق“۔ لطف کا بیان ہے: ”گویند در موسیقی ماہر و در تصنیف کبکٹ و دودہرہ پڑے قادر است۔“

زندہ کے کلام میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ بجز اس کے کہ زبان سادہ اور عام فہم ہے۔ مگر یہ وصف سوز اور ان کے شاگردوں کا وصف خصوصی ہے بلکہ یہ کہنا درست ہو گا کہ یہ وصف تو اس دور کے ساتھ مخصوص ہے۔ تاہم قائم ان کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔

”سخنش ایں ہمہ تر قیات نمایاں کرد کہ بالفعل شاعر زبردست را

چہدہ آں بر آمدن دشوار است چنانچہ در ردیف و توانی مشکل

زمین غزل تازہ می پیایہ و داد سخنوری می دید۔“

۱۳۹ سالہ گلشن ہند ص ۱۳۹

۱۴۰ تذکرہ شعرا اردو ص ۷۵

۱۴۱ محزون نکات ص ۵۵۔ مگر لطف یہ ہے کہ معنی زندہ کی ادبی و شعری صلاحیت کے چنداں قابل نظر نہیں آتے۔ چنانچہ وہ تذکرہ ہندی میں لکھتے ہیں: ”اگرچہ شخص جاہل بود۔“ اسلیئے صحبت شعرا اور اہم ہر صہ قلیل بہ مرتبہ والے شاعری رسانیدہ۔“ فقیر حسب اتفاق روزے برائے دیدن آں بزرگ ہمراہ مخاطبیل در دستم نگر پر مکانش گزرا مگندہ بود۔“ مخرج زبان ہم درست نہ داشت۔ ص ۱۴۹

زندگی کے آخری ایام لکھنؤ میں گزارے اور وہیں رستم بنگو (محلہ) میں انتقال ہوا۔ ان کے کلام کا انداز یہ ہے۔

یارب کہیں سے گرمی بازار بھیج دے دل بیچے ہیں کوئی خریدار بھیج دے
دیتے ہیں عقد حسن میں عاشق عروس جاں آتا نہیں تو آپ تو تلوار بھیج دے
ہم کو نہ کچھ سیم و نہ زر چاہیے لطف کی اک تیری نظر چاہیے
کس لیے تلوار خریدی میاں باندھنے کو بھی تو کمر چاہیے
حاصل تو ہوا وصل ہیں رات پرافسوس ایک پل میں شب عیش و طرب ہو گئی آخر
مجھ ساتھ تیری دوستی جب ہو گئی آخر دنیا کی مرے دل سے طلب ہو گئی آخر
میری چھاتی پہ رکھ کے بر بھی کو نہ اٹھا دل کے پار ہونے دے
ہے تری جان کا یہی دشمن رند اس دل کو غوار ہونے دے
دل کا گھبرانا کہوں یا کفن کی تنگی دیکھیے کیا کرے صیاد کفن کی تنگی
بہی کب تلک چشم تر جائے گی یہ ندی چڑھی ہے اوتر جائے گی
تب ملنے کا مجھ ساتھ وہ پیغام کرے گا جب لاکھ طرح سے مجھے بدنام کرے گا
جس کا تجھ صاحب ہو دے گا اس کا عالم رقیب ہو دے گا

شیخ شمس الدین نام تھا اور سوزاں تخلص۔ یہ فرخ آباد کے رہنے
سوزاں والے تھے بنگران کا وطن قدیم دہلی تھا۔ تذکرہ سردر میں ان کے
بارے میں لکھا ہے: "مرد سپاہی وضع و خوش طبع است"۔ غالباً یہ سوزے کے قیام
فرخ آباد کے زمانے میں ان کے شاگرد ہوئے۔ ان کا یہ شعر ہے۔

ہر دم مجھے دھمکاتے ہو تلوار پکڑ کے جاؤ کہیں گھر سے تو نہیں لائے ہو لڑکے

اس کے کوچ میں نہیں ہم کو کسی کا خطرہ پر خفا نہ ہوا آہے اسی کا خطرہ
 دوچار رقیبوں پہ نہ دھمکا یو ہم کو مل جائیں گے دو ہاتھ جو ایسے کہیں کر کے
میش مرزا حسین رضائی لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ میس تخلص کرتے تھے
 ان کا تعلق خاندان سادات سے تھا۔ سبوز کے تلامذہ میں سے
 تھے۔ چند شعر نمونے کے طور پر حاضر ہیں۔

وہ اگر آئے پشت بام کہیں میں بھی کروں اسے سلام کہیں
 کیا ہے یہ قطرہ قطرہ لے ساقی ایک باری تو بھر کے جام کہیں
 یہ غزل میس ہے تصدیق سوز مجھ سے ہوتی تھی انصرام کہیں
فریاد لالہ صاحب رائے ولد لالہ سندھی مل۔ تو کم کا دستہ تھے۔ یہ لکھنؤ
 کے رہنے والے تھے۔ ابتدا میں قربان تخلص کرتے تھے۔ پھر فریاد
 اختیار کیا۔ لطف ان کی لکھنؤ میں موجودگی ۱۱۹۶ھ میں بتاتے ہیں۔ کلام ستیا
 نہ ہو سکا۔

مدہوش میر نبی جان۔ نبیرہ خواجہ محمد باسط قدس سرا۔ ان کا تخلص مدہوش
 تھا۔ میر حسن نے ان کو خوش رو لکھا ہے۔ جس زمانے میں میر حسن
 اپنا تذکرہ مکمل کر رہے تھے (ما بین ۱۱۹۲-۱۱۸۸ھ) مدہوش کی شاعری کا ابتدائی
 زمانہ تھا۔ ہنوز ابتدائے مشق است۔ مدہوش کے بارے میں تفصیلات نہیں
 ملتیں۔ یہی سبب ہے کہ اعظم الدولہ نے اعتراف کیا ہے: "از نام و نشان"

واقعیت نیست۔ البتہ تذکرہ شعرائے اردو اور گلشن ہند سے صرف اس قدر اشارے مل جاتے ہیں۔ گاہ محکم ہے دوسرے شعری گوید۔ لطف کہتے ہیں۔ یہ موزونی طبع رنجیت بہ نظم رنجیتہ وارڈ۔

مراجہ ناز سے تو نے لیا دل خدا جانے ہے اس کو یا مرا دل
نوازش | مرزا خانی نام نوازش تخلص لکھنؤ کے رہنے والے اور سوز
 کے شاگردوں میں سے تھے۔ تذکرہ سرور میں ان کا یہ شعر
 دستیاب ہوا۔

آگے چشموں کے سرے سوزش دریا کیا ہے دشت دل ہو جہاں دشت صحر کیا ہے
ہوش | مصطفیٰ ہوش کے بارے میں صرف اس قدر تعارف کرتے ہیں۔ ہوش
 تخلص۔ جوان شیریں زبان است۔ بہ شاگردی میر سوز ناز سے
 وارڈ۔ یادگار شعرا اور نغمہ عندلیب میں ان کے نام کا پتہ چلتا ہے۔ ہوش تخلص
 میرٹھس الدین نام۔ اشپر انگر اور تذکرہ سرور نے ان کے وطن کا بھی حوالہ
 دیا ہے۔ میرٹھس الدین لکھنوی شاگرد سوز جوان ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے۔
 یار ہنسا ہے چشم ترکہ کو دیکھ گریہ ملک اپنے تو اثر کو دیکھ
 دست و پا گم کرے ہیں سو کراں ناز میں تیری اس کمر کو دیکھ
 تیرے خط کا جواب آیا ہے ہوش کھول آکھ نامہ بر کو دیکھ

۱۔ تذکرہ شعرائے اردو ص ۱۷۵

۲۔ تذکرہ سرور ص ۷۱۹

۳۔ گلشن ہند ص ۲۳۶

۴۔ تذکرہ ہندی ص ۲۷۲

۵۔ گلستان بے خواں ص ۲۸۴

۶۔ یادگار شعرا ص ۲۲۱

[شاعری]

دلی کے دبستان شاعری کی باقاعدہ بنیاد اس دن پڑی تھی جب شاہ سعد اللہ گلشن نے دلی کو نصیحت کی تھی: "ایں ہمہ مضامین فارسی کہ بیکار افتادہ اند در ریختہ خود بکار ببر" اور جب ۱۳۳۳ھ میں دلی کا دیوان دلی پہونچا تو اہل دہلی کو ایک نئے شعور کا احساس ہوا۔ اسی شعور کی جلوہ گری بہ اختلاف طبائع و احوال میر و مرزا۔ غالب و مومن۔ اور داغ و امیر میں نظر آتی ہے اور یہی ورثہ تھا جس نے کل ہند میں ایک نئی روشنی پیدا کر دی۔

دلی کی ادبی تاریخ کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ اس کا احاطہ مشکل ہے۔ اس کی قدروں میں اس قدر وسعت ہے کہ بہت سی تہذیبی قدیں اس میں سما جائیں۔ پھر اس کے استحکام کا یہ حال کہ سیاسی زوال کے زلزلے بھی اس کی بنیاد نہ ہلا سکے۔ بلکہ عجیب اتفاق یہ ہے کہ شعر و سخن نے نامساعد حالات میں زیادہ ترقی کی۔ چنانچہ دہلی میں اردو شاعری کے عروج کا زمانہ سیاسی زوال کا دور ہے۔ اس کا غالباً ایک سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل فن نے اگر ایک طرف سلاطین کی سرپرستی میں اپنی مخلصیں سجائیں تو دوسری طرف ان سے بے نیاز ہو کر اپنے مشاغل کو جاری رکھا۔

اورنگ زیب کی وفات (۱۰۶۰ھ) کے بعد مغلیہ سلطنت کا شیرازہ درہم برہم ہو گیا۔ صرف سیاست ہی میں انتشار پیدا نہیں ہوا بلکہ عوام کا سکون خاطر بھی رخصت ہو گیا۔ بیرونی اور اندرونی سازشوں اور اورنگ زیب کے جانشینوں کی نااہلیت نے حکومت کا وقار ختم کر دیا۔ سیاست کی اس بے اطمینانی اور کمزوری نے ملک میں بوجھان برپا کر دیا۔ حال کو تاریک اور مستقبل

کو بہم۔ اس انفرادی سے صرف سلطنت ہی خطرے میں نہیں تھی بلکہ ملک کا پورا معاشرہ خطرے میں پڑ گیا تھا۔ اس غیر مطمئن زندگی نے تشائم پرستی کا احساس ہمارے شاعروں کے دلوں میں پیدا کر دیا۔ اور اسی تشائم پرستی نے تصوف کا سہارا لے کر عالموں کو بے عمل اور صوفیوں کو گوشہ نشین بنا دیا۔ مگر اس سلسلے میں یہ حقیقت ہے کہ اگر ایک طرف تصوف کی بدولت تشائم پرستی کا اثر تھا تو دوسری طرف اسی کے ذریعے اخلاقی اقدار بھی جنم لے رہے تھے۔ ہمارے دعوے کے ثبوت میں درد کے یہ اشعار کافی ہیں۔

دلئے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو نسا افسانہ تھا
سیاب کشتہ کس کا ماوا حیات کیسہ ہر گر جی کو مار سکے اے درد کیا ہے
زہارِ ادھر کھو لیو مت چشم حقارت یہ فقر کی دولت ہے کچھ افلاس نہیں ہے
نہ مطلب ہے گدائی سے نہ یہ خواہش کہ شاہی ہو

الہی ہو وہی جو کچھ کہ مرضی الہی ہو
یعنی غنیمت ہے کہ تشائم پرستی کی لے زیادہ نہیں بڑھی۔ ورنہ بہت ممکن تھا کہ دہلی کے دبستانِ شاعری میں گور و کفن۔ محدود کافور اور آہ و بکا کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ اور وہ مرگٹ کی شاعری ہو کر رہ جاتی۔ ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ عناصر دہلوی شاعری میں موجود نہیں ہیں۔ البتہ یہ دہلی کے دبستانِ شاعری کا مزاج کبھی نہ بن سکے۔ ان عوامل کے باعث شاعری نے سوز و گداز، رنج و حواں کا لباس ضرور اختیار کر لیا۔ مگر خلعتِ انسانی کا تصور قائم رہا۔ خود میر کی شاعری کو لیجیے، وہ زندگی کے وجود کے منکر ہونے کے باوجود خلعتِ انسانی کے ترانے گاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اہل دہلی کو تصوف اور صوفیوں سے خاص لگاؤ اور محافلِ سماع سے

خاصہ ذوق تھا۔ اس سماج نے شعر کو محروم کے انتخاب میں مدد دی۔ شعر میں ترقی اور موسیقیت کا احساس اجاگر ہوا۔ ہیئت کے یہ تجربے شعر کو بنانے اور سنوانے میں معاون ثابت ہوئے۔ موضوع کے اعتبار سے بھی سادگی اور توازن کا عنصر نمایاں ہونے لگا۔ جس توازن کا ذکر ابھی کیا گیا یہ محض کوئی رسمی فقرہ نہیں ہے بلکہ دلی کے دبستان شاعری کے مزاج کو اس کے بغیر سمجھا نہیں جاسکتا۔ اس لیے کہ اسی توازن کے فقدان سے جرات اور انشاء جیسے شاعر وجود میں آتے ہیں جو اس حمام میں اودھ کے اکثر شعرائے لکھنؤ کی طرح برہنہ نظر آتے ہیں اور اسی توازن کے باعث تیسرے سودا اپنی انفرادیت کو قائم رکھتے ہیں۔ وہ اور دوسرے شعرا کھل کھیلنے سے باز رہتے ہیں۔

دہلی کے دبستان کی ایک اہم خصوصیت داخلیت بتائی جاتی ہے۔ یہ داخلیت دراصل انسانی کردار کے عمل اور ردِ عمل کے طور پر پیدا ہوتی ہے۔ جب انسانی کردار اپنی انفرادیت سے محروم ہو جاتا ہے اس وقت وہ خارجی ادب ممکن ہو کر پیش کر سکے۔ مگر انسانی جذبات کی صحت مند عکاسی نہیں کر سکتا۔ دہلی کے شعرا براہ راست سیاست سے متاثر تھے۔ سیاست کی ہر ضرب ان کے دل و دماغ پر پڑ رہی تھی۔ اس لیے وہ صحیح راستے کا تعین تو نہیں کر پا رہے تھے مگر اپنے جذبات کی ترجمانی بغیر کسی تصنع اور بناوٹ کے کرتے تھے۔ مضمون آفرینی اور صانع و بدائع سے شعر کو مزین کرنے کی اُن کو فرصت کہاں تھی اس لیے واردات قلب کو سیدھے سادے الفاظ میں پیش کر دیتے تھے۔ اسی داخلیت کے باعث ان کے یہاں عشق و عاشقی کی واردات میں بڑی صداقت ہے۔ دہلوی شاعری میں تصورِ عشق ایک طرف تصوف سے آیا اور دوسری طرف سماجی عوامل سے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دہلوی شاعری کے قدم عموماً راہِ مجاز میں پڑنے کے باوجود ڈمگنانے نہیں پاتے اس میں بتدال

سطحیت پیدا نہیں ہونے پاتی۔ وہ اپنی اعلیٰ صلاحیتوں سے اس میں جلا پیدا کرتا رہی یہی سبب ہے کہ دہلی میں تصور حسن و عشق جن ہمہ گیر صدائمتوں کا ضامن ہے وہ اس کی اپنی انفرادیت ہے۔

غرض یہ حالات اور واقعات اور مخصوص قسم کا دہنی ماحول تھا جس میں تسوز کی شاعری جنم لیتی ہے۔ وہ ایک استاد تھے اس لیے انھوں نے ماحول کو بہت کچھ دیا۔ آئندہ آنے والوں کے لیے راستہ ہموار کیا نیز وہ اس سماج اور ماحول کے ایک فرد تھے اس لیے انھوں نے اپنے گرد و پیش سے بھی بہت کچھ حاصل کیا اس لین دین *GIVE AND TAKE* نے اردو شاعری کو جو کچھ دیا وہ ہمارے سامنے موجود ہے۔

میر تسوز اس بزم ادب کے ایک رکن تھے جس میں میر تقی۔ سودا اور درد جیسے بالکل رونق افروز تھے۔ میر تقی کی جذبات نگاری۔ سودا کا زور تخیل اور درد کا عارفانہ انداز ہماری شاعری کی آبرو ہیں۔ تسوز کے کلام میں یہ چیز تو پیدا ہو سکی البتہ یہ حقیقت ہے کہ ان کی غزلوں میں سیدھے سادے خیالات۔ اسلوب کی سادگی زبان کی صحت و صفائی کے ساتھ ملتے ہیں۔ جن کی بنا پر وہ اپنے رفقاء کے کار کے ساتھ بزم شعر میں بیٹھے ہوئے اجنبی نہیں معلوم ہوتے جس زمانہ میں ان سادہ نے شعر و سخن کے نئے بلند کیے دہلی اور اس کے نواح میں وہ افراتفری تھی کہ خدا کی پناہ۔ مغلوں کا جاگیر دارانہ نظام رو بہ زوال تھا۔ اور ملک میں جو حادثہ رونما ہوتا وہ اس زوال کی رفتار کو اور تیز کر دیتا تھا۔ اسی دوران میں نادر شاہ کی ماتحت احمد شاہ ابدالی کے حملے اور مرہٹوں کی دراز دستی نے ملک کا رہا سہا شیرازہ بھی

لے میر تقی۔ سن ۱۱۲۵ھ - سودا سن ۱۱۴۱ھ - درد سن ۱۱۹۵ھ

نادر شاہ کا حملہ ۱۱۴۹ھ

نادر شاہ کا حملہ اولیٰ ۱۱۵۲ھ۔ دوسرا حملہ ۱۱۵۶ھ۔ تیسرا حملہ ۱۱۵۹ھ۔ چوتھا حملہ ۱۱۶۱ھ

بکھر دیا۔ بڑے بڑے صوبے مرکز سے الگ اور خود مختار ہو گئے۔ اس کا اثر نہ صرف بادشاہ وقت اور اہل دربار پر پڑا بلکہ ملک کا ہر طبقہ اپنی حیثیت کے مطابق اس سے متاثر ہوا۔ اس وقت عام بے اطمینانی اور بد امنی کا راج تھا۔ عہد مذکور کا مرق اگر دیکھنا ہو تو ذکر تیسرے کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو۔

روزے پرست زدم (بجز بسیار) ہم بر ویرانہ تازہ شہر افتاد۔ ہر قدے گرستم و عبرت گرفتیم۔ وچوں پیشتر رستم۔ حیران تر شدیم
مکانہارانشناختم۔ دیارے نیافتیم۔ از عمارت آثار ندیدیم.....
بازار کجا کہ بگویم۔ طفلان بازار کجا۔ حسن کو کہ بپرسم.... جوانان
رخا رفتند۔ پیران پار سا گزشتند۔ محلہا خراب۔ کوچہ ہا نایاب۔
دشت ہوید۔ انس ناپیدا

گھر میں آگ لگی ہو تو ممکن نہیں کہ گھر والے سکون سے بیٹھے تماشہ دیکھتے ہیں شاعر تو عام انسانوں سے زیادہ اثر پذیر اور حساس طبیعت کا مالک ہوتا ہے۔ اگر وہ دوسروں کے خیالات و میلانات میں انقلاب نہیں پیدا کر سکتا تو کم از کم اپنے اندر ایک کشمکش، ایک غلش اور ایک تڑپ ضرور محسوس کرتا ہے شاعر کے اندر ایک ”روح عصر“ ہوتی ہے جو اس کے جذبات و احساسات میں شدت پیدا کر کے اس سے ماحول کی ترجمانی کراتی ہے۔ یہی روح عصر ہے جو تیسرے اور سودا کے ذیل کے اشعار میں نمایاں ہے۔

دلی میں آج بھیک بھی ملتی نہیں انھیں
تھا کل ملک داغ جنھیں تاج و تخت کا
شہاں کہ محل جو اہر تھی خاک پا جن کی
انھیں کی آنکھوں میں پھرتی سلائیائیں
خواب دلی کا وہ چند ہستہ لکھنؤ سے تھا
میں میں کاش مر رہتا سرسیمہ نہ آتایاں

تو ہے بیچارہ گدا میر تر اکیسا نہ کر
اب خواہ ہوا جہاں آباد
دل گئے خاک میں یاں صاحبان فرستے
ور نہ ہر اک قدم یہ یاں گھر تھا
سودا کا محسوس ملاحظہ ہو۔

یہ بارغ کھا گئی کس کی نظر نہیں معلوم
جہاں تھے سرد و صندوق ہاں او گئے ہے قوم
نہ جانے کن نے رکھایاں قدم وہ کون تھا قوم
مجھے ہے زاغ و زغن سے اب چین میں موم
مخموں کے ساتھ جہاں بلبلیں کرتی تھیں کلون
جہاں آباد تو کب اس ستم کے قابل تھا
کہ یوں مٹا دیا گویا کہ نقش باطل تھا
مگر کبھو کسی عاشق کا یہ نگر دل تھا
عجب طرح کا یہ بحر جہاں میں ساحل تھا
کہ جس کی خاک سے لیتی تھی خلق موتی رول

اس سے زیادہ وہ کہہ بھی نہیں سکتے تھے اور ان کا منصب بھی نہ تھا۔ اس لیے کہ
اول تو وہ ہندوستانی شاعر تھے عرب کے نہ تھے جہاں شاعر کی حیثیت سے
سوسائٹی کے ایک فعال اور اہم فرد کی ہوتی ہے۔ دوسرے وہ جانتے تھے کہ
کنایہ صراحت سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے۔ اس لیے کھل کر کہنے میں کوئی لطف نہ
تھا۔ تیسرے یہ بھی ڈرتے تھے کہ ان امور میں صاف گوئی ان کے آقاؤں کے
علافت مزاج ہوتی۔

خواجہ میر درد اس کلیہ سے مستثنیٰ تھے کیونکہ وہ فقر و غنا کے اس مقام
پر شکن تھے جہاں میر و مرزا کی رسائی محال تھی۔ سب کو معلوم ہے کہ نادر شاہ
کے غارت گردانہ تاخت کے زمانے میں بھی جبکہ ہر شخص اپنی جان و آب و روے
کو دہلی سے بھاگ کھڑا ہوا تھا وہ اپنے گوشہ عزلت سے نہ بچ سکے۔ یہی وجہ ہو
کہ ان کے کلام میں اس غلغلا کی ہنگامی جھلکیاں نظر نہیں آتیں۔ تعجب تو
میر سرتوز پر ہے کہ وہ خود بھی عصری تقاضوں سے الگ تھلگ رہے اور ان کی

شاعری میں بھی ان کا پرتو نظر نہیں آتا۔ آخر اس کی وجہ کیلئے؟ یہاں ہم ایک شبہ قائم کر دینا چاہتے ہیں۔ ہمارا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ سوز کے یہاں تیسرے کا اضطراب یا سودا کی قوت تحلیل کیوں نہیں۔ اس کے علاوہ شاعر سے سیاسی یا انقلابی یا مصلح کے رول میں توقع کرنا اس پر بڑا ظلم اور اس دور کے نظام معاشرت سے کامل ناواقفیت ہوگی۔ البتہ اس لحاظ سے کہ شاعر اپنے عصری تقاضوں سے بالکل الگ نہیں رہ سکتا۔ سوز کے کلام میں اس نے کی توقع تھی جس کا اظہار کم و بیش اس دور کا ہر شاعر کر رہا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے اکثر شعرا نے اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کے لیے اپنے لیے پناہ گاہیں بنالی تھیں۔ جن میں دنیا کی ہمارا بھی سے بچنے کی خاطر وہ روایتی شتر مرغ کی طرح چھپ رہے تھے۔

دامدگی شوق تراشے ہے پناہیں

آئیے دیکھیں خود سوز اپنی شاعری کے بارے میں کیا صفائی پیش کرتے ہیں۔ انھوں نے ایک قطعے میں نہایت صداقت کے ساتھ اپنی شاعری کا راز کھولا ہے۔

صاحبوتم سے راست کہتا ہوں	شاعری سے مجھے ہے کیا نسبت
یار آپس میں بیٹھتے تھے کبھی	دل خوشی کو وہ بولتے تھے جگت
میں انھوں میں تمنا سب کا چہتا یا	وہ دلاتے مجھے بہت غیرت
کہ تجھے بات بھی نہیں آتی	کیوں کہ برائے تم سے یہ صحبت
یا تو ہم سے کیا کرو باتیں	یا ہمیں جانتے ہو بے غیرت
تب میں تا چار ہو کے کرنے لگا	انھیں باتوں کو بیت کی صورت
بسکہ موزوں تھے وہ صاحب لوگ	مجھ کو بھی ہو گئی اتنی قدرت
کہ لگا کرنے بات کو موزوں	شاعروں میں ملی مجھے شرکت
دن میں اور شاعری تو بہ	یہ بھی سب صاحبوں کی ہے دولت

اس سے یہ امر صاف ظاہر ہے کہ انھوں نے اس فن کو کن حلاوت میں اختیار کیا تھا۔ لیکن ابھی ایک گتھی سلجھانا اور باقی ہے۔ ان کے بعض مذکورہ نگاروں کا بیان ہے کہ وہ جوانی میں رنگین طبع اور عاشق مزاج تھے۔ چنانچہ مولف تاریخ ادب اردو کا بیان ہے: "جوانی میں رنگین طبع اور عاشق مزاج تھے" لطف کا بیان ہے کہ "ابتداءے جوانی میں انھیں نے ساتھ کام دل کے ایام زندگی کو صرف نشہ بے خمار کیا؛ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان کی غزلیات میں دو اضع رہے کہ غزل ہی سوز کا اصل سرمایہ شہری ہے اور غزل ہی میں واردات عشق کی کھیت ممکن ہے (عموماً ایک روایتی انداز اور رسمی تغزل ملتا ہے۔ وہی عام اور فرسودہ مضامین اور وہی گئے چنے خیالات سیدھے سبھاؤ کے ساتھ بیان کر دیئے ہیں۔ جن کو پڑھ کر ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ان کی شخصیت اپنی منفرد اور ان کی واردات ایسی شخص اور ان کا جذبہ ایسا شدید نہیں ہے جس کی چھاپ ان کی غزل پر ثبت ہو۔ تیر کا نفسیاتی انداز۔ جرات کا چونچلا پن۔ مومن کا تغزل اور داغ کا ٹیکھا پن ان کے یہاں نہیں ملتا۔ ان کے یہاں وہ آفاقیت اور تنوع بھی نہیں جو غالب کا حصہ ہے مگر ان سب کے باوجود ان کی حیثیت دہلی اسکول کے ایک نمائندے کی ہے جو خود اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا مگر جو کہتا ہے۔ وہ نمائندہ کی حیثیت سے کہتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان کے یہاں نت نئے تجربات کا تو فقدان ہے مگر ان کی آواز میں ایک رکھ رکھاؤ اور بھاری پن ہے۔ جس کی وجہ سے وہ دہلی اسکول میں اجنبی نہیں معلوم ہوتے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اگرچہ غزل گوئی میں میر اسحاق خاں ہیں مگر ان کا کلام ایسا فغلی اور رکاکت سے خالی نہیں ہے۔ ان کے برعکس سوز کا کلام ان محراب سے

پاک ہے۔ اس درد کے مشہور اور نمائندہ غزل گو شاعروں میں تیسرے درد اور سوز ہیں۔ ان تینوں میں جو بات خاص طور پر مشترک ہے وہ سوز و گمان ہے مگر تینوں کے سوز و گداز میں فرق ہے۔ تیسرے کا غم ان کی ناکام محبت کا نتیجہ ہے۔ اس لیے ان کے غم کی نئے زیادہ شدت اختیار کر گئی ہے۔ درد کے یہاں روحانی محبت کا تصور حاوی ہے اس لیے ان کا مذاق مادی دنیا سے بلند ہو گیا ہے۔ سوز کی محبت اس گوشت پوست کی دنیا کی محبت ہے جس میں ناکامی اور کامیابی کی درمیانی کیفیت کا اظہار ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان کی شاعری میں وہ شدت نہیں ہے جو کسی ناکامی کا نتیجہ ہوا کرتا ہو اور نہ وہ سلیمت پیدا ہوئی جو محبت میں کامیابی کے بعد پیدا ہوا کرتی ہے۔ ان کے یہاں روزمرہ کے عشق کی کیفیات کا اظہار ہے۔ وہ ایک سیدھے سادے عاشق تھے جو عشق کی گھاتیں اور اس کے داؤ بیچ سے قطعاً نا آشنا تھے۔ وہ صاف الفاظ میں حال دل بیان کرنا جانتے تھے۔ یہی سبب ہے کہ جذبات محبت کو جس طرح سہل انداز سے سوز پیش کر دیتے ہیں وہ تیسرے درد دونوں کے یہاں مفقود ہے۔

سوز کے یہاں تصوف کا عنصر بہت کم ہے اور جو کچھ ہے اس میں رسمی انداز نمایاں ہے۔ تمام تصوف کا خطر مسئلہ وحدت الوجود ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اس شراب کا نشہ ایسا ہے کہ بڑے بڑوں کو بے خود کر دیتا ہے۔ سوز کے یہاں مسائل تصوف فلسفہ کی راہ سے نہیں آئے۔ اس لیے ان میں فلسفیانہ خوشگافیاں نہیں ہیں۔

صنم کا دل جو چاہے تو حاصل ہونے لے عاشق
غبارِ حیم اٹھ جاوے تو کچھ حاصل نہیں ہوتا
بلبل نے جس کا جلوہ جا کر چین میں دیکھا
وہ آنکھ موند اپنی ہم من ہی من میں دیکھا

بت خانہ و مسجد و خوابات میں تجھ کو کہاں کہاں دیکھا
 پایا تو آپ ہی میں پایا کیا غفلت تھی کہ یاں دیکھا
 ببل کہیں نہ جائیو ز نہار دیکھتا اپنے ہی من میں پھول کے گلزار دیکھتا
 ہم نے کون و مکان دیکھ لیا پل میں ساما جہان دیکھ لیا
 نیستی کے لیے ہی ہستی ہے ہاں مرے ہر بان دیکھ لیا

ان کے یہاں تصوف کی کمی ہے غالباً اس کا سبب خود نگری ہے جس کو ان کے تجربات کا چوڑ بھی کہا جاسکتا ہے۔ تصوف کی کمی کا ایک سبب تو یہ معلوم ہوتا ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے کہ خود نگری کے تصوف کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ دوسرے جس ملک سے تنوع کا تعلق تھا وہ بھی تصوف کی نظری یا عملی حیثیت سے اختیار کرنے کا مخالف تھا۔ اس لیے ان کے یہاں جو ایسے اشعار ملتے ہیں جن پر تصوف کا پرتو نظر آتا ہے وہ دراصل تصوف کے نہیں بلکہ ان کی درویشانہ طبیعت کے اندازِ نظر کا نتیجہ ہیں۔ یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ ان کے یہاں رندی و ہوس ناک کہیں نظر نہیں آتی۔ یہی میانہ روی ہے جو ان کی شخصیت کو نمایاں کرتی ہے

تنوع کو ہمارے ناقدین نے استاد مانا ہے۔ ان کی شاعری کی کچھ خصوصیات گنجائی ہیں۔ مثلاً صفائی۔ سادگی۔ بے تکلفی۔ شیرینی۔ ان کے اشعار ہلکے پھلکے ہوتے ہیں جن پر کبھی کبھی ردیف کا بوجھ بھی نہیں ڈالتے۔ ان کا کلام فارسی تراکیب اور تشبیہات و استعارات کے بوجھ سے گراں بار نہیں ہے۔ ان کے یہاں زبان کا اچھا نمونہ ہے جس میں غرابت نہیں ہے۔ ان کے یہاں تنوع نہ ہونے کے باوجود ان کا ذہن غزل کے تصور میں صاف ہے۔ ان کے اندازِ بیان کے بارے میں آزاد کا یہ قول قابلِ غور ہے۔

میر سوز کی زبان عجیب ٹھنی زبان ہے اور حقیقت میں غزل کی جان ہے۔ چنانچہ غزلیں خود ہی کہے دیتی ہیں۔ ان کی انشا پر دازی کا حسن، تکلف اور صنائع مصنوعی سے بالکل پاک ہے۔ اس خوش نمائی کی ایسی مثال ہے جیسے ایک گلاب کا پھول ہری بھری ٹہنی پر کھودا سا دھرا ہے اور سرسبز پتیوں میں اپنا اصل جو بن دکھا رہا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ جس سادگی اور بے تکلفی کا ذکر کیا گیا وہ اس دور میں دہلی کے درستان نمک کی خصوصیت تھی مگر دوسرے شعرا سادگی اور تجربات کے بے تکلف اظہار کے وقت اپنے آپ کو فارسی کی رنگینی اور نازک خیالی سے آزاد نہ کر سکے۔ چنانچہ نیا ز صاحب لکھتے ہیں۔

”یوں تو غزل میں جذبات محبت کو بغیر کسی استعارے و تشبیہ کو ظاہر کر دینا شعرا و متقدمین کی بھی خصوصیت تھی۔ کہیں ہندی و فارسی الفاظ کی آمیزش ترکیب کی تعقید اور غیر مانوس قدیم محاورات نے اس میں وہ سلاست و روانی پیدا نہ ہونے دی جو محبت کی زبان کے لئے ضروری ہے۔ جس دور میں سوز پیدا ہوئے اس کی خصوصیت یہی تھی کہ اس نے زبان کی صحت و صفائی کی طرف خاص توجہ کی۔ خصوصیت کے ساتھ سوز کو چھوڑ کر تیز۔ درد۔ سوز اور قائل نے غزل کی ایسی داغ بیل ڈالی کہ آج تک اس سے ہٹ کر دوسرا صحیح معیار قائم نہ ہو سکا۔“

جیسا کہ ابھی کہا گیا کہ سوز کا اس دور کے اساتذہ میں شمار ہوتا ہے اس حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے اس دور کے نظام استاد و شاگردی کا جائزہ

لینا ہو گا۔ سوز کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی جو شخص کسی فن میں خصوصاً شاعری میں بے استاد ہوتا۔ اس کی قدر و منزلت نہ ہوتی۔ اس لیے ہر شاعر کسی نہ کسی بڑے استاد سے اپنے آپ کو وابستہ کرنا لازم خیال کرتا۔ عام طور سے یہ استاد محض ظواہر سے متعلق تھی۔ یعنی فن۔ زبان اور محاورے کے حسن و قبح صحت و سقم سے بحث ہوتی تھی۔ خیال یا مضمون کے اچھے یا بُرے سے استاد یا شاگرد کو سروکار نہ ہوتا۔ جس طرح آج کل لوگ فن کی طرف سے غفلت برتتے ہیں اور تمام تر مضامین پر توجہ کرتے ہیں یعنی ہیئت کے مقابلے میں مواد ہی کو اصل شعر جانتے ہیں۔ سوز کے زمانے میں معاملہ برعکس تھا۔ اگر شاعر نے زبان یا محاورہ درست باندھ دیا تو وہ اپنے فرض سے ادا ہو گیا اور یہ ایک حد تک درست بھی ہے کیونکہ بقول علامہ اقبال لوگوں کو خیال آسمان سے ملتا ہے اور زبان زمین سے۔ خیال یا مضمون کی تلاش خود شاعر کا فرض تھا استاد کا یہ کام تھا کہ یہ دیکھے کہ فن کی پابندی یا زبان و محاورے کی رعایت کہاں تک کی گئی ہے۔ غرض اس لحاظ سے سوز اپنے عہد کے اساتذہ میں شمار ہوتے تھے اور ہمیں متعدد اچھے شاعروں کے نام ان کے تلامذہ کی فہرست میں نظر آتے ہیں مثلاً آصف الدولہ آصف۔ شیر علی افسوس۔ مہربان خاں بندہ رضا قلی آشفقہ وغیرہ۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سوز کے کچھ اشعار جو سادگی اور صفائی میں امتیازی شان رکھتے ہیں نقل کر دیئے جائیں۔

خبر لے اپنے دیوانے کی جلدی آج زنداں میں

نہیں آتی صدائے نالہ زنجیر کیا باعث

شکست و رنجیت ہر گھر کی جہاں میں ہوتی ہے یارب

ہمارے خانہ دل کی نہ کی تعمیر کیا باعث

جو ستونزدیو نہی خلق میں بدنام ہے گا تو خاک تہ خاک بھی آلام ہے گا
 شہرہ ہی تھے اپنا جو منظور ہے مائثر کرتل مجھے اس میں ترا نام ہے گا
 نکل کر طفل اشک آنکھوں سے طوفاں کر چلے آئے

الہی خیر اس فتنہ کا باہر پھر قدم نکلا
 میں اپنے دل کو ایک مدت سے بیت اللہ سمجھا تھا

بتوں کو دو مبارکباد یہ بیت الصنم نکلا
 کہتا نہ تھا میں اے دل اس کام سے تو باز آ
 دیکھا مزانہ تو نے نادان عاشقی کا
 کی فرشتوں کی راہ ابر نے بند جو گنہ کیجیے ثواب ہے آج
 مگر جانے کا قائل نے نرالا ڈھنگ نکالا ہے

ہراک سے پوچھتا ہے اس کو کس نے مار ڈالا ہے

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا

پڑ گئی اود یہ کیسی مرے اللہ نہی

کرنے کی نہیں فائدہ تدبیر کسی کی پاؤں میں پڑی زلف گرہ گیر کسی کی

دے صورت میں نہ جانے کس دیں بستیاں ہیں

اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں

کہیو اے باد صبا پھر طے ہوئے یاروں کو

راہ ملتی ہی نہیں دشت کے آواروں کو

رہسوا ہوا خواب ہوا۔ مبتلا ہوا وہ کون سی گھڑی تھی کہ تجھ سے جدا ہوا

اہل ایماں ستونزد کو کہتے ہیں کافر ہو گیا

آہ یارب ماز دل ان پر بھی ظاہر ہو گیا

مجھ سے مست جی کو لگاؤ کہ نہیں رہنے کا
 میں مسافر ہوں کوئی دن کو چلا جاؤں گا
 سر زانو پہ ہو اس کے اور جان نکل جائے
 مرنا تو مسلم ہے ارمان نکل جائے
 اور تو بس نہیں چلتا ہے رقیبوں کا مگر
 سوز کے نام کو لکھ لکھ کے جلا دیتے ہیں
 سوز کیوں آیا عدم کو چھوڑ کر دنیا میں تو
 وہاں تجھے کیا تھی کمی یہاں تجھ کو کیا درکار ہے
 ببل کہہ کر تو پھرتی ہے غافل خبر لے جلد
 گل نے لگائی آگ ترے آشیانے میں

کتب خانہ سالار جنگ میں دیوان سوز کا ایک نسخہ

کتب خانہ نواب سالار جنگ (حیدر آباد) کی وضاحتی فہرست، جناب نصیر الدین ہاشمی نے مرتب کی ہے۔ اس فہرست میں دیوان میر سوز کے مندرجہ ذیل تین نسخوں کا تعارف کرایا گیا ہے۔

(۱) دیوان سوز، نمبر ۱۷، سائز ۹ × ۵ ۱/۲، صفحات ۲۰، سطر ۱۵، خط نستعلیق کاغذ ویسی۔

آغاز، سر دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھا

بجائے بسم اللہ تبارک میں لکھا

اختتام، تم سے جو دو جفا، مہر و وفا ہے غیر سے بہتر

وفا داروں کے لب پہنچی ہے تیری بے وفائی کو (دکڑا)

اس دیوان میں صرف غزلیات ہیں جو ردیف واری ہیں۔ ناقص لکھنؤ ہے۔

(۲) دیوان سوز (دوسرا نسخہ) نمبر ۱۶، سائز ۸ × ۶، صفحات ۳۴، سطر ۱۱

خط شکستہ، کاغذ ویسی۔

آغاز، سر دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھا

بجائے بسم اللہ تبارک میں لکھا

اختتام، محنت جگر و کباب دل ہے تیار

آتے تو ہم بھی ہمانی کرتے (دکڑا)

اس مختصر دیوان میں غزلیات ہیں جو چند ردیفوں پر مشتمل ہیں۔ آخر میں تین

رباعیات بھی ہیں۔

(۳) دیوان تہذیب (تیسرا نسخہ) نمبر ۴۴۲، سائز ۱۰ ۱/۲ x ۷ ۱/۲، صفحات ۱۲۲) سطر ۱۱، خط نستعلیق، کاغذ دیسی۔

آغاز: دیکھ دل کو چیر مت ظالم کہیں دکھ جائے گا (دکنا)،
میاں بغیر از قطرہ خوں اور تو کیا پائے گا
اختتام: کہا جوں تہذیب نے بوسہ تو دے جا
لگا کہنے کہ بھسلانے کی خوبی (دکنا)

اس دیوان میں صرف ردیف وارد فرمایا ہے۔

دہاشمی صاحب کے نقل کیے ہوئے اشعار میں کئی مصرع صریحاً غلط ہیں۔ میں نے ایسے مصرعوں کے آگے (دکنا) لکھ دیا ہے۔

ان تینوں نسخوں کا سنہ کتابت درج نہیں ہے۔ غالباً ان مخطوطات میں نہیں ہوگا۔ اول الذکر ناقص الآخر ہے، باقی دو نسخے بھی میر تہذیب کے مکمل کلام پر حاوی نہیں ہیں۔ سنہ کتابت معلوم نہ ہونے کی بنا پر، ان کی صحیح قدر و قیمت کا بھی تعین نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اس کتب خانے میں دیوان میر تہذیب کا ایک اور قطعی نسخہ بھی ہے، جو مختلف اعتبارات سے ان تینوں سے اہم ہے۔ یہ بات باعث تعجب ہے کہ یہ نسخہ اس فہرست سے غیر حاضر ہے۔ ذیل میں اس کا مختصر تعارف کرایا جاتا ہے۔

مخطوطے کا نمبر داخلہ ۵۴۷، اور نمبر کتاب ۷۱، ہے۔ سائز ۸ ۱/۲ x ۶ ۱/۲ اور اوراق کی تعداد ۵۴ ہے۔ پہلے صفحے پر ۱۲ شعر عید کے متعلق ہیں۔ یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ یہ شعر کس کے ہیں۔ دوسرے صفحے پر تین ہریں ہیں۔ دو ہریں صاف نہیں ہیں۔ ایک ہریں عبارت ”محرم الدولہ ۱۲۵۷ھ“ صاف پڑھنے

میں آتی ہے۔

آغاز دیوان کی غزل کا مطلع یہ ہے :

سر دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا
بجائے بسم اللہ تبارک و تعالیٰ میں لکھتا

اس مجموعے میں غزلوں کے علاوہ رباعیات ، نغمات اور مثنویات بھی ہیں۔ یہ بات قابلِ ملاحظہ ہے کہ اس مجموعے میں میر تقی میر کے علاوہ کچھ دوسرے شعرا کا کلام بھی شامل ہے۔ لیکن اس کی تعداد نسبتاً کم ہے۔ غالب حصہ میر تقی میر کے کلام پر مشتمل ہے۔

آخر میں دو ترقیمیں ہیں۔ جن سے کاتب کا نام میر عظیم علی ایلمچوری اور سنہ کتاب ۱۲۵۱ھ معلوم ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کتابت نواب محترم جنگ کی فرمائش پر ہوئی ہے۔ ترقیمہ اول کی عبارت یہ ہے :

تمت الکتاب بعون الوہاب حسب الفرائض نواب ذوالاقتدار بیدار تخت
سزاوار تاج و تخت نواب محترم جنگ بہادر دام دولۃ و ملک ، بخط اضعف العباد
میر عظیم علی ایلمچوری احسن الشرفی دارین تبارک ہفتدہم ماہ ربیع الثانی ۱۲۵۱ھ ہجری
مطابق ۱۲۳۵ھ قمری۔

ترقیمہ ثانی :

روز یک شنبہ تبارک بیت و یکم ماہ ربیع الثانی ۱۲۵۱ھ کتاب دیوان میر تقی
کہ از نزد فرزند فیاض علی خاں مرحوم گرفتہ بدست میر عظیم الدین سید نویساندہ شد۔



دیوانِ ستوز

دیوان میر تسوڑ کا یہ متن، دو قلمی نسخوں کی مدد سے تیار کیا گیا ہے۔

(۱) نسخہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو۔ علی گڑھ (ع)

(۲) نسخہ رضا لا بُریری۔ رام پور (م)

نسخہ علی گڑھ ناقص الاخر ہے اور صرف غزلیات پر مشتمل ہے۔ اس کا کاتب غلط نویس ہے۔ بیشتر اشعار غلط نویسی کا شکار ہوئے ہیں، جن میں سے کچھ کو صحیح پڑھنا مشکل ہے۔

نسخہ رام پور کی کتابت واضح ہے۔ اس میں غزلیات کے علاوہ دیگر اصناف بھی ہیں۔ کاتب بھی اتنا غلط نویس نہیں ہے۔ یہ نسخہ خاصا کرم خود وہ ہے۔ جلد ساز نے زیادہ مجروح اوراق پر سفید باریک کاغذ کی چپیاں لگائی ہیں، جن سے متعدد مقامات پر اشعار کے بعض حصے پڑھنے میں نہیں آتے ہیں۔ آخر کتاب میں ترقیمہ موجود ہے۔

”بتاریخ ہفتدہم یوم شنبہ شہر محرم الحرام ۱۱۲۹ھ صورتِ اتمام یافت یکل صفحات ۴۱۵ ہیں۔“

ہم نے متن بالعموم م کے مطابق رکھا ہے، ہاں جن مقامات پر م میں صریحی اخلاط ہیں، ان مقامات پر ج کے متن کو اختیار کیا ہے۔ اب یہ نسخہ میر تسوڑ کے اس سارے کلام پر عادی ہے، جو ان دونوں نسخوں میں موجود ہے۔ جو کلام ان دونوں نسخوں میں مشترک نہیں ہے، حواشی میں اس کی نشان دہی

کردی گئی ہے۔

مشترک کلام کی حتی الامکان تصحیح کر دی گئی ہے جن مقامات پر اس کا امکان نہیں تھا، وہاں نشان استفہام یا کذا لکھ دیا گیا ہے۔

جو کلام دونوں نسخوں میں مشترک نہیں ہے اور تصحیح طلب ہے، اس کی تصحیح نہیں ہو سکی ہے۔ بعض مقامات پر قیاسی تصحیح سے بھی کام لیا گیا ہے۔ یہ اضافے تو سین میں ہیں۔

حواشی میں نسخہ علی گڑھ کے لیے ع اور نسخہ رام پور کے لیے م استعمال کیا گیا ہے۔

نقل میں مردجہ املا کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

آخر میں تذکرہ مجمع الانتخاب سے میر تسوڑ کا مکمل ترجمہ نقل کر دیا گیا ہے۔ یہ تذکرہ ابھی تک معرض طبع میں نہیں آیا ہے۔ صاحب تذکرہ کو میر تسوڑ سے خصوصی تعلق تھا۔ شاہ کمال نے لکھا ہے: "اول بار دیوانی کہ ترکیب یافتہ بود، نزد فقیر است؛ اسی دیوان سے انھوں نے میر تسوڑ کا خاما کلام نقل کیا ہے۔ اس خصوصیت کی بنا پر یہ مناسب سمجھا گیا کہ یہ مکمل حصہ بھی شامل کر لیا جائے۔ اس حصے میں بعض اشعار غلط ہیں، لیکن ان میں قیاسی تصحیح سے کام نہیں لیا گیا ہے۔

کتب خاندان سالار جنگ میں دیوان میر تسوڑ کے چار غلطے ہیں۔ جناب فیصل الدین ہاشمی نے اس کتب خانے کے اردو خطوطات کی جو فہرست مرتب کی ہے۔ اس میں صرف تین نسخوں کا تعارف کرایا گیا ہے۔ جو نسخہ موصوف کی فہرست میں شامل نہیں ہو سکا ہے، ہم نے آخر میں اس کا بھی تعارف شامل مجموعہ کر لیا ہے۔

اہل ایماں سوز کو کہتے ہیں کافر ہو گیا
آہ یارب رازِ دل ان پر بھی ظاہر ہو گیا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعوا بڑا ہے سوز کو اپنے کلام کا
جو غم دیکھے تو ہے کوڑی کے کام کا

سرویان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا بجائے بسم اللہ مآہ میں لکھتا
خدا دیتا اگر مجھ کو زباں توحید کہنے کی تو لا کر سب الوہیت کو الا اللہ میں لکھتا
دگر نعت پیلے کی مجھے توفیق کچھ ہوتی بحق کلمہ طیب رسول اللہ میں لکھتا
زباں سے مرضی مشکل کشا کا منت کہتا تو مذہب پر نصیری کے علی اللہ میں لکھتا
اگر میں مرثیہ حسنین کا کہتا تو کیا کہتا
بسوز سینہ زہرا فقط ایک آہ میں لکھتا

دُکھ کش کیا کہہ سکے ساقی کو شرکی ثنا چشم تر سے ہو سکے کہ اس کے سفر کی ثنا
بند ہیں لب خلق کے لئے کراڈل سے تا اب کون کر سکتا ہے اس قند مکرر کی ثنا
یہ زباں قابل نہیں جو نام اس کا لے سکے مصطفیٰ سے پوچھیے اس کے برادر کی ثنا
آیتہ اکبریٰ میں ہے تعریف اس کی دیکھو پوچھو جو جبریل سے جا اس کے قنبر کی ثنا
بادجو اس قرب کے روح الامیں ہو جاگو ہے زباں پر اس کی دایم اس کے قنبر کی ثنا

لے لے لے شرع میں نہیں ہے لے لے لے شعوم میں نہیں ہے

توڑ تو کیا کہ سکے گا کہ گئے حضرت حسین
گردن مذبح سے اشدا کبر کی شنا

جس نے آدم کے تئیں دم بخشا اُس نے مجھ کو دل پر عزم بخشا
راستی دی قد و لدار کو اور تیغ ابرو کو غم و حسم بخشا
گل کو خنداں کیا پر بلسل کو گریہ و نالہ پہ ہسم بخشا
چشم معشوق کو دی عیاری ہم کو حیرت ہی کا عالم بخشا
ساغر عیش دیا اوروں کو
توڑ کو دیدہ پر غم بخشا

جس نے ہر درد کو درماں بخشا مجھ سے کافر کو بھی ایساں بخشا
آسرا دل کو ہوا تھا مطلوب سائے زلف پریشاں بخشا
بے نیازی تو میاں کی دیکھو گل کو بھی چاک گریباں بخشا
عشق کو خلق میں دی رسوائی حسن کو عنبرہ پنہاں بخشا
چشم معشوق کو دی عیاری
توڑ کو دیدہ گریاں بخشا

اہل ایماں توڑ کو کہتے ہیں کافر ہو گیا آہ یارب راز دل ان پر بھی ظاہر ہو گیا
میں نے جانا تھا صحیفہ عشق کا ہر میرے نام واہ یہ دیوان بھی قفل دفناتر ہو گیا
ناصر بیزار دل سندی سے تیری دور ہو دل کو کیا روتا ہے لے ہی بھی مسافر ہو گیا

درد سے محظوظ ہوں، دریاں مجھ کو کام کیا
 بارِ خاطر تھا جو میرا یادِ شاطر ہو گیا
 کیا سیانی ہے تیرے محلِ لب میں لے صنم
 باتیں کہتے ہی دیکھو سوزِ شاعر ہو گیا

آہ و نالہ تیرا سینہ سوزاں میں پھنسا
 ایک تو تھا دلِ غم دیدہ اسیرِ سر زلف
 تہمتِ ہستی تو ہوم ذکرِ مجھ پر شیخ
 جس طرح شہد میں پھنستی ہر گس یاں برعکس
 اشک بہنے سے رُکے اب تو خدا ہی حافظ
 پیکِ نظارہ جدا دیدہ حیراں میں پھنسا
 پانویزِ بحر میں اور ہاتھ گریباں میں پھنسا
 میں تو مرنے کے لیے جسم کے زنداں میں پھنسا
 دلِ شہیدِ مراب کے نک داں میں پھنسا
 پھر کوئی تختِ جگر آخس مرگیاں میں پھنسا

کعبہ و دیر کے ڈھونڈنے سے بھلا کیا حاصل
 سوز ہووے گا کہیں محفلِ زنداں میں پھنسا

تراہم نے جس کو طبلِ گار دیکھا
 ادا ہی کی حسرت میں سب مر گئے سچ
 ترے آنکھ بھر جس نے تصویر دیکھی
 وہ تصویر سا نقشِ دیوار دیکھا
 عجب کچھ زمانے کی ہے رسم یا رٹو
 جو ہے کام کا اس کو بے کار دیکھا
 لیکن اچنبھا بڑا مجھ کو یہ ہے
 کہ ملک سوز کا گرم بازار دیکھا

لے م۔ بارِ خاطر تھا اسو بارِ خاطر ہو گیا لے ج۔ پری لے ج۔ تو لے ج۔ پیوہ نہ رکھ
 لے م۔ صفحہ لے ج۔ شرم میں نہیں ہے۔ لے ج۔ اٹلی

جودل کہ تیری یاد سے معمور ہو گیا مگر کلبہ سید تھا پر از نور ہو گیا
 سوراخ ایک ہو تو اسے بند کیجئے دل تو تمام خانہ زنبور ہو گیا
 دل اپنے اختیار میں میں نے نہیں دیا صورت کو دیکھتا تھا کہ مجبور ہو گیا
 کیا اعتبار اس کی سمجھ کا کوئی کرے جو عارضی جمال کا معسر در ہو گیا
 کوئی نہ جانتا تھا اسے عاشقوں کے بیچ
 یہ تیرے تیرے درد سے مشہور ہو گیا

تیرے دل میں بے رحم کچھ غم نہ آیا مجھے تو نے کس کس طرح سے ستایا
 بھلا اور تو اور یہ پوچھتا ہوں کبھی یاد کرتا تھا سو بھی بھلا یا
 بلایا تجھے میں نے سو سو طرح سے دے اپنی ہٹ سے نہ آیا نہ آیا
 تو کیوں آشنا سمجھتا اس سے ہوا تھا
 یہ تیرا کیا تیرے آگے ہی آیا

جہنم اب دوسے کچھ بتلا گیا قتل کا مزد ہے یہ میں پا گیا
 جاؤں میں جس سمت میرے ساتھ ہے آہ یہ غم جان میسری کھا گیا
 غیر کا جا کر ہوا تو ہم کنار بھوٹے وعدے ہمیں پھلا گیا
 اب نہیں ڈرنے کا تیری میخ سے ناز کا تیرے تو میں ڈوب پا گیا

یہ غزل میں نہیں ہے۔ یہ غزل میں نہیں ہے۔ یہ غزل میں نہیں ہے۔
 جس طرح جاؤں یہ غزل میں نہیں ہے۔
 مجھے پھلا گیا۔

جب تک کہ میرے تن میں لے جانم ہے گا
 روئے کا عشق مجھ کو شش خاک ذال اپنے
 شمشیر سے نہ کر قتل کرنے دے مجھ کو غم سے
 لے غم محل شتابی بس چھوڑ مسکن دل
 تیرا اسی طرح سے مجھ پر کرم ہے گا
 مرنے کا میرے تجھ کو کا ہے کو غم ہے گا
 کس سے دھلائے گا تو گر خون جم ہے گا
 مدت تک ہا تو اب وہ سنم ہے گا
 مرجائیں گے عہد و سب حسرت زہر کھا کر
 گر سوخہ پر ہیا لے تیرا کرم رہے گا

کریں شمار بہم دل کے یار داغوں کا
 ابھی تو بزم میں آئے ہیں تیری لے ساقی
 ہمارے خانہ دل کو ہے روشنی سے کیا
 گلیاں میں گھر سے تھے اور آج بے میں رقیب
 تو آؤ سیر کریں دل کے اپنے باغوں کا
 کوئی دنوں تو مزہ لینے لے یاغوں کا
 سوائے داغ نہیں دخل یاں چراغوں کا
 مکان مرغ چمن آشیاں ہے زراغوں کا
 سنے ہے سوز سے ملنے کا قصد مت کر یار
 آٹھاسکے گا تو کب ناز بے داغوں کا

اگر میں جانتا ہر عشق میں مر کا جدائی کا
 جو عاشق صاف میں دل کی انھیں کو قتل کرتے ہیں
 تو جیتے جی نہ لیتا نام ہرگز آشنائی کا
 بڑا چو چاہے مشوقوں میں عاشق آزمائی کا

لے عہد تیرا اسی ستم سے مجھ پر ستم ہے گا
 لے عہد 'میری جاں' لے عہد 'یار' لے عہد 'م' تو آج سیر کریں آکے اپنے
 باغوں کا لے عہد 'بزم سے اٹھتے نہیں سن۔ لے عہد 'کہے تو لے عہد 'عاشق میں غم
 لے عہد 'مختصر تک لے عہد 'صاف باطن ہے لے عہد 'محبوبوں

کوں اکپل میں بیگم کا رغلے کو محبت کے
 اگر عالم میں شہرہ دوں تمہاری بے خالی
 جتنا ہر چلے سو کرے اپنے بندوں پر
 مجھے خطرہ نہیں ہرگز برائی یا بھلائی
 دہنچا آہ و نالہ گوش تک اس کے کھواپنا
 بیاں ہم کیا کریں طالع کی پانے نارسائی
 خدایا کس کے ہم بند کہا دیں سخت مشکل ہو
 لکے ہر صترم اس دہر میں معوی خدائی
 خدا کی بندگی کا سوز ہے دعا تو خلقت کو
 دلے دیکھا جسے بندہ ہے اپنی خود نمائی کا

جو ہم سے تو ملا کرے گا
 بندہ تجھ کو دعا کرے گا
 بوسہ تو دے کبھو مری جان
 مولا تیرا بھلا کرے گا
 ہم تم بیٹھیں گے پاس مل کر
 وہ دن بھی کبھو خدا کرے گا
 دل تیرے کام کا نہیں تو
 بندہ پھرے کے کیا کرے گا
 پچھتائے گا مل کے سوز سے اں
 ہم کہتے ہیں برا کرے گا
 ہے شورش مزاج سوز و الشد
 پچھیرے گا اسے برا کرے گا

تو ہم سے جو ہم شراب ہوگا
 بہتوں کا جگر کباب ہوگا
 ڈھونڈھے گا سحاب پھینے کو ہر
 جس لذوہ بے تقاب ہوگا
 خواباں سے نہ کر محبت لے ل
 آمان کہا خراب ہوگا

لے 'ع' جو چاہو سو کرو لے 'ع' کس سے لے 'ع' اس دور میں

لے 'ع' ہر بندے کو دعویٰ ہے لے 'ع' دعا لے 'ع' شرع میں نہیں ہے

لے مرگ شباب کہ تو مجھ سے اس زیت کو کب جواب ہوگا
 بوسہ دے سوز کو مری جان
 مطلب تیرا شباب ہوگا

جتنا کوئی تجھ سے یار ہوگا اتنا ہی خراب و خوار ہوگا
 ہر روز ہو روز عید تو بھی تو مجھ سے نہ ہم کنار ہوگا
 بس دل اتنا تراب نہ چپ رہے تجھ کو بھی کہیں تشرار ہوگا
 دیکھے جو کوئی چین میں تجھ کو گل اس کی نظر میں خار ہوگا
 شکوے میں ہو جس کے خون کی بو تیرا ہی وہ دل نگار ہوگا
 نامح نہ ہو گریہ سے جو مانع میرا وہی غمگسار ہوگا
 ہا یار شباب سوز سے مل
 تیرا اسے انتظار ہوگا

جس کا تجھ صاحب ہوئے گا کون اس کا رقیب ہوئے گا
 بے وطن بے رفیق بے اسباب کون ایسا غریب ہوئے گا
 درد دل کی دوا ہو جس کے پاس کوئی ایسا طبیب ہوئے گا
 مل رہے گا کبھی تو دنیا میں گر ہمارا نصیب ہوئے گا
 سوز کو وہ ملائے گا تجھ سے
 جو خدا کا حبیب ہوئے گا

لہ م! دل اتنا بھی انتظار کیا ہے، کیوں میں بھی تجھے قرار ہوگا (کذا) ۲۰۲ یہ شعر، میں
 نہیں ہیں۔ ۲۰۲ یہ شعر، میں نہیں ہیں۔

غم تو کہتا ہے کہ میں تجھ کو سا جاؤں گا
 کس کو اب زیر فلک طاقت سوائی ہو
 افس طرح جی دوں کہ تو رسم سے بولے صدف
 ہم غیبوں کے گھر آنے کا کہاں تم کو دماغ
 مت کرو دوستی مجھ سے کہ نہیں رہنے کا
 باخباں فکر نہ کر تو مرے دیرانے کا
 پریری جان تمہے غم کو میں کھا جاؤں گا
 لے زیں پھاٹک میں تجھ میں سا جاؤں گا
 رسم عشاق کشی جگ سے اٹھا جاؤں گا
 مت کرو وعدہ جث مجھ سے کہ آؤں گا
 میں مسافر ہوں کوئی دن کو چلا جاؤں گا
 آشیان آتش گل سے میں جلا جاؤں گا

لے چکا دل کو خط اب جان جو مانگے ہے خال
 تو نہ کہتا ہے یہ کوئی تو بچا جاؤں گا

کہیں تو ہم تجھ سے بات لیکن کسی کا کب تو کہا کرے گا
 جو سوز پر تو ستم کرے گا تو دیکھ غلام برا کرے گا
 نہ کچھ محبت نہ کچھ شفقت نہ کچھ تملطف نہ کچھ دلاسا
 تو آپہی انصاف کر تو ظالم کہ کوئی کب تک وفا کرے گا
 چلا وہ دامن اٹھا کے جس دم لگی مرے آگ تن بدن میں
 کسی نے اس سے کہا بھائے کہا کہ یو نہیں جلا کرے گا
 حوالے دل کر کے تیرے کا ہے کو عمر کرتا میں اپنی ضائع
 جو یار تجھ کو میں یوں سمجھتا عوض وفا کے جفا کرے گا
 طیب مت کرو دوا ہماری نہیں ہے جز مرگ ہم کو چارہ
 تو آپہی انصاف کر تو ظالم کہ کوئی یوں کب وفا کرے گا

لے رہا ترے غم میں کہاں لے رہا جان یوں دوں کہ تو لے لے رہا مجھ سے الفت نہ کرو جان کہ
 رہے کا نہیں لے رہا دم لے رہا گولی لے رہا جفا لے رہا تو جان پیار سے
 لے رہا یہ ظہر لے رہا میں نہیں ہیں۔

نگہ تری اس کی زندگانی خوشی تری اس کی مہربانی
جو تو ہی اس سے خوار ہے گا تو سوز پھر جی کے کیا کرے گا

جگر سے نالہ دل سے آہ سینے سے فغان نکلا
سر لے تن سے کیا کیا غم زدوں کا ڈواں نکلا
سحر رکھ تیغ کا ندھے پر جو وہ دامن کشاں نکلا
لب ہر زخم سے اس وقت شور الا ماں نکلا
ہمیشہ عاشق صادق جو اپنا مجھ کو سمجھے تھا
سو بہکائے سے نامردوں کے وہ بھی بیگان نکلا
وہی دل جو مرے پہلو میں تھا اب عرشِ اعظم ہے
خدا کے واسطے دیکھو کہاں سے جا کہاں نکلا

منا تو نے کہ پھر کرتا ہے تیری جاہ دل میرا
قیامت اب کی لاوے گامرے اللہ دل میرا
جو مانگے ترک چشم اب تک تو جانی جان باقی ہے
صف مرزاں کی پہلے ہو گیا تنخواہ دل میرا
مجھے چشم توقع مٹی بہت اس سے سوا آخر کو
زیادہ خوب رویوں سے ہوا بدخواہ دل میرا
بہت ڈھونڈھا نہ پایا کھوج زیرِ آسمان ہم نے
کہ ہر کوئے گیا کیا جانے وہ شاہ دل میرا

۱۔ ع 'جو تو ہی اس پر خوار ہے گا تو سوز کیونکر جیا کرے گا۔ ۲۔ یہ غزل م 'میں نہیں ہے۔
۳۔ م 'صف مرزاں کے صدمے کیا ہوا تنخواہ دل میرا ۴۔ یہ شعر م 'میں نہیں ہے۔
۵۔ م 'سوا آخر ۶۔ ع 'ہرگز

نہ مانے گا تو اسے واعظ کہوں کیا حال میں اپنا
 ہوا کا فربتوں سے مل کے بیت اللہ دل میرا
 اذیت غیر سے مجھ کو کبھو پہنچی نہ دنیا میں
 ہوئیں سوہانِ روح آنکھیں مری جاں کاہ دل میرا
 عجب بھولا ہے یہ اس شوق کے ان جھوٹے وعدوں
 نہیں اب سوز ان کی غم سے کیا آگاہ دل میرا

بس دل زار خوش نہیں آتا غم کا اظہار خوش نہیں آتا
 یہ غضب ہے جو چپ رہو تو کہے نقش دیوار خوش نہیں آتا
 ہر گھڑی چٹکیاں نہ ہو صاحب مجھ کو یہ پیار خوش نہیں آتا
 سوز جینا بھی غم کے ہاتھوں اب
 ہاں مرے یار خوش نہیں آتا

تجھ پہ قربان مری جاں دل و دیں میرا ایک باری تو سن افشاء رنگیں میرا
 دلئے گل شاخ ہمایں سے بھی لیتے ہیں چین کس قدر شوق ہے اللہ یہ گل چین میرا
 کوہ کو سرکشی کوہ میں کر دوں پا مال ابھی آجاوے اگر صاحب تمکین میرا
 ماننے کا نہیں میں پند تری سنتا ہے ناصحا چھوڑ دے بس اب سراپاں میرا
 دیکھتا ہی نہیں یکساں آن وہ مجھ کو ہی بات
 کیا کر دوں تو کہ وہ شوق ہے خود میں میرا

لے لے یہ شعر میں نہیں پڑھتا ہے۔ یہ شعر میرا ہے۔ یہ شعر میرا ہے۔ یہ شعر میرا ہے۔
 یہ شعر میں نہیں ہے۔ یہ شعر میرا ہے۔ یہ شعر میرا ہے۔ یہ شعر میرا ہے۔
 وہ شوق ہے سوز کا کیسے۔

ہم نے کون و مکان دیکھ لیا پل میں سارا جہان دیکھ لیا
 آرزو تھی عیدم میں دنیا کی ہے یہ وہم و گمان دیکھ لیا
 بستی کے لیے تھی ہستی بھی ہاں مرے ہر بان دیکھ لیا
 اس کی گردن کے ٹک تلے ہوتے اپنے دل کا مکان دیکھ لیا
 جان کنڈن کا بھی مزہ ہم نے ہجر کے درمیان دیکھ لیا
 سوز تھا جو پڑا سکتا تھا
 کیوں مرے نوجوان دیکھ لیا

میں دور سے لے یا روکل اس کو دکھا دوں گا گر مجھ سے ملا دوں گے میں تم کو دعا دوں گا
 جس کا مالک ہوں سب تم پر کروں صدقہ دہا گر جان بھی مانگو گے میں جان بھی لا دوں گا
 بستی کے ہیں جتنے لوگ سمجھا دیں اسے ورنہ ایک آہ کے شعلے سے بستی کو جلا دوں گا
 گو قتل کیا تم نے کل سوز کو مست عزم کھا
 تھے کوئی پیارے باتوں میں شادوں گا

ہے جیتے ہی تو مجھے کوئے یار میں رونا شمع کے بعد ہے گا مزار میں رونا
 بھلا میں کیونکے کروں ضبط نامح بیدر نہیں ہے دل کے مرے اختیار میں رونا
 جو چھپکے رات کو شبنم چمن میں روئی تو کیا مجھے تو ایک سے لے تا ہزار میں رونا
 زخم خزاں کا مجھے نے بہار کی شادی خزاں میں خاک پر سر پہ بہار میں رونا
 تو روز وصل تو لے سوز اپنے آنسو پونچھ
 ابھی بہت ہے تجھے ہجر یار میں رونا

لے رہا ہے شمع شمع میں نہیں ہے شمع شمع میں نہیں ہے شمع یہ غزل م میں نہیں ہے۔
 شمع رہا شمع کے بعد مزار میں رونا۔

اے آنکھیں تھیں مندیں پہنبت ملک بیدار تھا
 گرچہ تھادہ شمع رو فانوس میں دل کے ولے
 یار میں محو تھا اور یاد مجھ میں تھا فنا
 ناصحا کیا فائدہ تکرار سے حساموش رہ
 بجا بخت کیونکر حصار تن سے میں محبوب کو
 تاسخ دل جو دیدار خیالی یا رہ تھا
 پردہ شرم دھیا ہی مانع دیدار تھا
 کیا کہوں اب غیر سے ہوتا عجب سوار تھا
 دل نہیں میں نے دیا بالند میں ناچار تھا
 درد دل تو چشم بند رختہ دیوار تھا
 سوز کیوں آیا عدم کو چھوڑ کر دنیا میں تو
 واں تجھے کیا تھی کمی یاں تجھ کو کیا درکار تھا

سرکش شمع آنسو خیم محفل ایک دن ہوگا
 تجھے اے دل لعل میں محنتوں کیں نے بالا تھا
 جگر کو بھی کیلجے سے زیادہ میں نے سمجھا تھا
 نہ انا پر نہ انا آہ سرشکا کیے ہم تو
 کٹا کر ہاتھ مہ آئے نہ انا کوں کا مزہ لیجے
 بھلا جو دل کو لے بھاگا تو رو کر چپ لپٹھائیں
 یہ آنسو رفتہ رفتہ جمع ہو دل ایک دن ہوگا
 نہ جانا تھا کہ تو میرا ہی قاتل ایک دن ہوگا
 کسے معلوم تھا چھاتی کا یہ سل ایک دن ہوگا
 مجھے معلوم ہوتا تھا کہ گھائل ایک دن ہوگا
 بدن اس ڈھنگ گذرے گی قابل ایک دن ہوگا
 یہ خاطر میں نہ تھا جی کا سبھی مل ایک دن ہوگا
 سنبھل کر جاؤ اسے سوز اس قاتل کے کوچے میں
 برے تیو دیں وہ تجھ پر بھی مل ایک دن ہوگا

مندے گر چشم ظاہر دیدہ بیدار ہو پیدا
 تروپتی کیوں ہے لے بل کمال اتنا تو بیدار
 درو دیوار سے شکل جمال یا رہو پیدا
 کہ تیرا شک جس جاگ کر کے گلزار ہو پیدا

لہے شرم میں نہیں ہے لہے شرم میں نہیں ہے لہے شرم میں نہیں ہے
 نہیں ہیں لہے شرم کیا شرم پڑے

یہاں تک کفر لڑا چاہیے کہ جنگ کشن ہو
 بجائے ہر گھل رشتہ زنا رہو پیدا
 قاتیل خور مرگیاں ہوں کچھ یہ بھی اپنھا کر
 کہ میری خاک سے سبز کی جاگہ خار ہو پیدا
 بہت سیراب ہوگی سرزمین دیدہ عاشق
 اگر مرگیاں کے تئیں بوئے تو کیا تلوار ہو پیدا
 بچا راستہ بھی مفلس پھرے ہو کو بہ کو یاد
 دل اپنا بیچ ہی ڈالے اگر دلدار ہو پیدا

میسائی ہے تیری تیخ میں کیا ستوز کو غم ہے
 جو لاکھوں بار ہوئے قتل لاکھوں بار ہو پیدا

جگر پر زخم خجر سے ہوا اور ہی دہن پیدا
 ابھی فکر تجھ سے اب ہوا راہ سخن پیدا
 بھرے ہے خاکساروں کے جگر میں آتش حسرت
 بزرگ آتش افسردہ ہیں زیر کفن پیدا
 ہوا ہے سبز تم غم بھی تو دید اس کا کر
 کیا ہو دل نے میرے چپکے چپکے کیا بھن پیدا
 مری نظروں میں جو صفت کی صفت الٹی ہو عالم کا
 ابھی اکل شک پکا دوں تو پھر ہو انجن پیدا
 عزیز و ستوز کا ہونا غنیمت جان ہو وائے
 نہیں ہونے کے پھر دنیا میں ایسے نور زن پیدا

مبارک باد وہم کو کہ سپینام بہار آیا
 جنوں نے پھر سنایا پاؤں اب پڑنے کو خار آیا
 رکھائیں دل میں سوہنشت تیرا یاں تلک محنتی
 بجائے افک میری چشم سے آخر شرار آیا
 بھلا دل حق ہم سایہ بھی کچھ ہوتا ہے دنیا میں
 ہوا سارا جگر جب آب تب تجھ کو قرار آیا
 ہمارا حال دل پیارے جو تم سننے کو کہتے ہو
 غرض ہم نے سنایا اد تم کو اعتبار آیا
 اگر کچھ ستوز نے پایا تو مے خانے کے سجھو
 عزم کے دھپہ ورنہ بار بار سرا مار آیا

نکستہ و منفذ شرم، میں نہیں ہیں۔ ۵۵ غزل م، میں نہیں ہے۔ ۵۶ ع، اپنا ۵۷ یہ شعر
 م، میں نہیں ہے۔ ۵۸ ع، اگرچہ ستوز نے پایا تو مے خانے کی خدمت سے

جو سوز و نہیں غلن میں وہ نام ہے گا
 جو نام جنت نہ رہے گا کوئی قائم
 نہ کہے کہ تو اپنے لگاؤے گاڑیں یا
 خیرت اگر اپنی تجھے منظور ہے لیے یا
 تو لکڑیاں کھاوے گی بہت آتشِ ہجران
 گر سوز کا دل ٹنک بھی کہیں خام ہے گا

وہ تھا سخت جگر یا خون لاکھوں سے جم نکلا
 الہی خیر اس فتنے کا پھر باہر دم نکلا
 بتوں کو دو مبارک باد بیت الحسن نکلا
 ہائے دل سے یاروں کی جدائی کا غم نکلا
 کروں کیا جامِ حم کو دل ہی میرا جام جم نکلا
 جب اس کی کنہ کو سمجھا تو یہ بیتِ احرم نکلا
 ہوئے خلعت میں اس کی قیس اور فرہاد سے لاکھوں
 و لیکن تیرا سا بھی عاشقوں کے پیچ کم نکلا

خطرو نہیں ہے مگر کرائے عشق اپنے ہی کا
تو نے خطاب بخشا جب سے بہادر کی کا
ہر صبح سنہ چڑھے ہے اس تند فوج کے اٹھ کر
کیا آہنی کلیجہ دیکھو ہے آہری کا

لہذا میں مافیہ پر یہ عرض بھی کرتا ہوں کہ دل اس بشر میں سے جو کام نہ کرے گا۔ م، دل اس شیر میں
 ہی کام نہ کرے گا (کڑا) لہذا قہر ہی کھانا پناہ و نکلہ ہے و اللہ اس سے عاشق سے
 ہے، اگرچہ لے لے، پر ہے و اللہ کے عبادی ہے، ایمان لے، پہنچا لے، م، بہت اہم
 ہے، تو کہے کہیں۔

کبتاء تمہیں لے دل اس کام سے تو ہانا
دیکھا عواذ تو نے لئے یار عاشقی کا
عاش کو تیرے پیچھے کب اس کی ڈیڑھ اڑٹ
پہلے ہزار ہو تو ہے گل کارنگ پھیکا
رستم تو آج تو ہے میدان کا سن کے
لے تو زکس کو دعویٰ ہر تہہ سے ہسری کا

محبے گر حق تعالیٰ عشق میں کچھ دسترس دیتا
تو دل ان بے وفاؤں کو کوئی نہیں اپنے میں دیتا
تماشا ایک نامے میں تجھے صیبا دکھلاتا
قفس میں گر فلک رام مجھ کو یک نفس دیتا
نہ لیتا نام ہرگز زمزمے کا پھیر گلشن میں
اگر دل کو مرصع صیبا دے ظالم باز پس دیتا
میں بلبل کی طرح نالائز نہ رہتا باغ دنیا میں
جو کچھ بھی داد اس دل کی کوئی فریاد رس دیتا
قسم ہے سوز کو گر قشتل اپنے ہاتھ سے کرتا
تو ہی دیتے ہوئے (بھی) دیکھ صورت اس کی نہیں دیتا

دُخل نکلا جو ہیں معیارِ پرافت کے کس دیکھا
 شگفتن وارِ فرصت پر سزاؤں خار لگتے ہیں
 یہ باتیں ہیں کہ دلِ معشوق کا عاشق پہ جلتا ہے
 بغیرِ دوست دشمن کا نہیں تیری چرخوں ہرگز
 نہیں رخصت کہ ملک سے چن بھی اگلا اٹھا کہیں
 آخر ہوتا نہیں معشوق کو عاشق کے جلنے سے
 اگر تاققا بہت سا اپنی مضبوطی پہ بس دیکھا
 جمن میں دوسرے گل کی طرح ہم نے بھی نہیں دیکھا
 فلا تو ہم نے لاکھوں بار اپنا دل بھلس دیکھا
 میاں بانگے تھادی تیخ ابرو کا بھی جس دیکھا
 بہت مغلطہ ہوئے ہیں جب سے یہ کچھ غصہ دیکھا
 عزیزِ دہم نے بھی سو بار اپنا دل بھلس دیکھا
 علمِ قلمی تیخ کا ندے پر اجلِ حقِ طوق گویاں
 ندیدو آج ہم نے تیرے کا سرِ یاد رس دیکھا

لے جاؤں گا، قتل کر اپنے اہل سے لے جاؤ، تو جی دیتے ہیں اس کے دیکھ کر کھڑے ہو کر کہتے ہیں: "میں نہیں لے جاؤں گا، میں شرم میں نہیں ہوں۔"

اے جس دن سے ہوا یا ر دل آزار جدا
 زلف کو شانہ نہ کر جان کہ ہو جاوے گا
 دل جدا زار ہے اور دیدہ خوں بار جدا
 شمع کو کوچہ و بازار میں ہم نے دیکھا
 توڑے کیوں نہ خفا ہو دے تم گار کہ ہے
 عاشق زار جدا طالب دیدار جدا

تہی لانا مجالس میں نہیں دستور شیشے کا
 پکڑ گردن لہو پی جائیں ہیں اک گھونٹ میں سارا
 عہت توڑے گا ساقی سر کوئی نمود شیشے کا
 نہیں چلتا ہے عواروں سے کچھ نقد شیشے کا
 ذکر سنگ جفا سے محبت دل چور شیشے کا
 نہ سمجھو بادہ ہے آتش سے دل نمود شیشے کا
 تمہیں کہتا ہوں سیکھو عاشقو دستور شیشے کا
 کہ پنبے سے کرے ہر بند یہ ناسور شیشے کا
 لگا زہار صحت لے توڑ ان آنکھوں سے دل پینا
 کہ ہر دست سے رکھنا بھلا ہے دور شیشے کا

کیا تماشا ہے عدم میں اس جہاں سے جو گیا
 داں سے جیتا جاگتا آیا یہاں مر کر چلا
 پھر نہ آیا اس طوفان کیا جانے کیا ہو گیا
 کیا کرے پھر آن کر جو نقد ہستی کھو گیا
 میں تجھے کہتا نہیں بچلا تو رہ لے لو گیا
 کیوں کہ ہر حرف میں وہ تنہم حسرت بو گیا
 مت مرورو ہاتھ
 جو پڑے گا توڑ کے اشعار وہ روتے گا زار

نہ پشیم میں نہیں ہے نہ یہ غولم میں نہیں ہے۔

توڑ کے احوال کو کیا پوچھتے ہو مشفقو
جس نے دیکھا آن کر دو چار آنسو رو گیا

بات کہتے ہی اکڑ کر تو چلا دل تو میرا پھینک دے ظالم بھلا
یوں تو میں کب ہاتھ آتا تھا ولے جہل بازی نے تری دل کو پھلا
ایک دن اس کو اکیلا دیکھ کر اپنے دل کی آرزو کہتا چلا
ایک باری پانچ پھونے دے مجھے دونوں ہاتھوں سے تری میں یوں بلا
گھور کر کہتا ہے کیا لے ہو غضب یہ بڑھاپے بیٹا نکلا من چلا
چل ترے ہاتھوں کو میں صد کر دوں اپنی کنجی سے ترا کاٹوں گھلا

تو نے منہ دیکھا نہیں ہے توڑ کا
ایک اُن کرنے میں وہ دے گا جلا

میں تو بخار دل کا یجبار دھوکے آیا کوچے میں خبر دے کل خوب رو کے آیا
کیوں ملش اشک میں نے آنکھوں میں تھک کو پالا اس پر بھی میرے منہ پر یوں گرم ہو کے آیا
مرگیاں کی تیری نوکیں آلودہ ہیں ابو میں ظالم نگاہ کس کے دل میں گر دے کے آیا
منہ سے لگا ہے کابل مسی گھلے سے مچٹی وہ کون جلیلی جتنی جس پاس سو کے آیا

آتا ہے تو شباب آجیتا ہے تو زاب تک
الانہ بعد مردن کس کام گو کہ آیا

بے غول م میں نہیں ہے۔ یہ کہ انکھڑیاں تو کس کے دل میں بھوکے آیا۔ نیز حاشیہ
پر اور انکھڑیاں تو کس کے دل میں گر دے کے آیا۔

مرے احوال پر اب کون سا دشمن نہیں جلتا
مگر ہے پردہ فانوس تن میرا کہ محفل میں
جو تو کہتا ہے تو جلتا نہیں بہتان کرتا ہے
یہ پاس عشق ہے جو خاک پر مجھ سوختہ کی تو
بچی تو مجھ کو میرت ہے گیو تن من نہیں جلتا
پڑا پھرتا ہے دل میں برق سا وہ شعلہ خورم
عجب اسرار ہے شعلہ مرے دل کا ہے تادھن

وہ جلتا مجھے یہ ہے کہ تیرا من نہیں جلتا
میں جلتا ہوں مثال شمع پیرا ہن نہیں جلتا
نہیں جلتا ہوں اے جان کے دشمن نہیں جلتا
پڑا پھرتا ہے اور تیرا کہیں دامن نہیں جلتا
کہ جوں فانوس ل جلتا ہے پیرا ہن نہیں جلتا
یہ چالاکی تو کچھ تم کہیں دامن نہیں جلتا
پہ رندو پوریوں کی گھاس کا سکن نہیں جلتا

جلا جس جس طرح سے تو تیری آتش غم میں
کہوں کیا اس طرح حمام کا گلشن نہیں جلتا

مرا منہ تجھے یا ر کیا خوش نہ آیا
میں ہونٹوں کو اپنے یوں غنچہ بنا کر
تو کہتا ہے کیا ہاتھ منہ پر پھیرا کر
بغل میں عبت ڈھونڈتا ہر پرے ہو

ادھر دیکھیو مجھ سے کیوں منہ چھپایا
ادا فہم کو دور سے منہ دکھایا
بہت خوب مطلب ترا میں نے پایا
جو دل تھا سو تو نے کہیں جا چھپایا

پڑا ستوز کا لاشہ سرتا ہے در پر
اے تو نے کوئی گڑھا بھی کھدایا

لے م میں یہ اس طرح در ہے۔ مرے احوال پر اب کون بھی نہیں دتا وہ جلتا مجھے یہ ترا
دا من نہیں جلتا۔ لے یہ غم میں نہیں ہے لے م اسب کہتا ہے۔ لے م بس لے یہ شرم میں نہیں
ہے۔ لے یہ شرم میں نہیں ہیں۔ لے یہ غم میں نہیں ہے۔

فکر ہے نامح براتجہ کو گریبان چاک کا زخم کیوں بیٹھا نہیں غافل دل غم ناک کا
 مات کو امید کچھ ہے دن کو ہو جاتا ہے کچھ کیا کروں شکوہ الہی گردش افلاک کا
 یک نگاہ غمرہ سے کرتا ہے ظالم قتل عام ہاتھ کیسا مامت چلتا ہے مرے سفاک کا
 خاک میں بچھ کو ملنے کو جو پھرتا تھا دام اب تو بھٹکا آن کر دیکھے وہ میری خاک کا
 عاشقی میں سر کٹاں اتوڑ ہی کا کام تھا
 سر بڑا ہے وہ جو ہوئے زیب اس فراق کا

کہوں حال گر عشق محنت نذا کا جگر آب ہو جاوے اہل وفا کا
 پڑا ہوں میں کچھ میں پہنے دے مجھ کو الہی ادھر منہ نہ ہووے صبا کا
 غلوں کے جگر دیکھتا ہوں میں ٹکڑے کھلا ہے مگر بندائش کی قبا کا
 مرے دل نے کیا جانے کس کو دیکھا دوا نہ ہوا ہے یہ کس کی ادا کا
 شفق اس طرح آسمان پر نہ پھیلے جو دیکھے کبھی رنگ تیری قبا کا
 مرے دل ہی نے جو مجھ پر کیا ہے
 گلہ کیا ہے اے توڑ اس بے وفا کا

عشق تو میرا کلیبر کھا گیا بس مرے اللہ ہی گھبرا گیا
 گو نہیں کہتا کہ میں نے دل لیا چور نظریں میں تو اس کی پا گیا
 کان پر جوں بھی پھری تیرے زیار شہ جگہ سر کو تو میں ٹکرا گیا
 آہ کل آیا تھا نامح تیرے گھر دو ہی بھڑوا تجھ کو بکھڑا گیا

لے یہ غول میں نہیں ہے لے جا، پڑا ہندے اس کے کوچے میں مجھ کو لے جا، تیری
 لے جا، تیرے در پہ سر میں کل لے جا، پاس

کیوں تو گھبرایا پھر ہے ہے آج سوز
ہم سے تو سچ کہہ کہ تیرا کیا گیا

مت ستا مجھ کو دلا تو بھی ستایا جائے گا
ایک تو تھا دوست جو کہ تاتھا غم خواری کا
میں یہ کہتا تھا اکیلا تو نہ چھوڑے گا مجھے
آنہ جاتھوڑی رہی ہے یہ بھی یوں کٹ جائیگی
جو چٹا مجھ پر کرے گا تو خدا سے پائے گا
تو مجھے اب کھائے گا تو کون پھر غم کھائے گا
یہ نہ سمجھا تھا کہ یوں دامن پھیرا کر جائے گا
تو گیا تو کون پہلو بیٹھنے پھر آئے گا
آخدا کے واسطے مت جا کہیں تو جان کے
سوز سر کر لے گا گھبرائے گا مر جائے گا

قاضی ہزار طرح کے قصوں میں آسکا
کیا فائدہ ہے رونے سے اے چشم زار بس
قاصد ہو طفل اشک گئے بار بار دے
رسم نے گو پہاڑ اٹھایا تو کیا ہوا
لیکن نہ حسن و عشق کا جھگڑا چکا سکا
کب اشک دل کی آگ لگی کو بجھا سکا
دل کی خبر کوئی نہ ترے کو سے لا سکا
اس کو سراہیے جو ترانا ز اٹھا سکا
اے سوزِ عزم کو چشمِ قاتل نہ کر عبث
تو ایک ہی بتا کہ وہاں جا کے آ سکا

لے لے ہم سے پہچ کہ دے لے لے دل بچے لے لے تو ہی بھوک لے لے
میں یہ کہتا تھا کہ چٹا چھوڑے گا بچے کون جانے تھا کہ تو دامن پھیرا کے جائے گا لے لے
کٹ جاتی ہے اب لے لے اب لے لے مرے بارہ گئے لے لے اکھاڑا
لے لے تو دکھا۔

زلفوں سے اگر مجھ کو سرور کا رہتا ہوتا
 کیا نور بصر آن کے یاں لطف اٹھاتا
 تو زلیت سے مایوس یہ میا رہتا ہوتا
 بت خانے سے ہرگز اسے انکار نہ ہوتا
 گر آنکھ اٹکتی نہ کسی شوخ سے جا کر
 تو دل بھی کہیں تہوڑ گرفتار نہ ہوتا

اس سہ خانہ میں سے کتنا کچھ آتا

ہم سے جو بد لوگے تو کیا ہوئے گا
یار یہ لگتا ہے مجھے بار دوش
نام مرا لیجو نہ قاصد کبھو
شیخ بھی مے خانے میں آتا ہے آج
ملک نگہ لطف بھی مجھ پر نسیم
ایک دن اک شخص اس سے کہا
یعنی کہ عاشق ہے ترا جیلہ سے سوز
ہو تبسم یہ کہا ہوئے گا

محبت میں نہیں بنے، ناصحا کچھ اختیار اپنا
خیال زلف و تیغ میں ات دن اپنا گزرا ہے
تجربہ نہیں جو ہر میرا جان کھاتا ہے

نہیں تو دیکھ سکتا ہے کوئی یہ حال زار اپنا
اسی عنوان سے کہتا ہے اب لیل و نہار اپنا
کوئی بھی سوچتا ہے سگ کو انے لداں شکار اپنا

لے، وہ تری صورت سے لے، اتنا لے، فردی لے، دل
لے، اے نامو لے، یوں لے، ہم کو لے، میاں لے، پیار

کسی کو بھل کسی کو بھول بھٹے باغ میں بجا کر
 چلے جاؤں سے تب نگہیں کو سونپا انتظار اپنا
 گلشن تری ہم دوستی ہرگز نہ امیں اب
 اگر تینے میں گس کر دوست کہلائے ہزار اپنا
 خوشی و غمی لیتا گیا ساتھ اپنے وہ ظالم
 غم و اندوہ اس دل بیچ بھڑایا دکھار اپنا
 وہ پھر بھڑے لے یا رداغ ان سادہ رویوں کا
 شکستہ کے تین بھیں دیں یہ آئینہ دار اپنا
 کہا اک روز میں دے کر قسم اس کو کب سمجھے ہو
 میاں غیروں کی نسبت تیرے کو تو غمگسار اپنا

لگا کہنے کہ اب سچ ہی کہوں کیا بات ہو اس کی

یہ دولت خواہ اپنا 'ندوی اپنا جہان شمار اپنا

افسوس تم اوروں سے ملو رات کو تنہا
 ہم دن کو ترستے ہیں ملاقات کو تنہا
 نے دل ہی نہ تو ہے نہ کوئی مونس و ہمد
 کھوتے ہیں عبث اپنی ہم اوقات کو تنہا
 باشد اکیلا جو ملے مجھ کو تو سمجھوں
 پایا میں نہیں ناصح بد ذات کو تنہا
 اب گوشہ عزلت سے نکلتا ہی نہیں شیخ
 خلوت میں ہے کیا جانے کس بات کو تنہا

اے تنہا کبھی بزم میں زندوں کی تو آ بیٹھ

کھوتا ہے عبث کوئی بھی اوقات کو تنہا

بلبل نے جن کا جلوہ جا کر چمن میں دیکھا
 وہ آنکھ موند اپنی ہم من ہی من میں دیکھا
 خورشید آئے جیسے ابر تک کے اندر
 عاشق کو تیرے جلتے یوں پریں میں دیکھا

لے رہا اس نے لے رہا دل و دشن میں تیری دوستی ہرگز نہ انوں اب لے رہا
 وہ کر دوست کہلا دے ہزار اپنا لے رہا لے رہا دل میں لے رہا شکستہ کو تو برجے ہیں ایک
 آئینہ دار اپنا لے رہا کہا اک روز میں دے کر قسم اس کو کہ کچھ کہو کبھی تو تیرے کو بھی جانتا ہے
 دوست دار اپنا لے رہا وہ دولت خواہ اپنا یا رداغ اپنا جہان شمار اپنا لے رہا لے رہا

یوں دیکھنے سے میرے کیا فائدہ کسی کو دیکھا اسی نے مجھ کو جن نے سخن میں دیکھا
خوشیدرات مجھ کو آیا نظر کئی جا عارض جو تیری زلفوں کی مشک میں دیکھا
بیگانہ و بیگانہ ہیں ایک مرتبے پر
یہ سوز تیری میں نے خلق حسن میں دیکھا

گو کہ تری کا ہے دل سر و گلتاں سے لگا دل عاشق ہو گیا قامتِ خواہاں سے لگا
اس سوا کھوج نہ پایا ترے دیوانے کا قطرہ خوں ہے مگر خارِ بیا باں سے لگا
تیغ لاگی ہو بظاہر تو کروں دعویٰ خوں سینے میں تیرے غمزدہ پہاں سے لگا
ننگے در و جدائی کو قیامت کا رنج روزِ محشر کو نہ میری خبِ ہجراں سے لگا
جوش کو دل کے کبھی لگ نہ سکے جوشِ تنور
سوز کو رونے کو لے یار نہ طوفاں سے لگا

شعلہ احسن سے دل کا مرے کا شانہ جلا آہ کیا آگ تھی جس سے یہ صنم خانہ جلا
نالے کا اس دل دیوانہ کو مت کر سہ گرم دیوے کا بھر کے دم سرد یہ دیوانہ جلا
بیم آیا نہ تجھے یار مرے جیلنے پر آہ اپنی سے جلی شمع جو پروانہ جلا
شرر آتشِ ہجراں یہ پڑا ہے دل میں پہنچا ہے تو پہنچ ورنہ پری خانہ جلا
نکلے اس کے نہ بھانے کو کسی کے آنسو
حیف صد حیف ترا سوزِ غریبانہ جلا

لے ہم عارض کو تیرے میں نہ زلفِ مشک میں دیکھا لے ع گو کہ تری کا دل اب لے ع
دلِ شیداں مرا لے ع احوال لے ع ہائے لے ع دیوے ہے۔

کسی طرح ترے دل سے حجاب نکلے گا مرے سوال کا منہ سے جواب نکلے گا
 نکلے گا نہیں سینے سے دل جو دھونڈھے تو جو نکلے گا تو جلا سا کب اب نکلے گا
 غلط سنا ہے کہ شب کو گیا تھا یا رکھیں کہو تو رات کو کیوں آفتاب نکلے گا
 نہ کہ یہ وعدہ کہ میں چاندنی میں آؤں گا ترے مقابلے کب ماہتاب نکلے گا
 لہو پیسے ہے مرا شانہ تیرے پیٹھوں پیٹھ کہہ دو تو واں سے یہ خانہ خراب نکلے گا
 جو مختب بھی تری چشم مست دیکھے گا تو کہنے کو نہ کہہو احتساب نکلے گا

ہمیشہ چین عجیب دیکھتا ہوں اس کو سوز
 خدا ہی جانے کیس پر عتاب نکلے گا

جلنے سے میرے کیا لے پرواہ جل گیا شعلے کو کب ہے غم جو پر کاہ جل گیا
 انگشت میری ہنسنے پر رکھ کر طیب نے ہاتھ اپنے کو جھٹک کے کہا آہ جل گیا
 اس شعلہ خوکی یاد میں لب اشک و آہ سے ماہی سے لے کے رات کو تار ماہ جل گیا
 کیجئے نہ اب کسی سے محبت فلک تلے ڈوبی وفا جہان میں نہ راہ جل گیا
 میں اپنے شمع رو سے جلا اس طرح کہ جوں پروانہ آسے بزم میں ناگاہ جل گیا
 آیا نہ تیرے واسطے کہ ہم کو دل کباب گلہ ہے یہ ہم سے خام رہ گاہ جل گیا
 تھا میں سیر باغ میں گل رو سیہ رقیب واں دیکھ یار کو مرے ہمراہ جل گیا

جس دوست نے یہ نقل سنی ان نے یوں کہا
 شکر خدا کہ سوز کا بد خواہ جل گیا

لے م، ابو سے ہے تراشانہ تری پیوں شبہہ (کذا)

لے م، خواہ

لے م، مجھ

برقع اٹھانے سے تمہیں انکار ہی رہا یہ دل ہمیشہ طالب دیدار ہی رہا
 وابستہ ذاتِ حق تک تھا جفا و ہمسر نے جو رہی رہا نہ مرا پیار ہی رہا
 شکوہ نہیں جو پاس تھے ہم ذلیل ہیں بلبلِ نظر میں گل کی سداخار ہی رہا
 ایسی نفس ہے وہ تو مرے دل کو کیا حصول دریاں کی آرزو میں یہ بسیار ہی رہا
 بننا چکے بتاں سے عجب عشاقِ جرمِ عشق
 اے ستور تو انھوں کا گنہ گار ہی رہا

جو غم دل کا مرے کہاں نہ ہوتا تو مصروفِ ضیافت جاں نہ ہوتا
 غم و شادی نہ تو ام ہوں تو یاں گل گریباں پہاڑِ کمرِ خستہ اں نہ ہوتا
 اگر ہو وصل میں عاشق کو آرام تو بلبلِ باغ میں نالاں نہ ہوتا
 نہ کرتا قتل تو روزِ قیامت یہ ہاتھ اور یار کا داماں نہ ہوتا
 نہ جاتا سلمے اس سادہ رو کے تو اے ستور آئینہ حیراں نہ ہوتا

جن نے تجھے لے جاواں نہ دیکھا اس نے مزہ جہاں نہ دیکھا
 بتِ خانہ و مسجد و خراباں میں تجھ کو کہاں کہاں نہ دیکھا
 پایا تو آپ ہی میں پایا کیا غفلت تھی کہ یاں نہ دیکھا
 میں وہ گلِ باغ بے خزاں ہوں جس نے اثرِ حسرتاں نہ دیکھا

لے رہا تھا لے رہا تو حقائق

تھم گریباں پہاڑِ کمرِ خستہ نہ ہوتا۔ یہی غزل ایک دوسری جگہ درج ہے۔ اس میں
 دوسرا مصرع لے کر لکھا ہے۔

مت سوز کی بات مجھ سے پوچھو ایسا تو کہیں سنا نہ دیکھا
جس دن سے ہوا ہے سوز گستاخ
بالہ کہوں نشان نہ دیکھا

گر دن پہ روزِ خنجر فولاد ہی رہا یہ دل بلائے عشق میں ناشاد ہی رہا
تاثر ایک دن نہ کیا اس کے دل میں آہ یہ آہ و نالہ حیف کہ برباد ہی رہا
چھوٹے گایا کہ قتل کرے گا بنے گی کیا دل میں ہمیشہ خطرہ بیداد ہی رہا
ہرگز نہ دیکھو تو کسی خوب رو کو ہاں ناصح کا روز مجھ پہ یہ ارشاد ہی رہا
پر دل نے اس کی پسند کو جانا نہ پسند ہی
ہر آن سوز طالبِ جلا د ہی رہا

بغیر از عاشقی کچھ کام مجھ سے ہو نہیں سکتا
کہاں میں اور کہاں اندیشہ بوسِ گنار اس کا
وہ میرے نام سے بیزار ہے ملنے کے کیا معنی
بغیر از کیف تو لا کھوں کیلئے بھون کھائے ہیں
گلی میں یار کی جانا تو کچھ مشکل نہیں لیکن
نہیں ڈرتا ہے جی دینے سے اپنے اے سحر قاتل
وہ دن جلتے رہے جو گالیاں میں اس کی کھاتا تھا
سنوں اے سوز اب دشنام مجھ سے ہو نہیں سکتا

جی ناک میں آیا بت گل فام نہ آیا جینا تو ابھی مرے کچھ کام نہ آیا
 دنیا میں یہی دوستی ہوتی ہے مری جان جبکہ نہ لیا دل تجھے آرام نہ آیا
 عالم کا مٹنا میں تری جاں بلب آیا رحمت سے خدا کی تو لب بام نہ آیا
 قاصد سے تو پوچھا تھا کہ بھیجا ہے تو کس کا دہشت سے اسے یاد مرا نام نہ آیا
 تھانزع کی حالتیں یہی سوز کے لب پر جی ناک میں آیا بت گل فام نہ آیا

بس دیکھا ہم نے پیار تیرا احق ہے جو ہوئے یاد تیرا
 اتنی غیبت تیرے نہ آئی غم چھین لے یوں نکار تیرا
 یہ جبر نہ ہم سے اٹھ سکے گا مت بول تو اختیار تیرا
 بٹھاتا ہی نہیں اب تو دانش کہنا یہ بار بار تیرا
 کس کا غم تجھ کو کھا گیا ہے تیرا نادان یا تیرا
 حال ہے تو زاب تو آجان (کنا)
 ہے اس کو انتظار تیرا

میرے احوال پر نظر نہ کیا نہ کیا رحم تو نے پر نہ کیا
 دل کو یوں لے کے پاؤں سے ملی (کنا) ہے ہے ظالم خدا کا ڈر نہ کیا

لے یہ شرم میں نہیں ہے لے ع' یہ پوچھا تھا تجھے کس نے ہے بھیجا
 لے ع' تھی نزع میں آواز یہی توڑ کے نہ سے لے ع' اچھا لگتا نہیں ہے دل کو
 لے ع' میں اس کے جانے یہ قطع ہے کیا جانے توڑ کیا کرے گا یہ رونا زار زار تیرا
 لے ع' میں یہ غزل نہیں ہے۔

آہ تو عرش تک تو پہنچی واہ گھر بے اس کے جی میں گھر نہ کیا
اپنے ہاتھوں تو آپ کٹتا ہے میں تو کہتا تھا قتل کر نہ کیا
جی سمنہ کر گیا دے دل نے تیرے کوچے سے پھر سفر نہ کیا
غمیرت اور سوز کی ادا دیا
سر دیا عشق سے حذر نہ کیا

یہ باتیں ہیں قاصد یا میرے گھر نہیں آتا نہ دیکھوں جب تک کھوں کچھ باز نہیں آتا
پرائے دل کو لے کر اپنے تلووں کے تلے ملنا اٹھے بے دید کچھ تھکے کو خدا کا ڈر نہیں آتا
کسی کے دل میں ہو گا سوز مر جائے تو بہتر ہے
ابھی میں مردوں کیوں کر بھگے تو مر نہیں آتا

قصائے کارنم سے جو تیں دو چار ہوا لگائیں یاں تیں تیں کہ لالہ زار ہوا
سوار جب تیں دامن کا تھا مجھے لاکھوں خدا ہی خیر کرے اب تو نے سوار ہوا
مجھے جلائے ہے اس کے آتش شک کہ کس کو دیکھ کے سیاب بے قرار ہوا
امید تھی کبھی دامن کو اس کے ہاتھ لگے اسی امید میں مر گیا غبار ہوا
مقام ہے اسے اب لالہ زار کی گل گشت
اسی خیال میں یہ سوز دامن دار ہوا

جب ہوئے نصیب رام میرا تب پورا ہوئے کام میرا

لے م' آنکھوں بھے باد لے م' ابھی سن تو تجھے ہرگز لے م' کل لے م' یہ شرم میں
نہیں ہیں۔ لے م' یہ غول م' میں نہیں ہے۔

اللہ اللہ ہی روزِ شب کو ہوئے ذکرِ مدام میرا
 اے پیکِ صبا تجھے قسم ہے کہیو اس سے پیام میرا
 مکھڑا اپنا دکھائے پیالے — درو یہ صبح و شام میرا
 اکبار تو منہ سے کہہ سبھوں میں
 — تو ز بدل غلام میرا

بھری ہیں دل میں مرے لاکھ — تمھارے رو برد تو ایک بھی —
 ستانا اس قدر ظالم روا ہے — بھلا سن تو مجھے ہرگز خدا کا —
 نہ ملنا نہ کبھو صاحب — یہ کیا انصاف ہے کچھ —
 صنم کے جی میں ہو گا ستوز مر جا —
 ابھی

مجھ عجب سے کام کچھ نہ نکلا یا رب یہ غلام کچھ نہ نکلا
 لی شکلِ نگیں میں رو سیا ہی پر حیف کہ نام کچھ نہ نکلا
 چہرے سے ترے بھل ہو شبِ باہ آدھا نہ تمام کچھ نہ نکلا
 وال دست و دھن کے تیرے قاصد نامہ نہ پیام کچھ نہ نکلا
 جو زشت پر اپنے تجھ کو صیاد آخر تیرے دام کچھ نہ نکلا
 دل ٹوٹ گیا ز دستِ ساقی بودا تھا یہ جام کچھ نہ نکلا
 ہر طفلِ سرشک کیا ہی غماز یہ تخمِ حسد ام کچھ نہ نکلا

عاشق تو کہا ہے ہم بھی لیکن
بوسہ ہے بعید اس سے ملنا
عشاق میں نام کچھ نہ نکلا
جس لب سے کلام کچھ نہ نکلا
دیکھا میں ترا جو ستوز دیواں
جز عشق کلام کچھ نہ نکلا

پنہ نالے میں گر اثر ہوتا
جن کے نالے کی پہنچ تھ تک
قطرہ اشک بھی گہر ہوتا
کاش میں ان کا نام نہ ہوتا
دل نہ دیتا جو میں بگھے ظالم
کیوں مری جان کا ضرر ہوتا
پھر نہ کرتا تم کسی پہ اگر
حال سے میسر باخبر ہوتا
خون عشاق کرتے کیوں ناحق
گر بتوں کو خدا کا ڈر ہوتا
کام آتا میں ایک دن پیالے
رابطہ مجھ سے تجھے اگر ہوتا
کھینچتی فوج خط جو حسن پہ تیغ
سینہ میرا ہی داں سپر ہوتا
ستوز کو شوق کبے جانے کا
ہے بہت پر زیادہ تر ہوتا
شیخ مانند تیرے اس کے پاس
بار برداری کو جو خر ہوتا

پہلے کہتے تھے کہ ہاں ہاں ستوز اچھا آشنا
کون سننا ہے کہو کا حال دل کس سے کہیں
اب لگے کہنے کہ کیسا ستوز کس کا آشنا
نک ہے دنیا میں نہیں کوئی کسی کا آشنا
جب تک تھا کرو فر کہتے تھے ہم مخلص ہیں پر
جب کی وہ آگئی پھر کون سا تھا آشنا
آشنا ظاہر کے لاکھوں جس کو کہنے ہو سکیں
ایک باطن میں نہیں جز حق تعالیٰ آشنا
سو تو ہم اس نام سے بھاگے پھر ہیں لاکھوں
نفس کافر کو سمجھتے ہیں ہم اپنا آشنا

عین کیا باطل گئی اوقات اپنی عمر کی ہائے اس دشمن کو جانا اپنا پیارا آشنا
 لے خدائے جرم بخش لے خالق ارض و سما مرتے مرتے تو مجھے کراپنے در کا آشنا
 آخر میں تو نے مجھے پیدا کیا ہے خاک سے
 خاک بن مجھ کو نہ کرا ب تو کسی کا آشنا

عشق نے تیرے مجھے رسوا کیا جو کیا پیار سے بہت اچھا کیا
 جان و ایماں سے میں فدا ہوں ترا دل کا تجھ سے کس نے پھر دھوا کیا
 کیوں بھڑک دیتا ہے میری بات کو سن تو ظالم میں نے تیرا کیا کیا
 منتیں میری نہیں ہرگز مستبول عجز سے ہر چند میں ہا کیا کیا
 کیا قیامت پم رہی ہے شہر میں سر و قامت قد کو کیوں بالا کیا
 راز دل رو رو کے کیا کر دیا ہائے ان آنکھوں نے کیا افشا کیا
 دل کو دے کر عزم خریدا جان بوجھ
 تو نے سودے کو

نے رستم اب جہان میں نے سام رہ گیا مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا
 ساقی تو ہم کو دینے سے کیوں جام رہ گیا ملنا جو تھا وہ بوسہ بہ پیغام رہ گیا
 دل ہمسفر زلف میں صیاد کی مرا اس مرغ کا ہے وہ جو تہ دام رہ گیا
 ہوں تو چراغ راہ ہنر زیر آسماں لیکن غموش ہو کے سرشام رہ گیا
 لے دل ملک اس کے حسن مخط کو دیکھ تو خورشید آ کے تابہ لب بام رہ گیا

نہ یہ شرع میں نہیں ہے مے مے خدائے جرم بخشا اے طیم مے غیر مے یہ شرع امیر
 نہیں ہے۔ مے یہ غزل مے میں نہیں ہے۔ مے مے آ تو دیکھ

ٹپکتے تو ہو چکا ہے جگر پھیر کس لیے چلنے کا اٹک کر کے سر انجام رہ گیا
 دل کو ہوس ہے بوسے کی ابلان بوسے ستور
 جن سے کہ مانگ مانگ میں دشنام رہ گیا

جب بادہ خون دل ہو تو سیر چن کجا ساقی وہ نو بہار و شراب کہن کجا
 صحبت تجھے رقیب سے میں گھر میں اپنے داغ کیدھر تپک ، شمع کہاں ، انجمن کجا
 تیرے لیے وطن سے جو نکلا تو پھر اسے مانند طفل اٹک کے سوزم وطن کجا
 صد حرف آرزو ہے زباں پر مری ولے چاہوں جو تجھ سے ایک کہوں میں دہن کجا
 عرقاب چاہ عشق جو ہوتا تو جانتا یوسف کہاں ، مصیبت چاہ ذقن کجا
 عریاں تنی نے باز رکھا اس کے بچ سے ناصح جو چاہے جیب سے پیسہ بہن کجا
 خلوت سرے ستور کو پہنچے کعبہ نہ دیر
 تو اور وہ جہاں ہوت دہرین کجا

گل ہی نہیں غلام قسم کی آن کا غنچہ بھی زرخیز ہو تیرے دہان کا
 باز دھو گے تیج کیونکہ میاں قتل پر مرے یاں تو کر کے نام نہیں ہے نشان کا
 معلوم اپنے دل کے سلوکوں سے یوں ہوا نادان جو ہوئے دوست وہ دشمن ہو جان کا
 ناہر جو کھینچ کھینچ کے چلے ہوا ہے غم بہتر ہے ایسے چلوں سے چلہ کمان کا
 شمشیر سے زیادہ ہے کہنا کسی کو سخت مرہم پذیر زخم نہیں ہے زبان کا
 ہر روز باں ہوتن تو دل کا کہوں میں حال مقدور یک زباں کو نہیں ہے بیان کا
 سینے میں دل کہاں ہے غم رنگان سے
 اگلے یہ رہ گیا ہے نشان کاروان کا

جو میں جیتا ہوں تو احوال دل سب ساؤں گا
 تنہا پیش کش، امید صدقے، آرزو قرباں
 وگرنہ سرتصدیق تہمتیں یاں مر ہی جاؤں گا
 میں اپنے دل کی حسرت اپنے دل میں لیکے جاؤں گا
 مایا بے ستوں میں کوکبن اور دشت میں مجنوں
 میرا کیا گیا گزرا ہوا ہر دل میں ساؤں گا
 بھلا ہنستے تو ہواس بہیدہ گوئی پہ تم یا رو
 قسم ہوا آٹھ آٹھ آنسو سبوں کو میں لاؤں گا

جلا دوں سر سے پانک شمع ساں تب نام ہو میرا
 وگرنہ لے مجاں تو دس منہ سے کہاؤں گا

سنو تو تم نے کبھی مر کے یاد بھی نہ کیا
 ہمارا دل بھی صنم خانہ تدمی ہے
 کبھی پیام و کتابت سے شاد بھی نہ کیا
 میاں سپاہی جی تم نے جہاد بھی نہ کیا
 ہے رشک مجھ کو کہنے کو لوگ پوچھیں ہیں
 ہمارے دل کو خدا نے جہاد بھی نہ کیا
 لے سوز سنیو ترا دل وہ شوخ لے بھاگا
 ذرا بھی منہ نہ ہلا داد داد بھی نہ کیا

دل بے درد مجھ سے حال اپنا کچھ نہیں کہتا
 مجھے کہتا ہے میں تجھ کو نہیں کہتا ہوں کچھ ہرگز
 ہزاروں گالیاں دیتا ہے اچھا کچھ نہیں کہتا
 ہر اپنے یار سے ملتا ہے تب کیا کچھ نہیں کہتا

قصار وہ قاتل ادھر آن نکلا
 کھڑا نعش پر ہو کے بولا کہ ہے
 کہ لینے کو اس کے مرا جان نکلا
 یہ کشتہ تو کچھ جان پہچان نکلا

لے رہا تیرے ہرک لے رہا میری لے رہا جب نام ہے میرا لے رہا غلام میں نہیں ہے۔

چہری لے کے من بعد سینے کو چسپا
 پٹک کر لگا کہنے کیلئے چوک ہوئی
 ہونٹے گرچہ عاشق ہزاروں ولیکن
 مراشتہ ایسا تو ہے جس کی خاطر

تو دل کی جگہ خشک پیکان نکلا
 میں سمجھا تھا کچھ یہ تو انسان نکلا
 مرے تنوڑ سا کون بے جان نکلا
 یہ خود شید پھاڑے گرمیاں نکلا

کھڑے رہنے والو مگر سونہے یہ

بھلا اس کے دل کا تو ابر مان نکلا

کعبہ و دیر سب میں جا دیکھا
نہ ہوا شمعِ رو کبھی اپنا
دل مرا لے کے روٹھ بیٹھا ہے
شیخ کہے کو کیا کروں جا کر
عمر آخر ہوئی دے افسوس
بوسے گل اس کی لاکے سوسے چین

سب جگہ دل کا آشنا دیکھا
ہم نے دل سوطرِ جلو دیکھا
اُس قدر ہے یہ بے وفا دیکھا
دل ہی کو خاۂ حسد دیکھا
زندگی کا نہ کچھ مزا دیکھا
جیب کو گل کی لے صبا دیکھا

واسطے جس کے ٹکڑے ہائے سوز

کہ تو ایسا تو اس میں کیا دیکھا

یہ تو نہ کہوں خدا نہ دیکھا
بے گانہ ہوا نہ ہوئے آخر
اس غمزدہ دل کو تو نے افسوس
پر آپ سے میں جدا نہ دیکھا
ایسا کوئی آشنا نہ دیکھا
یک بار بھی اے صبا نہ دیکھا

لہذا میں نے کیا کیا کہ شرم میں نہیں ہے کہ عہدہ، کس عہدہ، شیخ بی۔

یہ فرم میں نہیں ہے بلکہ قورے قاضی صاحب کا لکھا ہے۔

نامح تو کرے نہ کیوں نصیحت تو نے کہیں دل لگا نہ دیکھا
 مرجانے میں ہو تو کوئی حاصل جینے میں تو کچھ مزا نہ دیکھا
 کہتا ہے جو تو کہ عاشقوں میں ہم نے کوئی با وفا نہ دیکھا
 افسوس کہ تو نے ایک دن یار
 اس تیر کو آزما نہ دیکھا

رات نالہ میں کیا یار سنایا نہ سنا بہ گئے آب ہو کہار سنایا نہ سنا
 قاصدا حال دل زار سنایا نہ سنا راست کہہ ہم سے تو کیا سنایا نہ سنا
 اشک خونیں سے ترے تختہ داماں میرا ہو گیا تختہ محل زار سنایا نہ سنا
 حال مدت سے مرا گوش زد عالم ہے تو کیا جانے ستم گار سنایا نہ سنا
 باز رونے سے نہ آؤں گا میں نامح بہرے میں کہا تجھ سے بہتکار سنایا نہ سنا
 حال کہنے سے تو خوگر ہوں میں اپنا تجھ سے اس پر موت ہو کیا یار سنایا نہ سنا
 شرح حال دل عاشق وہ سنے کیا لے تو
 لے ستم گر تو یہ گفتار سنایا نہ سنا

دل تو پہلے تو اچک کر لے گیا کون سے دل سے تجھے میں دوں دے
 چوری اور سرہنگی، لا دل پھیر دے سر ہلاتا ہے نہیں تو نے لے لے
 ہاتھ خالی کیا دکھاتا ہے شب بھرے مت غفل میں ہیں اے وہ پس گیر

لے لے، ہوس لے لے، عشق میں لے لے، اب لے لے، نہیں تو لے گیا لے لے، شہ
 لے لے، لے لے، دل۔

ڈویے تجھ سے کیا بڑے اطوار ہیں یہ اچک پن کس سے یکسا ہے بتا
ایک دل تھا جان من اس کی بساط
تو نے لٹا سموز لٹے ہے پڑا

یہ تیرا عشق کب کا آشنا تھا کہاں کا جان کو میسری دھرا تھا
وہ ساعت کون سی تھی یا الہی کہ جس ساعت دو چار اس سے ہوا تھا
میں کاش اس وقت آنکھیں میچنے لیتا یہ میرا دیکھنا مجھ پر بلا تھا
میں اپنے دل کو اپنے دل کو کھویا خدا وندا میں کیوں عاشق ہوا تھا
دلے کیا آن تھی اللہ اللہ کتنے غم سے پھاتی پر چڑھا تھا
وہ مجھ کو ذبح کرتا تھا پھری سے میں اس کی تیز دوستی تک رہا تھا
غزل اس بحر کی اک اور پڑھ سموز
ذرا اس وقت میسرا جی لگا تھا

کبھی یہ دل ہمارا آشنا تھا کیلجے سے چٹ کر لگ رہا تھا
کسی سے عشق کا گرام سننا توفیق ہو کے تھر تھر کانپتا تھا
ہوا ہے اب تو ایسا باہرا یہ جنم کا کیا مگر شہدا بنا تھا
کئی برسوں میں آپھیرا کیا ہے اے پوچھ تو کچھ میں نے کہا تھا

لے جا، برا دیدہ ہے بس۔ لے جا، یہ اچک پن نگل کس نے جا (کھا) لے جا، مرنے۔

لے جا، کس لے جا، میں اس قطع کے بجائے یہ قطع ہے۔

لے جا، اس وقت میں غیر از خدا لے جا، تو پہلو میں کھڑا تھا
لے جا، غزل میں نہیں ہے۔

اچھی بولونہ صاحب منہ تو کھولو
 تجھے میں عرش سے تافرش ڈھونڈھا
 تری آنکھوں میں اب تک پھیلاؤں
 تو میرے آگے توبہ کر تو مانوں
 جہاں سے آئے ہو جلدی سدھارو
 یہی نا اور دو دن رو رہیں گے
 چلو دیکھی تمھاری بھی محبت
 جھٹ یہ سوز اپنا جانتا تھا

بھلا عشق پھر تو ستانے لگا
 نہ چھوٹے گانا صبح تردد نہ کر
 کیا چدی چدی سے رات اسکے گھر
 بہت پانڈھونڈے لگا کچھ نہ ہاتھ
 میاں جان اب کے ٹھکانے لگا
 دیا ہے مجھے یہ خدا نے لگا
 کیلجہ مراد حکم دکانے لگا
 مرا ہاتھ بھی بھل جانے لگا
 جو نہیں سوز کو روتے دیکھا کھڑا
 تھ منہ پھیر کر سکرانے لگا

جہاں کا ایک دم کر لے نظارا
 کہ میری تھپتا ہے اوغافل ذرا
 تمام اشیائیں اس کہ ہے جھکا
 جسے دیکھے سمجھ تو حق خدا را
 نہیں آتا ہے پھر اس جادو بارا
 کہ جلوہ یار کا ہے آشکارا

لے رہے جھٹ کو نہ کہ لے رہے اتھر تھرانے لے رہے
 لے رہے دنیا کا اب کو تو نظارا لے رہے کہ پھر
 آنا نہیں لے رہے بھولا ہے کہ تمام اشیائیں جلوہ اسی کا (کہنا) لے رہے برحق

مٹے انسان کا بزدل بنا کر یہاں اپنا کیا پورا نظارہ
 اگلے تب اشرف المخلقت کہا ہو کلاس قالب میں وہ اترا ہے سارا
 ولیکن سموز کو ایسا بنایا
 کہ ہر دل میں کیا جس نے گزارا

جہاں تو ہے اسے تیرے قربان کے جا
 تجھے تو کہاں اتنی فرصت بلا سے
 کبھی اپنے گھر مجھ کو جہاں لے جا
 لگا کہنے آ دل کو چھپان لے جا
 جھے مضطرب دیکھ کر آج پیارا
 یہاں تو ہزاروں پڑے ہیں گلی میں
 تجھے اپنے دل کا ہوا مان لے جا
 کبھی سموز کو یوں نہ ٹو کا کہ آجے
 بلائیں مری تا بہ دامن لے جا

پہلے پہ نہ یہ نفتاب دیکھا
 کیوں کر نہ بجوں میں ہاتھ اس کے
 پردے میں تھا آفتاب دیکھا
 یوسف کی طرح سے خواب دیکھا
 کچھ میں ہی نہیں ہوں، ایک عالم
 اس کے لیے یاں خراب دیکھا
 دل نے تو جھٹ لکھا تھا نامہ
 جو ان نے دیا جو اب دیکھا
 بے جرم و گناہ قتل عاشق
 مذہب میں ترے صواب دیکھا

لے جا، ہر دم گزارا، لے جا یہ شرع میں نہیں ہے

لے جا، تو کیا باتیں بکھے سموز چپ رہے سمجھ تو آپ کو تو ہے چہ کارا

لے جا یہ غزل میں نہیں ہے۔

کچھ ہوئے تو ہو عدم میں راحت ہستی میں تو ہم عذاب دیکھا
 جس چشم نے مجھ طرف نظر کی اس چشم کو میں پر آب دیکھا
 سرگرداں تھے عشق میں ہے یاں ہم نے جو شیخ و شاب دیکھا
 بھولا تھا تو اس کے لطف ادھر
 اے سوز اس کا عتاب دیکھا

اُدغم تو نے بہت ستایا سچ کہہ کیا تیرے ہاتھ آیا
 کس نے تجھ کو کہا مرا عشق میں نے تو تجھے نہیں جتایا
 حسرت کدہ جہاں سے ہم نے جز رنج و الم نہ کچھ اٹھایا
 اس عالم بے غمی سے لا کر ہاں زلیت بھلا مزاد کھایا
 سوز آتش غم سے کیا ہوا راکھ
 دل نے اس کے اسے جلایا

حق اس کا تو آشکارا تھا اشک پر دشمن نظار تھا
 اس کے کھڑے کی یاد میں کل رات چپکے روتا تھا دم نہ مارا تھا
 اشک آتے تھے آنکھوں سے اس طرح گویا پریوں کا وہ اتارا تھا
 عاشقی کی قسار بازی میں یہ نفع تھا کہ سر کو مارا تھا
 سوز جیتا تھا جب تلک بائے دل کو میسر ذرا سہارا تھا
 اب تو بیکس پڑا ہے سینے میں ایک تو آگے ہی بھارا تھا

آپ تھا اب ہر امانی میں نہ سکندر تھا وہ نہ دارا تھا
 جس کو کہتے ہیں حیدر کرار
 اس ہی کا سب جگہ گزارا تھا

دیکھ کی تیری بھی چاہ او میرزا واہ ہی واہ واہ واہ او میرزا
 گو نہیں نہ چاہ تیری دل میں اب رسم خاطر تو باہ او میرزا
 قتل گشت کرتک ایک ہاتھ کو رکھ بیگناہ بیگناہ او میرزا اکٹھا
 دیکھ بچتا ہے گا بعد از مرگ ہاں لے موا میں لا الہ او میرزا
 سوز ہو جو گھورتا ہے وہ کھڑا
 اومیاں او بادشاہ او میرزا

جس کا تو آشنا ہوا ہوگا اس نے کیا کیا ستم سہا ہوگا
 تھر تھرا تا ہے اب تلک خورشید سامنے تیرے آگیا ہوگا
 یہ تو میں جانتا ہوں بھوٹوں نے کچھ تجھے بھوٹ سج کہا ہوگا
 پر یہ اتنا جو منہ بنا یا ہے نہ ٹوگے نہ اور کیا ہوگا
 رات اندھیرے اجالے گلیوں میں جو تجھے کوئی مل گیا ہوگا
 دیکھو تجھ کو میرے سر کیسوں اس گھڑی تیرے جی میں کیا ہوگا
 سوز کو تو نے کیوں دیا بوسہ
 ہم کو بھی دے ترا بھلا ہوگا

ملے پشورم میں نہیں ہے ملے ع کس ہے ملے ع اس کے

تری جان پر کب مرا غم رہا رہا سو مرے جی پہ اودھم رہا
 تری سرو دھری سے مانند برت مرا اشک آنکھوں میں آجم رہا
 تری بزم میں جب تلک میں رہا مراد دل بھی سے ہی برہم رہا
 سلامت یہاں سے میں گھر جاؤں گا یہی خوف ہر دقت ہر دم رہا
 سرو سینہ ہی پر رہا ہاتھ بس مرے گھر تو ہر روز ماتم رہا
 ہوا خشک ایسا تو ہے ہم سے نہیں نام کو آنکھ میں غم رہا

دیا تھا نہ دل جب تلک غم کو
 جیات تلک تو بے غم رہا

دل کے ہاتھوں سے جگر تو جل گیا میرے خدا
 دل دیا ہے یا کہ کام اڑد ہا میرے خدا
 گاہ کہتا ہے اطاعت حلق کی کر حق ہے یہ
 گاہ کہتا ہے کہ سب سے ہو جدا میرے خدا
 گاہ کہتا ہے کہ کبھی کو تو اپنا قبلہ جان
 گاہ کہتا ہے کہ بت حنا بنا میرے خدا
 گاہ کہتا ہے کہ میرا امر تو ایسا جان
 ہے سبھی اشیاء میں وہ جلوہ نما میرے خدا
 پھر یہ کہتا ہے کہ کافر سے ذرا بچتا ہی رہ
 کفر کہتے ہیں کسے مجھ کو بتا میرے خدا

لے دے دل پر لے لے بھی سے تولے شوق لے لے شوق میں نہیں ہے لے لے غول م
 میں نہیں ہے۔

جب سبھی اشیا میں ہو منظر تو غیریت کہاں
 اس ہی اندیشے میں تو میں مر گیا میرے خدا
 میں ترا مخلوق ہوں مجھ کو کبھی آگاہ کر
 اے خرد بخش اے کریم اے خالق اے میرے خدا
 انبیا کو علم بخشا اولیا عارف ہوئے
 میں او بس نہو تہا رہ گیا میرے خدا
 مرتبہ تو اہل عرفاں نے اٹھایا شہر سے
 تو زکیوں باقی رہا یہ کیا ہوا میرے خدا

ملنے کی تیرے دل میں ہیں گی ہوائیں کیا کیا
 مانگی ہیں تیرے حق میں حق سے دعا میں کیا کیا
 دکھ درد میں جلنا رہ رہ کے پھر پکنا
 پھوڑا ہے دل نہیں ہو تجھ کو سنائیں کیا کیا
 خوف رقیب و حسرت عجز و نیاز و منت
 جھوڑے یہ اذیت آفت اٹھائیں کیا کیا
 تن چاک سینہ سوزاں دل داغ چشم گریاں
 تو دیکھتا نہیں ہے تجھ کو دکھائیں کیا کیا
 لے سر سے تا بہ سینہ سینے سے تا قدم تک
 ہاتھوں سے اپنے لی ہیں تیری بلا میں کیا کیا

لے 'ح' میں نے لے 'ح' کھول پڑنا لے 'ح' داں لے 'ح' میں نے ۔

آتا تو جوں پھلاوا دل پھل کے بھاگ جانا
 ہم نے سہی ہیں کافر تیری دغائیں کیا کیا
 دل موم اب ہوا ہے فرما نامیکر صاحب
 بازیچہ تیری خاطر اس کا بنائیں کیا کیا
 نغز سے منہ نہ موڑا تیغ سے دم نہ مارا
 اس سوز نے بھی کی ہیں تجھ سے دغائیں کیا کیا

پھنایا نام و ننگ و صبر و طاقت قول دے بھوٹا
 کوئی فریاد رس دوڑے مجھے اس عشق لے ٹوٹا
 ہراک درے میں جھمکا ہے زالا ریگ صحرا کے
 خدا ہی جانے کس کا شیشہ ناموس یہ ٹوٹا
 جلے خار بیا باں گرم رفتاروں کے قدموں سے
 اسی خاطر نہ میرے پاؤں کا اک آبلہ پھوٹا
 کل آئے تھے بڑی شیخی سے مینا نے کو لٹوانے
 دے زندوں نے مل کر محتسب کو زور ہی کوٹا

نام، آتا ہے جوں پھلاوا نام، اکیلے کے مجھ کو عشق نے من... ٹوٹا نام، خدا جانے یہ
 کس کا شیشہ ناموس یوں ٹوٹا۔

نام، باعث

نام، پران

نام، خوب

کسی عنوان نہ تھی امید اس زنداں سے بچنے کی
اجل کی دوستی سے تو ز قید جسم سے بھوٹا
مجھے کچھ اعتبار آتا نہیں کس منہ سے میں کہتا
تورات آدے گامیرے پاس بھوٹا

ذالفت ہے نہ شفقت ہے یہی ہر دم کا نکتہ تورا
پتھر اس پر یہ حکومت ہے اسے کہتے ہیں کیا زورا
ہزاروں دست بستہ رہو حاضر ہیں بن باندے
نہ رہی ہے نہ ہے زنجیر ہاں گردن کا ہے ٹورا
خدا کے واسطے جوڑے میں اپنے باندہ رکھ اس کو
اٹھا سکتا نہیں یہ دل ترمی زلفوں کا جھکورا
ذرا تو رملہ دنیا میں اس پر بھول بیٹھے بس
یہ موج دہرے لے تو ز یہ مورا نہ یہ تورا

گردن نہ ماریو مجھے ہاں کا ٹیو گلا تو مرتے مرتے اور تجھے دیکھ لوں بھلا
بے جرم گرچہ خوں نہیں قتل جانمن پر خون مرا حلال ہے جلدی پھری چلا
ڈھکانا اس طرح تو نہیں خوب جان من مجھ کو دکھا کے تنج کسے مارنے چلا

لے، 'اجل کی ہیرانی سے یہ سوز اس قید سے بھوٹا' لے یہ شرح، میں نہیں ہے لے، م، کہیں
پر حکومت ہے۔ لے، 'اس کو باندہ جلدی سے لے، م، پر لے، 'قتل کسی کا گناہ
ہے لے، م، کا

مت دوزخید ستوز کو اپنے محلے لگا
تو جانشاہے عاشقوں کے فن کو کیا بلا

ہر دم نمسکار کر کے تو اے نازنین نہ جا
کر رسم یار ببل مسکیں کے حال پر
شرمندہ ہو کے چاند نہ نکلتے گا پھر کبھی
تیرے قدم کی باس سے چونکیں گے کشنگول
بیٹھے ہیں تجھے پہ لاکھ لگائے کیس نہ جا
گلزار دیکھنے کو تو اے غنچہ چیں نہ جا
تو چاندنی کو دیکھنے اے مہ جہیں نہ جا
تو پانو پانو یار بروئے زمیں نہ جا
ہیں لوگ بے طرح نظر بد کا بے خطر
آ بیٹھ دل میں ستوز کے ہرگز کہیں نہ جا

دل کہاں ہے جو رکھوں غم کو ترے اس میں چھپا
اس میں کیا تقصیر ہے میری جو ہوئے بر ملا
اے طیبو تم نہ اچھا کر سکو اے حباؤ گھر
اس مرے قاتل کا کوچہ ہے مرا دارا اشفا
عرش پر تھا اب پے واں سے گیا پوچھو ہو کیا
دل کو مت سینے میں ڈھونڈھو میں کہا اور وہ کہا
ہم کو اس کی آشنائی سے نہیں ہرگز امید
آشنا اپنا نہ ہو سو ہو وہ کس کا آشنا

لے ع، دلا لے ع، یار تجھ پہ لگائے لے ع، بارے لے ع، جان پر لے ع، آ لے ع، میاں
پانو پانو دیکھ لے ع، آشوب ہے ترا نعرہ سے خوف ہے لے ع، آ دل میں بیٹھ لے ع، ہن
لے ع، واں سے اب آگے چلا۔

شعلہ روتا نا بھی غصہ کچھ خدا سے بھی تو ڈر
یوں جلا دے خانماں پر سوز کا دل مت جلا

تب ملنے کا مجھ ساتھ تو پیغام کرے گا جب لاکھ طرح سے ہمیں بڑام کرے گا
مت وعدہ کر اب صبح کے آنے کا مری جا رو رو کے یہ دل صبح سے ہی شام کرے گا
اس نالہ و زاری سے کسورات الہی ہم سایہ مرادو گھڑی آرام کرے گا
آئے گا نظر ہم کو اسی وقت مہ عید جس وقت گزریا لب بام کرے گا
یار آئے ترے گھر میں تو کہہ بہر مدارات
کیا کیا تو بھلا سوز سر انجام کرے گا

دوڑ کر میرے گلے لگ جا ترے قرباں گیا تیری خاطر دیکھ میرا دین اُٹھایاں گیا
اب تو آمل بیٹھ ہنس کچھ بات کر خطہ نہیں جس کے چنلی کھانے کا ڈر تھا سو شیطاں گیا
ناگھا بک ہک ذکر جا بھی نہیں ہو داں لے گیا تھا اس کے گھر کیا گیا
یا کسی کا بن کے خدنگار یا ہو کر مزدور جب گیا میں دیکھنے اس کو اسی غزاں گیا
یوں ہمارا کون لگتا ہے کہ ہم غم کھائیں پر
سوز آیا تھا ابھی ہنستا ابھی گریاں گیا

سہر عید اس کو اب تک دارو مدار ہے گا پر کیا کروں الہی دل بے قرار ہے گا
یہ اندھم لگا ہے دلبر ہے جو ہمارا وہ ادھر ہی کسی کا آئینہ دار ہے گا

لہجہ، گچھا، چوچا لہجہ، شرعہ، میں نہیں ہیں یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

تم جاؤ اے پری رو دیکھو بہارِ گلشن ہر زخم میرے تن پر رشک بہار ہے
 یا نادک مرثہ سے یا تیغِ ابرو اں سے جیتا نہ چھوڑ دل کو موٹا شکار ہے گھا
 روز تولد ہی سے ہی موت ساتھ لیکن حیراں ہوں اس کو کس یاں انتظار ہے گھا
 گھوٹے کی باگ رکھ لے دل سوز تھا جو تیرا
 اس ڈھیر نیچے سوتا وہ خاکسار ہے گھا

جو دل کہ تھا الہی اس دلربا کے گھر سا خالی پڑا ہے اب یوں اجڑا ہوا گھر سا
 ساتوں فلک کے دل میں سوراخ دیکھ لہو نکلی اگر جگر سے یہ آہ عرش فرسا
 ترسانے ترس کھایا احوال سن کے میرا بے ترس ڈر خدا سے اتنا نہ مجھ کو ترسا
 شاید کہ اپنے گھر کی دی اس نے خاکِ رومی خورشید کی کلہ پر کچھ تو دھرا ہے پر سا
 دل پھیر تو دیا پر مسیرا نہ تھا بدل کر ہاتھوں میں کر گیا کچھ وہ دلربا ہنر سا
 کس نے دکھائے دندانِ نادیدہ آنکھوں کو جو اشک ان سے ٹپکا آیا نظر گہر سا
 دیدہ دلیر مت ہولے ہر شب کو تیرا بازار سرد ہو گا نکلا جو وہ قسم سا
 خاکی نہیں کیا ہی خطرہ ہے دل میں میرے یابِ دروغ ہو دے ہر آہ کے اثر سا
 جاتا ہے تو زحمتِ دن کہتا ہے ہمدنوں سے
 آنے نہ دیجو اس کو لگتا ہے بد نظر سا

دلِ بیرحم اپنا حال مجھ سے کچھ نہیں کہتا پر اپنے یار سے ملتا ہے تب کیا کچھ نہیں کہتا
 مجھے کہتا ہے میں تجھ کو نہیں کہتا ہوں کچھ گھر ہزاروں گالیاں دیتا ہے اچھا کچھ نہیں کہتا

لے، میرزا لے، دیکھیں کس کے دندانِ نادیدہ آنکھوں نے لے، بہت لے، ہم نشیں۔
 لے، آگ لے، غول، میں نہیں ہے۔

نے معتقدِ حرم کا نہ تابعِ کنشت کا
بندہ ہے شیخِ عذر کی اپنی سرشت کا
اس دل میں کائناتِ خدا کی ہے غمتی
دوزخ بھی ہے یہی گھر ہے بہشت کا
بنیادِ دل کی نورِ الہی سے ہے بنی
کعبہ اگر بنا تو بنا سنگِ دشت کا
اے انکھڑیو نہ گریہ کر دھوٹ پھوٹ کر
ٹٹا نہیں کسی سے لکھا سرِ نوشت کا
پیائے یہ خط نہیں ہے تو گھرا نہ اس قدر
سایہ پڑا ہے زلف کے اعمالِ زشت کا

بھلسے ہوئے مست جو رشکِ بیاں اٹھا
محشر کا اہلِ برہم میں شور و فغاں اٹھا
آیا نظر جو دور سے بھی اس کو بلیں کہیں
لے کر وہ میسرِ واسطے تیر و کماں اٹھا
جو نہی قدم رکھا میں سوے باغِ یا نصیب
لے بیچے کو ہاتھ دیں باغباں اٹھا
میں جس کے آگے بیٹھ لگا کہنے حالِ دل
اپنے ہی دل کے غم کی وہ داتاں اٹھا
مشہور ہے یہ بات کہ جی ہے تو ہے جہان
آپہی اٹھے جہاں سے تو گویا جہاں اٹھا
بوئے وفا و رنگِ محبت نہیں ہے یاں
یارب تو اس جہن سے مرا آشیاں اٹھا
پہنچے گی تیرے گھر ہی جو چاہے گی دختِ ناز
مت جا کے سوزِ منت پیرِ مغاں اٹھا

لہجہ ۱: اے سوز

لہجہ ۲: اسکتیں کہیں

لہجہ ۳: لے کر وہ قصد کو تیر و کماں اٹھا (کڑا)

لہجہ ۴: پہنچے گی دختِ رزہا جو چاہے گی تیرے گھر۔

جو تصد پینے کا خیموں میں تم شراب کیا کوئی کہے مجھے دیوانہ اور کوئی مجھ کو
تو ہم نے غم کے انگاروں پہل کباب کیا سوال دل شکنی کا میں کیا کروں تجھ سے
مرا تو نام ترے عشق نے خراب کیا جو میں دکھاؤں تو پتلا ہے اپنے دل کے داغ
کہ تو نے کون سے نقصان کا جواب کیا دکھائے داغ جولاہ نے بے حساب کیا
کسی سے ہونہ سکا سوز بیگنہ کا قتل
یہ کام آپ ہی کا تھا بڑا صواب کیا

ولا تو کب تیں مسیر اجر جلائے گا میں پوچھتا ہوں کبھو تجھ کو چین آئے گا
خیرا آہ کا تیری تو عرش تک پہنچا کہاں ملک تو ملا نکلت کا دل سے گا
تمام اہل محلہ ہیں بے خور و بے خواب یہ رت جگا تو نہیں کب ملک جگا دے گا
خدا کو مان ذرا صبر کر نہ ہو بیتاب تڑپہم تڑپہم کے مرے سر پہ کیا تولدے گا
تجھے کہتا تھا کہ معشوق بیوفا ہیں سب یہ جانتا تھا کہ تو ان سے دل لگا دے گا
کہا نہ مانے تو اس کی نیچر ایسی ہے ہاں کرے گا جو کوئی اپنے کیے کو پادے گا
تمہارا نام تھا جیسا کہ سوز دیے جلے
دلے کریم لگی کو تری بجھا دے گا

لے ح جو تو نے پینے کو تصد شراب ناب کیا لے م کوئی کہے ہے ہیں مست اور کوئی ہنسیلا
لے م اپنی لے م کہ میں کسی کے بھی نقصان کا جواب کیا لے م تو لائق ہے
حال دل تجھ کو لے م مراد لے م جگر لے م یہ شرم میں نہیں ہے
لے ح تجھے میں کہتا تھا لے ح کہ جانتا تھا کہیں جان تو گنوا دے گا
لے ح اس کی ہی سزا ہی ملے لے ح یہ شرع میں نہیں ہے۔

دل کے اس بد خو سے جب تو غوار رسوا ہوئے گا
 عہدِ دہیاں تجھ کو تب معلوم اس کا ہوئے گا
 حق خدمت میں مرے وعدہ کر دہو قتل کا
 تم سے یہ ہی کچھ تو ہوگا اس سوا کیا ہوئے گا
 دیکھ کر تیور مرے طفلی میں کہتا تھا ادیب
 ایک دن مجنوں صفت یہ سر پہ صحرا ہوئے گا
 میں دل نازک کی کرتا تھا بغل میں پرورش
 مقرب کو ہے گماں اس پاس مینا ہوئے گا
 گریو نہیں گرتا رہے گا میری مرگاہ سے سرشک
 سو جھٹتا ہے ایک دن یہ قطرہ دریا ہوئے گا
 محو کو تیرے نہیں ہے دین و دنیا کی تلاش
 کھو چکا سب کچھ وہ جن نے تجھ کو پایا ہوئے گا
 سوز کو ناصح ملامت سے تری پروا ہے کیا
 الفتِ خواہاں سے گو رسولے دنیا ہوئے گا

سزا پر شام آئی اب ملک منزل نہیں پاتا کہاں بستر بچاؤں یاں کسی کا دل نہیں پاتا
 مڑول دوستی کے تخم سے معمور ہے یارو کہاں بوؤں کسی گلشن کو اس قابل نہیں پاتا

رسوا ہوا خراب ہوا مبتلا ہوا وہ کون سی گھڑی تھی کہ دل سے جدا ہوا
 ہر آن تیغ و تیر کے رہتلے سے سامنے یہ خوں گرفتہ تجھ سے بھلا آشنا ہوا
 گالی سے آشنا جو نہ تھا مارے شرم کے اب قتل کو ہمارے وہ یوں بہہ ہوا
 وہ مجھ کو دیکھتا تھا کاہے کو سچ کہوں چھپ کر صنم کا دیکھنا مجھ پر بلا ہوا
 سینے میں جب تلک تھا مجھے دل کی تھی خبر کیا مجھ سے پوچھتے ہو خدا جانے کیا ہوا
 جا کر کہا کسی نے کہ بوسہ تو بھی مولا کہنے لگا کہ پنڈ تو چھوٹا بھلا ہوا
 پر اتنی بات کہتے ہی رو کر کہا کہ حیف
 تو تا ہمارا اڑ گیا کیا بولتا ہوا

دور سے دیکھتے ہی دل دھڑکا یار پایا سہی دے لڑکا
 دیکھو میں کھڑا ہوں کالے کوس دیں پہچان کر مجھے بھڑکا

بھوٹ باعث ہے بقراری کا دکھ نہیں مجھ کو انتظاری کا
 غمیر یعقوب اور کیا جانے حال عاشق کی چشم جاری کا
 کیوں نہ مرگاں طفل اشک دیں شوق ان کو ہے نے سواری کا
 کھوٹے ہے سر کو پاؤ گاڑ کے شمع بس کہ دعویٰ ہے تا جداری کا
 کاش دامن تلک ہی پہنچے ہاتھ کس کو دعویٰ ہے ہلکاری کا
 کہہ رہا میں کہ باز آئے دل اب تو پایا مزا نہ یاری کا

لے ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰

لے ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰

اب نہیں جاے دخت سینہ سوز
توڑ ٹانگہ نہ زحسم کاری کا

عاشق ہوا اسیر ہوا مستلا ہوا کیا جانے کہ دیکھتے ہی لکے کیا ہوا
سرخِ ظلم تم نے کیا مجھ کو واہ واہ تقصیر یہ ہوئی کہ ترا آشنا ہوا
دل تھا بساط میں سو کوئی اسکو لے گیا اب کیا کروں گالے مرے اشد کیا ہوا
پاتا نہیں سراغ کروں کس طرف تلاش دیوانہ دل کدھر کو گیا آہ کیا ہوا

گر دل زار کا مسکن ترے در پر ہوتا تو میاں جان یہ کس واسطے درد ہوتا
اس قد مجھ کو پریشانی تا سکتی تھی جو تری زلف کا سایہ مرے سر پہ ہوتا
کیا ہوا نفع الہی مری پیدائش ہے نہ ہونا ہی مرا از ہمسہ بہتر ہوتا
سوز کو آتنا جلا نا بھی کہیں واجب ہے
کشتنی تھا جو ترے حکم سے باہر ہوتا

گفتگو کا تری حاصل ہی گیا ناصحا یا رے دل بل ہی گیا
دل اکیلا نہ گیا سینے سے ہو کے خوں اشک کے شال ہی گیا
جلد اٹھا نہ ترے گھر سے رقیب ہو کے چھاتی پہ مری سل ہی گیا
تیرے کوچے میں نگہ سے تیری آیا جو کوئی سو گھسٹل ہی گیا
بیقراری کی لکھی جب سے شرح لے کے نامہ مرا بسمل ہی گیا

دین و دنیا کو نہ پوچھو ہم سے کیا رہا پاس کہ جب دل ہی گیا
سر کو لایا تھا میں دینے کے لیے
کیا کروں سوز وہ قاتل ہی گیا

عشاق تیرے سب تھے پر زار تھا سو میں تھا
دُخل شہیدوں میں تو ہو ہو لگا کے سب تھے
سنبھل کے بیچ میں دل تیرے نہ تھا کسی کا
مجھ گھر میں غرض مطلب کس کی نہ تھا زبان
داغ محبت لے گل جیتا ترانہ جگ میں
گو عشق کے تھائے عشاق اب مقرر ہیں
مجھ عشق میں نصیحت سب یا رہا مانتے تھے
کا قری زبانی اکثر ہیں لیک جوں شمع
جگ کے خرابانہ انداک خوار تھا سو میں تھا
شمشیر ناز سے پرانگار تھا سو میں تھا
نرگس کا ایک تیری پیار تھا سو میں تھا
دیر چو تیرے نقش دیوار تھا سو میں تھا
دُخاں جس کا سینہ گلزار تھا سو میں تھا
اول زباں چیں کی اقرار تھا سو میں تھا
ناصح کے پر سخن سے بیزار تھا سو میں تھا
ہر آنکھ میں جس کی زناں تھا سو میں تھا
اس میکہ میں گلے لے سوز ہم نہ ہیکے
سب مت دیخو تھے ہشیار تھا سو میں تھا

جہاں کی دوستی غیر از غبار دل نہیں پاتا
بہت اس سلسلے میں بے سُر پاسداری ہو میں
مرا دل دوستی کے غم سے معمور ہے یارو
میں تنہائی سوا اس بحر کا ساحل نہیں پاتا
پریشانی سوا کچھ زلف سے حاصل نہیں پاتا
کہاں بوؤں کسی گلشن کو اس قابل نہیں پاتا

۱۔ ع: پیار تھا ۲۔ م: البتہ ۳۔ م: انگار ۴۔ م: تھے مقرر
۵۔ م: دل سے تری نصیحت ۶۔ م: غزل ۷۔ م: میں نہیں ہے۔

... پیاسا خون دل پیتا ہوں اس غم سے کہیں اک دم میں بھی اب نخر قاتل نہیں پاتا
 بھٹکتا روح مجھوں کی طرح پھرتا ہے کیا باعث
 بجز آوارگی کیا سوز تو منزل نہیں پاتا

جب خیال آتا ہے اس نل میں تے اظوار کا
 دکھتا ہوں یا میں جس گھر میں تجھ کو جلا رہا
 عاشقوں کو شیخ دین و کفر سے کیا کام ہے
 ملک دکھا دے اپنی ساتی چشم میگوں تو اسے
 بس کہ پوچھوں ہوں میں اپنی چشم خوں آلود کو
 آخدا کے واسطے اس بانگین سے درگزر
 سر نظر آتا نہیں دھڑ پر مجھے دو چار کا
 ہر کو داں حکم ہے خار سہ دیوار کا
 دل نہیں دابستہ اپنا سب دوتا کا
 محسب ہو جائے بندہ خانہ خسار کا
 جائے کام ہر ایک تختہ سیر ہے گلزار کا
 سوز گل میں یوں کہا دامن گہ کر یار کا
 تند ہو بولا وہ بالکا چھوڑ دامن کو مرے
 راست ہوتے بھی کہیں دیکھا ہے خم تلوار کا

عشق تھا یا کیا تھا جس سے دل اٹکتا ہی ہا
 رات جب خضم ہو میرے پاس اٹھ کر چلا
 بوسہ خسار کا وعدہ کیا کس سے وفا
 تاب کس کو ہو کہ تیرے درد سے آگے جاسکے
 کون سی بھٹی ہجر کی ساعت کہ تب حشر بھر
 جس کو تیں گھر سے نکالا وہ بہ امید طلب
 خار ساینے میں میرے کچھ کھٹکتا ہی ہا
 میں نچھوڑا اس کا دامن وہ بھٹکتا ہی ہا
 کان کے موتی تلک تیرے لٹکتا ہی ہا
 جو ترے کپے میں آیا سر شکتا ہی ہا
 آندوئے وصل میں یہ دل بھٹکتا ہی ہا
 ہر قدم پر راہ چلنے میں بھٹکتا ہی ہا

یار گھر آیا پر دیکھا نہ اس کو بھر نظر دکھا، ہوش میں آؤں میں جب تک وہ شکستہ ہی رہا
 کیا بقول سوز الفت کی غلش تجھ سے کہوں
 خار سایہ میں میرے کچھ کھٹکتا ہی رہا

خط بولنے کو اس لیے کچھ اڑاں نہ گئے گا
 جس روز کیا چہرے کو تیرے نظر انداز
 درپے سرد سماں کے نہ عاشق ہوں کہ کوئی
 مت روز قیامت سے ڈرا مجھ کو تو ناصح
 عیسیٰ کو یقین ہو کہ نہ جاوے گی تب عشق
 اس دل کی حقیقت کا جو شہرہ ہو جہاں میں
 بے بیٹھے ہر دل ہی بھی کوئی چیز کو لے توڑ
 قیمت میں کم از محل بدخشاں نہ کئے گا
 پھر مرغِ چمن سیرِ گلستاں نہ کئے گا
 اس سر کو بجز تیغ کے ساماں نہ کئے گا
 وہ روز عذابِ شبِ جبراں نہ کئے گا
 وہ درد کا میسے کہ جو درماں نہ کئے گا
 پھر دل کوئی وابستہ خواہاں نہ کئے گا
 جو تو نے کیا سو کوئی ناداں نہ کئے گا

نہ دانہ ساتھ لے صیاد تو نے دام لیتا جا
 اگر دل لے چلا دل کی غلش مت چھوڑ سینے میں
 نہ تھی توفیق اگر بوسے کی تو اتنا ہی کہے ابنا
 اگر لے نالہ تو چاہے کہ اس کے گوش تک پہنچے
 ہوا میں دل کے لے جانے پر راضی تیری خاطر
 خیال ان اکھڑوں کا چھوڑ مت مرنے کے بعد
 جو چاہے من بچے تجھ کو اذیت دیں نہ لے و غلط
 گلی میں سے کدے کی سوز کا تو نام لیتا جا
 چمن میں ہم صغیروں کو مرا پیغام لیتا جا
 سحرے جا نہیں سکتا تو اس کو شام لیتا جا
 جو آیا ہے تو خانی مت پھرے دشنام لیتا جا
 اثر تھوڑا کہیں سے کر کے قرضِ دیوان لیتا جا
 کہا بک تھا کہ ساتھ اس کے مرا آرام لیتا جا
 دلا آیا جو تو اس میکدے میں جاؤ لیتا جا

لحم، غلہ، روٹ، اس کے لحم، کہہ دیتے لحم، پیغام لحم، شام لحم، تاقی

قدم داں بن ہے بہت حال برا شیشے کا ساقیا پہنچ کر دل آب ہوا شیشے کا
 ڈھا ہتا کیوں ہے عبث میکدہ متاں کو محسب تجھ کو مگر دیو لگا شیشے کا
 یا کیا جانے کس کس کے یہ منہ لگتا ہے اپنے منہ سے تو کبھو منہ نہ لگا شیشے کا
 شیشہ ٹوٹا تو لیا دل کو دیت ساقی نے مجھ سو اس نے دیا خون بہا شیشے کا

ہمسری گردن محبوب سے رکھتا ہے وہ
 سوز اس واسطے گھونٹے ہے گلا شیشے کا

لگے ہے جام جو منہ دل ہر آب شیشے کا لبوں سے اس کو لگالے ثواب شیشے کا
 کیا میں کام نہ کر لے کاراں ساقی سے خدا کرے کہ ہو خانہ خراب شیشے کا
 عوض ہے دل شکنی کا بہت محال لے یار جو شیشہ ٹوٹے تو کیجے جواب شیشے کا
 یہ گفتگو تو نہیں خوب بزم میں ساقی دہن تو باندھ لے ظالم شباب شیشے کا
 ہوا ہے غم سے مرا آب آب دل لے سوز کبھو جو بزم میں ٹوٹا حباب شیشے کا

آہ پر آہ نالے پر نالا عشق صاحب نے میرا گھر گھالا
 تم نے دل کو پھنسا یا زلفوں میں انکھڑیو ہو تمہارا منہ کالا
 توجہ کہتا ہے مجھ کو رو رو کر بے ادب نے حشراب کر ڈالا
 میں تو روتا نہیں ہوں مت بھنلا موتیوں کا گلے میں ہے مالا
 آہ کو تو موس بھی ڈالوں کیا چھپاؤں یہ چشم خوں پالا

میرے شعروں میں ہے جو کیفیت
 اس کو سمجھے گا کوئی متوالا

کہتی ہے میرے قتل کو یہ بے وفا حنا
 پیائے شعور چاہیے تزیین کے لیے
 گر قتل کر کے خون پھپھایے ہو تو مرا
 آمان قتل بے گنہاں سے تو درگزر
 پوچھ اس سے ملک ان نے ترا کیا کیا حنا
 تھا مستحق خون مرا یا بھلا حنا
 دو چار دن نہ ہاتھ کو اپنے لگا حنا
 رہتی نہیں ہے ہاتھ میں پیلیے سدا حنا
 تو سوز پائے بوس کی حسرت لے درگزر
 لٹے ہے اب تو ہاتھوں کا اس کے مزاحنا

دیکھ کر جو مر گئے ہیں تیرے پوروں پر حنا
 دست رنگیں کی تھائے دھوم ہر چاروں طرف
 بانہیوں ہاتھوں میں جا کر ان کی کوڑوں پر حنا
 ان نوں آفاق میں ہے زور شوروں پر حنا
 یہ گراں ہو عہد میں اس یار فدا کے
 ہاتھ آتی ہے جہاں میں اب کوڑوں پر حنا
 یوں لگا فدا تو لے مشاطہ اس کے ہاتھ کیا
 اس صفائی سے لگے ہرگز نہ ڈوروں پر حنا
 دل نہ دوں اس کو سو یہ طاقت بھی اب مجھ میں نہیں
 کیا کہوں لے سوز ہے گی اب تو زوروں پر حنا

میں رات میری جان تیری یاد کرتا تھا
 کہیں سچیاں یا پر خانہ میرے ہاتھ لگ جائے
 کبھی خوش ہو کے ہنستا تھا کبھی کڑھ کر دکھاتا تھا
 پلکتا تھا وہ نادک جب میرے دل سے گزرتا تھا
 مبادا دیکھ لیوے اشک خونیں اور ڈرجائے
 اٹھا آ نکھرے ہاتھ جلدی مٹھ پڑھرتا تھا
 اسی دہشت کے کہ بیٹھے نہ کیوں اماں کھایا تھا
 جو غٹ ل اٹھتا تھا اسے دامن میں بھرتا تھا
 بھلا اب سوز اور تم دونوں کیسے پلٹے بیٹھے ہو
 جو ہم کہتے تھے یوں ہی تو خفا ہو کر مکتا تھا

جا جا میرے پاس سے تو جا جا
جا بیٹھ انھیں کے پاس دور ہو
ہر جا سی سی کا ترسی سفلے (کڑا)
جا اٹھ دور ہو کہیں دفع ہو
پہلے جو قرار لکھ کیا تھا
غربا سے کام کیا تجھے چل
تو یہ جو تجھے کہوں میں آجا
جو یہ کہیں لب سے لب ملاجا
اب کوچے بکوچے دل کا باجا
اوروں کو نہ خاک میں ملاجا
اس کو آنسو سے لے مٹا جا
تجھ کو کہتا ہے اب تو راجا

دل کشتہ ہوا ہے
میاں تیغ لگانی ہے تو جڑوے
تہر درویش و جان درویش
کیا اچھی طرح سے مجھ کو بوجھا
کچھ بھید کھلا اسے عدم کا
ہے کس کو بھروسہ ایک دم کا
شکوہ کیا ہے ترے ستم کا
بندہ ہوں میاں ترے کرم کا
بجو ادے ستوز کو بس شہرت
واقع تو ہوا ہے زیر و بم کا

ایک بندہ جہاں میں ہے واللہ
صبح سے شام تک غریبوں کا
وعدہ لا الہ الا اللہ
بھائی کہتا ہر ایک غربا کو
آصف جاہ ناظم دکنی
آصف الدولہ نام ہے جس کا
غور پرداخت کام ہے جس کا
ذکر قسطنطنیہ مدام ہے جس کا
یہ تلمط کلام ہے جس کا
ایک ادنا سلام ہے جس کا

اور انگریز مرہٹا کیا ہے جو ہے سو پائے نام ہے جس کا
اور تو اور سوز سا وحشی
ان دنوں دل سے رام ہو جس کا

محبت کو دایم بلا جانتا تھا پھنسا میں تو آپھی یہ کیا جانتا تھا
چلا مجھ سے دامن پھرا کر بھلا دل تجھے میں بڑا آشنا جانتا تھا
مجھ سے تجھے بے وفائی تھی کرنی ارے تجھ کو اہل وفا جانتا تھا
وے گرم جوشی سے تری تھا دھڑکا کہ آخر کرے گا دغا جانتا تھا
دغا کھائی آخر دغا کھائی آخر میں کیا جانتا تھا میں کیا جانتا تھا
دلا سا تو دے سوز کو چلتے چلتے
مگر تو جگر ہی جلا جانتا تھا

الہی محبت کو لگ جائے لو کہ اٹھتا ہے ہر دم جگر سے بھبھوکا
قریب محبت نے مجھ کو پھنسا یا میں بھولا میں بھولا میں چوکا میں چوکا
جو فرزند دل بند ہو تو بھی اس سے الہی نہ دل بند ہوئے کسو کا
جسے یوسف مصر کہتا ہے عالم وہ نقشہ تھا پہلا مرے ماہر کا
نہیں سیر ہونے کا الفت سے تیری کہ روز ازل سے ہوں الفت کا بھوکا
کہاں تک کوئی خون دل پیوے اپنا دم واپس سوز نے لو ہو تھو کا
زباں ٹھہر کر اتنی بلبک زبوں ہے
یہ چرچا پڑے گا تری گفتگو کا

کیوں میرے یار تو نے دیکھا میرا دل نار تو نے دیکھا
صحرا شہدائے اٹل رہا ہے تازی کے سوار تو نے دیکھا

میری آنکھوں کے تو آگے سے اب اے ماہ نہ جا
گرچہ جاتا ہے رقیبوں کے تو ہمراہ نہ جا
کیا قسم تجھ کو کھلاؤں کہ تو مانے گا نہیں
پد مرا مان کہا آج تو دانش نہ جا
کس کے بہکائے سے تو کوئے وفا سے پٹا
کس نے بد راہ کیا تجھ کو کہ اس راہ نہ جا
ہے رہتا ہے رقیبوں کے تو پیائے شب روز
پیارے یہ لوگ برسے دیکھ تو ہر گاہ نہ جا
جو تو جادے گا تو مرجائے گا یہ سوز غریب
آنہ جاد واسطے اللہ کے اے ماہ نہ جا

گیا جانے مٹی جہاں نہ ہرگز غم تھا نے کوئی عدد تھا نہ کوئی ہمد تھا
تھی آہی آپ شرکت غیر بغیر چلے ہی اب وہیں کہ کیا عالم تھا

مرا قتل کیا بے وفائی نہ چاہا وہ کب چوکتا تھا خدا نے نہ چاہا
بڑا داد تھا آج بوسے کا لیکن کہوں کیا حیا بے حیائی نہ چاہا

وہ مجھ سے ملا چاہتا تھا و لیکن کسی یادِ نا آشنا نے نہ چاہا
 وہ البتہ اس سوز کو قتل کرتا
 قدر نے نہ مانا قضا نے نہ چاہا

آنکھیں بھی میسر لگ جا بے وفا
 یا تو تو مجھ بن سمجھ رہتا نہ تھا
 راست کہتا ہوں کہ کج بازوں نے ہاں
 جیت تجھ کو شرم کچھ آئی نہ جیت
 آگ میسر تن بدن میں پھینک گئی
 دل سے زیادہ کس کا شکوہ کیجیے
 بے وفا یا بے وفا یا بے وفا
 یا مجھے دل سے بھلا یا بے وفا
 تجھ کو اب بانٹکا بنایا بے وفا
 جو ہوا سب سے پرایا بے وفا
 آہ یہ کس نے لگایا بے وفا
 ہو گیا اپنا پرایا بے وفا
 خاک چھانے گا نہ پاؤں گا کبھی
 سوز کو تو نے نہ پایا بے وفا

تیرے ہاتھوں میں جلا او بے وفا
 اس قدر بے رحمی پایا بے وفا
 ایک دل رکھتا تھا میں اپنی بسا
 اب کوئی ہمدرد یاں میرا نہیں
 سر سے صدقے کہہ کے اپنے پھینک دیے
 میں کہاں اور بوسہ تیرا واہ وا
 واہ وا ہی واہ وا او بے وفا
 آغذا سے ڈر گئے آ او بے وفا
 سوا سے تو لے گیا او بے وفا
 کیا کروں تو ہی بتا او بے وفا
 میں ترے صدقے گپٹا او بے وفا
 مجھ کو مت تہمت لگا او بے وفا

لے لے یہ غم میں نہیں ہیں۔

تیری محل میں گیا کس روز میں کان تیرے کب لگا او بے وفا
تو نہ حاضر ہے اسی سے پوچھ لو میں نے کب بوسہ لیا او بے وفا
نہ جھنڈا ہو کوئی کر چکے بدنام اب پھوڑوں گامیں
یہ نہیں پھر جاؤں میں کیا او بے وفا

اشق و دردِ نینھی نگاہ او بے وفا کیا کیا میں نے گناہ او بے وفا
سب سے لیے دوستوں سے روٹی واہ وا ہے واہ واہ او بے وفا
کہتے ہو سر کاٹ لوں گا توڑ کا کاٹتے ہی خواںخواہ او بے وفا
یہ تو اس کی آرزو ہے روز و شب نکلے نہ آہ او بے وفا
پھر تامل کیا ہے جلد ہی کیجیے دیکھتا ہے کس کی راہ او بے وفا
تو تو راضی ہے اپنے قتل پر
پر تو ثابت کر گناہ او بے وفا

جودل چاہتا تھا سو ہونے نہ پایا کبھی پانوں پر اس کے سونے نہ پایا
رقیبوں کے ڈر سے مبادا نہ کہہ دیں کبھی کھول کر دل میں رونے نہ پایا
کیا میں نے غفلت سے قاتل کو رسوا کہ خوں اس کے دامن دھونے نہ پایا
کنارہ نہ تھا اس جہاں کا ولیکن قدم رکھ کہ ان غافلوں نے نہ پایا
عجب چیز تھا تو کس سے کہیں ہم
وے اس کو ان مشفقوں نے نہ پایا

لے یہ غولم، میں نہیں ہے شہم، جو کچھ اب کے ہوتا تھا ہونے نہ پایا شہم، جو کچھ اب کے ہوتا
تھا ہونے نہ پایا۔ شہم، عاشقوں۔ شہم، غافلوں۔

کیا ہے جب سے خالق نے زمین و آسماں پیدا
 نہیں تجھ سا ہوا کوئی جہاں میں مہرباں پیدا
 چمن تم کو مبارک ہم صغیر و ہم کو جانے دو
 کیا ہے اشکِ خوئی ہی سے ہم نے گلستاں پیدا
 یہ محبوبوں کی خوبی عاشق صادق کے دم سے ہے
 چمن سرسبز کب ہو گرنہ ہو دے باغباں پیدا
 سرا پر شام آئی پانوں تھک کر رہ گئے میرے
 کہاں سے اب کروں یارب سرخ کارواں پیدا
 نہ دے تکلیف جی پرستوں کے لے دل ترحم کر
 نہ ہوئے گا کبھی دنیا میں پھر ایسا جواں پیدا

لے شمع تجھے جن نے کہ پر نور بنایا
 ہم آج سے منوم نہیں روزِ ازل سے
 ناصح جو لگا کھینچے بہرِ اذِ شہیں
 لیکن یہ رکھا تھا تری تصویر میں عالم
 قسمت کے مصور نے بھی جری تری تصویر
 گھر کا جوا اٹھاتے ہو تم لے شیخ جی یہ بوجھ
 ان نے دل پر دانہ کو پر شور بنایا
 عشم سے دلِ عشاق کو معذور بنایا
 ہر ایک کے کھڑے کو بدستور بنایا
 دیکھے سو کسے عقل سے معذور بنایا
 کھینچی تو میاں تجھ سے مجھے دور بنایا
 جو رو کا تھیں خراج نے مزدور بنایا
 ہیں شادی و غم ایک سے نزدیک انھوں کے
 اے تہذیب جھیں یار نے مسرور بنایا

لے کہا لے، انجواں لے، معذرت لے، انگڑوں لے، چہ لے، نہ دے تکلیف پایا
 تہذیب اپنے ترکم کر وہ نہیں جوتے ہیں پھر دنیا میں ایسے بے زبان پیدا لے، مری اور تری تصویر -
 لے، بہت لے، م جو تہذیب کو سب حال میں مسرور بنایا۔

بل بے قاتل ترا سراہوں ہیا حضرت عشق تم نے مار لیا
 زندگانی اب کی بخشی ، پر تیرا مارا بھلا کہیں بھی جیسا
 تا قیامت نہ آیا اس کو ہوش جس کو اک جام تو نے بھر کے دیا
 جتنے ہیں زخم سب کا مرہم ہے زخم مرزاں بھلا کسی نے سیا
 پھر قدم اس کا آگے کو نہ پڑا جس کو تو نے کھجو پکار لیا
 اے میاں عشق میں ترے صدقے تو نے یہ کام کیا ہی خوب کیا
 سوز کی تم نے دیکھی کچھ جلدی
 زہر کا گھونٹ کس مزے سے پیا

تیرا سکھڑا مجھے دکھائے خدا یا تو دکھلا دے از برائے خدا
 لاکھ باری مروں میں تیرے لیے لاکھ باری اگر بھلائے خدا
 دل کو میں جانتا تھا اپنا جگر دل نہیں ہے کوئی بلائے خدا
 مجھ کو ابھار دیا پری رو سے کیا کیا تو نے مجھ سے ہائے خدا
 دل کی تکی لگاؤں ستوز دو ہیں
 قید سے گر مجھے پھڑائے خدا

مگر سوز کے دل میں کچھ درد تھا کہ چہرہ بہت آج کچھ زرد تھا
 یہ آتش مرے دل میں تھی مشتعل کہ دوزخ کا بازار بھی سرد تھا
 بظاہر تو اک منہی تھا ولے جو پچ پچھے تو بڑا مرد تھا

لہم تو ہی دکھلائے یہ شرم، میں نہیں ہے شہ یہ غزل میں نہیں ہے۔

کس نے تجھ کو بھل میں آج لیا کس نے نیلم یہ تیرا لال کیا
 کس نے تجھ کو خن کیا پیائے بل بے کافر سرا ہوں تیرا ہیا
 کس نے چولی یہ تیری مسکائی ہاے یہ زیر پر وہ کس نے سیا
 ہونٹوں پر تو لگا ہے یہ کاجل کس کی آنکھوں نے تیرا بوسہ لیا
 کس نے یہ آکے تنوز کو پھونکی
 دیکھو مردہ تڑپ کے پھیر جیا

ہے بلبل عاشق گل شمع پر عاشق ہے پروانا
 سرا مجنوں ہے اپنی ذات کی یلی کا دیوانا
 خیال اس میں جو دیکھا میں تو کس کس ہروش کا ہر
 غرض کہنے میں تو یہ دل ہے ولیکن ہے پری خانا
 جو کیسے حال دل اپنا تو اس کو نمیند آتی ہے
 ہماری سرگزشت اس شوخ کو گویا ہے افسانا
 دل مسکیں مرا رہتا ہے اس کی زلف سے ابھرا
 خدا کے واسطے ظالم نہ کیجیو زلف کو شانا
 ہزار افسوس ہے اے تنوز اتنی بندگی پر بھی
 رقیبوں کو وہ اپنا جانتا ہے مجھ کو بیگانا

اس سے آگے تو کبھی اے تنوز تو نالاں نہ تھا
 گرچہ روتا تھا ولیکن اس قدر گریاں نہ تھا
 ن طوفان

اے غولم میں نہیں ہے۔ اے خرم میں نہیں ہے۔ اے نالاں

رات کو اے آفتاب بزم مشتاقانِ حسن
چاند تھا تیسرے مقابل پر نہیں چنداں نہ تھا
میں بھی کہتا تھا کہ ناصح کیا ہے کل دیکھا اے
آدمی سا دور سے لگتا تھا پر انساں نہ تھا
دل میں تھا گاہے کروں گا عرض حال اپنا اے
رو برو ہوتے ہی سب بھولا یہ کچھ نیاں نہ تھا

نئی اک طرح اپنی عشق میں ایجاد میں کرتا
نہیں مل چاہتا جو اس کو میں رسوا کروں انڈر
بسیا غنیمت اگر اس دل ویران کو ہے ہے
غیر از آصف الدولہ کہ وہ سلطانِ خواہاں ہے
غرض ہر طور روح عاشقان کو شاد میں کرتا
دگر نہ جو کیا مجنوں نے اس سے زیاد میں کرتا
دگر نہ رفتہ رفتہ حسن سے آباد میں کرتا
بتاؤ کون ایسا ہے جسے اساد میں کرتا
مرے دل کو وہیں لو کا سا اک آکر لپٹتا تھا
کبھی جو بھولے میرے سوز کی ہاں یاد میں کرتا

جو تو یہ نہیں آنکھیں چراتا ہے گا
مری جان کا بھی تو دشمن یہ دل ہے
مرے دل کو مجھ سے جدا گاڑیو ہاں
کہ یہ گور میں بھی حبلا تا ہے گا
تو حسرت بھرا جان حبا تا ہے گا
مرے پر بھی مجھ کو ستا تا ہے گا

۱۔ یہ غزل 'م' میں نہیں ہے۔

۲۔ اے بادشاہ بزمِ محمدانِ حسن

۳۔ مری جان کا اے دشمن یہ دل ہے۔

جہاں تھامات کو دل شام کے ہوتے دیں بھاگا
 خدا ہی جانے کس ہر دے اس کا عشق ہے لاء
 جگامت اے فغاں دل کو کہ اٹھتے سر کو پھوڑے گا
 قیامت مجھ پہ لادے گا جو یہ فتنہ کہیں جا
 عجائب داد بیکسوئی کی دی ہے تیرے عاشق نے
 ترے سینے کی خاطر سوکھ کر یہ ہو گیا تا
 فلک پر آج فل ہے کس کے ملنے کا کوئی پوچھے
 یہ ایسا کون بنتا در ہے جس کا بخت ہے جا
 کھلا دیں گے تجھے ہم دودھ چاول پیٹ بھر کر
 خدا کے واسطے جلدی خوشی دے ستم کی کاگا

بلانا ہی موسے مردوں کو جانا چلا ہوں آج میں مرنے کو یارو میں مرجانے کو خود تیار ہوں جان جہاں میں آشنا کوئی نہ پایا ملا بھی کوئی تو اپنی غرض کا پڑھیں دو چار بیتیں بے دلی سے کہ اچھے کون ہیں اس میں بُرے کون	و لیکن درد کا درماں نہ جانا مجھے کچھ اور تہمت مت لگانا و لے مردوں کا کیا ہے آزمانا جسے دیکھا اسے پایا بگکانا لے واجب ہوا میرا ستانا تو سن سن کر انھوں نے یہ نہ جانا مگر ستم سے انھیں گردن ہلانا
--	---

لے ح ، اصل کا کس کے کوئی پوچھو۔

لے ح ، مگر بے سم انھوں کو سر ہلانا

بکھلا سوز کو کس جا سے یارب کہ صر لایا اب اس کو آب و دانا
 نصیبوں میں مرے یہی لکھا تھا
 پڑھا کر سوز بیتیں عاشقستانہ

جو کوئی عاشقی میں ثابت قدم نہ ہوگا وہ خوش رہے گا ہرگز اس پرستم نہ ہوگا
 روئے گی عاشقی ہی سرخاٹ ال اپنے محبوب کو ہمالے مرنے کا غم نہ ہوگا
 گر آنکھ اٹھا کے دیکھو ہم عاجزوں کو حساب کچھ ناز کا تھا رے تیر تو کم نہ ہوگا
 گو تم کو اس نے چھوڑا عاشق کو موت کیسی بن موت جو مرے گا ہرگز عدم نہ ہوگا
 لکھا ہے کیوں حقیقت تو اپنی عاشقی کی
 اے سوز دہنے گا تو سر تسلیم نہ ہوگا

اب تو دم باقی نہیں اے جان آجا دیکھ جا نزع کا میرے بھی ٹمک آکر تماشا دیکھ جا
 دل کے دینے کی خوشی میری نہیں کچھ یاد ہے جان کے دینے کا بھی میرے مدارا دیکھ جا
 دیکھ تو کیسی خوشی سے جان پتا ہوں تجھے ایک دم تو آن کر میرے مسحا دیکھ جا
 سیر دیا تو ہمیشہ تجھ کو خوش آتی ہے لیک آنسوؤں کا میرے آکر موجد دیا دیکھ جا
 سوز تیرا بندہ دل سوز تھا سوا ب چلا
 پھر نہ دیکھے گا کبھی پھر آ کے آجا دیکھ جا

۱۔ ع، مستحق پر بھی اس کا ہرگز کم نہ ہوگا

۲۔ ع، غول م، میں نہیں ہے۔

۱۔ ع، شرح، میں نہیں ہے

۲۔ ع، شرح، میں نہیں ہے

سنا سکی نے کبھی منہ سے کچھ کلا دل کا
 نہ ہووے کیوں یہ پریشاں کہیں نہیں چلتا
 اکیلے چلنے میں خطرات ہیں ہزاروں میں
 شفق تھے یہ خدائیں لبوں میں نہسلا یا
 صبا نے منہ نہ کیا اس طرف کہوں کس سے
 ہزار داغ ہے میں بے حوصلہ دل کا
 ملا ہے زلف سے جا کر یہ سلسلہ دل کا
 چلے ہیں تخت جگر بن کے قافلا دل کا
 پہ کیا کروں نہ بھوٹا یہ آبلہ دل کا
 بہار بھی تو گئی خنجر کب کھلا دل کا
 بھلا قسم ہے تجھے توڑ اپنی سچ کہیو
 تمام عمر ملا کوئی آشنا دل کا

دل پر خوں اپنا لے تو چلو جو یا تو یا نہ لیا نہ لیا
 دیکھ اس کی جفا اور اپنیں وفا جیا تو جیا نہ جیا نہ جیا
 کہو ناصح جیب کسی تو دے کہ گریاں چاک نہیں جانا
 جو وہ کسی دے تو سی دے ورنہ دلا جو یا تو یا نہ لیا نہ لیا
 چلو مانگیں دل کو ساجت سے جو وہ دم کرے تو کرے شاید
 جو وہ لاپرواہ کرے دے تو نہ دے جو دیا تو دیا نہ دیا نہ دیا
 ہیں دنوں طرح ہو عیش و طرب جبے قبیے نہ بیے نہ بیے
 جو وہ ذبح کو دل میں سوچ کرے تو کیا نہ کیا نہ کیا نہ کیا
 چلو جام ہلا لے تو چلیں کہ اسے تو پی لے توڑ اسے
 جو شتابی اس نے مانگ لیا تو پیا تو پیا نہ پیا نہ پیا

ہوا فرق ایسے دریا میں جسے پایاں نہیں پیدا
 جلا ایسا تب غم سے دل سوزاں نہیں پیدا
 سبھی کہتے ہیں سب انسان میں ہر کچھ ہر قدرت میں
 پھرا میں سر سے پاتک چشمہ حیاں نہیں پیدا
 یہ دنیا خلقت انسان سے ہے معمور حیراں ہوں
 کسے کہتے ہیں انسان ایک بھی انسان نہیں پیدا
 عجب آفتش ہے میرے تودہ سینہ میں لے یارو
 لگے سو تیر غم اودیکسریکاں نہیں پیدا
 میاں سوزاں تری ہے جان کا پیر خدا حافظ
 کہ اس آزار کا دنیا میں اب درماں نہیں پیدا

بھلا فنا کدے میں آکے سوز کیا دیکھا
 یہ زندگانی ہی کھوئی کہ کچھ نفا دیکھا
 ہواں سے جاگتے جیتے یہاں تلک آئے
 یہاں سے جاتے ہوئے جوتا ہوا دیکھا
 جو غم کو کھاتے ہیں ان ہی سے پوچھیے لذت
 ملے نہ ہم نے کبھی اس میں کچھ مزا دیکھا
 اکیلے آئے اکیلے چلے خدا حافظ
 بغیر درد کوئی بھی نہ آشنا دیکھا
 کسی نے پوچھا نہ مجھ کو بجز خوش و خاشاک
 مگر مجھی نے عبت اپنا ہی جلا دیکھا

شرابی اپنی میں سلام میں ہرگز نہیں پاتا
 جو اس پر بھی گنہ بخشے تو اس کا نام ہے داتا
 بہت لوگوں کا مذہب ہے کہ خیر و شر ہر خالق سے
 نہیں وہ خالی سر اس کو ہے شیطان کھلا تا (کدا)

لے لے لے یہ غزلیں م میں نہیں ہیں

بشر تجھ کو کیا اس واسطے جو تجھ میں شر ماتا
 سوا تیرے کسی حیراں میں کچھ شر نہیں پاتا
 ہماری ہی صفت کی صورتیں محن ہیں موزی ہیں
 شال آئینہ وہ ہر یک کو سب صورت ہو دکھلاتا
 اگر کچھ ہوش ہو تو شر سے بھاگو شر بہت بد ہے
 ہے خالق خیر کا پرہیز اب شر سے ہو فرماتا
 بھلا اے سموز تجھ میں خیر کیلئے مجھ کو بتلائے
 کہ کوئی بھی صفت اچھی بھی میں تجھ میں نہیں پاتا

خدا حافظ اے دل ترے پیار کجی کا
 نرا بھوں ہلانے میں عاشق کو مارا
 اہل اس کا آ کر گلا گھونٹتی ہے
 بظاہر بتوں کی ہے شیریں زبانی
 جو دل نذر لیجاؤں ٹھوکر سے مارے
 مراد دل ہے ستر بان اس بیدی کا
 کیا ہنستے ہی ہنستے کیا سموز کو قتل
 میں قرباں ہوا جان ایسی ہنسی کا

دلا عزم تو نے کیا ہے کہاں کا
 کہاں چاند سامنے کہاں کا یہ سوچ
 گئی عرش تک آہ آگے بتاؤ
 میں پنجے سے پنجہ ملاؤں دو آنے
 کھڑا ہے یے نیمچہ آج بانکا
 بڑا فرق ہے ہاں زمیں آسمان کا
 یہ دل سیر کرتا ہے اس لامکاں کا
 تجھے ہاتھ ہے توڑنا تو انا تو اں کا
 مزا چکھوں لے سموز تیری زباں کا
 مزا چکھوں لے سموز تیری زباں کا

فلک کے نیچے دل شاد ماں نہیں دیکھا بغیر خار کوئی بوٹاں نہیں دیکھا
عجب فراق کے یاں لوگ بستے ہیں حساب کہ جن کے گھر میں کبھی یہاں نہیں دیکھا
زباں سے بر کہیں اور پھر اسے ماریں ایسا جواں نہیں دیکھا
جہاں میں رہتے ہیں ایسے بھی صاحب صمت جنھوں نے آنکھ اٹھا آسماں نہیں دیکھا

جلے بھنے بھنے پڑھتے ہیں شعر مجلس میں
سوائے تہذیب کے آتش زباں نہیں دیکھا

دل لے گیا شہ سوار میرا غفلت میں کیا شکار میرا
جو اپنے تئیں نہ بھولتا میں رہتا صبر و ستار میرا
اس تنہائی پہ رحم کر جان میں ہوں اور انتظار میرا
جاتا ہوں اب تو تیرے در سے دل رکھ تو یادگار میرا
اے باد صبا ادھر تو جانا جس جا ہو وہ غم گسار میرا
کہنا یہ کسے تری خاطر (کذا) تو نے ڈالا اجار میرا
کیا ہو جاتا جو عید کے دن ہوتا تو ہم کنار میرا
آخر روز حساب پایا ہے

لوں گا جو ہے قرار میرا

عاشق زار ترا زلف گرہ گیر ہوا عین آزادی میں پابستہ زنجیر ہوا
آپنی آنکھوں میں تو پاتا نہیں کچھ نقش و نگار ایک سے نقش کا آئینہ تصویر ہوا
بے پردہ بال سے مجھوں نفس ہوں صیاد ورنہ دل تنگی سے اپنی ہی میں دل گیر ہوا
تہذیب وہ تھا کہ کھلے جس سے جہاں کے عہد عاجز قوت سر پنجبہ تعذر یہ ہوا

لے لے سے غم میں نہیں ہیں۔

ڈالڈالساں یہ دل ہمارا آب ہو کر گل گیا برق کی مانند اپنی آگ ہی میں جل گیا
 بوالہوس دعویٰ بہت کرتا تھا اپنے عشق کا سامنے ہوتے ہی اس قاتل کے کیسا تل گیا
 ناتواں ہے دل اسے طاقت نہیں زنجیری زلف کو ٹک کھول دے جان تیرے بل گیا
 ایک عالم کے تو سینے میں پھپھو لے پڑ گئے کون تھا جو مونگ چھاتی پسجوں کے دل گیا

آبرو کے طور پر کہنے لگا ہے سوز شجر
 طبع میں جو دت جو آئی اس طرف کو چل گیا

یار بکدھر گیا دل غم خوار کیا ہوا ہر دم کی آہ سے مری بزار کیا ہوا
 میلے دل جو ٹوٹا تو ٹوٹا بلا سے جان ہوتا ہے کیف میں یہ مرے یار کیا ہوا
 کنج نفس میں تو نے بسیرایا ہے حیف کیوں عندلیب زار وہ گل زار کیا ہوا
 آتی نہیں ہے سوز کی آواز جو سدا
 کرتا تھا آہ آہ سو بیمار کیا ہوا

کیا دید کردوں میں اس جہاں کا وابستہ ہوں چشم خوں نشاں کا
 بھاتا ہی نہیں تیرے دل کو اپنے مذکور فلاں و بیہاں کا
 میاں مات کسی طرح تو کٹ جائے مذکور کرد کچھ اس جواں کا
 رشوا ہی کیا نہ آہ مجھ کو اپنا بھی نہ دل نے عیب ڈھانکا

تے ج ، چکاں

لے یہ غولم میں نہیں ہے

تے ج ، کچھ ذکر کرد اس جواں کا

تے ج ، یہ دل کو دانش

تے ج ، کیوں آہ جادیا تو نے (کڑا) : آنا بھی نہ تو نے عیب ڈھانکا

ہرگز نہ ہلا ترسی گلی سے ق مٹنوں ہوں جسم ناقواں کا
 اکٹہ روز کہا یہ میں نے اس سے اک بوسہ ہی ہے مجھے وہاں کا
 تلوار آٹھا کے کہنے لاگا ایسا تو یار ہے کہاں کا
 دوستو آگے سہل کے جانا
 بیٹھا ہے لگائے گھات بانکا

ہو اول کو میں کہتے کہتے دوانا کوئی دم تو بیٹھے رہو پاس میرے
 گیا ایک دن اس کے کوچے میں ناگ ہمارسی یہ آفت بتاں گی یہ نوبت
 دوانے کا بکنا نہیں معتبر ہے مجھے تو تمہاری خوشی چاہیے ہے
 پر اس بے خبر نے کہا کچھ نہ مانا میاں میں بھی چلتا ہوں تک رو کے جانا
 لگا کہنے چل بھاگ بے پھر نہ آنا بھلائی کا کچھ ہی نہیں ہے نہ مانا
 مری بات تم دل میں ہرگز نہ لانا تمہیں گو ہو منظور میرا کہرانا
 کہاں ڈھونڈھوں ہے کہ ہر جاؤں یارب کہیں دل کا پایا نہیں میں ٹھکانا

پھر موسم بہار نے نشوونما کیا پر تو نے اے صبا دل غنچہ وا کیا
 قاتل کے سامنے ہو عجب ہے کہ بچ رہا دانش دست تیغ سے اس کی بھلا چیا
 تاثیر کچھ نہ کی دل سنگ صنم میں آہ قاصد نے گرچہ حال سراسر سنا دیا
 گزری تمام عمر ہی ساغر کشی میں لیک یہ جام دست مرگ سے آخو نہ چا پیا

لے جا کر وہاں لے جا کر صحت کہا ہے میں نے اس سے تھکے یہ غریب میں ہیں ہیں

کس کو امید تھی کہ سلامت بچے گا تو
اے تو ز آج جانا ہے تیرا ہڑا ہیا

دل کے ہاتھوں بہت خراب ہوا جل گیا، بجھ گیا، کباب ہوا
جن کو نت دیکھتے تھے اب ان کا دیکھنا ہی خیال و خواب ہوا
یار اغیار ہو گئے الٹے کیا زمانے کا انقلاب ہوا
اشک آنکھوں سے پل نہیں ہمتا کیا بلا دل ہی دل میں آب ہوا
سارا دیوانِ زندگی دیکھا ایک مصرع نہ انتخاب ہوا
میں تو بے ہوش ہو گیا جب سے تیری صحبت میں باریاب ہوا
تو ز کچھ منہ بنا ئے آتا ہے
آج مجھ سے کا پھر جواب ہوا

بیل کہیں نہ جائیو ز نہار دیکھنا اپنے ہی دل میں پھول کے گلزار دیکھنا
نازک ہے دل نہ نہیں لگانا سے کہیں غم سے بھرا ہے مے غم خوار دیکھنا
جو ہوتا ہے کان سے دیکھا ہی آنکھ سے چپکا ہی رہیو لے لبِ اظہار دیکھنا
فلک وہ ہمیشہ ہی یار کے جوروں کا ہر گھڑی غیروں کے ساتھ شوق سے ہر بار دیکھنا
تو داک کی بات بھول گئی تیرا تو ز حیف
جو کچھ خدا دکھائے سونا چار دیکھنا

لے لے یہ شرم، میں نہیں ہیں

لے لے رہبات

لے لے یہ غزل، میں نہیں ہے۔

آج اس راہ دل رہا گزرا جی پہ کیا جانے کہ کیا گزرا
 آہ ظالم نے کچھ نہ مانی بات میں تو اپنا سا جی حبلا گزرا
 اب تو آیار بس خدا کو مان بپھلا شکوہ تھا سو گیا گزرا
 رات کو نیند ہے نہ دن کو چین ایسے جینے سے لے خدا گزرا
 توڑ کے قتل پر کمر مت باندھ
 ایسا جانا ہے کیا گیا گزرا

بھلا ہوا کہ میں آفاق میں حیر ہوا نظریں کوئی نہ لائے گاہے نظیر ہوا
 نہ بات پوچھی کسی سے کہ کوئی کیا ہے اگرچہ میں تو ہزاروں سے ہم صغیر ہوا
 اگرچہ میں تو چھٹا جان ہے کے قاتل کو دے برنگ خا خون دستگیر ہوا

کیا ہوا تجھ کو اے جوانی اے میں جدائی سے تیری پیر ہوا
 توڑ کو جانتے تھے ہو گا فقیر
 میر تو تھا دے امیر ہوا

یار گر صاحب و سنا ہوتا تو میاں جان کیا مزا ہوتا
 ضبا سے میرے غم رہا ہے اشک جہاں کا کیا بیاں کردوں احساں
 در نہ اب تک تو یہ مر گیا ہوتا یہ نہ ہوتا تو مر گیا ہوتا
 جو تھے مینے کچھ کہا ہوتا جو کہیں تیرا دل لگا ہوتا
 ہاں میاں جانتا تو میری قد

لے لے غلام، میں نہیں میں لے لے کیوں لے لے، سرشک

لے لے، تو توڑ کا قد

جو فکر قلم صفحہ پہ خلایق جہاں کا چاہے جو کرے وصف تیرہ کیا ہر زبان کا
 پہنچے ہو خیال اس کے کوئی وصف تک اپنا داں فخل فرشتے کے نہیں دہم و گماں کا
 اک نسخہ نویس اس کے مطب کا ہے میٹھا ہے علم مواد کے اسے سود و زیاں کا
 ہر شخص کسی کا دہن ایسا ہو کہ جس سے چھٹ اس کے دانشگر ہو بخشنہ جاں کا (۱)

ہر پوہ تن خلقت خاکی جو زباں ہو
 مقدر کسے ہر ترے احساں کے بیاں کا

دلا دریاے رحمت قطرہ ہر آب محمد کا جو چاہے پاک ہو پیر و ہوا صحاب محمد کا
 محمد علم کا گھر ہے علی اس کا ہے دروازہ غلام اس کا ہے تو جو کلب ہر باب محمد کا
 قدر حنا جو اپنا خم کیا بہر ساز اس نے ہو اس وقت ساجد کعبہ محراب محمد کا
 زمین آسماں ہوں (کیوں) نہ روشن نور سے کہ ہر یک پرتو خورشید صفت اب محمد کا
 کہا پیر خود نے موجب غم پیر گردوں کا یہ غنمی بارکش رہتا ہے اسباب محمد کا
 ادا کس کی زباں ہو سکے شکر اس کی نعمت کا دو عالم ریزہ جبین حق نے کیا قاب محمد کا

ہوا ہے تہو ز اہل بیت پر کیا کچھ نہ دم مارا
 خدا بن کون ہے آگاہ آداب محمد کا

دیکھ دل کو بھیر مت غلام کہیں دکھ جائے گا میاں بغیر از قطرہ خون اور کیا تو پائے گا
 قتل کی نیت کو گر آیا ہے تو کیا دیر ہے پر مجھے تو مار کر غلام بہت پھیتائے گا
 میں ہوں جو تیری جفا میں اس قدر رہتا ہوں مار در نہ دیکھیں گے مجھے تو دھونڈھ کر تولائے گا

پھر بھی کہتا ہوں تجھے یوں سوز کو آمت ستا
 مت ستا غلام کہیں تو بھی ستایا جائے گا

چلے ہو کس طرف ایک بار منہ کو موڑ کر جانا کیس مشرب میں ہر جلیتوں کو روتا پھوڑ کر جانا
 جو بیداری میں جاؤ گے تو میں اگر جانا بھی ہے تو مجھ کو سوتا پھوڑ کر جانا
 جو دل تھا سو تو اسکو لے چلے باقی رہی نکلیں انھوں کی بھیک کا سہ بھی ظالم پھوڑ کر جانا
 تنہا، آرزو، امید، حسرت، پیش کش تیری
 رہا اک رشتہ، آفت اسے مت توڑ کر جانا

یہی میں پوچھتا ہوں تجھ سے جانا کہ سوتوں کو ہے حاصل کیا جگانا
 پڑا سونے سے تار و ز قیامت جو چونکا بھی جگائے سے دوانا
 تو اپنے سر کو کھڑے گا اس سے نہ دیکھے گا یہ اپنا نے جگانا
 کسی کے دوڑ کر پھاڑے گا کپڑے کہے گا مجھ کو اس کا گھر بتانا
 کسی کے پاؤ پر سر رکھ کہے گا کہ مجھ کو ذبح کر کر یاں سے جانا
 تماشا تجھ کو یہ اچھا لگے گا بھلا لگتا ہے کیا یہ مسکرانا
 بچارے سوز کے پیچھے نہ پڑ جان
 کہیں جا اور کر اپنا ٹھکانا

رات کا احوال میں تم سے کہوں یا روز کا دیکھنا ہی دیکھ لو ہے وقت آخر سوز کا
 اب تو جاتا ہی جہاں سے لیکے انبار گناہ دیکھیے کیا حال ہو اس محبت اندوز کا

اتنا تو بول منہ سے یہ سوز کو ہوا کیا
 یارو بھلا تو دیکھو یہ ناتواں ہوا کیا

مکرو مرے دل میں کچھ درد تھا
یہ آتش مرے دل کی تھی مشتعل
میں دیکھا کہ چہرہ بہت زرد تھا
کہ دوزخ کا بازار بھی سرد تھا

نہیں بیکیاں پہ جو ہر نامہ ان نے تیر پر لکھا
ہوئی تبدیلی ہیئت یاں تلک غم سے جدائی کی
کہیں ہیں زلف کو سب یکے اس روئے مخطط پر
بچے کس طرح جی روز ازل کا تب نے قدرت کے
نہیں جبین جبین لے ماہ اس محراب ابرو پر
جگہ دی نالہ دل کو تری زلف چلیا میں
اشارہ قتل کا مجھ کو یہ کس تقصیر پر لکھا
کہ میرا نام مانی نے مری تصویر پر لکھا
یہ لام افزد کیوں قرآن کی تفسیر پر لکھا
ہمارا خون قاتل کے دم شمشیر پر لکھا
کتاہ زور اس مسجد کی یہ تعمیر پر لکھا
یہ مصرع کر کے موزوں ہم نے اس تحریر پر لکھا
خدا جانے کسے سمجھ اس کو پڑھ کر کیا وہ سمجھے گا
ہیں تھا خط کا لکھنا دور از تدبیر پر لکھا

جو غم دل کا مرے ہاں نہ ہوتا
غم و شادی نہ توام ہو تو یاں گل
اگر ہو وصل میں عاشق کو آرام
نہ کرتا قتل تو روز قیامت
تو مصروف ضیافت جاں نہ ہوتا
گریباں پھاڑ کر خداں نہ ہوتا
تو بلسل باغ میں نالاں نہ ہوتا
یہ لہقہ ادیار کا داماں نہ ہوتا
نہ جاتا سلنے اس سادہ رو کے
تو اے سوز آئند حیراں نہ ہوتا

ہو اے یار کو یہ اشتیاق آئینہ کا
ہما ہوں اس گدہ کی شکل سے بیزاد
ز شام تا بہ سحر ہے فراق آئینہ کا
کہ دیکھنا مجھے ہوتا ہے شاق آئینہ کا

تھائے چہرے کو دیکھا ہر جب سے خواب نے کیا ہے دید مقرر طلاق آئینہ کا
 رہی ہے خاۂ مشکل پر چشم اپنی کی ان بن کہ جیسے بی پر ہے رداق آئینہ کا
 سولے یار کی صورت نظر نہ آیا کچھ ہمیں جو دید ہوا اتفاق آئینہ کا
 دو چار ہوتے ہی کچھ کر دیا اسے مغرور مرے تو دل پہ ہے روشن اتفاق آئینہ کا
 زیادہ اس سے نہیں کوئی عیب تو لے سوز
 سمجھ میں اپنی جو آیا مذاق آئینہ کا

شکرگوں سے کسی کا تو زور چل نہ سکا پھنسا جو دام میں اٹک تو پھر نکل نہ سکا
 جہاں کی بیٹی میں دل ہم کو یہ ملا سولوں (۱) دے ادبے کسی دل سے میں بدل نہ سکا
 ملا جو نشو و نما جس کو اس جہاں میں ہائے یہ بھر عشق میں ڈوبا کہ پھر اچھل نہ سکا
 میں دیکھ دیکھ اسے اس قدر ہوا حیراں کہ مارے حیف کے دست نفوس مل نہ سکا
 کہوں میں سوز کا کیا حال تجھ سے لے بہم
 لگا جو تیرا سے جا سے اپنی ہل نہ سکا

آئینہ سے جو میں دو چار ہوا سر مخفی آشکار ہوا
 قاصدا راست کہ قسم کھا تو تیرے مکھڑے کے میں نشانہ ہوا
 اپنے نہنہ سے کہا کہ سوز کو میں
 مار ڈالوں گا جب سوار ہوا

گل تو جاتا رہا پہ حصار رہا مفت میں دل مرا تنگ کار رہا
 نقشہ لورا ترے تن کا ماہ گردوں پہ نسیم کار رہا

تجہ بنا میرے تن میں میری جان دل غم دیدہ نار زار رہا
در تک تیرے جا کے پھر آنا تہوڑ کا اب یہی شمار رہا

سنو تو تم نے کبھو ہم کو یاد بھی نہ کیا کبھو پیام و کتابت سے شاد بھی نہ کیا
ہمارا دل بھی صنم خاؤں سے ہی تھا میاں سپاہی جی تم نے جہاد بھی نہ کیا
لے تہوڑ مینو ترا دل وہ شوخ لے بھاگا
ذرا بھی منہ نہ لگا داد داد بھی نہ کیا

تو جو پوچھے کہ تیرا دل بتا کس نے لیا بس حیا آتی ہے مجھ کو مت لگا کس نے لیا
چورادہ سرنگی ہم آنکھیں نہیں پہچانتے مت خفا کہ مجھ کو جا پھر تجھ کو کیا کس نے لیا
مال میرا ہے ابھی میں بچپن لوں تو کیا کرو چٹا نکالی ہے یہ میری واہ وا کس نے لیا
باز آ اس گھٹکے سے لے لیا تو لے لیا بس مرا منہ مت کھلا کس نے لیا کس نے لیا
تو ہے یا میں ہوں یا دل تھا انھوں میں میرا تو ہی بتلا نہ کہ ہم میں سے چر اکس نے لیا
تہوڑ کو کل چوک میں دیکھا عجب احوال سے
پوچھتا پھرتا تھا میرا آشنا کس نے لیا

شہرِ حسن سے از بس کہ وہ محبوب ہوا اپنے مکھڑے سے بھگڑتا ہر کیوں خوب ہوا
ٹوٹ لہے جو کوئی رونے کو ڈر کے مارے آنکھ اٹھاتا نہیں کہتا ہوں کہ آشوب ہوا

صنم نے قتل جب میرا کیا تھا تو بارے خوں بہا ملک ہنس دیا تھا
اگر چہ مر گیا تھا میں اسی آن ولے ہنسنے سے اس کے جی اٹھا تھا

نہ پوچھو لطف کچھ اس کی ہنسی کا
کہوں کس منہ سے اس میں (کیا) مزا تھا
بہایا خون عاشق تیغ حبڑ کر
یہی پیار سے ہمارا خون بہا تھا
جو کچھ گزرا سو گزرا مت کہو تم
یہی کا تب نے قسمت کے لکھا تھا

نہ اپنوں نے کھوپچا نہ بیگانوں نے آدیکھا
ابھی اس جہاں میں کہ جزر و مد کیا دیکھا
یہ میری آنکھ کی تقصیر ہے میں دوس دوس کو
جسے غمخوار سمجھا میں اسے اہل دعا دیکھا
بھی آغا زین ماے گئے عشاق دنیا کے
ازل سے اب تلک کس نے کسی کا انتہا دیکھا
اٹھائے یا الہی اس جہاں مجھ کو اب جلدی
اب اس سے آگے کیا دیکھو گل باں سے میر خدا دیکھا
جما یا اس جہاں میں جب گیا شاکی گیا یارب
کونئی مداح دنیا کا کسی نے بھی سنا دیکھا
کسی کو اس نے تپے پر چڑھایا ہر تو دودن میں
بسان اوج فوارہ ہیں اٹا گرا دیکھا
جو اپنے دل میں مجھے آپ کو سب بڑا دانا
اسے اس گردش چرخ ستمگر سے پا دیکھا
نہتے تھے تجھے لے یا دنیا میں لگمت دل
کسی کو غم بجز سچ کہیو اپنا آشنا دیکھا

بھلا میاں سوز ہم سے راست بود عشق خواں میں
بجسہ درد و الم پھرا دہم نے کیا مزا دیکھا

آہ کے کرتے ہی جگر ہل گیا
اشک کے بہنے سے بدن چل گیا
بذراے نارک بدنی یا رکی
ایک ٹھوکے میں تلا تل گیا
ایک پھپھولا ہو تو پھوڑوں لے
سر سے بدن پاؤ تلک پھل گیا
دیکھ لیا تم کو بھی اب سوز جی
کونے میں بیٹھا تھا سو یہ جھل گیا

ب

کھولی گرہ جو غنچے کی تو نے تو کیا عجب یہ دل کھلے جو تجھ سے تو ہو لے مباحب
گل وا دھندلیب کو پہنچا تو کیا ہوا زیادہ کو مری ہے پہنچنا ترا عجب
اسلام چھوڑ ہم نے کیا کفر اختیار تو بھی وہ بت نہ رام ہوائے خدا عجب
فرزند اس زمانے میں ہوں کب پیکر صاف آئیے کو ہے سنگ سے ہونا صفا عجب
بائیں پہ تو مری نہ جگہ تنگ کر سیح یہ وہ مرض ہو جس سے کہ ہونا شفا عجب
بیگانہ دار آ کے ہو جا (کو) کبھو ہمیں تم بھی کوئی ہو جان مرے آشنا عجب

کی سیر ملک ملک کی اس سوز نے دے
لے شیخ سیکرے کی ہے آب وہو عجب

صاحبِ صمیمت کو نامحرم سے لازم ہو جاب محتسب آگے اسی خاطر نہیں ہوتی شراب
یار آوے گا تحمل کر ذرا تو سانس لے کیا بلا مارے تجھے لے سوز اتنا اضطراب
دل اجڑتا ہے تغافل اس قدر کیا خوب ہو اپنے ہاتھوں سے نہ کر لے گھر بے خانہ خواب
آپ لہراے بھولے ہو ساقی داہ داہ انتظارِ جام میں ہی ہو گیا بھن کر کباب
جاں لب ہوں پر ہی حسرت ہر دم بھی دیکھ لوں اب بھی کیا باقی رہا ہے کچھ اٹھانے کے قباب
یار آوے ہے تحمل کر ذرا تو سانس لے
کیا بلا مارے تجھے لے سوز اتنا اضطراب

مجھ کو دھوکا دیا دکھا کے شراب لے ان آنکھوں کا ہوئے خانہ خراب
 تشنہ لب کب تلک پڑا تڑپھوں آب شمشیر سے تو کمر سیراب
 اب بھی کچھ نہیں گیا ہوائے ساقی دیکھ بد مستیاں پلا کے شراب
 عقلِ ناصح کی دم میں ہوئے بسوز دیکھے دریائے غم کا گر گرداب
 سوز اتنا تو کیوں ہوا ہے نثر
 کیا تجھے بھول گئے صنم کے عتاب

کیا ہے اتنا بھی ادھر نہ پھراؤ صاحب لوجی ہم تم سے نہیں بولتے جاؤ صاحب
 چور پکڑا ہے بھلا کیا ہے بغل میں سچ کہہ اب کہہ جاؤ گے ہاں ہم کو بتاؤ صاحب
 دل نہ جاتا کہیں گر مجھ سے اسے ہوتا پیار یاد مت اس کی دلاؤ نہ رلاؤ صاحب
 فکر مت کھیو دیوانے کو ہو کافی ہے نام لے لے کے نہ سوتے کو جگاؤ صاحب
 یہ وہی یار قدیمی ہے اسے پہچان تو
 اپنے اس سوز کو اتنا نہ بھلاؤ صاحب

کون سے احمال کا بدلا ملا ہے یا نصیب زندگانی سے بھی زیادہ کون سا ہوگا عذاب
 اپنے گھر سے یوں جدا کر کے پھرایا شہر شہر واہ واہم کو زمانے نے دیا یوں انقلاب
 وہ ادھر تڑپیں پڑے اور ہم ادھر تڑپیں پڑے کون اب ہم کو ملا دے گا بغیر از بوترا ب
 انہیں طاقت جدائی کی شتابی سے تلاؤ دکھا تم بناں ہے کون میرا یا شہ عالی جناب

لے ع، رہوں ظالم لے، لے، لے، لے، یہ شرم، میں نہیں ہے
 لے یہ شرم میں نہیں ہے لے ع، ہو ہی بس ہے لے ع، یہ وہی سوز قدیمی ہے
 بھلا پہچانو۔ اپنے اس سوز کو اتنا نہ رلاؤ صاحب لے یہ غول میں نہیں ہے۔

ایک تو مجھ کو نہیں اب زندگانی کی امید
تیسرے جس شہر میں میری ہوئی اب مسکنت
جھکویہ امید ہے لے قبلہ کا و حنا فحین
نام تیرا مرقع اور کام ہے مشکل کشا
دوسرے گھر کی مے اب ہو چلی حالت خراب
جس طرف اس نظر پڑتی ہے گے آگ آب
جو سلا اپنے گھر پہنچوں صبا سے بھی شتاب
ہیڑی شکل اسے آساں کیلے عالی جناب
جس کی خاطر یوں پڑا پترا ہوں ددیوں خراب
وہ ملا دیں گے مجھے ایک ایک کا کر حساب

توڑ کی یہ آند و پوری کرو یا شاہ دیں
بعد اس کے کر بلا کا کیجیے اس کو تراب

بس کہ دل میں بس ہی ہے گی صدائے عندلیب
ہم صغیر عیش میں ہیں ہم نفس میں بند ہیں
قید تو کرتا ہے اے صیاد لیکن پر نہ کاٹ
آشیاں میرا اجاڑا باغباں اتنا بھی ظلم
بے گل سے آوتی ہے گی صدائے عندلیب
دل ہوا پا مال سن آواز پائے عندلیب
بے پردہ بانی مگر ہے خوں بہائے عندلیب
اب کہ صحرے ہو گئی گلشن میں جائے عندلیب
واہ واجی واہ والے آشناں عندلیب

توڑ سے روٹھے رقیبوں سے طے اچھا کیا
خوش لگے نارغ و زغن تم کو بجائے عندلیب

بے کب ملک بحر میں کھالوں میں یا
دافت نے مروت نہ تو اسخ نہ دارا ہے
جو تجھے بھی نہ چاہیں تو تو کس سے کہیں یا رب
کیجا پک گیا ہی یہ دکھ کب تک سہیں یا رب

کبھی تو قسمیں دینا شروع میں بھی انساں ہوں
یہ آنسو روز و شب آنکھوں سے کیا نہیں ہیں یا

چشمِ حیرت کھول کر دکھائیے تو اے مستِ خواب
مسندِ فرعونیت پر بیٹھتے تھے جو پہ ناز
خاک میں پنہاں ہوئے ایسے کہ کچھ ظاہر نہیں
بارہ ساعت کے لیے اٹلا کر پر پہنچا دماغ
جانِ لب ہوں تیرے آنے کا برباد بھی انتظار
آنکھیں تو پتھر آئیں تھہر گئیں نگاہیں
پوچھو تو باندھ کر کس پر چلا ہے تو کس
اش سے کہہ دو سنو زرتا ہے تو جاتا ہو کدھر

ان دنوں کچھ سوز کو دیکھا ہے تم نے واہ واہ

ایک دنیا دار سے مل کر بنے عالی جناب

خط نہیں ہیں کہ ہے ہر دمِ صاحبِ حجاب
حسنِ اپنا دکھانے کو منہ پہ ڈالا ہے نقاب
صاحبِ صمت کو بگیاؤں سے لازم ہو حجاب
مخمس لگتا ہے کیا جو رو برو ہوئے شراب
یارِ دم تو کہ پھر کو میرے منہ پر تم گلاب (کلا)
لگ رہی ہے آگ دل میں ہو اہو میں کباب
دم تو میں سادھے ہوں جو آتی تلک تہرا رہی
میرے صاحب کو کوئی جا کر بلا لاؤ شتاب

۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸ یہ شرح میں نہیں ہیں

۱۵۹ یہ غزل م میں نہیں ہے۔

۱۵۷ ح، پیدا

۱۵۸ ح، میں

اب بھی کچھ باقی رہا ہے تند و خب تک عتاب
تجھ کو آئے تو آجلدی کچھ چاؤں شتاب
سب خرابی ان کی ان لوگوں کا ہو خانہ خراب
میں قیامت تک کھڑا کھا تا رہو گا بیچ و تاب
انتظارِ جام میں جی ہو گیا بھن کر کیا ب
اپنے ہاتھوں سے نہ کر لے گھر بے خانہ خراب
کیا بلا مے تجھے اے تو ز آنا اضطراب

یہ کہو میری طرف سے جا کے اس بیرحم کو
جاں بلب ہوں تیرے ہی آئے کا اب ہو انتظار
آنکھیں تو پتھر اگئیں تجھ سنگدل کے دھیان میں
پوچھو تو باندھ کر کس پر چلا ہے اب کمر
آپ لہلہے ہیں بھولے ہو ساقی واہ واہ
دل اجڑتا ہے قحافل اس قدر کیا خوب ہو
یار آدے ہے محل کر ذرا تو سانس لے

یہ تو کہہ دو تو ز مرتا ہے تو جاتا ہے کدھر
اور سب کاموں سے اس کا مارنا ہو گا ثواب

و یا کچھ راہ ملنے کی ہیں بتلائے صاحب
تمہارا غم ستا تا ہو اے سمجھائے صاحب
و گر یہ جان ہو درکار تو سستائے صاحب
تمہارا کام پورا ہو چکا اب جائے صاحب
انھیں باتوں کے طفل دل کو بن بٹلائے صاحب
کیا بڈل تو ہو تیار ان کو کھائے صاحب
مکرتے تھے بہت تم ہم کو فبائے صاحب
کھڑے رہ کر ذرا میرے تئیں گزائے صاحب

ہمارے پاس بھی گلے بگا ہے آئے صاحب
کسی کے لینے دینے میں نہیں جو ہوں لیکن
وٹے تھے دل کو کچھ سو تو اس کو لے چکے اب کیا
یہے چک جان بھی اللہ اکبر ہم بڑے نصرت
تو غم ہے ادا ہے ناز پہاں ہے مارا ہے
گڑن کا شوق ہو تو ہونٹ ناحق کیوں چلاتے ہو
تجھ کو ہم بھی تو آپہنچے ہیں
قیامت تک ہے گی کہنے سننے کو دفاتیری

پچھیر میں کچھ نہیں ہیں خوب آخر سوز ہوں میں بھی
تھارا غم ستا ہے اسے سمجھائیے صاحب

تو مرے دل کو ملا دے یارب میرے روتھے کو منا دے یارب
میں تو دیدار کا بھوکا ہوں فقط اس لگی کو تو بھگا دے یارب
آج پایا ہے پلنگ پر سونا میرے طالع کو بھگا دے یارب
جس طرح عشق لگایا ہے مجھے عشق کو عشق لگا دے یارب
جیسی اس دل کو لگی ہے اب تو اس کے بھی دل کو لگا دے یارب
بیج کر میرے سیمہ کو آج
مزدہ ہے سوز حبلا دے یارب

پہلے روتے میں ہوتا ہی اثر آخر شب اشک میرے ہوئے دامن میں گہرا آخر شب
صورت ماہ شب بیت و پنجم وہ شمع گاہ گاہ مجھے آتا ہے نظر آخر شب
صبح تا ہوئے نہ شرمندہ تے مگرے سے شمع کر جائے ہے مجلس سے سفر آخر شب
آہ یاں تک میں سرشام سے رو دیا تھیں سیل خوناب گیا سر سے گزرا آخر شب
نیو کہتا ہے رہوں سوز کے گھر کو بھر داہ
گھوٹے مجھ کو بہ اندازہ گر آخر شب

لے یہ شرم میں نہیں ہے لے ع لگا ہے مجھ کو لے م میں یہ شریوں ہے۔ جو ترے
دل کو دکھایا اس نے اس کے بھی دل کو دکھا دے یارب لے ع مر گیا۔
لے ع آہ تجھ میں سرشام کو رو دیا ایسا لے م بہا لے ع نیو کہتا ہے کہ میں توند کے
گھر کیونکے رہوں۔

موتی کو بھی تھے کرے احیا پیام لب عیسیٰ سخن کو سن کے ترے ہو ظلام لب
 جوں خضر زندگی ابد ہو اسے نصیب یکبارے تو جس کے تئیں بھر کے جام لب
 بوسے کی آرزو میں کئی عہد پر کبھو اکٹن تھے لبوں سے نہ پایا میں کام لب
 ہم سلسلے میں بات کے اس کے ہوے اسیر رکھتا ہے صید دل کے لیے شوخ دام لب
 جب تک جیے وہ نام فصاحت نہ لے کبھو
 سجاں سنے جو سوز ترا اب کلام لب

شکر حق ساکن ہوا اب دل کا میسر اضطراب
 سبزہ دھگل کی جگہ
 انتظار مرگ سے اب جان میں باقی نہیں
 کاشکے یہ زندگانی دے شتابی سے جواب
 سوز گر تو قبر میں آسودگی چاہے تو پھر
 یا علی یا ایلیا یا بو الحسن یا بو تراب

آغذا سے ڈر نہیں یہ شیشہ خالی محتسب
 کیونکہ ترکے کریں کچھ آج کے میکیش نہیں
 گوشت بوسے مرے سر پر ہی تیری بھی تو ہر
 ریش کو شملے سے بن باندھے کوئی رہتا ہوں
 دخت زکچہ ایسی ہے تیری جو تجھ پر ہے حرام
 پھر جو نکلا میکدے کی راہ تو پیچھے ترے
 تیرے غرائب کو خاطر میں نہیں لاوے گا سوز
 تیغ ہے اس میں شراب پر ترنگالی محتسب
 ہم نے میخانے میں آکر سدھ نہجالی محتسب
 وضع کچھ دستار کی سب سے زالی محتسب
 بات آیا ہے مرے مضمون عالی محتسب
 ہم نے تیری ضد سے اب گھر میں الی محتسب
 بیت یہ سکھلا لگا دوں گا ڈفالی محتسب
 تجھ کو سمجھے ہر وہ پشم شیر قالی محتسب

یہ جہت کو زندہ کرنے جو میں اس کا نام لب یہ غول میں نہیں ہے۔ یہ ہم اگر خضر مراد ہیں ہے
 یہ غول میں نہیں ہے۔ یہ غول میں نہیں ہے۔ یہ غول میں نہیں ہے۔ یہ غول میں نہیں ہے۔ یہ غول میں نہیں ہے۔

تو نے جھکو نہیں کیا ہے خراب تیرے جو روں سے میں نہیں بیتاب
 تو نے مجھ کو نہیں کیا پامال آنکھ اٹھا دے نہ اس کا مجھ کو جواب
 آہ اے بیوفا خدا سے ڈر کب تلک دل کرے گا میرا کباب
 توڑ کا مارنا ہے کچھ مشکل
 جس طرح کوئی توڑتا ہے حباب

بہت ہنستے تو ہو تم میرے رونے پر میاں صاحب
 کبھی آئینہ تم دیکھو گے تب پوچھو گے ہاں صاحب
 میں راتوں کو جو رہتا ہوں دعا پڑھنے کو تیرے پر
 کہ چشم بد سے ہو محفوظ تیرا جسم دجاں صاحب
 جو تم نے منع آنے کو کیا اچھا کیا اچھا
 مجھے تم نے دغل سمجھا نہ میرے بدگماں صاحب
 ہم اپنا کبہ تم کو پوجتے تھے قبلہ بد سمجھے
 زمانہ اب یہی ہے تم بھی بچے ہو گے ہاں صاحب
 سبک ہو جانے کا نظروں میں کچھ یہ بھی تھا رہے
 نہ ہو جے سوز سے ایسے بھی ہر دم سرگراں صاحب

ایک بوسہ تو ہم کو دو صاحب مستے ہی نہ پیرایا ، دو صاحب
 اور کیا ہو سکے گا تم سے یہ میرے حق میں اگر کرو صاحب

لہ یہ غزل میں نہیں ہے مگر ابھی اپنے تئیں دیکھو گے
 مہ مہ مہ مہ یہ شرم میں نہیں ہیں۔

میں جو نکلوں تو تم یہ کہنے لگو میرا آیا ہے وحشی و صاحب
تو نہ کو تو تم برا جو کہتے ہو
کیا تمہارا ہے یہ بھی ہو صاحب

ت

گو کہ گل جانے استخوان یا پوست گور میں سے پکاروں گا یا دوست
پیارے بوسہ نہیں تو گالی ہی ہرچہ از دوست می رسد نیکو ست
جانن ہر کسی کا ہی نہ کڑھاؤ قول تو نے سنا نہیں ہمہ دوست
مرگ مشاطہ ہے ازل سے ساتھ یہ ملائی ہے جلد دوست و دوست
تو نہ کو شاعروں سے کیا نسبت
دیکھو صاحب اس کی گفت و گو ست

دین کفر آنکھوں نے تیری کر دیا لے یا دوست
چشم و ابرو کو تھے یوں دیکھ کر کہتی ہے خلق
جام گل نے کھو دیا ہی باغباں کا اکبے ہوش
چاہتی ہیں خون لیں دبدم انگلیاں تری
چشم کے گوشے سے آنے کا اشارہ کر گیا
صاحب سیر مست و صاحب زنا ر مست
تل ہے ہیں کھنچ کر آپس میں دو تلوار مست
نغمہ ببل سے گلشن کے درو دیوار مست
بادہ گل رنگ کو مانگیں ہر جوں ہر بار مست
بات وہ سچی نہیں جس کا کرے اقرار مست

لہ یہ غزل م' میں نہیں ہے۔

لہ م' کا ہی

ہوش مجھ کو تادمِ محشر نہ آئے گا طیب ہو گیا ہوں میں بیادِ نرگس بسیار مست
 سچ تو کہہ س میکدے میں آج یہ بے پی ہر تولا
 دیکھ کرستی کو تیری ہو گئے ہشیار مست

تیرے عاشق کو نہیں ہے کچھ خیالِ خوب و زشت
 ہے اسے یکساں ہوئے دردِخ و بادِ بہشت
 عاجیو طوفِ دل مستانِ کرد تو کچھ ملے
 درد نہ کہے میں دھرا ہے کیا بغیر از سنگ و خشت
 اپنے اس معمورہٴ تن سے ہوں میں ہی بے خبر
 گبر و مومن کو کہو کعبہ بسا دیں یا کنشت
 ناقصا گر یار ہے ہم سے خدا تو تجھ کو کیا
 چین پیشانی ہے اس کی ہی ہماری سرِ نوشت
 ناقصا تیری نصیحتِ دل نہ مانے گا کبھی
 کیا نفع سمجھائے سے ایسے کے جو ہو بدِ سرشت
 سوز نے دامن جو نہیں پکڑا تو دونوں چھین کر
 کہنے لاگا ان دونوں کچھ زور چل نکلا ہے ہشت

۱۔ م تیرے حیراں کو۔ مائے حاشیہ پر، مھ کو تیرے

۲۔ یہ شعر م میں نہیں ہے۔

۳۔ یہ شعر ع میں نہیں ہے۔

رُخِ دُکھو جھک جھک کے مئے نابِ سلا کہ شمع تو جھک مار کے محرابِ سلامت
 دنیا کو کیا ترک ہوے پادشہ وقت کس کو ہے غرض جو کہے نوابِ سلامت
 کب تاب ہیں سرکشی شمع کی آوے وادی کا ہماری رہے ہتابِ سلامت
 ناصح یہ تری پھیڑ ہے جب تک کہ جہاں میں قانونِ محبت کا ہے مضرابِ سلامت
 دنیا میں اگر سوز شکستہ ہے عجب کیا
 ملتا ہی نہیں گو ہر نایابِ سلامت

بھل نہ گھر سے تو لے ماہتاب کی صورت جلے گی دیکھ تجھے آفتاب کی صورت
 شراب پیئے ہوئے سن کے تجھ کو غیر کے پاس ہوا ہے حل کے مرادل کباب کی صورت
 کرے غور نہ کوئی کہ بھر دنیا میں ہوا ہے مل کے تن و دم حباب کی صورت
 خدا ہی جلنے کہ آرام کس کو کہتے ہیں کبھی نہ دیکھی ان آنکھوں نے خواب کی صورت
 جو کچھ گزرتی ہے لے سوز اس کے ہاتھوں سے
 کہوں میں کیا دل خانہ خراب کی صورت

ہر شخص نہیں مار سزا دارِ محبت کم ظرف ہیں کرتے ہیں جو اظہارِ محبت
 کہتے وہ نہیں منہ سے کہ عاشق ہیں کہیں ہم خاموش ہیں جوں غنچہ طلبگارِ محبت
 سیراب تو کر آب سے شمشیر کے قاتل مرتے ہیں پڑے تشنہ دیدارِ محبت
 مت داغ لے بوجھ کبھی سیر کر اس کی پھولا ہے مرتے دل میں گلزارِ محبت
 مجھ سے تو بتاں رشتہ الفت کو نہ توڑو ہر رنگ ہے مرے جسم میں زناورِ محبت

لے غولم میں نہیں ہے۔ لے س آہ لہم، نادان ہیں لہم، کچھ منہ سے لہم، پیارے۔ لے
 لے، دل بھال میں لے س، مجھ سے اے صنم رشتہ الفت کو نہ توڑ آہ۔ ہر رنگ مری جاں جسم میں زینت

دل ہاتھ میں ہر چند پھر لے کے بہر سو پایا نہیں دنیا میں حسرت یارِ محبت
لے سوز ترے عشق کا سودا تو ہوا گرم
ملک دیکھو تو گر مئی بازارِ محبت

یہ لوگ بحث لیتے ہیں کیوں نام محبت یہ وہ نہیں جن سے ہوسرا انجام محبت
شے مرگ کے مانند خمار اس کا کشندہ میں دل سے کہا تھا کہ نہ لے نام محبت
ہو تلخ اگر بوسہ دیا تم نے مزہ کیا شیریں ہے میاں اس سے تو دشنام محبت
اٹے والے عجب ساعت بد ہوگی کہ جس وقت اس شوخ نے بھیجا مجھے پینام محبت
رہو امیں جب طرح سے کچھ آپ کو پایا ہو دے نہ الہی کوئی بد نام محبت
باقوں پہ نہ جاغوبڑ کی لے سوز کہ ان کا عصہ نہیں رکھتا ہے کچھ ایام محبت

ہوا اب کی سرسبز بتاں نہایت لے اب کی بلبل ہر نالاں نہایت
میں کہتا تھا دل کو نہ مل اس سے اب سخن ناشنو ہے پشیمان نہایت
کھلا کس کا بند قبا اس نے دیکھا کہ ہے چاک گل کا گریباں نہایت
نہیں سوز پر دانہ گر اس کے دل میں تو کیوں شمع ہے شب کو گریاں نہایت
نہ جانے دے دیولنے کو اس میں لے سوز
کہ دل کش ہے سیرِ بیاباں نہایت

لے م پایا نہ کوئی لے۔ لے م یہ لے م، اب دیکھ تو کھ لے م، مت لے تو مرے آگے
میاں ہم محبت۔ یہ نہ نہیں جس سے ہوسرا انجام محبت۔ لے م، ہے نوحے سے افزود لے م
ر، دل سے تو لے م، ہو تلخ دیا تم نے جو بوسہ تو ہوا کیا۔ شرت ہے ہیں اس سے تو دشنام محبت
لے یہ شرم، میں نہیں ہے۔ لے م، رسوا ہو عجب شان سے لے م، باقوں پہ نہ جاغوبڑ کی
لے م، اب جیسا ہی ہے سیرِ بتاں نہایت لے م، سبب کیا ہے۔ لے م، نہ مل ان
بتوں سے۔ لے م، گلستان۔

ہوئے ہیں غنچوں کے دل تیرا تیرے ہات
 خزاں کے پوچھے ہر درو کے آج یوں بلبل
 دل ریدہ مرا یک جہاں سے اے صیاد
 جنھوں کے نور بصر تو نے کھو دیے غم
 تمام عمر می اس چمن میں جوں زنگس
 نہیں کی اور دکھ اس وقت تیرے قسم ناصح
 لٹی چمن سے گلوں کی بہار تیرے ہات
 لٹا ہوا باغ کا پیٹہ برگ باد تیرے ہات
 تو فخر کر کہ ہوا ہے شکا تیرے ہات
 وہ کیوں کے روئیں اب ازرا تیرے ہات
 مندی نہ چشم ملک لے انتظار تیرے ہات
 میں اب جو روؤں ہوں لے اختیار تیرے ہات
 خدا تجھے بھی کرے داغ آتش ہجر
 جلے ہے تسوز کا دل شمع دار تیرے ہات

دل لے چلا ہوں نذر میں تجے برے دوست
 دل پر یقین تھا کہ یہ ہے صاحب وفا
 اور آرزو نہیں ہو میری تجھ سے لے حننا
 دوزخ کا خوف اس کو دجنت کی آرزو
 دل ایک اس میں غیر کیا دخل غیسر تسوز
 سو جان ہو تو کیجیے دل سے فدائے دوست
 اپنا نہیں ہے جبے ہوا آشنائے دوست
 یا خشت پایے غم ہوں دیا خاک پایے دوست
 جو کوئی جان و دل سے ہوا مبتلائے دوست
 مشرک ہو دو جو یاد رکھے ہر سوائے دوست

تڑپے ہے روز و شب ل مغتوں بجان دوست
 سہ لینا ہے جس کو لیوے کہ سودا ہے سود کا
 کیا مہرباں ہوا دل نا مہربان دوست
 اشام تک کھلی ہے مہاں دکان دوست

لے 'ح' کیا لے 'ح' دو لے 'ح' سن لے 'ح' یہ
 لے 'م' اب تو نہ رہیں لے 'م' دل پر مرے یقین تھا وہ صاحب وفا لے 'ح' کلال
 لے 'م' مشرک ہے یاد رکھے جو کوئی سوائے دوست۔

کتاب ہے تجھ کو قتل کروں گا میں ایک روز شکوہ خدا کہ ایک ہے دل اور زبان دوست
 ٹھوکر سے منہ اڑا کر اس کو دم آخر یہ سر نہیں جھکا ہے بجز آستان دوست
 لے سوز کوئی خون نہ خطہ رہا مجھے
 جس کو کہ اپنے امن میں لایا امان دوست

آج نسیم حسرت کے ذرا بولے دوست لے گئی یکبارگی ہوش و خرد سوسے دوست
 تیر تو مت کھینچو قوت بازو ہے یہ پیار سے بیٹھا ہر دوست آن کے پہلے دوست

یار بن اپنی بلا سے گو کہ آئی ہے بسنت یہ خوشی ہو ان کو جن کے جی کو بھائی ہو بسنت
 گو نہیں طنز و دھولک ہی اٹھالا مطربا غموں کے چنگے پہ ہر بلبل نے گائی ہو بسنت
 گل نہیں بنتے جن میں تم پہ کچھ اے بلبلو دیکھ رنگ زرد میرا کھلکھلائی ہو بسنت
 کھینچ لائی ہو جن میں کیونکے اس مغرور کو تو نے کیا سرسوں تبیلی پر بھائی ہو بسنت
 پر تو اے رنگ عاشق کا بہ چشم اہل دید
 سوز جن کو فصل گل نے کر دکھائی ہو بسنت

صاحب جو تم سے راست کہتا ہوں شاعری سے مجھے ہے کیا نسبت
 یار آپس میں بیٹھتے تھے کبھی دل خوشی کو وہ بولتے تھے جگت
 میں انھوں میں تھا سب کا چہتا یا وہ دلاتے مجھے بہت غیرت
 کہ تجھے بات بھی نہیں آتی کیوں کہ برائے تجھ سے یہ صحبت

لہم اتوز جن فصل گل نے کر دکھائی ہو بسنت لہم یہ غول ام میں نہیں ہے

یا تو ہم سے کیا کرد باتیں یا ہمیں جانتے ہو بے غیرت
تب میں ناچار ہو کے کرنے لگا انھیں باتوں کو بیت کی صورت
بسکہ موزون تھے وہ صاحب لوگ مجھ کو بھی اتنی ہو گئی قدرت
کہ لگا کرنے بات کو موزون شاعروں میں ملی مجھے شرکت
درد میں اور شاعری تو بہ
یہ بھی سب صاحبوں کی ہے دولت

ث

د کی صحبت اپنی یار میں تاثیر کیا باعث طلا اس میں کو کر سکتی نہیں اکسیر کیا باعث
خوبے اپنے دیوانے کی جلدی آج زنداں سے نہیں آتی صدائے نالہ زنجیر کیا باعث
شکستِ رحمت ہر گھر کی جہاں میں لے کر آیا ہمارے خاندان کی دل پہ تعمیر کیا باعث
ہوا جانا ہر سو سیارے نکل ابرو کے اشارے سے یہ مجھ پہ پہنچا ہر دم دم شمشیر کیا باعث
تیرے ہونے سے روگراں میں جوں آئینہ حیراں ہوا گنہ گھر مجھ سے دیکھا کچھ مری تعمیر کیا باعث
د ملنا تھا بجا ہم سے دنوں میں سادہ روی کے خط آنے میں جو کچھ ملنے میں تاخیر کیا باعث

بہار آئی ہے اب تک توڑ کے تم دل سے غافل ہو
نہیں کہتے ہو کچھ دیوانے کی تدبیر کیا باعث

ج۔ ج۔ ج۔ ج۔ خ

ارباب جہاں کلہے یہ سب نشوونما یسج
 یکستنی موہوم ہے کل صورت اشیا
 یوں جلوہ دکھاتے ہیں فنا کا یہ شب روز
 سب موکر و غنچہ دہاں کے ہجے طالب
 مائل سے زمانے کے کیا خوب جو تحقیق
 جب یسج ہی سب بوجھ چکے وضع جہاں کو
 غم یسج طرب یسج ستم یسج علف یسج
 بس سوز کے پہلو سے سرک جتاؤ طیبو
 عاشق کی نہیں مرگ سوا اور دو ایسج

سیر گلشن ہے اور سحاب کے آج
 یک طرف سیر ہے ہر یک طرف آب
 کی زشتوں کی راہ ابر نے بند
 یک طرف ابر یک طرف خورشید
 زلف چھوڑے ہے اپنے مکھڑے پر
 سوز کا دل نیٹ کباب ہے آج

لہم! یوں جلوہ دکھاتی ہے فنا کا کرب و روز۔ پر اس کو سمجھتے ہیں یہ سارے محتاج
 لہم! بقا لہم! بیٹھو لہم! یہ غزل لہم! میں نہیں ہے۔

ہستے تھے شاد ہم تو نہایت عدم کے بیچ اس زندگی نے لاکے پھنسا یا جو غم کے بیچ
 لے لے دل تو میرے سینے سے باہر قدم نہ رکھ صید حرم کی زسیت ہے رہنا حرم کے بیچ
 تجھ بن مرا گلاب ہے یہ خبر اجل پیارے بیچ و گرنہ چلی جان دم کے بیچ
 گرمی لگے ہے تجھ کو تو لے شوخ آکے بیٹھ خس خانے کی ہوا ہے مری چشم غم کے بیچ
 آیا نظر جو ستوز کو جام شراب میں
 دیکھا نہ وہ کس نے کبھو جام جم کے بیچ

جان عاشق کی نہ چھوڑیں گے تیرے پیار کے بیچ دل بھٹا نہیں تو اس بت عیار کے بیچ
 دل کو تو کھینچ لیا مار گنبد کا کل جان کے پیچھے پڑے اب بھی دستار کے بیچ
 کس طرح آنکھیں لاتی ہوئے گلرود سے باغباں دیکھ تو اس زنگس عیار کے بیچ
 عشق پیچ کی گیا سیر کو آخر وہ مسم باغباں اپنی نظریں میں یہ گلزار کے بیچ
 بوجھ گردانی پہ تو شیخ کی مت جا لے ستوز
 دود کرتا ہے کوئی دل سے یہ زنگس عیار کے بیچ

آتا نہیں جو سیر حرم کو وہ یار آج نظروں میں لگتی ہے رگ بگل نوک خار آج
 حیراں ہوں اس قدر کھپکتی نہیں پلک جوں آئینہ ہے مجھ کو ترا انتظار آج
 صبر و شکیب، دین دل اب مجھ سے شب گیا جز غم نہیں ہے کوئی مرا غم گسار آج

لے م، دل گھر سے دلہا کے تو باہر قدم نہ رکھ لے م، ظالم لے م، یار لے م، بت
 عیار کے لے م، آنکھیں نکالے ہے لے م، بوجھ گردانی سے اس ستوز کی مت جا
 اے شیخ لے م، چھٹ گیا۔

مکن نہیں کہ شام بھی مٹنے دوں تا ابد گلشن میں تازہ دیکھوں وہ صبح بہار آج
 ساقی نے اپنے کفن سے دیا جام زہر تہوڑ
 اس زندگی کے کیف کا ٹوٹا خسار آج

اگر محبوب ہو کر کسی دل کا کرے لالچ نہیں آتا ہے اب میرے کئے میں خبراں ہوں
 کوئی ایسے سے پھر ملنے کا یارو کیا کرے لالچ دل دیں لے چکا ہاں سچ ہر اکس کا کرے لالچ
 تھے دیکھے جو بیٹھے یوسف مصری کے ہم پہلو زلیخا کا دل اس کو چھوڑ کر تیرا کرے لالچ
 نہ لہجانے کی جاگہ کون سی ہے تجھ سراپا میں میرا ایک دل حیران ہو کیا کیسا کرے لالچ
 کہا میں تو زکوٰۃ کو حیراں ہے تیرا انس کے یوں بولا
 کہو لالچ سے کیا ہوتا ہے بہتیرا کرے لالچ

رشتہ گل سے بھر گئے ہیں پھل پھل کے بیج آگ لگ جاوے ابھی سینہ گلشن کے بیج
 مزدع دنیا سے کچھ حاصل نہ پایا جز گناہ برق پڑتی کاشکے یارب سحر خیزن کے بیج
 جب تیرے لعل لب کے وصف ہیں محدود خلق ہیں بجائے لعل انگارے دل معدن کے بیج
 فصل گل بھی چل بسی پر آشیاں دو ہیں رہا کونہ سکتا ہے لے لبل تیرے مسکن کے بیج
 سینہ عاشق تو کیا ہے استخوان و پوست بس تیر تو اس کا نہیں رہتا دل آہن کے بیج
 شکوہ بے جا ہے اگر ملتا نہیں وہ ہے بجا کیا کرے گایار آ کر محفل شیون کے بیج

لے ح، ساقی نے اپنے ہاتھ دیا جام بھر کے تہوڑ

لے ح، کس کس کا

لے ح، یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

لے ح، لالچ ہے تیرا

خانہ جنگی کے بہانے کی نمود اپنی بھلا
 جانتا ہوں تم ٹٹے استاد ہوا اپنے فن کے بیچ
 شیخ جی امرو پرستی کا مجھے طعنہ نہ دو
 تو نے کھائی ہے دعا شاید کہ بالا پن کے بیچ
 نحت دل ہے یا کہ گل ہے نعل پاؤ یا کہ آگ
 کچھ تو ہے اے ستوزیہ... تیرے دامن کے بیچ
 گو کہ صورت مرد کی ہو مردی کچھ اور ہے
 ستوز کہلاتے ہیں سائے مرد اپنے ظن کے بیچ

خوباں ہیں اور شمع میاں تو ہے نور صبح
 رونق نہ ہوئے شمع کو ہرگز حضور صبح
 بھرے دلا علامت پیری ہے آہ سرد
 باد خنک ہے شب کو دسیل نھور صبح
 ساغر نہیں خمار شکن آفتاب کا
 پہنچے ہے تا بلب کوئی جام بلور صبح
 جبکہ وہ شوخ سیر کر آیا ہے باغ کا
 بلبل کو پھر ہوا نہ چین میں سرور صبح
 گردون آفتاب سے محروم ہو مورا
 کرتا ہے گرم نان سے دوران نور صبح
 دماغ جو ڈر دکھا ہے ہے تو حشر کا ہیں
 اپنی نظر میں حشر بھی ہے یک فتور صبح
 اٹھتا ہے ستوز دیدہ مینا سے فیض نور
 شہرک کو رہو تو نہیں کچھ تصور صبح

واہ نہیں ہوتا ہے اس کا دل کھو گل کی طرح
 پرے میں رہتا ہوں نالاں رو بلبل کی طرح
 یار بن جتنا بلایا مجھ تک آئی نہ وہ
 مرگ بھی سکی ہے ظالم سے تعافل کی طرح
 یاد کرتا ہوں بہارِ ساں میں جب ساتی کو میں
 چشم بھرا آتی ہے میری ساغرِ دل کی طرح

لے م میں اس کے بجائے مطلع ہے ۔

فات کو رہتا ہوں ناہن غم سے بلبل کی طرح
 چاک کرتا ہوں گریاں ہر سحر کی طرح

صبح سے شام تک ہر خلق کا اس پر گزر شیخ کو پیراۂ سالی نے کیا پل کی طرح
تو ز میرا حال تو کیا پوچھتا ہے ہر غمزدہ
خاندان بردوش و سیہ طالع ہوں کاکل کی طرح

دیکھو یہ ایک اس طرف انکھیل کے آنے کی طرح پانے سے ٹھکرا کے میرے دل کے بھجانے کی طرح
برق پڑیو جان پر بجلی کی 'میں تو جل گیا کس سے سیلے آئے یا نکھوں میں بھبھک جانے کی طرح
دل سے ٹپٹے جوش سے آنکھوں میں آ کر رک گئے اشک نے سکھیں ہوس سے آ کے پھر جانے کی طرح
دیکھ کر ماضی کو بیدل چٹ سے لگ جانا لگے اے تری زندگی کیا آتی ہے پہلانے کی طرح
شعر کے ہو کے قرباں ہاے کیا چل بسا
تو ز کو خوش آنے کیا جلنے میں پروانے کی طرح

دل پڑا روتا ہے روز و شب حصار تن کے بیچ
جس طرح بھڑیاں لگے ہیں موسم ساون کے بیچ
ایک قطرہ اشک کا تو دل میں رہ سکتا نہیں
کیا سدا ہے جنسِ اس تنگتِ باسن کے بیچ
دل کو سیکہ زلف میں رکھ کر کیا قربان سر
جس طرح پتھر بھراوے باغباں گوپن کے بیچ
حیدر کر آؤ کا دل گھر ہے جنس کو دخل کیا
کون رہ سکتا ہے شیروں کے بھلا سکن کے بیچ

یہ شعر میں نہیں ہے 'اے' اس پاس اس شعر کے پھر کے کیا چل گیا۔ 'اے' غزل ۴ میں نہیں ہے۔

خیشہ دے آپ توڑا یہ مجب انصاف ہے
 دل مرا مانگے ہے دیکھو مفت کے تاون کے بیچ
 وعظ تو کرتا ہے ناصح تو ولیکن کیا کروں
 بھول جاوے پسند اگر جڑوں ابھی گردن کے بیچ
 گو کہ صورت مرد کی ہیں مردی کچھ اور ہے
 تھو کہلاتے ہیں سائے مرد اپنے زن کے بیچ

رات کو رہتا ہوں نالائخ سے بلبل کی طرح	چاک کرتا ہوں گریباں ہر سحر گل کی طرح
ہمسری زلفوں سے کرتی ہوں خدا کے واسطے	دیکھو کیسی یہ بل کھاتی ہے کاکل کی طرح
کیا خدا کے واسطے پرستند ہیں شیخ جی	خلق کو دین ہیں اتارا آپ پر پل کی طرح
شیخ صاحب چادر کا در در رکھتے ہیں ام	پر کوئی بھرتے ہیں مینا کی قلع کی طرح

گایوں سے تیری ہم ہوتے نہیں اے ماہ تلخ
 تجھ کو کیوں لگتی ہے نا انصاف میری آہ تلخ
 اس لب شیریں کی حسرت میں ہوا ہوں جاں لب
 زندگانی کیوں ہوئی مجھ پر مرے المیہ تلخ
 زہر بھی میٹھا ہے اس کے ہاتھ کا جو مجھ کو دے
 تو مجھے کہتا ہے کیوں لے ناصح بد خواہ تلخ

شکر ہے حق کا زباں کی ہم نے لذت پھوڑ دی
 حلا سو کھا لیا تھا خواہ شیریں خواہ تلخ
 سوز دل دینے کی گر پوچھے ہے تو مجھ سے صلاح
 ہے محبت کا مرا میٹھا دلے زباہ تلخ

دین دنیا سے گزر کر جو ہوا ہو یا ر شوخ اس کی قسمت میں ہوا ہوئے تو ہو دیدار شوخ
 جو کلام اس کا ہے ہے تاثیر میں آجیات ہیں گے امر کے بھرے وہ لعل شکر بار شوخ
 جو مرادوں سے گزر جائے سولیوے نام عشق ایسے دل پر منکشف ہوتا ہے ہاں اسرار شوخ
 تیں بھی حیراں ہوں کہ کس ہنر سے کہاتے ہیں دوست وہ جو کرتے ہیں سمجھوں میں شکوہ گفتار شوخ
 سوز تو آزار کو اکسیر اپنے حق میں جان
 ہے سیما وقت کا وہ جو ہوا بیمار شوخ

۵

یاں مجھ کو قرآن کی سوگند جی چلا تیری جان کی سوگند
 دل پہ جو آن ہے قیامت ہو کیا کہوں تیری آن کی سوگند
 پر میاں منہ سے ہونہیں سکتا مجھ کو اپنے بیان کی سوگند
 جھوٹے وعدوں نے مجھ کو پیر کیا دلبر فوجاں کی سوگند
 تیرے دل میں گمان ہے کچھ اور
 سوز اس بد گمان کی سوگند

لہم، ایمان، لہم، سب۔ لہم یہ شریعت میں نہیں ہے۔ لہم یہ غولم میں نہیں ہے۔

لیا کہوں تم سے لے خرد مند (کنا) دیکھتے ہو ان بتوں کے تم چہند
 یہ دلوں کو پھنساتے ہیں پہلے کھول کر زلف عنبریں کی کند
 دیکھتے ہیں سبھوں کی بھر کے نظر بعد ان میں سے ایک کر کے پسند
 رام کرتے ہیں باز کو بیسے طعمہ بوسہ دے کے روز چند
 بھوک پر کھینچتے ہیں حکمت سے پاس لاتے ہیں ہونٹ پر منہ بند
 بھاپ دیتے ہیں دونوں تھنوں کی پھر ہرک جاتے ہیں یہ میشل پرند
 الغرض چھوڑتے نہیں بانا

جس طرح سوز کو کیا پابند

میں چاہتا نہیں دنیا میں عز و جاہ بلند یہی کہ دونوں جہاں سے ہے نگاہ بلند
 مگر تو مہر کو لے شعلہ خوستا تا ہے کہ اس کا ہاتھ ہے جو دستِ افخواہ بلند
 بس نہیں کہ چھٹے ہر ملک سے فوارہ بڑی ہر اشک کے آنے کی دل سے راہ بلند
 ابی خیر ہو مجنوں کی جان کی یہ کیوں ' کیا ہے لیل نے یہ خمیہ سیاہ بلند
 چشم قدم سے کسی کے ہے آشنا قمری دکھانہ سرو مجھے ہے مری نگاہ بلند
 نام سے داغِ امن کو پستِ فطرتِ جان ہوا ہے چڑھ کے یہ منبر پہ خواہ فخواہ بلند
 نہ کہ غرور تو زہا اس پر اسے ناواں کہ مرتبہ ہے ترا شکل مہر و ماہ بلند
 لے ہے گردشِ دوراں طبع ہنڈولے کی ہر ایک شخص کو یاں گاہ پست گاہ بلند
 جو فوج خطا اس کا نہ کیوں بڑھانے حسن کہ ہے رتبہ شہ کثرتِ سپاہ بلند
 کیا ہے دل کو جو میر تو اس کو مت کرتنگ کہ ہوئے ملک کی دستک نام شاہ بلند

ترا بھی نالہ تو پہنچا ہے تا فلک لے سوز

خدا وہ دن کرے جو ہو مری بھی آہ بلند

ملہ یہ غزل 'م' میں نہیں ہے۔ علام 'خدا وہ دن نہ کہے ہو جو تیری آہ بلند

ہوا ہے اب تو مجھ پر ہسراں درد دگر نہ یہاں کہاں تھا اور کہاں درد
 نہ آہ و نالہ کر گر درد ہووے کہ مردوں کا ہے نگ امتحاں درد
 بناے درد مندی تب ہو حکم کہ ہووے مغز سے تا استخاں درد
 متابی مسنزل مقصود پہنچے جو کہشتی کا تیری بادیاں درد
 سحر تک ہے چراغ درد روشن ہوا جس گھر میں آکر یہاں درد
 غنیمت جان لے لے سوز تو درد
 دگر نہ کل کہاں سوز اور کہاں درد

ہوا ہے داغ مراد دل انا کے ماند بھڑپیں ہیں آنکھ سے آنسو شرار کے ماند
 ہر ایک پاٹ ہے دہن کا تختہ گلزار رواں ہے چشم سے خوں آبخار کے ماند
 نہیں ہے سیر کا کچھ لطف باغ میں تنہا بغیر یار رنگ گل ہے خار کے ماند
 تجھے خبر ہی نہیں ترک چشم نے کس کے لیا ہے لوٹ مراد دل دیار کے ماند
 ہوتی ہے عمر کہ ہم لگ رہے ہیں دہن سے جھٹک نہ دیجو پیائے خبار کے ماند
 ہوا ہے رشک چین چہرہ یار کا لے سوز
 خط اس کے گرد جو آیا بہار کے ماند

لذت بے رخ ملنی ہے زمانے سے بعید فوش ہے بے نشیہ زنبور خانے سے بعید
 اشک میری چشم کا کیوں کر اثر پیدا کرے سبز ہونا خاک میں ہے لپٹے دانے سے بعید
 جو نصیحت کرتے ہیں مجھ کو نہیں یہ جانتے قاتلوں کی بات سن رہے دانے سے بعید
 لے یہ غول میں نہیں ہے ملام، خبر نہیں ہے مجھ ترک چشم نے کس کے ساتھ، اکٹھے ہے۔
 ساتھ اس کو ساتھ، گال ساتھ، ہو خوشی ہے رخ سو ہے زمانے سے بعید

میں تہ جاؤں سے تیرے کہیں گے نیک و بد
 مجھ دل صد چاک ہی سے داہنیں تہی ہوئے
 بیوفائی اس سے کرنی ہے فلانے سے بعید
 در نہ کھلن کا ٹھکانہ الکی کب ہے شانے سے بعید
 بحث دیوانے سے کرنی ہو سیانے سے بعید

یا علی پہنچا ہے تیرے در ملک یہ سوز آج
 پھیرنا محروم ہے اس آستانے سے بعید

بڑا دنیا میں وہ ہو گا خرد مند
 قبائے دوستی مت چاک کر جان
 زن و فرزند کا جو ہو نہ پابند
 پھٹا دل پھر نہیں ہوتا ہے پیوند
 مرنے سے کبھی تو آشنا ہو
 مرنے سے کبھی تو کمرے علی بند
 کبھی رسمیں ہیں الٹی ان ہوں کی
 نمک ہے زخم پر ان کا شکر خند
 تو چھاتی ڈھانپ کر بھرتا تو ہے پر
 نظر پڑتا ہے کچھ گولی کے مانند
 کوئی دن کو چلا جاوے گا آپہی
 مسافر سوز کو رہنے دو یکچند

یہ غم ہے کون سے ظالم کی اولاد
 یہ غارت گر مگر ابن الصنم ہے
 کہ عاشق کا یہ گھر کرتا ہے برباد
 دیا ترکوں کے لشکر کا ہے جلا د
 ہزاروں طرح کی شکلیں بنائیں
 سحر سے شام تک کرتا ہے ایجاد
 کبھی تو اژدہا ہے آتش افشاں
 کبھی عزت ہے یا گردِ فولاد
 کبھی تو دیو ہے کسم فکن یہ
 کبھی محبوب ہے رشک پر یزاد
 غرض انسان کے تو مارنے کو
 نہیں اس ما کوئی دنیا میں استاد

ہوا ہے تو ز اب تیرے مقابل
تو کہ مولا علیؑ کو اپنے اب یاد

گل بوے تو در کنار دارد زان عاشق خود ہزار دارد
گفتی کہ شبے بر تو آیم قول تو چہ اعتبار دارد
دل نیست بزلت تو دے جان آن کا کل مشک بار دارد
دل خاک شد و هنوز دلبر از من در دل غبار دارد
مجبوری تو ز صبر کن صبر
ہاں بندہ چہ اختیار دارد

گفتم کہ غمت مرا نباشد گفتا اگر ت حیا نباشد
گفتم کہ کجاست مسکن تو گفتا کہ کجا کجا نباشد
گفتم جانم بہاے نازت گفتا میں ہم بہا نباشد
گفتم بہ عدم روانہ ام کن گفتا کہ ترا روا نباشد
گفتم کہ بہت دواست گفتا میں درد ترا دوا نباشد
چوں گفتم تو ز عاشق تست
گفتا کہ چہ خوش چرا نباشد

ذ

لکھوں جو وصف تھامے میں گلرخاں کاغذ عجب نہیں ہے کہ ہر رشک بوتل کاغذ

لہ یہ شرح میں نہیں ہے۔

جواب خط میں پہلے لکھے نہ پرزہ یار
 طلبِ حجبِ اب کرے نامہ بر تو بولے شوخ
 کج ادوات کہ ہر ہے قلم کہاں کاغذ
 لکھوں ہوں نامہ تو کر ڈالتی ہیں بری سرخ
 فراقِ دوست میں یہ چشمِ خوں نشاں کاغذ
 نہ جاسکے ترے کوپے میں نامہ بر الا
 اڑا کے باد ہی لے جائے یاں سے اں کاغذ
 لکھا نہ ایک بھی پرزہ کعبہ ہیں کیوں یار
 بکے ہے شہر میں شاید بہ نرخ جہاں کاغذ
 پڑھوں ہوں سوزِ جو میں داغِ دل کی اپنی شرح
 کرے ہے خونِ جگر برگِ لالہ ساں کاغذ



ایک دن بیٹھا تھا اپنے بام پر
 آگے پیچھے دیکھ کر بولا کہ اد
 ہو گیا میرا قضا را واں گزار
 ہے کہاں دیکھو مرا تیر دکھاں
 کوئی یاں حاضر نہیں ہے نابکار
 جلد لاؤ مفت جاتا ہے شکار
 لگ گیا دیوار سے ٹک آہ مار
 کوئی تو کر تھا نہ کوئی دوستدار
 خوں قسمت تو دیکھو اس گھڑی
 تھا نہ پتھر ہی کہ کرتا سنگار
 ہاتھ اپنے کاٹتا تھا ہو غضب
 ہاے بے منت اجل آئی سخی سوز
 بچ گیا کیا ہوے پہر انجہام کار

بس میاں عشق پوچوں تیرے پیر
 بیٹھے بٹھلائے مجھ حریب کو آ
 تو نے مجھ سے نکالا کب کا بیر
 لے چلا دشت دشت کرنے سیر
 کہیں مسجد میں ناک رگڑائی
 کہیں کر جوڑ کر پھبایا دیر

جوں کہا کیا کیا تو منہ مایا ایک ہے ایک ان میں کوئی نہ غیر
 سات اور پانچ سوچ لے دل میں پوچھ مولا علی کو ہو کے نصیب
 آپ سا ہی کیا نہ توڑ کو خوب
 ایک سے دو ہوے الہی خیر

ہاتھ میں نیچا ہے یا کہ شرار وقتا رہنا عذاب النار
 ہاں دل بیستہ اس کے ہو تجھ پہ آیا ہے کھینچ کر تلوار
 داری جاتا تھا اس کے نام پہ روز اب غلے سے لگا نہ اس کا دائرہ
 بڑھ کے کہ ایسی ہی لگا پیالے نہ رہے جو لگا کسر کا تار
 آستیں تو لگا لٹنے دیکھ دل امید وار ہو تیار
 باغ کی سیر مانگتا تھا روز یہیں اب دیکھ پھولے بے گلزار
 توڑ دریاے غم میں غوطہ مار
 آنکھ لی موچ اور پرلے بار

ایک تو پاؤں میں پڑی زنجیر دوسرے ہاتھ میں گریباں گیر
 چاک کر مت جگر کو ہاتھ اٹھا اس میں کھینچی ہے تیری ہی تصویر
 آہ تو اس کے در تلک نہ گئی کیا اکھاڑے گا نالہ شبگیر
 نوک تو دیکھتا ہے جسدھر کی دیکھے کس کی آئی ہے تقدیر
 کوئی باقی رہا نہ صاحب دل دل تو ہے اس کے ناز کی جائیر

لے م، سات اور پانچ دل میں ثابت کر جان مول علی کا ہو تو نصیر
 لے م، آپ سا ہی مجھے کیا اچھا لے م، بڑھ کے ایسی ہی اک
 لے م، باغ کی روز مانگتے تھے سیر

ستوز کو کچھ نظر پڑا شاید دیکھتا ہے فلک کو آنکھیں چیر
ایک تو اور بھی غزل ایسی
پڑھ نہ اے ستوز اے قدیمی تیر

یار و جلدی سے کچھ کر دتد بیر دل میں لاگا کسی کا کاری تیر
مجھ پہ کیوں کھینچتا ہے تو جمدھر کیا مرا جرم کیا مری تصویر
آہ دادا دا الہی خیر زور لائے ہو اب کمان و تیر
لو لگاؤ نہ دیر بٹ کیا ہے میں تو راضی ہوں جس میں ہو تقدیر
قتل کرنے میں بھی بخیلی حیف یعنی جل جل مروں میں بل بے شریہ
قصہ چک جائے جلد مار بھی ڈال
منگ تیرا ہے ہاں یہ ستوز فقیر

جگر سے دل میں دل سے آنکھ میں آنکھوں سے مڑگاں پر
یہ طفل لڑھ پڑھ کر پڑا آخر کو داماں پر رکھتا
نہ بھول اے دل تو اس نیرنگی میناے دوراں پر
یشیشہ ہے اسی قابل رہے جو طاق نسیاں پر
کشمیر تیرتی ہے اے بلبل سہال اب آشیاں اپنا
خرواں نے اب کمر باندھی ہے (تاراج) گلستاں پر

لے ح، دل میں ٹوٹا کسی کا اگر تیر لے ح، اور لے آئے اب کمان و تیر

لے م، پھر لے ح، یہ مطلع ح، میں نہیں ہے۔

لے ح، شرم میں نہیں ہے۔

برنگ سبز خوابیدہ ہیں مرزا گان گلرویاں
یہ دامن لوٹا گزرا ہے کس کا اس خیاباں پر
رسن سے زلف کی میاں کھینچ لے دل در نہ ڈوبے گا
گیا ہے تشنہ لب ہو کر تری چاہ زرخداں پر
قیامت کا بھی دھڑکا دل سے کشتوں کے نکل جاوے
خدا دندا گزرتا قل کا ہو گور عسریباں پر
ہجوم عاشقاں ایسا تھا اس پر آج مجلس میں
کہ پروانے بھکے ہیں جس طرح شمع شبتاں پر
گیا تھا ایک دن مجلس میں اس کی تیز چھپ چھپ کر
اسے اٹھوا دیا غصہ نکالا اپنے درباں پر

اشکِ غنیمت تو ہوا دیدہ تر سے باہر
مستعد یار ہیں پر خاش کے در پر باہم
کر دیا پل میں رقیبوں سے دل اس کا برہم
تاب کیا رمز کرے کوئی مرے ہانکے سے
حال آوارگی شوخ کہوں میں کس سے
نالہ پر ضعف سے نکلا نہ جگر سے باہر
ابھی چنیت ہوں نکل آئے جو گھر سے باہر
ہم نے یہ کام کیا حد ہنر سے باہر
ماتے وہ تیغ کہ ہو جاوے کمر سے باہر
شام گھر آوے ہے نکلے جو سر سے باہر

لے ح، بان لے ح، تیز کے دل سے نکل جاوے لے ح، یہ شرع میں ہو
نہیں ہے لے ح، میں یہ قطع بطور شرع اس طرح ہے۔
گیا تھا ایک دن مجلس میں اس کی چھپ چھپ میں شب کو
مستعد یار تو پر خاش کے ہیں کوچ میں
ابھی چنیت ہوں جو آجائے وہ گھر سے باہر
لے ح، رقیبوں کا دل اس سے

جو گیا پیٹ میں ان کے ہوا صہمنت ہیں شیخ صاحب کا بھی دوزخ ہے سحر سے باہر
ان دنوں سوز سے دبکا ہے کچھ اس طرح رقیب
گھر سے نکلے ہے بہت خوف و خطر سے باہر

بنے خوب رو بے وفائی کی حنا طر بنا سوز صبر آزمائی کی حنا طر
چھٹا کچھ عزت ملا رنج و محنت میاں جان سب آشنائی کی حنا طر
یہ اتنی نصیحت جو کرتے ہیں ناصح سمجھتا ہے کچھ خود نمائی کی حنا طر
نہ مل ان رقیبوں سے بدنام ہوگا میں کہتا ہوں تیری بھلائی کی حنا طر
ابھی خزانے میں تیسرے کی تھی
جو بھیجا جہاں میں گدائی کی حنا طر

اٹے دل تو صبح یار کے کوچے میں جاشاب میری طرف سے پہلے تو جھک کر سلام کر
کالے پادشاہ حسن ترا عزیم کیا ہوا چل اٹھ کھڑا ہو سوز کا قصہ تمام کر
جاں کنہی سے پھوٹ تو جائے عزیز آج ان نیک دل بتوں میں بھلا یہ تو نام کر
منظور اس کا قتل نہیں کرتے تھے تو سن
لے موت سے چھڑا کے تو اپنا غلام کر

آج کہتے ہیں کہ آئے گا وہ جاناں باہر مت لگا دیر شابی نکل لے جاں باہر
کھول خرنے کو تنک سیر شہیدان تو کر واہ واہ زور ہی پھولا ہے گلستاں باہر

لے تو نام ہمارے سے نہ ہو جو تدبیر گھر میں کافر ہیں اگر ہیں بھی مسلمان باہر
 یارو لاجول پڑھو شیخ کہاں سے آیا یا الہی کہیں جائے بھی شیطان باہر
 لوگ کہتے ہیں جسے برق اسے نکل آیا ہو کہیں گوشہ داماں باہر
 ستوز کو گھر میں جو پوچھا تو بسھوں نے

ابھی نکلا ہے ادھر دیکھو نالاں باہر

عرق نہیں ہے سموم ہوا سے چہرے پر نگاہ آب ہوئی ہے حیا سے چہرے پر
 بہت کیا کہ نظر بھر کے دیکھ لوں اس کو نہ ٹھہرا لے نظارہ صفا سے چہرے پر
 کیا ہے دل کو پریشان تیری زلفوں نے پٹ رہی ہے میاں کس ادا سے چہرے پر
 اگر نہیں انھیں منظور تیرے منہ لگنا
 تو پھیلتی ہیں یہ کس دعا سے چہرے پر

رقیب ہے تیرے غم میں دلِ زار زار نکلے ہے دل سے آہ شرار بار بار بار
 محفلِ تلک تو تیری رسائی کہاں بھے جانا ہوں دیکھ صورت دیوار وار وار وار
 شانے سے تھی امید ٹھڑا لے گی زلف سے انجی دو چند جان گرفتار تار تار تار
 اب کس کو یہ خبر ہے کہ میں کون کون وہ کہتا تھا جب تلک تھا میں ہشیار یار یار
 دیکھو جی آنسوؤں کا تو کچھ بس نہ چل سکا آخر ہوئے گلے کے مرے بار بار بار

لے یہ قول م میں نہیں ہے۔

لے ع، محفل تلک صنم کی رسائی کہاں دے

لے م، غم سے تیرے

لے ع، جاتے ہیں۔

جب سے کیا ہے یہ دل اشریمان و دم
 ڈھونڈیں ہیں تب سے مثل خبردار دار دار
 کیوں تو نہ ہم نہ کہتے تھے ٹکرائے سر کو تو
 آخر کیا نہ آپ کو بیار مار مار

دل سے صحبت نہیں ہے اب تو برآر
 ہاں جو دل ہو تو کوئی اس سے ملے
 پاس آوے جو اس کے ہوئے راگ
 جس کے گھر جا کے بیٹھتا تھا یہ
 اب تو یہ ڈھنگ اس نے کاڑھے ہیں
 جانے کس کا اب ہوا عاشق
 ران کھولوں میں اپنی آپ بجاؤں
 کہ کسی سے رہا نہیں مانوس
 دیکھو آتے ہیں آپ روپ چلے دکا
 آنکھ ادبھی اٹھا کے ٹمک دیکھو
 ارے گونگا تو کیوں بنا ایسا
 ٹمک زباں سے تو اپنی بات کرو
 صاحبو دیکھتے ہو اس کی آنکھ
 اے دل تو نے مجھ کو ذبح کیا
 وقتا رہنا عذاب النار
 یہ جہنم تو ہے سقر کا شہر ار
 اے کیسا تھا یہ گل و گلزار
 اس کو کر ڈالتا تھا باغ و بہار
 کہ نہیں جس کا کچھ حساب شمار
 یا کہیں جا کے کھیلتا ہے قمار
 یہ تو ایسا ہوا ہے کلسہ گزار
 باد کے گھوڑے پر ہوا ہوسوار
 آئے کس گھر گئے تھے بر خردار
 اے ترے پر خدا اے مار
 کیا ہوا تجھ کو سائیہ گفتار
 دیکھیں کیا سیکھ آئے ہو گفتار
 کہیں حلی ہی ہے ترا عیار (۹)
 حیف ضائع کیا یہ میرا پیار

۱۰۰ م، اتنا تو غم ذکر

۱۰۰ م، شرع میں نہیں ہے

۱۰۰ م اس غزل کے شروع کے ۱۰۱ شرم میں نہیں ہیں۔

ہاے بیکس کیا مجھے تو نے
 اس کا دربار جس کی شان میں ہے
 یعنی حضرت امیر عالی جہاں
 وہ محمد رسولؐ کا بھائی
 عمرو غنتر کو جس نے قتل کیا
 وہ علیؑ منظر العجائب ہے
 وہ علیؑ جس نے آتش نمرود
 وہ علیؑ جس نے جبریلؑ کو ہاں
 کھول سر کو کہوں گا داغ و ثما
 دل کو میرے کردہ ایت تم
 تم نے مارا نصیر کو دالہ
 کاٹ کر ہاتھ تم نے اسعد کے
 گرہوں کے تمہیں ہو راہ نما
 گر شقی ہے اسے سعید کرد
 محو ہو جائیں دل کی سب بدیاں
 سوز میں مرثیہ نہیں پڑھتے
 بس یہ اتنا ترا وسیلہ ہے

تری فریاد جا کروں دربار
 لیس فی الدار غمیدہ دیار
 حامی دین قاتل الکفار
 نام جس کا ہے حیدر کراڑ
 ایک سے دو کیے تھے دوسے چار
 جس نے موسیٰ کے تیئیں دکھائی نار
 کی تھی حسرت خلیل پر گلزار
 پہلے سکھایا بندگی کا شعار
 اپنے دل سے ہوا ہوں میں بیزار
 اسے مرے دالی لے مرے تار
 تم نے پھر کر جلایا ستر بار
 پھر لگائے تو یہ ز اول بار
 تم خدا کے ہو واقف اسرار
 تم ہونیکلی بدی کے سب مختار
 اور ثابت ہوں نیکی کردار
 وہ جو ہیں گے تمہارے ماتمہار
 بخشیو اس کو لے مرے غفار

مطلع

ایسے جینے سے بھائی میں بیزار یہ بھی کوئی ڈھنگ یہ بھی کوئی اطوار

ہیں جلو میں مرے ہزار قطار
 تک ادھر دیکھو تو استغفار
 اب تو گردن میں ڈالے زنا
 پوجنے آئیں ہند کے کفار
 حیز بہتر ہے تجھ سے تو سوار
 یکے ایمباد ہیں ہزار ہزار
 یہی در در پکارتے ہو بسیار
 اب بھی کہتا ہوں آگے سے اتار
 ہو کے اٹے گدھے اوپر اسوار
 تا وہ کہتے چلیں پکار پکار
 اور چیزوں کے رکھتا ہو اطوار
 ڈالتی جائیں جوتیوں کے ہار
 ہر سے اپنی حیدر کراڑ

توڑ یہ بات مان تو بہ کمر
 ورنہ تجھ کو ہڑے گی بوری مار

بھوٹ تزدیر مکر و فن اور فریب
 میر صاحب ہیں ان گنوں پر اب
 پھوڑو سبح اور مصلاب
 مرد ہو کر قدم رکھو کہ تمہیں
 لیکن استغفر اللہ تو اور مرد
 جب سے پیدا ہوا ہوں تب سے گناہ
 خرقہ پہنا تو کیا اکھاڑا جی
 شرم آئی نہ اے خزن تجھ کو
 سات تابوں سے منہ کو کالا کر
 پھو کر دوں کو مٹھائی دیتا جا
 جو کہ پہنے لباس مردوں کا
 اس کی یہ ہے سزا کہ خلق خدا
 شاید اس وقت لیں بچا تجھ کو

۱۔ یہ شرم، میں نہیں ہے

۲۔ م، ا پاڑا

۳۔ ع، اور چیزوں کے یکے وہ اطوار

۱۔ م، قطار قطار

۲۔ یہ شرم، میں نہیں ہے

۳۔ م، اور اپنی زبان سے یہ پکار

۴۔ م، جو گلے میں ہو

۵۔ یہ شرم، میں نہیں ہیں۔

نہیں پر پانوک رکھا ہے عیار
 چلا تو ہی تو میرے پاس سے دل
 وہ غمخواری کرے گا واہ اے عقل
 کہاں تھے رات کے تم شیخ صاحب
 کہو تسبیح کو اب ہاتھ سے دور
 تو گر تم کو دولت چاہیے ہے
 کہ آنکھوں پر ہر رکھنے سے عار
 بھلا بھائی ترا مولا نگہ دار
 کہ بس کا نام ہے عالم میں غمخوار
 کسی نے لے لیا خروشہ و دستار
 تمہارے دوش کے لائق ہر زمانہ
 تو میری دو آنکھیں ہیں گہر بار (کلا)

نہ دیکھو ستوز کی صورت عزیزو
 نہیں ہے خلق میں ایسا گنہ گار

جن کو نہیں ہے کچھ سرو سامان (روزگار)
 کس کی سموم آہ نے ابتر کیے چسپن
 روشن ہوا ہے کس کا چراغ امید آج
 رکھتے نہیں ہیں پانوز میں پرغور سے
 لے ستوز اب زبان کو اپنی خموش کر
 اتنا بخار دل میں ہمارے ہے بھر رہا
 ایسا گلا دبوچیں کہ وہ.... نکل پڑیں
 بے شک وہی ہیں سرور سلطان روزگار
 آمادہ خزاں ہے گلستان روزگار
 ہے بے فروغ شمع شبتان روزگار
 برجاؤ ان کو کیسے سلیمان روزگار
 سنتے کہیں نہ ہوویں حریفان روزگار
 گردسترس ہوتا ہے گریبان روزگار
 جوں مہروماہ دیدہ حیران روزگار

۱۷ ع میں یہ غزل درق ۳۹ ب کے حاشیے پر ہے۔ م میں یہ غزل نہیں ہے۔

۱۸ ع میں یہ غزل حاشیے پر ہے اور م میں نہیں ہے

کیا ہاتھ دھو کے جان کے پیچھے —
 ساقی اگر مدد کرے یک ساغر اجل
 مینے سنا کہ سوز اٹھا کل جہان سے
 یاں تک کہ میں نے رو دیا بے اختیار ہو
 کیا ہو گیا جو ایک دم آگے —

پھرتے ہیں باغ باغ ترے واسطے ہزار
 اس زندگی کے کیف کا ڈٹے تبھی خار
 دل پر بڑا الم ہوا حدیسی بے شمار
 لیکن نہ یاد آتی ہے —

رنگیں گل نشاط سے تھی شاخسار عمر
 ہم جانتے تھے تا بہ قیامت جیئں گے ہم
 لڑکے کو یہ جوان کرے ہر جواں کو پیر
 کیدھر گیا کد کے سمندر کو
 کیا غم نے تیرے آ کے لٹائی بہار عمر
 توڑا ہے تیرے بھرنے لے جان مار عمر
 تا عمر ہم نے دیکھ لیا کار و بار عمر
 لے موسم جوانی دے شہ سوار عمر
 کیا زندگی کے کیف شتابی اتر گئے
 اے سوز تا بہ حشر رہے گامخوار عمر

لے آہ جگر سے اب سفر کر
 پوچھے ہر تو یاد غیر کا حال
 ہر چار بہار اس میں موجود
 پیاسا ہوں پلا پیسے آبِ خنجر
 بی رحم کے دل کو ملک خنجر کر
 آسے بھی حال پر نظر کر
 میری آنکھوں میں آ کے گھر کر
 اتنے سے نہ یاد در گزر کر
 شکوہ آئے سوز مختصر کر
 خوابِ جہاں تو بے وفا ہیں

لے یہ غزل م' میں نہیں ہے
 لے م' آجان تو میرے دل میں گھر کر
 لے ع' میں بے وفاسب
 لے ع' ہاں
 لے ع' یہ شعر ' میں نہیں ہے۔
 لے ع' اب

جس طرح جانے کھڑے کو پیالے نقاب کی عالم کا اس سے زیادہ نہ خدا خراب کر
 دل تیرے غمِ اُٹھ سے ہر جان ناک میں اے فتنہ ایک آن تو سینے میں خواب کر
 طالب ہوں تیری دید کا کھڑا تو ملک دکھا مجھ پاک باز سے تو نہ اتنا حجاب کر
 مٹ پئی شراب بزمِ رقیباں میں اے صنم آتش سے رشک کی نہ مراد لکباب کر
 مدفون اپنے کوچے میں کرنے دے نقشِ تھوڑ
 قاتلِ خدا کے واسطے اتنا صواب کر

ملک میری طرف تو دیکھ اے یار کیوں شونخ کہاں ہے وہ ترا پیار
 بلبس تجھ کو چمن مبارک واغوں سے یہ دل ہے رشکِ گلزار
 اب شیشہ دل تو لے چلا ہے نازک شے ہے بہت یہ ملکِ خبردار
 ہر بار نہ تیغ کھینچ ظالم ایسا تو نہیں ہوں میں گنہ گار
 روشن ہے سبھوں میں کفر میرا جوں شمع ہر ایک رگت ہے زنا ر
 دل لے لے (سے) ہو ذرا تو خاموش بیزار میں تیری خو سے بیزار
 میں تو ز خدا کے واسطے بس آعشق بتاں سے ترک لے یا ر
 کچھ کم تو نہیں ہوا ہے رسوا آمان زیادہ اب نہ ہو خوار

۱۔ م' جوں جانے اپنے کھڑے کو ظالم نقاب کر ۲۔ م' ع' اضطرار
 ۳۔ م' ملک تو ہنہ دکھا ۴۔ م' ع' یہ شرع میں نہیں ہے ۵۔ م' ع' فتنہ کو ع' جان
 ۶۔ م' ع' پر ٹھیس گئے نہ اں خبردار ۷۔ م' ع' ہر اک کو
 ۸۔ م' ع' ہر اک رکھے ہے ۹۔ م' ع' میں دل نالہ نہ کر تو چپ رہ
 ۱۰۔ م' ع' یہ شرم میں نہیں ہے

پھینے دل اس طرح کہ دغا کو نہ ہو خبر
 عشاق تیری تیغ تلے اے ستم پناہ
 سر اس طرح رکھیں کہ فنا کو نہ ہو خبر
 رخصت جو مجھ کو دیئے تو میں اس کے پانو کا
 بوسہ لوں اس طرح کہ حنا کو نہ ہو خبر
 دل چاک یوں کروں کہ قبا کو نہ ہو خبر
 نا صحر تو چاک جیب کو مانع ہو اور میں
 گلزار وصل دوست سے اپنے گل مراد
 لے تو زیوں چنوں کہ صبا کو نہ ہو خبر

تیغ کی کھینچ ہے وہ غارت گردیں میر پر
 شوق دیدار تو اتنا ہو کہ کچھ مت پوچھو
 کس طرح پہنچوں مری جان ہیں میر پر
 جس کی ہر مرے دل پر تے 'خون' بہار
 رشک کھتا ہے یہ فردوس بریں میر پر
 کس قدر صاحب عصمت ہو وہ کا فر یارو
 پاکبازی کا نہیں جس کو یقین میر پر
 دل تو زلفوں کو دیا کا ہے کوشانے کی طرح
 رہتے ہو آٹھ پہر چیں بہ جبین میر پر
 غمزہ و ناز و ادا جنبش ابرو و نگاہ
 جان لینے کو یکے تم نے نہیں میر پر
 تو زحافظ ہے خدا اب کہ بہ قول سودا
 باندھی جھجھلا کے مکر شوخ نے کیں میر پر

صبا حریف لے آئی ہے تو مے دل پر
 بتوں کی دید میں کرتا ہوں شیخ جس دن
 لگے ہو تیری یہ گل کی بو مرے دل پر
 حلال تب سے ہر خون سب مرے دل پر

لے م، دیکھتا ہے
 لے م، اس طرح سے دیں
 لے م، چمپیں
 لے م، حلال تب سے ہوا ہے ہو
 لے م، ہم بھی تو اس کی تیغ تلے اے جانا کھو
 لے م، رخصت جو ہے تو مجھ کو تو میں تیرے پانو کا
 لے م، کس کی

کسی بھی چیز کو ڈھونڈنا میں نے دنیا میں مگر رہی ہے تری جستجو مرے دل پر
یہ چاک حبیب نہیں جن کو یار کی دیویں نہ کر سکے گا تو ناصح رفو مرے دل پر
خدا کے اسطے توڑے نہ اس کا نام
غضب کرے ہے تری گفتگو مرے دل پر

مانگتے ہیں ہم اپنے یار کی خیر کچھ تو دے آئینہ بہار کی خیر
ابر کہتا ہے بار بار مجھے بیجو چشم اشکبار کی خیر
کوئی دشنام ہے تڑا قے کا دیجو لعل آبدار کی خیر
کوئی ٹھوکر ہی سر کو لے شہدیز جڑیو اس اپنے شہ سوار کی خیر
آج تو توڑ کے گلے لگ جا
اد میاں جان اپنے پیار کی خیر

پھولتا ہے اب کوئی دم کو گلستان بہار
آنکھیں کھولیں گے برنگ گل شہیدان بہار
عرس بلبل ہے ہزاروں جج ہوں گے عندلیب
تو نہ جادے گا تو گل ہو گا چراغان بہار
دو خزاں بھی آگئی غفلت سے ہم بھولے رہے
لے چلے دنیا سے آخر دل میں ارمان بہار

لے یہ شرم، میں نہیں ہے

لے م، لالہ جی

لے م، دل میں اے

لے م، ہم بھول کر سوتے رہے

اس قدر شوخی نہیں جو کوئی نظارہ کرے
 شہدِ گل کٹ پکڑ سکتا ہے دامن بہار
 غنہ لیبو مسکن گلشنِ غنیمت جان لو
 غنہِ گل کوئی ساعت کا ہے ہمان بہار
 غنہ لبیں دام میں پھنسیاں لیے اوراقِ گل
 آج بازی گاہِ طفلان ہے دبستان بہار
 یکطرفِ نالائقی بلبیل یک طرفِ خداں تھے گل
 سوزِ مجھ کو آج تک بھولی نہیں آن بہار

اے شخص بے پردا مرے اتنا مجھے رسوا نہ کر
 صبر و قرار اب بے نہ جا جا مجھے تنہا نہ کر
 زلفوں کا منہ پر ڈھاپنا ہونٹوں کا ہر دم چاہنا
 ہر کوئی رکھتا ہے جگر اتنی بلا یک جا نہ کر
 بندہ ہوں میں تیرا صنم تو قہر کر یا کرستم
 یہ کس کی طاقت جو کہے پیارے وفا کر یا نہ کر
 تقصیر تو مجھ سے ہوئی تیرا گلہ میں نے کیا
 اہاں اس کے بدلے قتل کر پر خلق میں رسوا نہ کر
 اے بادشاہِ خسرواں! لے قبلہ گاہِ انس و جاں
 لے سوز کو تو ذبح کر پیرِ وعدہ فردا نہ کر

بے وفا ایسی بھی تو عاشق سے عیاری نہ کر
 دشمنوں کی خدمتوں کی عیاری نہ کر
 کوئی بھی بیمار کو اتنا کڑھا ہے جیسا
 ایک مڑتا ہوں اس پر تو دل آزاری نہ کر
 میں تو کہتا تھا کہ وحشی ہو بھالے رکھو اسے
 کس نے بہکایا کہ تو دل کی خبر داری نہ کر
 گو کہ بڑھا ہے دے مسک ہر اتنا سوچ لے
 اور تو جوں نوں (کڑا) لیکن عیاری نہ کر
 بھیڑ ہو جاوے گی سب کنگال دوڑیں گے ابھی
 اے مری چشم غریب اتنی گہر باری نہ کر

عندلیبو خوش ہوا بگلشن میں آتی ہے بہار
 گل تئیں خواب عدم سے اپ جگاتی ہے بہار
 کیا شگفتن دار فرصت ہے کہ جس پر بھول کر
 باغ میں شاد کیلے پھولی نہیں سہاتی ہے بہار
 گل کا چٹکارا نہ پوچھو سمجھنے کی بات ہے
 چٹکیوں میں عندلیبوں کو اڑاتی ہے بہار
 قطرہ شبم نہیں گرتے ہیں گل کے منہ اوپر
 خواب سے غفلت کے سوتوں کو جگاتی ہے بہار
 عاشقو فکر تہی دستی کرو گر شوق ہے
 گل کو زردیتی ہے جب گلشن میں لاتی ہے بہار
 تہہ کیا پینک لگی ہے تجھ کو غافل آنکھ کھول
 دیکھ کس کس رنگ سے گل کو ہنساتی ہے بہار

لے 'تا' آتا ہے لے 'شرع' میں نہیں ہے لے 'ہنس' ہنس کے
 لے 'شرم' میں نہیں ہیں ۔ لے 'تا' تہہ پیرا ہے کہاں غافل تھا آنکھیں کھول

اس سے آج تک ہو نہیں سکی تسخیر
کیا ہے زلف نے کیا آفتاب کو زنجیر
یہی گناہ مرا اور یہی مری قصیر
بجھے جواب نہیں دیتا منہ سے بلے شریہ
عزیز و کون سے گرو کا ہے ستم آباد
جہاں کے خار ہوئے لچک میرے دانگیر
کشتی نے سوز سے پوچھا کہ کیوں تجھے مارا
کہا کہ کچھ نہ کہو اس کی تھی یو نہیں تقدیر

اپنے گھر میں مجھے بلا کر
میرے بھی درد کی ددا کر
لاکھوں ہی خاک ہو گئے ہیں
تیرے کوچے میں جی جلا کر
مت پانو زمیں پہ رکھ مری جان
مت سب کو اپنا خاک پا کر
عالم کی بندگی مری جان
میں نے کی اپنا جی لگا کر
تب ان کی خدمتوں سے حاصل
پایا ہے تجھے خدا خدا کر
جلتا ہوں مثل شمع ہر شب
یو نہی تو کبھی نہاں آ کر
تیرا دل سوز ہوں میں آخر
اتنا بھی تو مت مجھے خفا کر

۱۔ م، آفتاب مانگیر
۲۔ ح، گرد غمے ایک ہی ہوس پہ لچک مجھ کو قتل
۳۔ ح، دہن تو کھول تنگ
۴۔ ح، قطع م، میں نہیں ہے۔
۵۔ م، میں تینوں شر اس طرح ہیں۔

لاکھوں بت بوجھ کر مری جان
پایا ہے تجھے خدا خدا کر
سو تیری شکر ہی کہوں گیا
یک شب تو بھی تو دیکھ آ کر
جلتا ہوں ات دن میں جو شمع
کہنا ہی مجھے پڑا جلا کر

تجھ پہ اسے جان آن ہے کچھ اور میرے دل میں گمان ہے کچھ اور
 کیا بگڑتا ہے میں سمجھتا ہوں آج تیری زبان ہے کچھ اور
 کہو غنوں کو لب سے کیا نسبت چپ رہو وہ دہان ہے کچھ اور
 پھر کو اس کے قد سے کیا تشبیہ اس سچیلے کی شان ہے کچھ اور
 عارضی حسن پر نہ ہو معنہ درد میرے پیارے ندان ہے کچھ اور
 زردی رنگ و چشم تر ہی نہیں عاشقی کا نشان ہے کچھ اور
 قیس و فرہاد کا نہیں قصہ ہاں ہی یہ داستان ہے کچھ اور

تموز کے منہ سے شعر در دستو
 کیونکے اس کا بیان ہے کچھ اور

زنج کر کے لگا، دل کو جلا کر خاک کر ایک سو ہو جائے اس قصے کو جلد ہی پاک کر
 ہرگز ہی کہتا ہوں کیا تیرے بدن میں ہے بخار ایک تو جلتا ہوں مت میرے جگر کو چاک کر
 میں تو چھپ کر دیکھتا تھا دور اس کو دلے کہدیا کس نے کہ مارا تیر مجھ کو تاک کر
 مت تصور باندھ اس کے پاؤں ہو جاویں گے تر اس قدر شوخی نہ تو لے دیدہ غناک کر
 دل اگر قید مٹی ہو زلفوں کا تو ہے باد صبا تموز کو اس کی خبر تو قصے کے مت غناک کر

۱۷۰ یہ شعر میں نہیں ہے ۱۷۱ چپ کر دیہ زبان

۱۷۲ یہ شعر میں نہیں ہیں۔ ۱۷۳ یہ شعر میں نہیں ہے

۱۷۴ ج، دل اگر تیدی ہوا زلفوں کا تو باد صبا

۱۷۵ ج، خبر سنو کے

ایک دن اس شجر سے میں لگ چلا ^{قطعہ} رزمیں کرنے لگا اظہار پیار
جب تلک وہ چپ زبا میں بڑھ چلا دل میں آیا آنہ کہ بوس و کنار
کھول کر آغوش جوں سر کا دیں کہنے لاگتا و ابھڑے چل بھٹک نہ مار

قدم رکھتے ہی یکبارہی زمیں پار یہ طفل اشک تھا عرش بریں پر
یہ کس کے آج آنسو تو نے پونچھے لگا ہے داغ اب تک آستیں پر
جگر گل کا بکس جاوے تھا و دیں سنے سے جس کی آواز حزیں پر
سو وہ بلبل پڑی ہو گلستاں میں کہیں سر اور کہیں پا اور کہیں پر
ہیں کہنا کہ دور ہو بیوفا خوب ہماری بات کیوں پیایے ہمیں پر
اٹ گئیں سوز کی آنکھیں پس از مرگ
دیا ہے جی نگاہ واپسیں پار

مجھ ساتھ تری دوستی جب ہو گئی آخر دنیا کی مرے دل سے طلب ہو گئی آخر
حاصل تو ہوا وصل ہیں رات پر افسوس اک پل میں شب عیش طرب ہو گئی آخر
کیا فائدہ ہم کو جو ترے لب ہیں سیما عمر اپنی تو جوں شمع بہ تب ہو گئی آخر
کیا جام تہی ہاتھ سے لیں عشق کے عشاق مے حسن کی مشوق کے جب ہو گئی آخر
شوکت نے ہیں جن کی کہنے نہ دیا کچھ بات آن کے سوار بہ لب ہو گئی آخر
تنگ بھیر جو اس سوز سے کل ہو گئی سوز (۹)
شیخی تھی جو کچھ ان میں وہ سب ہو گئی آخر

لے م، میں یہ اشعار آخر دیوان میں درج ہیں لے م، جان
لے م، ناز اس کے لے حسیاں نہیں باز رکھا ہے لے م، منہ بیڑ جو اس کے کل برہا گئی ہج

تب جانے کیونکہ عشق کی بجائے یا تجھ بغیر
 قمری کو سرو باغ میں ہے دار تجھ بغیر
 ہو جلوہ گزشتاب تو لے فود بزم عشق
 موجب گرفتہ رہنے کا عاشق کے کچھ نہ پوچھ
 سے سے شیخ نے بھی اٹھایا نہیں ہے ہاتھ
 ناز و عقاب اٹھانے کی کس کے ہو مجھ کو تاب
 تو ہی نہ ہو تو سیرچمن سے ہے کیا حصول
 تیرا ہی گونہ مجھ کو میسر ہو ام کنار
 عیسیٰ نفس بھی ہو گئے بیسار تجھ بغیر
 گلشن ہے عندیب کو گلزار تجھ بغیر
 آفسوگل میں شمع کے ہیں ہار تجھ بغیر
 کیا خوش دلی سے اس کو سرو کار تجھ بغیر
 اب برہن بھی تو لے ہیں زنا ر تجھ بغیر
 خاطر پہ زندگی ہے مجھے بار تجھ بغیر
 آب رواں بھی تیغ کی ہے دھار تجھ بغیر
 نور و زعید بھی ہے شب تار تجھ بغیر

دونوں جہاں میں سوز کا یا مرتضیٰ ملی
 اب کون ہے بتا تو خریدار تجھ بغیر

ہو شوق تو ہے کون ہے طراز اس قدر
 چاہیں کہ جائیں تا سر دیوار باغ آہ
 سسکے ہو کوئی در پہ کوئی ترپے ہو پڑا
 شاعر جو تیرے قدم سے نہ تشبیہ دیں لے
 جیسے کہ ہم ہیں کون ہے جاں باز اس قدر
 ہم کو کہاں ہے طاقت پرواز اس قدر
 مرنے ہے اب تو خلق نہ کرے ناز اس قدر
 ہوتے نہ سرو باغ سرا فراز اس قدر
 مارا ہو سوز کو تو حبلا اے مسیح دم
 دکھلا دے تو بھی خلق کو اعجاز اس قدر

لے م' جلوے شمع کے ہیں۔
 لے یہ شرم میں نہیں ہے

دل میں دیتا ہوں تو شتاب نہ کر جان من رسم کر خطاب نہ کر
چاند سے کھڑے کو مرے غل دو ختمہ کھا کھا کے آفتاب نہ کر
ورنہ جل جائے گا جہان تمام حق کی بستی ہے بس خراب نہ کر
میں تو حاضر ہوں جو تو فرامی غیر کو لطف سے خطاب نہ کر

تسوز کا دل میں پھین دیتا ہوں
مفت بردہ تو اضطراب نہ کر

بس کر لے غم جگر جلا بس کر میں نے مانا ترا اثر بس کر
صبر و تاب و توان و طاقت و ہوش سب یہ تیرے کیے نذر بس کر
دبدم مجھ کو کیوں جلاتا ہے بے مروت خدا سے ڈر بس کر
مت مگر تو نہیں ہے دل کا چور میری آنکھوں میں گھر نہ کر بس کر
عیش تک تو گیا ہے تیسرا شور
بس کر لے تسوز نوہ گر بس کر

کاٹتے ہیں دل کو ابرو یار کے تلوار وار
یہ جگر کس کا ہے ان کا جس کو ہو ہمار وار
خون کو مجھ بے گنہ کے بس ہیں یہ تیغ بگاہ
بازہ آیا ہے یہ کس کے قتل کو ہتیار یار
بانغ تم جاتے تو ہو لیکن خدا کے واسطے
گل کو مت اپنے گلے کا کیجیو زہبار بار

ملہ یہ غزل میں نہیں ہے

ایک میں ہی کچھ تری خاطر نہیں پھرتا خراب
 روز و شب ہمراہ میرے ہیں مرے غم خوار خوار
 بات متناہر سبک وضوں کی تو دل سے کے حیف
 ہے سخن میرا تری خاطر پہ ہر یک بار بار
 آپ کو مت دیکھ جوں منصور واحد یاد ہے
 چشم وحدت میں کو ہے یاں جلوہ دلدار دار
 مجھ مریض عشق کی دارد نہیں کچھ غیب وصل
 اے طیب اپنی درد اسے تو نہ یہ بیمار مار
 آج کون آتا تھا گلشن میں خدا جانے کہ ہے
 باغباں کا دل نزار و بلبل گلزار نزار
 دیکھ کر کوئے مغاں میں توڑ کوہ کتے ہیں لوگ
 دختر رز کے لیے پھرتا ہے یہ میخوار خوار

عاشق کو دیکھ کر نگہ آشنا نہ کر ترک جفا نہ کر نہ کر اے میرزا نہ کر
 عاشق کے دل کو لطف سے تو آشنا نہ کر ترک غضب نہ کر نہ کر اے بیوفا نہ کر
 جان ستم عزیز جفا آشنا سے جو عاشق اگر ہزار مرین تو وفا نہ کر
 شان تغافل اپنی نہ چھوڑے داغ دار قربان تیری خو کے کسو کا کہانہ نہ کر
 طاقت نہ پاؤں میں ہو نہ ہاتھوں میں دسترس
 اے حق کسو کو اتنا تو بیدست و پانہ نہ کر

لے یہ شرم، میں نہیں ہے۔ لے یہ شرم میں نہیں ہے۔ لے یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

روئے سے گر گسوا ہوا عمت بار بہتر
 لے مروان دیدہ اے چشم زار بہتر
 بچھتی ہو دل میں میرے کیا گرم جوشی گل
 لے عذیب نالاں تجھ سے تو خار بہتر
 کم ہے اگر محبت کم ہے اگر مردت
 قطع امید خوشتر ترک نگار بہتر

پوچھوں ہوں راہ کعبہٴ دل پر ہر داغ دیر
 لیکر میں ٹھونڈتا ہوں خدا کو چہ رخ دیر
 کچھ گوگو کی بات ہے یاں شیخنا کہ ہم
 پیچھے حرم کی رمز کو پا کر سر رخ دیر
 ہم بانگ میسرے سامنے ہیں شیخ و برہن
 یہ مرغ خانقاہ ہے وہ ہے کل رخ دیر
 ہوتا ہے مدرسے میں یہ دل تنگ و اخلا
 جس وقت یاد آئے ہے مجھ کو فرخ دیر
 زمزم کے آب سے نہ بھی اپنی تشنگی
 ہم پی رہے ہیں شیخ ہمیشہ ایام دیر
 ہندو کی فود معرفت حق پہ ہے نظر
 بہر چراغ کعبہ لپکتا ہے زار رخ دیر
 دل ہر صنم کے غم سے مرا ہوا ہے داغ
 پھولا ہے اپنے سینے میں لے تو زبا رخ دیر

پیوں ہوں خون دل اپنا تجھے گماں ساغر
 کدھر ہے شیشہ مرے پاس ہے کہاں ساغر
 شرابِ سرخ سے بسر نہیں ہے یہاں ساغر
 جو تو نہیں ہو جوں چشمِ خوں چکاں ساغر
 نہ جلنے کس کی جھوسی کے واسطے تجھ بن
 بھرے ہر مہر کا آتش سے آساں ساغر
 پیامِ کینے کے مرا پیچھے دخترِ رز کو
 کہ شیشہ پنبہ دہن اور بے زباں ساغر
 نگاہِ مست کی تیری طلب ہے ہم کو یوں
 تنکِ شراب کہ جوں مانگے ہر زماں ساغر
 اسی ہی طرح سے میں بھی دہن پہ مرتا ہوں
 کہ جیسے دے ہر لبوں پر تمہاں جاں ساغر

لے غولم میں نہیں ہے لے شرم میں نہیں ہے لے مہم ہوں پہ

چمن میں گل نہ سرشاخ پر یہ جلوہ دے جو تیرے ہاتھ پہ ہوتا ہے لے جاں ساغر
مجھے معاف رکھ لے سنا کہ بد شراب ہوں میں نہیں چین تو نے بہرہ امتحاں ساغر
شراب جب تک اس میکہ میں ہو سوز
ترے نصیب ہوا مرث کا مہرباں ساغر

کب تک تیری جفا اور پر جب تک طاقت تھی مجھ میں
اشک کے طوفانی دشت دکوہ ہو کے غرق اب کب تک درو کے بس لے مردم... صبر
بیترازی تھی پیش کے ہاتھ سے بے چین ہے غم کے غم سے دل میں گہرا کر ہوا بیزاد صبر
— نظاروں کے اوپر یوں نفس میں دیجے بلبے بس کا پڑو تھپ لے گلزار صبر
اضطراب و قلق سے حاصل تو کچھ ہونا نہیں
تسہل پائے آنسوؤں کو پونچھ کر ناچا صبر

ن

لگا ہے جب سے دل میں تیرا دلہ روز پڑا تو پیسے ہے تب تک خاک میں سموز
کہیں جلدی سے مجھ کو مار بھی ڈال کہاں تک جان دوں دھڑکوں میں ہر روز
حدودیں ہے پہلو میں مرے دل ابھی مجھ کو اس پر کر تو فیروز
— غضب ان کی ہے جاں زندگی ان سے یارب آہ جاں سوز
وہ کیسا مجھ کو دل سے چاہتا تھا
خدا جانے کیا کس نے بد آموز

کوئی خوف ہے کوئی تو لی ہے (کا) میرے شعروں کو دیکھ کر اٹھا

ہو گئی غم سے جان تنو ز گداز
 تیرے قربان ہو کے مرجاؤں
 آشک تو نے ڈب دیا مجھ کو
 غم نے گھیرا ہے جی کو خنجر بار
 دم نکلتا ہے پر یہ حسرت ہے
 اب تو زلفوں سے جا کے ابھا ہر
 تیرے دیدار کی تمنا میں
 میں نے جانا تھا دل کو بھولا ہر
 مسافر جو تمہے تلک پہنچے
 کوئی غرقہ ہی کوئی ٹوپی ہی
 میرے غروں کے دیکھ کر انداز
 کچھ تو دیتے صلہ جو ہوتے آج
 خسرو ہند و سعدی شیراز

کرتا ہوں ترک عشق میں یوں پیش و پس ہنوز
 میر حن کی تو قسم اے دل شکن نہ کھا
 اس کو جوالہ کر کے مرے پوچھ لے تلک
 فریاد عندلیب کو پہنچا چن میں گل
 نامحذور نہیں ہر مراد دل پہ بس ہنوز
 غنچے رہے ہیں باغ میں ظالم کبکس ہنوز
 دو لو جہاں سے ہر تجھے اب کچھ ہوس ہنوز
 آیا نہ میسر پاس مرا داد رس ہنوز

لے لے یہ شرم میں نہیں ہیں۔

لے لے یہ شرم میں نہیں ہے۔

آگے ہے تیرے قافلہ رست گان لا جاوے تو جا کہ آتی ہو بانگ جوس ہنوز
 نالاں جو باخباں سے ہر بلبل چین کے بیچ دیکھی نہیں ہے ان نے جھائے نفس ہنوز
 سو طرح تنوز ٹھونک کے بولا رقیب کو
 آتا نہیں ہے باز تو اسے بولا لہوس ہنوز

جل گئی قمری نہیں ہے سرو کو باد ہنوز باغ میں ہر سو پڑی اڑتی ہو خاکستر ہنوز
 سرو مہری نے تری کتنا بھایا ہے اسے تسنق اس لک جو دیکھیں ہوں تو خاکستر ہنوز
 کر چکا گلشن میں کتنا کچھ تو آنکھوں پر نشان مشت میں ہر غنچہ زنگس کی سیم وزد ہنوز
 کس قدر ہو شعلہ خو ظالم کہ پہلو سے مرے اٹھ گئے مدت ہوئی اور گرم ہو بستر ہنوز
 بادۂ جام ازل سے تنوز ہے مدہوش دست
 تولیے پھرتا ہے واعظ وعدہ کوثر ہنوز

میں تو دیوانہ ہوا بنتی ہے زنجیر ہنوز کام آخر ہوا ہوتی ہو ابھی تدبیر ہنوز کا
 دیکھتے دیکھتے دن رات بہت سے گزریں آہ کھلتی ہی نہیں زلف گرہ گیر ہنوز
 خاک ٹوکر کے اڑا دیا مجھے ہر وادی میں پر یہ چھتا ہے مرے دل میں پر تیر ہنوز
 آسماں چرخ میں آیا ولے اس سرکش کو کچھ نہ تاثیر ہوا نالہ شبلگیر ہنوز
 جب سے پیدا ہوا ایک دم بھی شگفتہ نہ ہوا غنچہ ساں دہر کے گلشن میں ہوں دلگیر ہنوز
 شن کے جینے کی خبر چونک کے بولا ظالم
 کس قدر سخت ہے آخر نہ مولا میر ہنوز

کلم نہیں ہوتا غبارِ خاطرِ جاناں ہنوز خاک سے میری جھٹکتا ہے کھڑا داناں ہنوز

س

کیا ہم کو ہو بہار میں گلزار کی ہوس
بلبل ہی کو نہیں ہے رنجِ یار کی ہوس
قاتل ہی میرے خوں کی نہ رکھتا تھا آرزو
زگس جو شکل چٹم آگئی ہے زمین پر
پائے نہ بھانکنے بھی کبھی ہم درچمن
پیش از سخن زباں کو کاٹے قلم کی طرح
قدرت نہ مجھ کو آہ کی نے طاقتِ فضاں
نکلے سو کیونکے اپنے دل زار کی ہوس
نکلے کعبو نہ مرغِ گرفتار کی ہوس
ہو گل کو اس کے گوشہٴ دستار کی ہوس
اپنے ہی دل میں تھی دم تلوار کی ہوس
کیا جانے کس کو ہے تیرے دیدار کی ہوس
رکھتے تھے دل میں رخنہٴ دیوار کی ہوس
اس شوخ سے دکھوں ہو میں غفار کی ہوس
نکلے سو کیونکے اپنے دل زار کی ہوس
لے تو زجنسِ دل کے تئیں ہے چکے ہم آگ
رکھتے نہیں ہیں گرمیِ بازار کی ہوس

آج دل آج ہی آپ کچھ ہے اُداس
سُن لو محبوب اس زمانے کے
اب تو محبوب ایسے نکلے سگم
جو اڑانے کے وقت کاٹیں بھاس (کٹا)
آگے بیٹھو نہ کوئی میرے پاس
کاٹے ہیں عاشقوں کو جیسے گھاس

لے ح ، نکلے کعبو نہ
لے ح ، جنسِ دل کو تو اب

لے ح ، کوئی مت بیٹھو آگے میرے پاس

لے ح ، شرع میں نہیں ہے ۔

آگے ہے تھکشن سے کیا مجھے ہر کام اوروں سے دل کے مروائیں
 دل میں بیٹھ ہے بس کہ اب کی ہر اس مگر آتی ہے گلبدن کی باس
 ایک تیغ لگا کے بھاگ گیا دیکھو نے دس نہ میں سو نہ پاس
 میر میدان ہے وہی عاشق جو چڑھا ہر جہان میں ننھاس
 آج ہے اس کے پاس غم تیز
 توڑ دل کا نکال اپنے ہلاس

کب تڑپہ مرنے سے نکلے مرغ بسمل کی ہوس
 دل ہی جانے جس طرح نکلے ہے اس دل کی ہوس
 صاحبو میں جانوں میرا جان ہے پھر تم کو کیا
 منہ مت کیجو نکلے دو نہ مت اس کی ہوس

مت اس قدر تو پہ تو دل بقرار بس گزرا ہوسرے خون بس اے چشم زار بس
 ہے دل پہ مجھ اسیر کے آفت تری صدا لے عندیبا باغ نہ اتنا پکار بس
 تلوار کینچ کینچ ڈراتا ہے کیا مجھے اڑ جاے سر بلا سے لگا ایک مار بس
 دوں ہمتوں کی نظروں میں مت کر مجھے ذلیل لے چرخ میں بہت ہوا رسوا و خوار بس
 توڑ آج یہ گلی سے تری کہہ کے اٹھ گیا
 سو طرح تجھ کو دیکھ لیا ہم نے یار بس

۱۔ شہ یہ شروع میں نہیں ہیں۔ ۲۔ م، جس طرح پر بھی ہے ۳۔ م، دل امید دار

۴۔ م، کسے خون سے چشم زار بس ۵۔ م، دونوں میں صدا ۶۔ م، کیا نہیں ہوں میں

۷۔ م، بس میں سبوں کو دیکھ لیا

دیکھت چاروں طرف لے موم جیسا ہوتا
تو تو رہا ہے یہاں ہوتی ہو

دل نگاہت ہر کسی سے لے دل نادان میں
ملک باں کو بند کرنا صبح خدا کے واسطے

جوں اگل ہوس کو گوشہ دستار کا ہلا
از بس کہ ہے اسے ترے دیدار کا ہاں
نیکے کبھو نہ مرغ گرفتار کا دس
نیکے کسی طرح ترے بیمار کا ہلا
سبح کا نہ شوق نہ زنا کا ہلا
تا دل میں وہ نہ جاکے پیار کا ہلا

بلبل کو ہر ترے سر دیوار کا ہلا
زنگس کی باغ میں نہیں لگتی کبھو پلاک
آئے ہزار رنگ سے گلشن میں گر بہار
یک لحظہ ہو طبیب تو اپنے مریض کا
چینا زباں سے نام تراہم کو اس سوا
مراہوں اب تو یار گلے ملک لگا بھے

بے قدر جب سے جنس فنا ہو گئی ہے سوز
دل میں نہیں ہر اپنے خریدار کا ہلا

س

دریا میں ہو جس طرح سے گرداب کی گردش
ہو سہل مری چشم میں دولاب کی گردش
ہو کر نہ گئی عاشق بیتاب کی گردش
مغلس کو بڑی ہوتی ہے اسباب کی گردش

یوں ہو بھر مرے دیدہ پر آب کی گردش
پہتا ہوں تھے واسطے روتا میں زبس یار
گو خاک ہوا تو بھی پھر ابن کے بگولا
جنت خسرو صبر بن اس ل کو ہو کیا چین

لے یہ غول ام میں نہیں ہے
لے لے یہ دونوں شرم میں نہیں ہیں۔

پھر جائیں اسی طرح سے یک پل میں وہ اٹکیا
 تو آن کے مجلس میں خمار اس ٹھٹھری ساقی سے لگے ہے تجھ سے سر اجاب کی گردش
 جوں بزم میں ہو جام نئے ناب کی گردش
 دل زلف درخ یاد میں کیوں کر نہ پھرے توڑ
 خوش آئے ہے اس کو شب ہفتاب کی گردش

گو تم نے ہیں کیا فراموش لیکن نہ کرے خدا فراموش
 کیا یاد دلاؤں تجھ کو اپنی اے شفق آشنا فراموش
 دل تھا نہ جناح جس کو توڑا اے جو رکھن وفا فراموش
 لے جان ہی ٹک تو کھول تو ہاتھ مارا یاد ترا فراموش
 وہ تو ہے جس کی دل میں تھی جا
 اب دل سے کر دیا فراموش

یہ کچھ ہیں تیری زلف کے ہر تار کا غلش کس بہمن کے دل میں ہے زناں کا غلش
 گر ہو نصیب مرغ چمن اس گلی کی سیر پھر دل میں اس کے ہوئے نہ گلزار کا غلش
 خطرہ نہیں کچھ اندھیں روزِ حشر سے گردل میں ہے تو اپنے ہے کردار کا غلش
 ایسا نہیں ہے فتنہ کوئی جس کے دل میں یار ہوئے نہ تیرے گردشہ دستار کا غلش
 کیا جانیے کہ اس سے کہے گا وہ کس طرح مجھ کو پیام بر کی ہے گفتار کا غلش
 اقرار تو کرے ہے وفا کا تو ہم سے شوخ لیکن ہمارے دل میں سو انکار کا غلش

لے یہ غزل م' میں نہیں ہے۔

لے م' میں ردیف کی غلش ہے۔ م' کب

کھٹکے ہے دل میں توند کے اس چشم کی مرہ
لے بلبلیو یہ گل کے نہ ہو خار کا غلش

ی کس نے یہ توڑا ہے شیشہ آتش کہ انجن کو بنایا ہے بیشہ آتش
میں نہ ہوتا تو افسردہ ہو کے مرجاتی ہے تازہ میری ہی شورش سے ریشہ آتش
بشہ تن سے نیتاں کی آگ میں رہنا یہ دل نہیں ہے مگر شیر بیشہ آتش
رانا ناؤ خار اگدا ز سے ڈرنا ہے دل یہ کوہن آوازہ تیشہ آتش

ص

آرام پیر کہاں ہے جو ہر دل میں جاے حرص آسودہ زیر چرخ نہیں آشاے حرص
نکمن نہیں ہے یہ کہ بھرے کاس طمع دن میں کرودہ جو بھرا دے گداے حرص
انساں نہ ہو ذلیل زمانے کے ہاتھ سے ذلت کوئی کسی کو نہ دیوے سواے حرص
گر منہ کو ٹک بہ سوے قناعت یہ حزن مان رکھتی ہے لاکھ طرح (کی) آفت قضاے حرص
ناداں تلاش طرہ زر سے تو باز آ جوں شمع یہ نہ ہو کہ ترا سر کٹائے حرص
اپنے سوا کسی کو نہ پایا حریص حیف کی قطع رو دکھارنے ہم پر قباے حرص
ادقات ہر طرح سے بخوبی گندہ ہوتوند
پر دمیاں نہ ہوئے بشرطیکہ پاے حرص

۱۔ م، میں یہ غزل نہیں ہے۔

۲۔ م، شوق

۳۔ م، میں نہیں ہے۔

ض

دیکھ لینا ہم کو تیرا یا رہے جب تب غرض دوستی کا مارتے ہیں یکدگر دم آشنا
 اس سوا کچھ روز ہونہ مدعا نہ شب غرض ہونے ہے معلوم باہم آپڑے ہو جب غرض
 چاہ جو کچھ کر کہ ہے دنیا و مافیہا ترا پر کسی کی تو کسی سے ڈال مت یا رب غرض
 میں کہا شب آج یاں یہیے تو یوں بولادہ شوخ رات کے رہنے سے میرا مطلب غرض
 غیر سے ملنا نہیں ہو خوب اتنا سن رکھو اس سوا کہنا نہیں کچھ اور کھنی اب غرض
 حوث میرا ہے نقطہ اور یا رہے بے مدعا درد اپنی اپنی باتوں میں دھکیں ہیں سب غرض

سوڈا ایسے یا رہے معلوم ہونا مدعا
 جی نکل جائے کسی کا اس سے نکلے تب غرض

کبھو تو فیض کو پہنچوں میں لے مرے فیاض کہ تیرے فضل سوا کچھ نہیں مجھے اغراض
 الہی دل کو مرے اپنے حفظ میں رکھیو کہ نہ چڑھے ہو بہت زلف یا رکی مقراض
 عجب ہے رسم بتان جہان دادیلا کہ دشمنوں سے میں دوست کریں عراض
 مرض عشق کو دریاں کی احتیاج نہیں صنم کا درد ہے واللہ دافع امراض

تھارے عشق میں جہر جہر ہوا ہے یہ اتنی
 غریب سوڈا کو ہرگز

۱۔ اس سے تو نے روز ہے۔

۲۔ یہ غزل میں نہیں ہے۔

۳۔ یہ غزل میں نہیں ہے۔

ط

اب ضرر کرنے لگا دل کو بتاں کا اختلاط
 اکٹھی دم کو چلاتی ہے خزاں یاں آکے لوٹ
 پچ تو ہے ان بے وفاؤں سے کہاں کا اختلاط
 عندلیبوں بھوڑ دو تم گلستاں کا اختلاط
 ناکسوں کی دعوتی دین اور ایماں کا اجاڑ
 پوچھ لو جا کر گلستاں سے خزاں کا اختلاط
 خاک سے جس نے بنا کر حضرت انساں کیا
 فیض اگر چاہے تو کر اس باغباں کا اختلاط
 حوز سے مت دل لگاؤ دوستو بچھتاؤ گے
 کاہش دل ہے عزیزو یہاں کا اختلاط

ہیں آیا تیرے مکتب میں بتاؤ اللہ غلط
 کہا میں نے تجھے غیروں سے تو ملتا ہی جا
 واہ واجی واہ وا پہلی ہی بسم اللہ غلط
 بھوٹ ہے بہتاں ہے طوفان ہو اللہ غلط
 گھوٹے کی پھر الیتا ہوں سن کر دور سے
 اتفاقا گر کبھی ہوتی ہے مجھ پر وہ غلط
 ناہوں تم کو میں تم ایک بہتانی ہو ہاں
 کیوں کرے گا جان کر ناداں دلی اگر غلط
 بو طوفان بوسہ بھی لیا اچھا میاں
 منہ لگا کس دن میں تیرے یا چلا ہمرہ غلط
 سوز تو آٹھوں پہر قدموں سے تیرے لگا
 مجھ کو بوسہ لینے دے گا بھوٹ تو مت کہہ غلط

ا' اب کوئی دیکھ چاؤ سے گی

ع' ح' گر کیا چاہے

ح' اکاہش دل سے ہے آخر

ح' کب دبتاں میں ترے آیا ہوں میں مت کہہ غلط

واچھڑے ہی واچھڑے پہلی ہی بسم اللہ غلط
 اشعرم، میں نہیں ہے۔

سر سبز حسن رکھتی ہے تیرا بہار خط
ادروں کے خط کی طرح نکھٹا نہ میں یہ خط
آکھیں تو صید ہیں ترے چہرے کے خال کی
آفاق کو خراب ترے حسن نے کیا
آکھیں بے رنگ نقش قدم ہو گئیں سفید
بے ہر خط جو ہو تو نہیں اس کا اعتبار
دل کس طرح سے ہونہ ہمارا نشانہ خط
گرد آئینہ کے نہ ہے تیرا غبار خط
دل ان دنوں ہوا ہے پیارے شکا و خط
ہوئے زلف خلق ہے عالم ہے خوار خط
اس سے زیادہ خاک کروں انتظار خط
عارض کے خال سے ہے ترا اعتبار خط

پہنچا ہے کوئے یار سے قاصد بقول تہود
دل کس طرح سے ہونہ ہمارا نشانہ خط

اپنے عاشق کو نہ کہ راہ غلط چلتا ہے یہ
ہدایا پروردگار راہ نمائی کرشتاب
آنی سی تقصیر یہ ایسا نہ کیجے اعتراض
کس طرح مانوں نہیں کرتا دل آگہ غلط
کیوں کہ اب غفلت کے مار ہو گئی ہو وہ غلط
بندہ دل سوز سے ہوئے اگر ناگہ غلط

مجھے تھے ہم جو دست تجھے اے میاں غلط
کھاتے جو ہو قسم کہ تجھے چاہتا ہوں میں
ساقی نہ ہو تو سیرچن کا ہے کیا مزہ
واغظ جو کوڑہ پشت ہو اس کی نظر سے پنج
جو حسن دیکھتا ہوں میں فندق پہ یار کی
تیرا نہیں ہے جوم ہمارا لگاں غلط
مشفق غلط ملاذ غلط ہسرباں غلط
جانا بغیر بادہ سوے بوستاں غلط
کرتی ہے تیر کبھو یہ کساں غلط
ہرگز کرے نہ راہ کو یہ کار و غلط

۳۷ یہ غزل م میں نہیں ہے۔

۳۸ یہ شعر میں نہیں ہیں

۳۹ یہ غزل م میں نہیں ہے۔

مردوں کی ایک بات ہے نزدیک سوز کے
مانند خامہ اس کی طبعی (کذا) زباں غلط

تیری آنکھوں کی طرح رکھے ہے یہ جام نشاط
تو ہو گریباں تو ہے صبح طرب شام نشاط
فصل حق جس کی طرف ہو تو اسے بخشے ہے
دل جنہوں کا ہے اسیری کے مزے سے آگاہ
دیکھ ہوتی ہیں تجھے قمری و لبس شادیاں
تو ہے اس باغ میں لے سر دگل اندام نشاط
شیشہ ہے زیر بغل آبلہ دل اے سوز
مے سے ہم کو نہیں لے ساقی گلفام نشاط

ظ

انضیا عروجاہ سے مخلوط عاشقاں آہ واہ سے مخلوط
اس زمانے میں کون ہوئے گا اس مردوت پناہ سے مخلوط
اس سے آگے بلا سے رہتے ہیں گریئے گاہ گاہ سے مخلوط
اب تو آنکھوں سے اشک بھی سوکھے بس ہوئے تیری چاہ سے مخلوط
شیخ تو ہو عبادتوں سے خوش
سوز تو ہے گناہ سے مخلوط

اٹھے نئے میں مجھ کے خط یا ر سے خط
 بغیر بارہ چمن بیچ کیا بہار سے خط
 ہلالِ حیدر سے یہ عیش ہو نہ صایم کو
 جو مجھ کو یار کی ہے تیغ آبدار سے خط
 یہ نخت دل مری پلکوں چہ چشمِ ترکی دیکھ
 کیا جو چاہے تو دریا پہ لالہ زار سے خط
 عبت ہیں منتظر اس شوخ کی مری آنکھیں
 سولے آئنے کس کو ہے انتظار سے خط
 مجھے بھی عیش ہے یہ تیرے گرد پھرنے میں
 کہ جوں پتنگ کو ہوشمع کے تار سے خط
 کسی شراب سے پانی نہ وہ حلاوت میں
 لیا ہے یاد میں ساتی کی جو خسار سے خط
 مجب ہے تنگ سلاسل میں ہو نہ دیوانہ
 ہے ہے دل کو تری زلف آبدار سے خط
 حلاوت اتنی اٹھی دل کے داغ گننے سے
 کہ جوں بجیل کو درہم کے ہوشمار سے خط
 ہزار سیر کرے شہر شہر کی تو سوز
 اٹھے گا دل ہی کے اپنے تجھے دیا سے خط

ع

سائب لاوے نہ ترے حسن کی لرزاں ہے شمع
 جان کے خون سے فانوس میں پنہاں ہے شمع
 دیکھتے ہم نے تو پوچھا تھا کہیں عاشق ہے
 پا بگل خاک بہ سراشک بہ داماں ہے شمع
 چہ چراتی نہیں پروانے کے جلنے سے لی (۱)
 ہے شب وصل کہ شادی سے غزنواں ہے شمع

دوہ دل ہی کی ہیں سوختگی ہے معلوم
 کہ تری آتش ہجراں میں یہ سوزاں ہے شمع
 کوئی کچھ اس کو کہو ہم تو بہت میں مغلوط
 یہ سخن کم ہے کہ عاشق کی زباں داں ہے شمع
 کوئی پنہاں کرو چھپتی ہی نہیں دل سوزی
 عاشق نار ہے شعلے سے نسا یاں ہے شمع
 گرچہ غماز کہوں اس کو تو بر جا ہے گلا
 میر مجلس میں تو روشن کن زنداں ہے شمع

مرزاں کی گرغش کا بہ دل دھنگ ہو وسیع	سینہ بھی یاں برائے صفت جنگ ہو وسیع
و خط جگہ نہ واں ہو تو حاضر ہے گھر مرا	میخانہ شکل کعبہ نہیں تنگ ہو وسیع
نقص صفا سے اپنے نہ پہنچا تو داں تلک	آئینہ خانہ ورنہ بہر سنگ ہو وسیع
دامان سیل اشک مرا بھر میں ترے	مانند دامن جمن و گنگ ہو وسیع
بے ہمتی سبب تنگ ہو دو کاہے ورنہ یار	ردزی برائے کو رو کر دلنگ ہو وسیع
چڑیا سے لے بچا ہے نہ سیرغ تک کبھو	شہباز عشق کا بھی عجب جنگ ہو وسیع
خواہش جنھیں ہو ملک کی ان کو نہیں یہ فہم	دو گز زمیں ندان تہ سنگ ہو وسیع
بادہ پہ گو کہ عرصہ کیا محتسب نے تنگ	زندوں کے واسطے قبح بنگ ہو وسیع
تکوں کے واسطے ترے نیمہ کے سروناز	گلشن میں بنیہ گل اور نگ ہو وسیع

اشک کے قطرے میں نیاں کا اثر رکھتی ہے شمع
 کون ہے میرا بجز پر دانہ مرغ نامہ بر
 سر سے لے کر تا قدم تک گہر رکھتی ہے شمع
 شرح سے مکتوب کے میرے خبر رکھتی ہے شمع
 خاؤ قانون میں ہر شب سفر رکھتی ہے شمع
 واسطے جلنے کے پر کیا ہی جگر رکھتی ہے شمع
 شام سے تا صبح اپنی چشم تر رکھتی ہے شمع
 استواں میں اپنے کب سوز اس رکھتی ہے شمع
 حسن کو لے سوز دھوا سلطنت کا گر نہیں
 سر پر اپنے کس لیے یہ تاجِ نذر رکھتی ہے شمع

غ

آتش سے مرا بوجہ بند نہ ڈرے داغ (۱)
 پروانے کی اد شمع کی نسبت سے ہے روشن
 سوزش میں کہیں اس سے میں کھا ہوا پرے داغ
 بے داغ ہوئے عشق کو کب حسن کرے داغ
 تجھ عشق سے کب کھاسکے ہر اوجہ فرے داغ
 دل کو تو مرے رکھ بنم یہ سب سے داغ
 عشاق میں ل اپنے کو جب تک نہ کرے داغ
 تجھے سے چمن کے ہر فرد داس پہ بھگے داغ
 آتا ہے نظر سوز بہار آنے کا آثار
 ہوتے چلے ہیں پھر تری بھاتی کے ہرے داغ

نلے سے میں اپنے نہیں لے رنگ پری داغ
 کتنی ہومے دل کے تئیں بے اثری داغ
 یاروں کی مجھے سوخت کیا تیز روی نے
 ہر ایک گیا لے کے رفیق سفری داغ
 پہنچا کے تری زلف کی بوغیر کو پیار سے
 کرتی ہے مجھے سورج نسیم سحری داغ
 جلنے کی تمہے عشق میں خود ہو گئی یاں تک
 لائے کی طرح سوز سے دکھتا ہوں ہی داغ
 جانے کا کسی طرح نہیں دل یہ یقین ہے
 جوں جرم عقیق آہ ہمارا جگر ہی داغ
 ہوتا ہوں نخل مفت میں پروانے کے آگے
 جب شمع کو کرتی ہے تری جلوہ گری داغ

طاؤر کو میں پرواز میں جب دیکھوں ہوں لے سوز
 کرتی ہے تب اپنی مجھے بے بال د پری داغ

عشق کی ہوئے تو ہر ہم کو اسیری کا داغ
 دل نہ شاہی پر ہے اپنا نہ فقیری کا داغ
 اس لئے خاموش رہتے ہیں چین میں عندلیب
 تجھ سے ہم رکھتے نہیں ہیں ہم غیری کا داغ
 ہوں گرا ایسے کی نظروں سے کہ میری خاک پر
 باد کو بھی ہونہ ہرگز دستگیری کا داغ
 تجھ سے کہتے ہیں کریں دعویٰ مریدی کا اگر
 شیخنا دل کو ہالے ہونہ پیری کا داغ

سوز کے اشعار کا کیا پوچھنا ہے شاعر
 گفت گو میں اس کی پاتا ہوں نظری کا داغ

لے آنا بھی نہیں غم سے فراغ
 جو دل گم کشتہ کا یکے سراغ
 کون آتا تھا چمن میں بد چھیدو
 آج پھرتی ہے صبا کیوں باغ باغ

۱۔ یہ شعر، میں نہیں ہے۔

۲۔ غزل، میں نہیں ہے۔

آنکھ بھر تجھ کو نہ دیکھا یا نصیب مرتے مرتے رہ گیا یہ دل میں داغ
توز کی بلبل کو بس ہے روشنی
گو نہ ہوئے آشیاں کا تھل چراغ

ایک دم تو درد کے بہنے سے مجھ کو بے فراغ آخدا کو مان مت دے داغ پر بالائے داغ
کس نے دیکھا صبح تک گھر میں کہیں دشمن چراغ آؤ بیکھورات دن جلتا ہے سرے دل کا داغ
تا مر تب ان شاعر نے کہا مگر داسے بلبلیں تو ہی پڑی پھرتی ہیں داتیں باغ باغ کدوا
یوں تو پانے کے نہیں یا رو دل گم گشتہ کو ہاں مگر بوموں کی بوندوں سے ملے شاید سراغ
خار صحرایہ پانوں کے سب ہیں سرخ پوش (۱) اور کوئی خاک لے گم گشتہ روشنی کا سراغ
دل نہیں ہے بھلا وہی میں گل پوچھا ہے گاہ اہر تیرو ہے اور گاہ ہے رشک چراغ
پہیلی ہیں اس کی میں دشمن نہیں لیکن مجھ سے رہے ہو بے داغ
زندگانی اپنی ایسی تنگ ہے دل کو کبھی تو دے فراغ

ف

مرضی جو آئی چرخ کی بیداد کی طرف ہاں کیے دل اس ستم ایجاد کی طرف
تصویر ہو کے آپ ہی حیران رہ گیا بیٹھا جو منہ کو پھیر کے بہزاد کی طرف
دیکھے جو ایک آن میں مرا سر و خوش خرام قمری نہ دیکھے پھر کبھو شمشاد کی طرف
بھاٹے نہ محل چین میں کبھو تجھ کو عندلیب دیکھے جو آ کے تو مرے صیاد کی طرف
حرم خدا ہی اس کی رکھے آج تجنیں (کذا)
جاتا ہے شیخ توز سے آزاد کی طرف

۱۔ م، آپ ہی حیران وہ رہ گیا
۲۔ م، ایک آن تری

۱۔ م، میں نہیں ہے
۲۔ م، بیٹھا جو منہ کو پھیر جو

گرواں میں دیکھے تھے کنعان میں یوسف
 ہوتا اگر اس عہد میں تو دیکھ کے تھے کو
 آنگھوں میں نظر بازوں کی رہتی ہو تری شکل
 ببل سے کہا دیکھ تھے سب نے جین میں
 آخوق ہواں چاہ زرخندان میں یوسف
 پڑھتا فقارک تو تری شان میں یوسف
 بستا ہے زلیخا کے دل و جان میں یوسف
 خاموش کہ ہے سیر گلستان میں یوسف
 کیا شاہد معنی کا ترے اب میں کہوں حسن
 اے تو زبھرے ہیں تے دیوان میں یوسف

یوں کھب رہا ہو گل کے کلیجے میں خار حیف
 صورت کو دیکھتے ہی گئے ہاتھ پاؤں پھول
 آئے گریہ تیرے ہاتھوں سے روؤں کہاں تک
 ہر چند چھوٹنے کی توقع نہیں رہی
 ہم کو نفس سے رخصت گلشت بھی نہ دی
 کیوں سوز زلف و رخسار کی ہوئی تجھ سے بندگی
 غفلت ہی میں گزر گئے لیل و نہار حیف

دشمنوں کی دوستی میں کٹ گئی وقت ات حیف
 جن کو اپنا نور چشم و راحت جاں تھا کہا
 مفت ضائع ہو گئی یارب مری اوقات حیف
 وہ تو مثل مار ہو بیٹھے ترے بد ذات حیف

لے م' اب ہوتو نہ ہرگز نہ کنعان میں یوسف
 ہر فرق ترے چاہ زرخندان میں یوسف

لے م' جو تو زبھرے ہے

لے م' کیا چہرہ ہے

لے م' ہے غریب بنی خراب تک
 لے م' ہے ایک ترے اقدار میں کہ تک

لے م' ہے پھر عین میں ہیں

ق

دوست آہ کے ہے گرج یہ عذاب عشق داغ سے دل کے منور ہے کاشا عشق
خون سے اپنے وضو کر کے قدم آگے رکھ شیخ کعبہ نہ سمجھ ہے یہ صنم حناء عشق
جب ملک ہوش رہا مجھ میں نہ پایا میں سراغ لے گئی بے خبری تابہ در حناء عشق
نئے کشوں بیچ اسی کو تو ملی سرداری کارٹس ساحس کے پیمنا عشق دکنا،

دیکھ لو ستور کو اب در نہ کر دے افسوس
قیس کے بعد ہوا ہے یہی دیوانہ عشق

عاشق ہزار جاں سے ہوں تیرا بجان عشق اے جان جان جان نہ کر امتحان عشق
پتیا ہوں روز خون جگر نحت دل کے ساتھ کھاتا ہے تیغ و تیر و تبر میرا جان عشق
گو مدعی بھی آہ کرے گو کہ دو مرے
والہ اس سوا ہیں کچھ اور ہی نشان عشق

کہہ جاتے ہو مجھ کو چھوڑ کر اے ہر باں مشفق بھلا جیتا ہے گا کیونکہ مجھ سا نیم جاں مشفق
مجھے کہتے ہو تیری آہ نے رسوا کیا مجھ کو کرے گا آہ کس قوت سے مجھ سا ناتواں مشفق
عزیز ہر بانو دوستو مجھ تک ذرا آؤ بلا لاؤ اسے وہ جو چلا جاتا ہے ہاں مشفق

۱۔ م، ۲۔ مجھ اس کو یہ ہے خاؤ عشق

۳۔ ع، افسانہ

۴۔ ع، روتا

۵۔ ع، جنو

۱۔ م، منہ ہے

۲۔ یہ شرح، میں نہیں ہے

۳۔ غزل م، میں نہیں ہے

۴۔ ع، ایسا

۵۔ ع، نور

کہو ان سے تمہاری دوستی کا کوسہ بتاؤ یہے گا کس طرح سے سوزِ عالم میں نہاں مشفق
 کیا تو ذبح لیکن سوز کے غم سے بھر دساغ
 اسے تم موچ کر آنکھیں کر داب نوش جاں مشفق

دل ہوا ہے کون سی جا منزل و ماواے عشق
 سو تو بے یہ تنگ غم سے کیوں نہ اب گہرائے عشق
 چین ہی دیتا نہیں بیٹھے نہ اٹھتے کیا کہوں
 کیا سنا ہے مجھے اس عشق نے اور ہاے عشق
 عشق ہے تم کو جناب عشق تم کیا ذات ہو
 حق تعالیٰ نے نہیں پیدا کیا بالائے عشق
 عشق کا خیمہ دل عاشق ہے آنکھوں دیکھ لو
 دو نو آنکھوں میں لبالب ہی بھرا دریاے عشق
 شیر بھی تھوڑا لہو پی کر کے ہو جاتا ہے سیر
 سیر ہوتا ہی نہیں جب تک کلجا کھائے عشق
 بے خبر ہو گا وہی اے سوزِ شورِ حشر سے
 جس نے ساقی سے پیا ہوساغر مہبائے عشق

۱۔ یہ شعر 'میں نہیں ہے۔

۲۔ 'م' نیم

۳۔ یہ غزل 'م' میں نہیں ہے۔

ک

رونے کو میرے تابعدار سے آئے اشک
 خون جگر تو چشم سے جوتھا سو بہ گیا
 نکلے ہر خون چشم سے اب تو بجائے اشک
 آتا ہے نعت دل ہی جلا اب تھائے اشک
 رونے سے باز ہم کوئی آتے ہیں مثل غم
 لے سر سے پانو تک نہ ہیں تا گھلاے اشک
 نظروں سے جو کسی کی گرے بول کیا سکے
 ہم نے سنی نہ چشم سے گرتے صدائے اشک
 آنکھوں سے ایک دم مری ہوتا نہیں جدا
 لے توڑ کیا کروں میں بیاں اب و فائے اشک

آنکھیں ہوں مری پر آب کب تک
 ملک آنکھ اٹھا کہ ہم بھی دیکھیں
 اس غم سے دل کباب کب تک
 ظالم اتنا محباب کب تک
 میرے دل کا ثواب لے جان
 ہے اس پر عذاب کب تک
 زلفوں کو کھول ملک مری جان
 دل کھا دے پیچ و تاب کب تک
 پہلو میں بلا لے دل ہے آخر
 ہوئے نہ یہ باریاب کب تک

درد پر اس کے نہ جاؤں کب تک
 سر کاٹ کے پانو پر سے داروں
 مرنے سے جی چراؤں کب تک
 روٹھے کو نہ میں مناؤں کب تک

۱۷۷ 'زلفوں کو تو کھول میرے پیارے

۱۷۸ 'آنکھیں میری

۱۷۹ 'پھاتی سے تو تونز کو لگائے۔

ہے آٹھ پہرے مرے مقابل ایسی صورت بھلاؤں کب تک
 دیکھوں گا کس طرح اسے میں آنکھیں رو رو سجاؤں کب تک
 بے بس کا بس یہی کہ رووے دریا دریا بہاؤں کب تک
 سینے سے توجہ خوں رواں ہو زخم پہناں پھپھاؤں کب تک
 یارب دل ہے اسے بچالے غم سے اس کو بچاؤں کب تک
 کیوں غم ترے دل میں یوں نہ آیا ایسے دل کو کڑھاؤں کب تک
 کہتا ہوں اب تو سوز سے میں
 یہ غم نہ اسے سناؤں کب تک

تخت جگر جو آنکھ سے نکلے اٹک اٹک بے چین کر دیا مرے دل کو کھٹک کھٹک
 میری بھی مشت خاک کا ٹک پاس ہے ضرور اے جامہ زیب چلیو نہ دامن بھٹک بھٹک
 یہ ناز اور کشتہ کہاں ہے تدرود میں چلتا ہو جس ادا سے وہ پیارا لٹک لٹک
 نکلا چین کی سیر کو وقت حسرت گہی زلفوں کی لی صبا نے بلائیں چٹک چٹک
 کیفیت شراب سے سرخوش نہیں ہیں ہم پیٹے ہیں خون دل کی مراحمی غٹک غٹک
 غارت کرے جہاں کو تری چشم ترک پر عاشق سے دل بھٹالے وہ ابرو ٹٹک ٹٹک
 توڑیں گے کوہ غم کو صنم کی مدد سے سوز
 فراد ہم نہیں جو مریں سرشک چٹک

لے ع، کیونکر دیکھوں گا پر اسے میں تلہ یہ شرم، میں نہیں ہے۔
 تلہ یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

اشک کب ہوں تیرے ستانے کے خشک کوچے کب ہوتے ہیں میخانے کے خشک
چوری چوری تیرے منہ شاید لگا ہونٹھ یو ہیں میں گے پیمانے کے خشک
اب کے دل میں ہے کہ گوہر رویئے ہوں سراسر آب دکھلانے کے خشک
زلف کی میں کیا جا کر پھنسی یا اہی ہاتھ ہوں شانے کے خشک
سوز معنوقول میں ہے ہاں دیکھ لو
شمع گریاں چشم پرولنے کے خشک

تو نے مجھ کو نہیں کیا ہے ہلاک تیرے غم سے نہیں ہوں سینہ چاک
تو نے مجھ کو نہیں لگائی آگ دود اس کا نہیں ہے تا افلاک
تو نے میرا نہیں چسرایا دل ڈالتا کیوں ہو میری آنکھوں میں خاک
روز محشر تو دیکھو ظالم یہ مرا سر ہے اور ترا فتراک
واں بھی یہ ظلم تو مکر جانا کیا لگے ہے تو ایسا ہی بیباک
کبھی ظالم کہ سوز جھوٹا ہے میں کہوں گا کہ پرچ ہے روحی فداک

میرے نالے سے ہے جہاں تاریک لے زمین تا بہ آسماں تاریک
صفو ہستی پہ مرا جوں ہر نام روشن ہے تو نشاں تاریک
اس میں باد صفت ہے چراغ دل تو بھی ہے زلف گلر خاں تاریک
ا ہوا شمع سر سے ہے روشن لیک ہے پائے شمع واں تاریک
خط کے آنے سے ہو گیا اسے سوز
چشم عشاق میں جہاں تاریک

افرع میں نہیں ہے غم، سوز محبوبوں میں ہے تم دیکھو، میں غناک غم، یارب
م، تپہ زلف ہوشاں تاریک، غم، آنے ہی غم، اے یار

مجھ کو مت تہمت لگا بہر خدا تو اے فلک
 ہاتھ بھی پہنچا نہیں اب تک مرا دامن تلک
 ہاں مگر تقصیر یہ کی ہے کہ یک شب باغ میں
 رخنہ دیوار سے دیکھی ہے ظالم کی جھلک
 اس گنہ پر جو ترے دل میں ہو سو تو کر سلوک
 لے گیا تھا اس شرابی کے لیے دل کی گزک
 اور بھی اک بات یاد آئی ہے ہاں جھوٹا نہ ہوں
 جوں گیا میں پاس اس کے اٹھ چلا دامن جھٹک
 اتنی بے ادبی ہوئی مجھ سے کہ میں پیچھے لگا
 یعنی دل کو ہاتھ سے اس کے میں لے بھاگا اچک
 دیکھ کر مجھ کو نہایت طیش سے بولا کہ دُور
 اپنے رتبے سے نہ رکھ تو پاؤ آگے چل سرک
 رہ گیا اپنا سامنہ لے کر قدم پیچھے بڑا
 ہر قدم پر مارے حیرت کے میں رہتا تھا بھپک
 اُس گنہ پر جو ترے جی میں ہو اے چرخ کہن
 اپنے اس دل سوز کو تو ہاتھ میں رکھ یا پٹک
 اور تو جتنی ادائیں اس کی ہیں میں کیا کہوں
 پر قیامت تک نہ اس کی بھولے گی دوت اور یک

لے ع، کسی	لے ع، ملک اس کی	لے ع، لے گیا ہوں
لے ع، دل میں	لے ع، یہ شرع میں نہیں ہیں	لے ع، آہ کیا
لے ع، اس خطا پر جو مرے حق میں ہو اے چرخ کہن	لے ع، لے	
لے ع، شرع میں نہیں ہے۔		

نکھاؤں تم کو یارو گر کر و تدبیر ایک بس ہر مجھ دیوانے کو اس لطف کی زنجیر ایک
 دل دھڑکتا ہو مبادا جل نہ جائے یہ نفس ورنہ اے صیاد کرتے نالہ شبگیر ایک
 کیوں ڈھاتا ہے مجھے تلوار ہر دم کھینچ کھینچ یار ثابت کر تو مجھ پر تو بھلا تقصیر ایک
 اس چمن کی سیر میں لے جا بسر تو اس طرح چاہیے ہوئے نہ تیرا خار دامن گیر ایک

بزم میں تیری تو یوں آزرده خاطر ہیں بہت
 پردہ نہ دیکھا سوز سا ہم نے کوئی دل گیر ایک

جانا نہیں مشکل ہے جو اس حور لقا تک جو آپ سے جائے تو چلا جائے خدا تک

سنبُل و زلف سیہ کاکل و شب چاروں ایک
 غمزہ و ناز و ادا جنش لب چاروں ایک
 دیکھیے کیونکے بچے جی کہ ہوئے ہیں دل میں
 تجھ بن اب درد و غم و رنج و تعب چاروں ایک
 صبح و غور شید و مہ و شمع ترے چہرے سے
 ہیں کسب کرنے میں یہ نور کا اب چاروں ایک (کنا)
 باتیں دو کہنے کی ہیں دو ہیں نہیں کہنے کی
 لب پہ کر ڈالے ہے تجھ آگے ادب چاروں ایک
 شعلہ و صاعقہ و برق و غوے یا اے سوز
 رکھتے ہیں زیر فلک حسب و نسب چاروں ایک

م میں بتاؤں تم کو یارو تم کر دے کیوں دکھاتا ہے مجھے تینے کو ہر دم تلخ کوئی تو ثابت
 مجھ پر بھلا تلخ اس چمن کی سیر کو اے دل تو اس عنوان سے جا لے شرم میں نہیں ہے۔
 یہ غزل تلخ میں نہیں ہے۔

ل

لے مرے دل تو کیوں پڑا ہے نہ حال
 کس نے بے خود کیا مجھے پیارے
 کیا کسی کا ہوا ہے تو عداوت
 بیوفا ہیں جہاں کے سب محبوب
 پہلے لیتے ہیں دل کو پھسلا کر
 میرے کہنے کو مان لے پیارے
 آنکھ تو کھول چو تک میرے لال
 کس نے تیرا کیا ہے یہ احوال
 پرمی جان مت لے یہ جنجال
 بے مروت ہیں یہ زبون خصال
 تیغی کرتے ہیں جان کا یہ سوال
 ورنہ کہہ دوں گا توڑے سب حال
 اے لو آیا ہے اب خدا حافظ
 مرحبا مرحبا تعال تعال

کو چہ یار میں ہر ایک کو جانا مشکل
 نقش پاہو کے میں کوچے میں پڑا ہوں میرے
 بے گنہ قتل کیے ہم سے ہزاروں انہ
 یار کے پاس میں کس طرح سے بھیجوں قاصد
 جیتے جی واں سے ہر ستم کو پھر آنا مشکل
 جز فنا مجھ کو تو لے یار اٹھانا مشکل
 ایسے قاتل سے دل و جان بچانا مشکل
 پہنچا اس تک آسان ہو آنا مشکل
 تو زگر اپنے تئیں بھولے تو بھولے لیکن
 یاد کو تیری مری جان بھلانا مشکل

لے ع . کوئے دلدار

لے مانی الحال

لے ع . شہنشاہ کے پاس تجھے بھیجوں میں کیونکے قاتل لے ع . ی شرم میں نہیں ہے۔

کس نے کئے جا کے کہوں آہ گرفتاری دل اب بجز نالہ کرے کون مددگاری دل
 مگر یہ زار پہ میرے آسے آوے جسم کام بے مہری پر اس کی نہ کہے زاری دل
 ہم مہم سے کجہو منت بے جا نہ کریں یار بن دو یہی لاوے نہ بیماری دل
 شکوہ کیا اس کے سلوکوں سے کروا لے محرم دولت پنی میں کہوں خلق میں یا خواری دل
 پتھر کے پانی مری تربت پر جو وہ شوخ لے سوز
 خاک سے آوے مری بوسے وفاداری دل

کون بخشائے مری اس سے نہ گاری دل غیر حاضر میں رہا باعث بیماری دل
 موبہ موشانے کو اپنا ہے کیا محرم راز زلف کی جانے بلا کیا ہو گرفتاری دل
 مجھ سے تو کہہ کے گیا شام ملک آتا ہوں صبح تک پھر نہ پھرا دیکھو عیاری دل
 جس کو دیکھا سو گرفتار اسی کا دیکھا اب بھلا کس کو میں دکھاؤں گرفتاری دل
 سوز تو بے خبر بادہ غفلت ہے پڑا
 آہ اب کون کرے آکے خبرداری دل

مرا لگتا نہیں لے باعباں تیرے چن میں دل لگے کیوں کر کسی کا یار بن سرو سن میں دل
 جلے ہم شام سے تا صبح ہم بزموں میں یوں اپنے جلے ہے شمع کا جس طرح تیری آنجن میں دل
 کہانت کر لے حرف و دشت لے سخن سنتا ہے نظر آیا ہو اکثر ٹوٹ جاتے یک سخن میں دل

۱۔ ہم آہ کس جاے کہوں اپنی میں ناچاری دل ۱۔ م چشم
 ۲۔ یہ شرم میں نہیں ہے ۲۔ پھر کے الی پر شراب آکے جو
 ۳۔ یہ شرم میں نہیں ہے ۳۔ تیرے یوں

جو تو سیرِ عین میں ساتھ رہتا ہے تو شادی سے سنا آہی نہیں جوں غنچہ اپنے پیرہن میں دل
 نہیں وہ سمجھ جومرنے کے بعد از بھی تجھے بھولے
 پڑا ترپچھے گاتیری یاد میں اس کا کفن میں دل

دیکھو قدرت کو بیٹھے تھے جنھوں میں دل کے مل
 باقیہم گشتہ اب تک ہے اُمیدِ زندگی
 چٹ کرے دنیا کو بے کام وہن اک آن میں
 ہوگا اس پاسنگ اعمال جہاں
 زیب دستا اتم کی شاں ہے ان کے محل کے محل
 چونک لے غافل کر تیرے سر پہ آیا پل کے پل
 مرگ وہ پر خود ہر لقمہ میں جس آکل کے کل
 حشر میں بیٹھیں گے جب مقول اذقل کے تل
 سمجھو کہتے ہیں سب کل سے کیا نعتل مکاں
 ہم بھی جاویں گے خبر تو کب ہیں اس عاقل کے قل

آتا ہے وہ مست حیا، مینا، صبا در بعل
 احوال میرا یہ ہوا، پرواہ کچھ اس کو نہیں
 لے ابرو مت گرد گوا، گو قطرہ ہو تیرا گہر
 آتا ہر وہ حمدی تھا، گرد یکھا ہے دیکھو
 کیا قیس اور فرما دتھا، تم عشق ہو تو سمجھو
 ہوں خاموشی میں گریاں ہر یک ابر تر
 گاہے ترا گلزار ہے گہ نبے بھی بیزار ہے
 ہوں گرچہ میں تنگ حوصلہ پل میں کچھ ہر سو
 لیتا ہر دل اس کی بلا، باصد تو لا در بعل
 رکھتا ہے اپنے لب میں وہ لاکھوں مسکا در بعل
 ہر قطرہ میرے اشک کا رکھتا ہو دیریا در بعل
 جس کے ہر اک غم نے میں سو سو تماشا در بعل
 ہر قدم میں جس کے ہر سو کوہ و صحرا در بعل
 روتا نہیں تو کیا ہوا رکھتا ہو دیریا در بعل
 گہ غنچہ ہے گلے صبا دل یا تماشا در بعل
 ہے ہے ریگ صحرا در بعل

ہے پاس تیرا دل رہا ملتا نہیں کیوں اس سے جا

اسے سمجھو کچھ کیا اجماعت رکھ تمنا در بعل

لے یہ غزل میں نہیں ہے لے ع، غلمان لے یہاں سے م شرم میں نہیں ہیں۔

آپ تو ہے سینے میں حسرت جاے دل تو کدھر جاتا رہا ہے دل
 شیخ کو مسجد مبارک ہو مجھے بارگاہِ حضرت والا ہے دل
 ذرے ذرے میں ہے تو ہی جلوہ گر چور ہے گو غم سیتی مینا ہے دل
 کون لے دے گا اسے کیا بیچے ہے متاعِ قلب یہ سودا ہے دل
 دور ہونا صح کہیں یہ جائے گا جوش میں ہے اس گھڑی دیا ہے دل
 کچھ نہیں معلوم اب تو رنگ ڈھنگ داغ کا اب تو وہ ہے پالا ہے دل
 بس غزالو اب یہاں سے رم کر دو میرے مجنوں کی ہر جا صحرے دل
 کچھ نہ کی تاثیر میرے سوز نے
 لوثا ہوں گرچہ زیرِ پا ہے دل

اٹھ سوز، وہ دیکھ، آتا ہے قاتل ملک چونک ظالم اتنا بھی غافل
 دین و دل و جاں، صبر و تحمل سب کچھ لیا لوٹ اس پر ہے بیدل
 انکس کس کو روؤں میں یا ذکر کر ہے چشم ہے اشک ہے آہ ہے دل
 نامحِ عثت تو دیتا ہے تکلیف تیری نصیحت ہے زہرِ قاتل
 کچھ میں ہی تنہا عاشق نہیں ہوں دوکھی سے میری کیا تجھ کو حاصل
 کوچے میں اس کے لاکھوں پڑے ہیں مجروح مذبح مقتول بسمل

لے یہ نزل م، میں نہیں ہے

لے م، دل

یار تو تم کو کہیں ملا ہے دل سچ کہو کس طرف گیا ہے دل
وہ تو چھاتی تلے ہی رہتا تھا کسی گلی سے نکل گیا ہے دل
پوچھو آنے جانے والوں سے کون سے دیں جا بسا ہے دل
صاحبو تم دعاے میر پڑھو
تمہ کا آج گم ہوا ہے دل

ہوا کس سنگدل کا مبتلا دل کہاں جاتا رہا ہے ہے مراد دل
ملا جا آپ تنہا مجھ کو چھوڑا یہ نہیں ہوتا ہر دنیا میں بھلا دل
سنو یار دُورا سمجھاؤ اس کو ہوا کیوں بیوفا کا آشنا دل
نہیں ہے اس زمانے میں کچھ امید میں کہتا تھا اے ہے یہ مراد دل
سچ مجھ سے ایک دن ملتا نہیں ہے بھلا دل آفریں دل مرجبا دل
نہ آیا وہ ہر دم میرے وہ گاہے تنہا میں اسی کی مر گیا دل
یہی حیران ہوں وہ شوخ کیوں کر بغل میں گھس کے میر لے گیا دل
عزیز دل کا مت احوال پوچھو کہوں کیا تم سے ہر کس جا مرا دل
پڑا ہے ایک کونے میں اکیلا وہ صاحب زادہ میرا میزا دل
بہت پیچھے پڑا تھا ہاتھ دھو کر اب آیا چین ظالم لے گیا دل

لہ م، ہے گا

لہ ع، ارے

لہ ع، نہ آیا ایک دن بھی میرے پاس

لہ ع، عزیز کیا کہوں مت حال پوچھو۔

ذکرِ ناصح نصیحتِ نیکو پہل دور ترے ہاتھوں جلتا ہے مرا دل
میں اپنا جانتا تھا اس کو انہوں گیا کیسی طرح دے کر دعا دل
گیا قاتل کئے سینہ سپر کر
صاحبِ سوز کا بھی ہے بڑا دل

ذیال دکھلائی دیتا ہے نہ واں دل کہاں میں اور کہاں وہ اور کہاں دل
تشنہ صاحبِ سوز میری سنبات مجھے لے جاؤ اس جاہی جہاں دل
خدا جانے بنی کیا شوخ سے آج اے میرے لال میرے بے زباں دل
تو کیوں کہتا نہیں اپنی حقیقت اے میرے زار میرے ناتواں دل
تجھے کچھ بد کہا یا تسد بولا تو کیوں آزرہ ہے اتنا میاں دل
بھلا میں سوز سے پچھو ا منگاؤں
کہ تو نے کیوں یا نا ہر باں دل

کبھی کا لے گیا وہ دلربا دل نہ پوچھو میں کہاں اب اور کہاں دل
کروں کس منہ سے میں تعریف اس کی کہ جس دن سے صنم سے جا لگا دل
نہ چھوڑا مرتے مرتے پاس اس کا (تد) خوشا دل آفریں دل مرجباں دل
اڑے میاں سوز تجھ میں یہ بُری خو لگاتا تو پھرے ہے جابجاں دل

۱۔ شرم میں نہیں ہیں ۲۔ ح کے تئیں

۳۔ ح ، نہ پایا ۴۔ ح ہے گا

۵۔ ح ، ارے صاحب دو ۶۔ ح مجھے لے جاؤ تم ہے گا جہاں دل

۷۔ یہ شرم میں نہیں ہے ۸۔ یہاں سے شرم میں نہیں ہیں

جسے دیکھا وہیں بیٹھے ہوئے بس کسی کا ہو نہ ایسا بھر بھر ادا دل
صاحبِ عشق کے میں پاؤں پوجوں جو عاشق ہیں انھیں کا ہو بڑا دل
میں بے چارہ نجیفت و ناتواں ہاں میں کیا اور کون سا ایسا مراد دل
کہ عاشق ہوں کسی بانکے صنم کا وہ کیا کھا کر کرے گلابے مزاد دل

شتابی چل مرے محمداً پی لے شراب دل میں تیرے واسطے بھرنے ہیں کیا اچھے کباب دل
یہ میرا ہی جگر ہے جو کسی سے کچھ نہیں کہتا والا نہ اٹھا سکتا ہے کوئی بیچ و تاب دل
تل و در پہوں زمین و آسمان یکاں میں دو ہیں اگر ظاہر کروں عالم میں اپنا اضطراب دل
ہمیشہ میری آہ و سوز سے جلتا ہی پھرتا ہے
الہی حشر کو کس منہ سے میں دں لگا جواب دل

اے غم یار تو مت کیجیو اندیشہ دل ٹھیس لگ جائے گی نازک ہر پٹ فیشہ دل
ایسے میدان میں آہوے حرم کا کیا کام اسدا شد کے میدان کا ہے یہ بیشہ دل
تو ہی کر لذت شیریں کی کوہ کنی (گذا)
ناخن دستِ خنائی ہے یہاں تیشہ دل

جاتا ہے دل تو جانیو ہشیار آج کل چلتی ہے اس کے کوچے میں تلوار آج کل
کوئی دوا نہیں ہے موافق بغیر وصل ترا ہے تیرے غم میں یہ بسیار آج کل
گر زمرہ یہی ہے ہمارا تو ہم صغیر ہوتے ہیں اس چین میں گرفتار آج کل

تبیخ گرہی ہے جو رکھتا ہے شیخ شہر
 عرصہ سمجھ بہار کا ساقی پہنچ شتاب
 اے یاد ہم تو نہیں گئے زنا ر آج کل
 جاتے ہیں اس چمن سے یہ گلزار آج کل
 بت سے کرے گا برہن انکار آج کل
 مجروح کس سے ہر یہ دل زار آج کل
 مل ڈالے گی جہاں کو یہ رفتار آج کل
 تیری شہ زباں سے عہدہ برا کیونکے ہو کوئی
 اے سموز ہر جو کچھ تری گفتار آج کل

جب تو چمن سے گھر کو چلا کر کے دید گل
 آنے کی تیرے باغ میں ہر آج یہ خوشی
 بلبل نے گل کو دے کے تجھے لی رسید گل
 نور و زعفران لیب کہوں یا میں عید گل
 بلبل ہے غرق زمرہ سن کر فوید گل
 رکھنے کی اس چمن سے ہے سربراہید گل
 لائق نہیں جو کیجیے گفت و شنید گل
 بلبل چمن میں دہر کے ہے زرخیزید گل
 نسبت نہ کر تو مرغ چمن ساتھ سموز کو
 بلبل یہ آن کا ہے تری وہ شہید گل

۱۔ ح، کہ پڑھتا ہے ۲۔ ح، دائرہ ۳۔ م، ہم نہ نہیں گئے
 ۴۔ ح، گرہے ترا سلوک یہی تو اے بگماں
 ۵۔ ح، تیری زباں کے عہدے سے برا دے کیا کوئی۔

پاتا نہیں ہوں آج میں یار و داغ گل
 آیا ہو گلزار مگر سیر باغ گل
 گل دتے..... رشک کی آتش سے آج تو
 روشن ہے عندیکہ گھر میں چراغ گل
 ہمزنگ بھی ہوا نہ گیا دل سستی حسد
 لالہ کے دل میں رشک سے... چراغ گل
 آتا ہے کس طرف سستی جاتا ہے کس طرف
 پایا نہیں کس نے جہاں میں سراغ گل
 با صد ہزار خار ہے خندان و شاد شاو
 اے تو ز خوب تو ہے معاش فراغ گل

کیا جانے ہوا ہے یہ کس کا شکار دل
 غم کشتہ دل - ستم زدہ دل - بے قرار دل
 اے عشق لے نہ جایو اس کو کہ ہے بہت
 افسردہ دل - پری زدہ دل - ناز زار دل
 لے جا کے کیا کرے گا یہ کچھ کام کا نہیں
 خوں گشتہ دل - فلک زدہ دل - جان نگار دل
 لے دل تو سوچ آپ میں ہونڈھے ہریاں کسے
 بے ہوش دل - جون زدہ دل - ننگار دل
 یہ تو ز تیری یاد میں رہتا ہے نت غنیں
 اے میرے یار دل مرے باغ و بہار دل

خداوند اکہ مرگم ہو گیا دل
 گیا کیا آپ مجھ کو کھو گیا دل
 یہ دل تھا یا کہ یہ ابر کرم تھا
 کہ چلتے چلتے مجھ پر رو گیا دل
 محب اعجاز تم نے دل کا دیکھا
 کہ جو نظرہ گرا سو ہو گیا دل
 خدا کے واسطے مت ہٹ کیا کر
 کبھی کا کوئی چھپ کر لے گیا دل

لے لے یہ دونوں فراموش میں نہیں ہیں۔ ۳۷ ع ' ن دل تھا بلکہ

۳۷ ع ' اس کا سینے

۳۷ ع ' شرم میں نہیں ہے۔

بہت محنت سے آیا ہے مرے ہات بندھی تھی نہ کھو دو دو گیا دل
 پڑا تھا ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے اب آیا چین نے ظالم گیا دل
 نہ آہ سرو ہے نے نالہ گرم کوئی اس کو جگا دو سو گیا دل

کہاں پھرتا ہے داہی ہر گھڑی تو کو بچو اے دل
 کہیں اور جائے تو تو ہووے بھگڑا ایک سوائے دل
 یہ تو نے وضع پیدا کی ہے جس سے خلق نالاں ہے
 تو ایسی چال چل جس میں رہے کچھ آبرو اے دل
 تجھے سمجھائیے جتنا سودنا تو بگڑتا ہے
 ہے میری آزد تو یہ تو ہونے نیکو اے دل
 نہ دن کو پاس آتے نہ شب کو کیا کروں بھائی
 جو تو نچلا کہیں بیٹھے تو کبھی گفتگو اے دل
 پھر وجہ تک تمھارے پاؤں میں طاقت بہت اچھا
 کبھی تو سوز کے بھی جاؤ گے تم رو برو اے دل

دیکھ تیرے حسن کو گلشن میں مرجھا تے گل
 بے قصہ میں نے پوچھا ہے پناہ برگ میں
 دیکھ تیری شان کو دہشت پہنچ جاتا ہے گل
 دیکھ تیرے رو کو غیاں پر اکتا تے گل
 گلبدن کو دیکھ کر شادی سے کھل جاتا ہے گل
 — افست جھکو آتی ہے چین سے آج کیوں

— تیرے سبب سے باغباں ہم نے لیا — بجو کیا بھاتا ہے گل
 عندلیبوں کا چلے گل خبر لیجو شتاب دیکھو کس کس طرح کے رنگ سے آتے ہیں گل
 لے عزیز دستوں کو تکلیف مت دو بارغ کی
 اپنے گلرو کا ہے عاشق اس کو کب بھاتا ہے گل

میاں دل، بھائی دل، اور ہر باں دل
 مجھے تو پھوٹ جاتا ہے کہاں دل
 نہ جا تو پاس سے میرے مری جان
 اے میرے دوست میرے ہر باں دل
 خدا جانے کہاں تو گر رہے گا
 نکل سینے سے مت اور ناتواں دل
 یقین میرا ہے تیری دوستی پر
 تو مجھ سے کیوں پھرا او بدگماں دل
 نہ ڈھنڈا پھوٹ تو پہلو میں دل کو
 وہ پہنچا ہے کبھی کا لامکاں دل
 عبت تو ہر گھڑی مت توڑ سے پوچھ
 کہاں (وہ) اور کہاں میں اور کہاں دل

تو تیری یا تفنگی اے دل اے دل دیا کام نہنگی اے دل اے دل
 دے مارا بمانگذاشتی آہ مگر قید فرنگی اے دل اے دل

۴

گر گر پڑیں بہ وضع شرابی یہ گام گام
 شاید کہیں وہ دید ہو اسے نظر پڑی
 گر فضل اشک کو نہ رکھوں اپنے تھام تھام
 خورشید اپنے واسطے بھرتا ہے جام جام
 زنا جس نے اپنی رگ جان سے کیا
 اس برہمن کو میری طرف (ہو) رام رام
 ان عاشقان کا لائے کبھی امتحاں کرے
 تو جن کباب ان میں نکل آئیں خام خام

جو نام سے شراب کے ہوتا جگر کباب

سو تو ز دو نو ہاتھوں سے ملتا ہے جام جام

اندوہ سے تیرے مر گئے ہم
 کیوں کر رو دیں نہ گھر گئے ہم
 دل تھا سو تجھ کو پوج بیٹھے ق
 لے جان سے بھی گزر گئے ہم
 کاہے کو گھورتا ہے ظالم
 کچھ لے کے ترا کر گئے ہم
 بس میں آنکھیں نکال مت واہ
 ایسے غصے سے ڈر گئے ہم
 راتوں رو رو کے ستور کی طرح
 دن زیست کے اپنی بھر گئے ہم

نہ مجھ کو خاص مطلب ہو کچھ نہ عام سے کام
 کوئی ہزار کہو مجھ کو اپنے کام سے کام
 رقیب اب تو ہیں سرگرم تیری منت میں
 کبھی تو ہووے گام کو بھی اس غلام سے کام
 یہ ننگ و نام مبارک رہتے تھے اے شیخ
 مجھے نہ ننگ سے ہر ننگ کچھ نہ نام سے کام

لے جا کچھ دعا

لے جا رہے تھیں یارو

ملہ یہ غزل میں نہیں ہے

لے جا کبھی پڑے گامیاں تم کو اس

میں اپنی وضع کو کاہے کو چھوڑ دوں کہ نہ لے وہ منہ پھرا لے کہ دیکھے مجھے سلام سے کام

دید کر یے جہان کا یک دم پھر تو آگے ہے سیر ملک عدم
تیرے سن میں ہے تیرے تن میں ہر تجھ سے باہر نہیں ہے ایک قدم
یار کو تو جدا نہ آپ سے جان وہ تو ہوتا نہیں جدا اک دم
آئے ساں صفا تو دل کو کر دیکھ تو اس میں کون ہے ہدم
دو ہی کہتا ہے فارسی میں سن من درون دل تو می باشم
جھانک ٹکٹل کو اپنے یار عزیز تیرے دل میں ہی دونوں ہیں عالم
ڈھونڈتا ہے جسے تمام جہان تیرے کو مفت مل گیا جسم جم

بات میری سمجھو مت واہی

بھوٹ کہتا نہیں ہوں تیری قسم

مکوا میں سنگ سے سر ہو ہم کنار ہم تم روئیں گلے گلے لگ لے آ بشار ہم تم
دیکھیں تو کس کا رونا کرتا ہے غرق عالم آنسو بہائیں بد بد ابر بہار ہم تم
میرا بھی سر و مجھ سے سرکش ہوا ہے قمری نالہ کریں نہ یکجا ہیں سو گوار ہم تم
دیکھیں تو داغ سینہ کس کے ہیں اب یادہ لے لالہ آج کر لیں مل کر شمار ہم تم

۱۔ م، تن

۲۔ ع، میں اپنا قاعدہ

۳۔ م، یہ شرم، میں نہیں ہے۔

۴۔ م، نامحرم

۵۔ م، ہیں کو

۶۔ م، تجھ سے ہوتا نہیں جدا اک دم

۷۔ م، یہ شرم میں نہیں ہے

۸۔ ع، خدا کی قسم

۹۔ ع، دیکھیں زیادہ کس کے نکلیں گے داغ سینہ

دل کو دیکھ اب میں تیرے دل کو بھونکوں
دل چاک چاک کر کر دیکھیں ہمارے ہم تم
تم تو چلے گئے پر لے توڑ ہے اکیلا
لے میر درد صاحب تھے یادگار ہم تم

بے ہوا ہے ناز تمہارا مشیر چشم
بہ سوہانگتا ہے کہ دے بھیک لک نگر
لمحوں میں تھا غبار مری دور ہو گیا
تارکھ آپ کو نظر بد سے غیر کی
ماہے دل کو خوف کہ عالم نہ ہوئے غرق
پشم تیری زکس شہلا ہے باغ میں
مکتیں بے اہل وہ جو ہیں گے اسیر چشم
آفاق ہو گیا ہے پیار سے فقیر چشم
جوں سرمہ خاک پاہے تری دستگیر چشم
مرہم بزیار نہیں زحسم تیر چشم
اٹے ہیں تھے غم سے جوار بر مطیر چشم
آب رواں چمن میں ہے میرا نظیر چشم
جب سے ہے اس کے پنجہ مرگاں میں ل مرا
لے توڑ مجھ پہ رہتی ہے کیا دار دیگر چشم

ہے اب تو خط آیا ہے کس اسلوب دیکھیں ہم
لکھا ہو وصل قسمت میں تو یہ بھی خوب دیکھیں ہم
میں دعویٰ نبوت کا نہیں کچھ صرف عاشق میں
جفاے صبریہ دل پر ہو جوں ایوب دیکھیں ہم
رئے میں غرق ہم جس طرح آب چشم میں اپنے
بھلا لے ابریوں دریا میں تو تو ڈوب دیکھیں ہم

لکھی ہے شرح سوزِ دل بجز پردانِ لے ظالم
 مجھے اب کون پہنچاتا ہے یہ مکتوب دیکھیں ہم
 نگہ کرتے ہو تم آئینے پر یک سر
 مزاج آیا ہوا یہ تو کوئی محبوب دیکھیں ہم
 خدا وہ دن کرے ہر دے جو کوئی تند خو تجھ سا
 ترا دل راغب اس پر وہ ترامرغوب دیکھیں ہم
 ترے در سے تو اٹھ جا دیں پر وہ آنکھیں کہاں جس سے
 جفا کے سامنے اپنی وفا محبوب دیکھیں ہم
 نہ دیکھا ہم نے کچھ اپنے سوا وہ جس کو دل چاہے
 جو طالب ہوں کسی کے تو کوئی مطلوب دیکھیں ہم
 خوشی ہو سوز کو کب حور کی نسبت سے لے و اخلا
 وہ دن ہو دختِ رز سے آپ کو منسوب دیکھیں ہم

پیتا ہوں یا دو دوست میں ہر صبح و شام علم
 اے شمعِ سرکش نہ کر اتنی فروغ پر
 بے یاد دوست مجھ کو ہے پینا حرام جام
 ہے کلبہ فقیر کا بد رتسا م جام
 کیوں شیخ اس کو منہ لگاؤں میں کس لیے
 لاتا ہے لبِ یار کے ہر دم پیام جام
 رہتا مثالِ جامِ دہن و اتمامِ سر
 دیتا نہ زخمِ دل کو اگر التیام جام
 دیاں ہوئی تھی ملکیت جسم ہے ستم
 کرتا نہ جلد آن کے گرا انتظام جام
 تھے وقتِ نزوح منتظر کلمہ سوز سے
 جنبش لبوں کی دیکھی تو کرتے تھے جام جام

لے یہ شرح میں نہیں ہے لے یہ شرم میں نہیں ہے۔

ہٹا ہے دل پہ تو نے تجھ کو میرے جی کی قسم
خدا کے واسطے اک جام اور دے ساقی
میں خنہ ہو مجھ سے تجھے نبی کی قسم
چراغ آنکھ تجھے رخصتی حسی کی قسم
دل اس قدر تو نہ ہو دیکھ چشم کو مدہوش
فدا بنصل تو تجھے میری بے خودی کی قسم
نہ مان یار رقیبوں کا تو کہسا ہرگز
میں با وفا ترا عاشق ہوں دوستی کی قسم

جواب کے سوز مرا جی بچے ترے ہاتھوں
تو پھر کبھی نہ ہوں عاشق میں عاشقی کی قسم

دل میں کھٹکے ہے پڑا اے یار میرے خار غم
آج سے دنیا میں کچھ ہے وہ ہمارا روشناس
سینہ بھریج میں پھولا ہے اب گلزارِ غم
چشم و اغوابِ عدم سے کی سبے دیدارِ غم
اس سوا مونس نہیں رکھتے ہم آپس میں کوئی
غم مرا غمخوارِ عالم میں ہے میں غمخوارِ غم
کہ ہمارے حیدر میں دل کو نہ باندھ اس زلف سے
پر یہ کافر سن کے پھوٹے تھا کوئی زارِ غم
پھر نہ کہنے سوز کے دل کو سوئے عیشِ طرب
گر تو سمجھے ناصحایک ذرہ بھی اسرارِ غم

غوش... کی مجلس میں خصم جاں ہیں تمام
جنہوں کو بات نہ کہہ آئی ساری عمر کبھی
مثالِ شمع جلانے کو یک زباں ہیں تمام
ہمارے عیب کے چلنے کو نکلتے ہیں تمام
میں کس کا نام لوں کیا پوچھتے ہو چپ کر جاؤ
نہیں ہے غم کوئی میرے ہر باں ہیں تمام

خدا کے واسطے لے تند خون ہو بد نام
جہاں میں ہوگی خبر میرے خون کی ناحق
یہ خون بے گناہاں کر کے تو نہ ہو بد نام
یہ خون مان لے آ کو نہ ہو بد نام

لے یہ خون م میں نہیں ہے

لگے ہیں کشتوں کے پشتے ہر ایک جا اب میں تم کی سیف کو کر خست شود نہ ہو بد نام
 نہیں ہے خوب میاں قتل عاشق بیدل اٹھائے دل سے تو یہ آرزو نہ ہو بد نام
 برا کہیں ہیں تجھے قتل میں وضع و شریف
 قبول سوز کی کر گفت گو نہ ہو بد نام

نامو دل کس کئے ہے کس کو سمھاتے ہو تم
 کیوں دولے ہو گئے ہو جان کیوں کھاتے ہو تم
 مجھ سے کہتے ہو کہ میں ہرگز نہیں پیتا شراب
 میں تمہارا دوست یا دشمن کہ شرماتے ہو تم
 اور جو بیٹھے رہیں تو ان سے تم مخلوط ہو
 جب ہیں آتے ہیں تو گھبرا کے اٹھ جلتے ہو تم
 لوجی اب آرام سے بیٹھے رہو جاتے ہیں ہم
 پھر نہ آویں گے کبھی کاہے کو بھنھلاتے ہو تم
 رات کو تم جس جگہ تھے ہم کو سب معلوم ہے
 بھوٹ کیوں بکتے ہو کاہے کو قسم کھاتے ہو تم
 منہ بنا میری طرف آئیے کا بوسہ لیا
 واہ واہ اچھی طرح سے روز ڈھکاتے ہو تم
 ایک تو میں آپ ہوں بیزار اپنی جان سے
 دوسرے بک بک کے میرے جی کو گھبراتے ہو تم

اے گل صبا کی طرح پھرے اس جہن میں ہم پائی نہ جو وفا کی ترے پیر ہن میں ہم
 شیشے کی طرح شام سے دور روکتے تاکر خالی کر رہی ہیں دل کو تری انجمن میں ہم
 نافوس ذبح شمع جلے جس طرح سے سوز جلتے ہیں تیرے ہجر سے ظالم کفن میں ہم
 کرنے کو وصف طول تری زلفوں کا منم ... خدا ہی چاہے جو سن کر سخن میں ہم
 شعلہ آٹھانہ تن سے ہمارے کبھو بھی سوز
 بھٹی کی طرح جل گئے کچھ من ہی من میں ہم

ن

کیا کہوں کیسا حال ہے تجھ بن زندگانی و بال ہے تجھ بن
 وہ جو تھے رمز شوق و ذوق کہاں رنج و درد و طال ہے تجھ بن
 اس کے کوچے میں جا کے ذبح کرو یہی سب کے سوال ہے تجھ بن
 اپنی ہستی کو اب وہو لائی؟ بس کہ تغیر حال ہے تجھ بن
 قصہ کوتاہ سوز کو اب تو
 زندگانی محال ہے تجھ بن

ترے جیسے جیسے ستم دیکھتے ہیں دل ہی جانتا ہے جو ہم دیکھتے ہیں
 سنا تھا کہ بیت الحرم دل جو لیکن ہم اپنا تو بیت اہلنم دیکھتے ہیں
 نشا اور کچھ دل کو بھایا ہے شاید کچھ آنکھوں میں اب کیف کم دیکھتے ہیں

کوئی کوہِ یار میں جا کے دیکھو سرہی ہیں پڑے یک قلم دیکھتے ہیں
 نجومی سے کیا پوچھنا آؤ جو پھو
 دلِ سوز کو جامِ جسم دیکھتے ہیں

کبتِ ملک میں راہ اس بیرحم کی دیکھا کروں حالِ پیر سے نہ آیا رحم اس کو کیا کروں
 سوزِ دل تو جوش کھا کر غم سے اب کہاں سے اور اک دل سوز میں پیدا کروں
 قہر ہی اس طرف اب اے کشتیِ سخت جگر اس کی خاطر میں بھی سیر موجِ دریا کروں
 صبح میں آئے تو شاید دیکھ لے میری مڑا کبتِ ملک میں دیکھنے کے واسطے ترسا کروں
 آہ وہ دل سوز میرا یعنی پیسا یا میر سوز
 آج میرے ساتھ ہوتے پر کہاں ٹھونڈا کروں

دل تو کہتا ہے کہ یارب مراد لدا رکھاں میں نہ کہتا ہوں کہ میرا وہ دل انگار کہاں
 اس خوابات میں مدھوش ہوئے سب کچھ کس سے اس بھید کو پچھوں کہ خبر لدا کہاں
 عشق کی لوگ تو کہتے ہیں دوا کوئی نہیں یاں میل ہے وئے عشق کا بیمار کہاں
 لاکھ جی سے تو کریں جان کو ہم اپنی نثار دوسے کوئی دکھائے وہ طمع دار کہاں
 صاحبِ اہلِ دل و بہرِ حہ است لا دو
 سوز پر سوز کا یار وہ دل زار کہاں

لے یہ غزل میں نہیں ہے -
 لے یہ غزل م، میں نہیں ہے -

خوف ہوئے نہ قہیوں کا سودا دار کہاں
 طرح پر جا کے تھلی کو بھی دیکھے موسیٰ
 گو کہ سر سھوڑ کے جو خوں کی بہائے فراد
 پوچھے کس سے وہ دردم عدم سے خواہ
 جو گنہ گار سے پوشیدہ رکھے اس کے گناہ
 پیچ ہے یہ بات جہاں میں گل بے غار کہاں
 میرے صاحب کے پر طالع بیدار کہاں
 ایک جنوں سے ترے دیدہ خوں بار کہاں
 ایسے خانے میں پیچ کہیے تو ہیار کہاں
 — تار کے بندوں میں گنہ گار کہاں

سب میں کہ ہیں سوز سے واقف ہیں لے
 — سب میں دے واقف اسرار کہاں

آہ میں بے قرار کس کا ہوں
 تیرا دل میں کچھ کھٹکتا ہے
 دل ہے یا میں ہوں میں یا دل کچھ
 چین آتا نہیں مجھے یا رڈ
 چاکلے ہے مثل گل تمام بدن
 سوز میں جو کہا کہاں تھا یار
 بولا چل بے میں یار کس کا ہوں

سنا ہے کوئی اب ہے طبع کا مرغوب ہم دیکھیں
 مے محبوب تیرا بھی بھلا محبوب ہم دیکھیں

لے ح ، راست کہتے ہیں
 لے ح ، میرے محبوب سے
 لے ح ، یہ شرم ، میں نہیں ہیں
 لے ح ، یارب
 لے ح ، یہ شرم ، میں نہیں ہے۔
 لے ح ، تھا ما بھی کوئی سنتے ہیں ہے محبوب ہم کہیں

وہ تیری ہی طرح عاشق پہ اپنے ناز کرتا ہے
 بھلا آپس میں ملنے کا تو کچھ اسلوب ہم دیکھیں
 تو اپنے منہ سے کب کہتا ہے اے محبوب بات اس کی
 بھلا قاصد سے کہدے یک نظر مکتوب ہم دیکھیں
 خدا کی باتیں ہیں خورشید تھا جاروب کش جس کا
 سودہ پلکوں سے یوں دیتا پھرے جاروب ہم دیکھیں
 جو ہم روتے تو آنکھوں پر ہماری برہمچیاں چلتیں
 تمھاری آنکھڑیوں پر کیا ہوا آشوب ہم دیکھیں
 یہی ہے تو زیترا آشنا ملک اس طرف ہونا
 بہت اچھا مبارک واہ واہ کیا خوب ہم دیکھیں

من مانتی کہ لہے تو مجھ پر جفا میں کیا کہوں
 مجھ کو تو کچھ آتا نہیں غیر از دعا میں کیا کہوں
 کہنے سے بن آتی نہیں تعریف اس کے حسن کی
 چھٹ بیکتے ہی مر گیا ہی اے ادا میں کیا کہوں
 تھا جی میں آج ابھی طرح شکوہ کروں گا روبرو
 منہ دیکھتے ہی دور سے وہ ہنس پڑا میں کیا کہوں
 اے صاحبو بونود را ایسے کیا میں چل سکے
 دیکے ہی دیکے آن کر دل لے گیا میں کیا کہوں
 ہمت ہو سب یہ سوز پر مٹا ہی کب دنوں ہاں
 جھک را تیرے روبرو جس نے کہا میں کیا کہوں

لہ یہ شعر ۱ میں نہیں ہے۔

لہ ۲ م، منہ دیکھتے ہی دور سے وہ ہنس پڑا میں کیا کہوں

لہ یہ شعر ۱ میں نہیں ہے۔

دل کو مرے ہوا ہے چاہ نہیں
 دل کو مرے ہوا ہے چاہ نہیں
 آپ سے آپ آئے تو ملے
 آپ سے آپ آئے تو ملے
 کب کیا نالامت لگا تہمت
 کب کیا نالامت لگا تہمت
 نالہ اور ناتواں سے کچھ ہو
 نالہ اور ناتواں سے کچھ ہو
 جان کس شوق سے دیا ہم نے
 جان کس شوق سے دیا ہم نے
 جی کے بدلے تو کون جی دے گا
 جی کے بدلے تو کون جی دے گا

توڑ کو بیس جس طرح چلے
 یاں کوئی اس کا داد خواہ نہیں

ایسے ستم شعار سے کہیے تو کیا وفا کروں
 ایسے ستم شعار سے کہیے تو کیا وفا کروں
 مرنے میں تو رضی تھا موت کو موت آگئی
 مرنے میں تو رضی تھا موت کو موت آگئی
 ایک تو ایسی ہی لگا جو نہ رہوں دردِ غم کو
 ایک تو ایسی ہی لگا جو نہ رہوں دردِ غم کو
 صبر و قرائدِ عقل و ہوش سب یہ کناہ کر گئے
 صبر و قرائدِ عقل و ہوش سب یہ کناہ کر گئے
 تب نہ مواہزِ ارحیف کہتے تھے جب کہ میر میر
 تب نہ مواہزِ ارحیف کہتے تھے جب کہ میر میر

کب تک کوچہ بازار میں رسوا ہوں میں
 کب تک کوچہ بازار میں رسوا ہوں میں
 غم کے آتے ہی گیا دل نکل صبر و ستار
 غم کے آتے ہی گیا دل نکل صبر و ستار
 درہی بننے کو گیا منہ میں صدف کے قطرہ
 درہی بننے کو گیا منہ میں صدف کے قطرہ

لے ع ' اب تو دل میں

لے ع ' اب تو دل میں

لے ع ' اب تو

کھل کو سپیالا جوش کھا کھا کے ابھی صہبا ہوں میں (۹)

اتنی مدت میں لیا نام سو اس عنوان سے
آج یہ منہ سے کہا توڑ سے روٹھا ہوں میں

کون سادہ ہو کہ میں وہ رخ زیبا دیکھوں ناز کا اس کے بھلا میں تو تماشا دیکھوں
گوئی اسی بھی گھڑی ہوگی کبھو یا مولا وہ کرے چچلے اور میں اسے بیٹھا دیکھوں
کیون مری جان یونہیں دتی رہی ساری عمر کبھی دل میں نہ ہوا سول کہ وہ یاد دیکھوں (۹)
دل مرانے کے گئے لوگ بہ تقریب فرخت یوں نہ پوچھا کہ بھلا لائے اچھا دیکھوں
تیرے ہی غم میں سوز الی کیوں بیدید (کذا)
یہ کبھی جی میں نہ آیا کہ اسے جا دیکھوں

تجھ بنا میں زندگانی کیا کروں اے تھنائے آسانی کیا کروں
برق کی مانند جاتا ہے نکل ایسے دل کی پاسبانی کیا کروں
دل تلک چھائے کا کیا مذکد ہے مومن زحسم نہانی کیا کروں
ہے جگر میں زخم آکر دیکھ لے تو ہی بتلا میری جانی کیا کروں
اب نہ دل ہے پاس نہ نخت جگر
توڑ اس کی سیہانی کیا کروں

۱۔ ع 'کھڑا رہ کے
۲۔ ع 'شرم' میں نہیں ہے
۳۔ ع 'شرم' میں نہیں ہے
۴۔ ع 'برق' سے بھی جلد

۱۔ ع 'خیر' میں نہیں ہے
۲۔ ع 'کون' وہ بھی گھڑی ہوگی خداوند کریم
۳۔ ع 'د' د' پورا
۴۔ ع 'یار' یں

کب تک عشق کو چھپاؤں میں آہ جیوڑا یو نہیں جلاؤں میں
مار ڈالے تو غم سے چھپ جاؤں آج کو چھپے تلک تو جاؤں میں

دل کو اس غم سے گھلاؤں کیا کروں آنکھیں دور کر سجاؤں کیا کروں
ہائے آنکھوں نے مجھے رسوا کیا آنکھوں میں میٹھے چھپاؤں کیا کروں
محب تن نے مجھ کو زنداں میں دیا آگس تن کو لگاؤں کیا کروں

وہ چرمی بن آہ یہ رہتا نہیں (۹)

توز کا میں منہ جلاؤں کیا کروں

بس جی کھاؤ نہ قسم جانتے ہیں جیسے تم ہو تمہیں ہم جانتے ہیں
وہ بھی کیا لوگ ہیں اللہ اللہ ناز کو تیرے ستم جانتے ہیں
جو جفا کرتے ہو عشاق پہ تم اس کو وہ لطف و کرم جانتے ہیں
پوچھتا کیا ہے تو ہر دم ناصح میرے آنسو کوئی قسم جانتے ہیں
غیر کے سامنے گو سچے ہو بھوٹے صاحب تمہیں ہم جانتے ہیں

کعبہ و دل کو وہی بگھے ستوز

دیر کو بھی جو حرم جانتے ہیں

لے یہ غزل م میں نہیں ہے

لے م، سبحان اللہ

لے م، ناز تیرا جو

لے ح، تم بندے پر

لے ح، ہم اسے

لے ح، انا صاحب آستیں کر اپنی دور

لے یہ شعر ح، میں نہیں ہے۔

کھب گیا حسنِ یار آنکھوں میں کیا ہے پھولی بہار آنکھوں میں
 تو نہ جا یار در نہ آوے گا گریہ بے اختیار آنکھوں میں
 ایک دو ہو تو کوئی اس کو گئے کیا کروں میں شمار آنکھوں میں
 کٹ گئیں انتظار کی راتیں ایک دو تین چار آنکھوں میں
 کٹ گئیں راتیں رہ گیا انتظار آنکھوں میں
 بزمِ خواباں میں سوزِ حبا نکلا یار سے ہو کے چار آنکھوں میں
 کی اشارت کہ میں کہاں بیٹھوں بول اٹھیں چشمِ یار آنکھوں میں

جگر تلخے میں چلیوں کو تے کھلا دوں دیا دل کے پرے ہوا پر اڑا دوں
 کسی طرح اس کو تسلی ہو یا رب مگر آگ اس بھونڈے دل کو لگا دوں
 یہی بھگو حیرت ہے اے ہم نشینوں میں کیوں کر اسے حالتِ دل دکھا دوں
 وہی ایک دل تھا سوزِ نفوں میں ابھرا جو وہ مجھے مانگے تو میں اس کو کیا دوں
 جھلکے حوض ہے وفا اپنا شیوہ جو وہ گالیاں دے میں اس کو خدا دوں
 سوسوز کو اپنے درد پر جو دیکھا اٹھا کہہ کے جا کے میں اس کو اٹھا دوں
 کھڑا سر پہ ہو کے لگا کہنے کیوں بے مزا تجھ کو اب عاشقی کا پکھا دوں

رو برد جا کے یہ کہوں صاحب کبھی اتنا تو بار پاؤں میں
 سن کے گر چپ ہے تو عرض کروں کہ قدموں تک تو آؤں میں
 اور جو سن کے مار ہی ڈالے تو غذا بوں سے پھوٹ جاؤں میں

یا الہی کہیں سے سوز آجائے تو یہ تم میرے سناؤں میں
یہ غزل اور کہہ کے لے جاؤں دو برو اس کے پڑ سناؤں میں

حسن کی گر زکات پاؤں میں تو بھکاری ترا کہاؤں میں
ایک بوسہ دو دوسرا توبہ پھر جو مانگو تو مار کھاؤں میں
اس طرح لوں کہ بھاپ بھی نہ لگے ہونٹ سے مونہہ گر ملاؤں میں
شہر کو پھوڑ کر نکل جاؤں ہاں تجھے منہ نہ پھر دکھاؤں میں

مجھے چاہ کر تو نہیں رسوا کیا ہے بھلا میر صاحب تمہیں کیا دعا دوں
یہی جی میں رہ رہ کے آتا ہر اب تو کہ تیرے گلے پر پھری ہی چلا دوں

برق طعیدہ یا شرر بر جہیدہ ہوں جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض از خود زیدہ ہوں
عنقا ہوں درہا ہوں و گر ہوں مسیح و خضر آبادی جہان سے عزت گزیدہ ہوں
منت کش خزاں ہوں نہ حسرت کش بہار جوں سرو باغ دہر میں دامن کشیدہ ہوں
پہلو نشیں کے غم سے جگر میں ہے خار مانند گل کے بسل درخوں طعیدہ ہوں
لے اہل بزم میں بھی مرقع میں دہر کے تصویر ہوں ولے لب حسرت گزیدہ ہوں
لے اشک و آہ مجھ سے نہ آگے چلو کہ میں بچھڑا ہوں کارواں کے مسافر جریدہ ہوں

غم ہوں الم ہوں درد ہوں سوز و گداز ہوں
میاں اہل دل کے واسطے میں آفریدہ ہوں

اللہ یہ غم میں نہیں ہیں۔ اللہ ع آفت ویدہ اللہ ع ان

ہر پائے پر دل مانگو اور تو اب تیار نہیں
 لا دیتا میں دل البتہ دل کا یہاں بازار نہیں
 اب کیا جانے پاؤ گے تم آج اچھوتے جاؤ گے
 ہاں صاحب فرائیے اب کرتے تھے کیوں ہر بار نہیں
 یوں تو روز میں جاتا ہوں اور وہ بھی منع نہیں کرتا
 ظاہر میں تو ملنا ہے پر دل میں اب وہ پیار نہیں
 سوز میاں کچھ بات کہو کیوں ہو تم آج
 ایسے کیوں لاسے ہو چپکے منہ میں کیا گفتار نہیں

ہر چند میں جہاں میں گل
 آہ و فغان و نالہ و حسرت و دریغ
 لے لے کٹو بھے خوں میں غرق دیکھ
 بست ہوں بے اختیار ہوں
 تکلیف کوہ و دشت ذکر لے جنوں بھے
 — کام مجھ کو آفاق سے رہا
 لیکن پر زنگ سبل درخوں طہیدہ ہوں
 کیا قافلہ یہ مفت
 مینا نہیں ہوں میں تو گلوئے بریدہ ہوں
 تم کچھ کہو عن سلام لباب مکیدہ ہوں
 آرمیدہ ہوں
 عفا نہیں ہوں گوشہ عزت گزیدہ ہوں

ظاہر میں گرچہ بیٹھا لوگوں کے درمیاں ہوں
 کیوں ساکنان دنیا آرام دو گے یک شب
 ہاں اہل بزم میں بھی آؤں پر ایک سن لو
 آتا ہے جان تازہ ہر زخم کے الم سے ہے
 پر یہ خبر نہیں ہے میں کون ہوں کہاں ہوں
 بچھڑا ہوں دوستوں سے گم کردہ آشاں ہوں
 تنہا نہیں ہوں بھائی بانالہ و فغان ہوں
 سوجان سے ہوں فراہر چند نیم جاں ہوں (کلا)

سلاٹھ ہے قاتل قاصد شتاب لے جا اتنی بک سری پہ کاہے کو سرگراں ہیں
 نام و نشان نے یا اب رسوا کیا ہے مجھ کو اب چاہتا ہوں حق سے بننا ہے نشان ہوں
 قاتل پکارتا ہے کوئی بھی کشتی ہے
 چپکاز کریں تو لے توڑ کچھ بول اٹھ کہ ہاں ہوں

کون سامنے لے کے دیکھے خاکسار آئینہ میں
 خوف ہے بیٹھے نہ یہ مشتِ خبار آئینہ میں
 کوئی کہتا ہے کہ موہے کوئی کہتا ہے کہاں
 یوں نظر پڑتا ہے میرا جسم زار آئینہ میں
 جس طرح کالا نظر پڑتا ہے دریا میں کبھو
 دو ہیں نظر آتی ہے زلفِ تاب دار آئینہ میں
 دیکھ لیتا بیٹھ پرے چھپکے اس کامنہ دلے
 عکس نے پایا نہ شوخی سے قرار آئینہ میں
 ایک جا ٹھہرے تو کوئی اس کا نظارہ کرے
 کہہ کے ناجا ماہر شوخی سے پکار آئینہ میں رکا
 یوں تو عجوبی سے آنکھیں سامنے کرتا نہیں
 عکس کو عاشق کے کرتا ہے شکار آئینہ میں
 آئینہ دکھلا کے مجھ کو زلف سے پہناں کیا
 ہو گیا تو رات کا قول و قرار آئینہ میں

آئینہ خانے کو کیا دیکھوں بہ چشمِ اٹک بار
دیکھتا ہوں اپنے ساون کی بہار آئینہ میں
دیکھتے ہی گل کے آئینہ ہوا یک آب چشم
توز نے دیکھا جو روے سو گوار آئینہ میں

ترشی بو کے لیے جو گل تمام آغوش ہو جاؤ
کلبے سے گکلوں غنچہاں خاموش ہو جاؤ

جان قدموں تلے جب اہل وفا دیتے ہیں
لوگ کہتے ہیں کہ محبوب بھی کچھ دیتے ہیں
پور پور ان کی میں اعجازِ مسیحائی ہے
سوداؤں سے لگاتے ہیں دل اپنے ساتھ
حسرتیں دل کی سب اس وقت مٹا دیتے ہیں
گالیاں دیتے ہیں اور دینے کو کیا دیتے ہیں
چکیاں لے کے مردے کو جلا دیتے ہیں
نہیں لگتا ہے تو پھر غم کو لگا دیتے ہیں
اور تو کس نہیں چلتا ہے رقیبوں کا دل
توز کے نام کو لکھ لکھ کے جلا دیتے ہیں

دلِ آشفہ عاشق ہے کہیں ہوش کہیں
بند میں اپنے گرہ دے کہ تجھے یاد ہے
سر کی دستار کہیں پانو کی پاپوش کہیں
میں یہ ڈنڈا ہوں نہ ہو جاؤں فراموش کہیں
اسی دیکھی ہے بھلا صبح بنا گوش کہیں
بے بہا سے بھی تجھے کان موتی روشن

۱۔ م، اہل صفا

۲۔ یہ شعر میں نہیں ہے

۳۔ اس قطعے سے پہلے م، میں صرت ایک یہ مصرع کھا ہوا ہے اور پہلے مصرع کی جگہ خالی چھوٹی
ہوتی ہے۔ ۴۔ بیٹھ جاتا ہوں تو مجلس سے اٹھا دیتے ہیں۔

تیغِ ابد سے مرے دل کو ہی دھڑکا ہے جی ٹھکنا ہے میاں کھول دے آغوش کہیں
 آج میں تیرے کو دیکھا تو اپنے جیسے میں رہا
 سر کہیں، پاؤ کہیں ہوش کہیں گوش کہیں

سرخوش ہوش بہارِ نرگس مستانہ ہوں آپ ہی مینے سے ہوں آپ ہی پیمانہ ہوں
 گاہِ خارستان ہوں اور گاہ ہوں رشکِ چین گاہِ شمعِ بزم ہوں میں گاہِ خودِ پردانہ ہوں
 گاہِ جوں شیر و شکر آیمختہ ہوں خلق سے گاہِ جوں جانِ رمیدہ سب کے میں بیگانہ ہوں
 گاہِ روم و ہند سے آباد تر ہوں خلق میں گاہِ دشتِ کربلا سا رشکِ صد ویرانہ ہوں
 گاہِ سوزِ عاشقان ہوں ہر دلِ صد چاک میں
 گاہِ لینے کو بلا زلفِ بتاں کا شانہ ہوں

نام و نشان تھا جن کا بڑا آنِ شان میں نام و نشان آن کا نہیں اب جہان میں
 لیے سگِ ذرا سبھال کے منہ ڈالیو ادھر پیکانِ بے ہوش کے سرِ ہلکِ استخوان میں
 بلبَل کدھر تو چھوٹی پھرتی ہے شاخِ شاخ گل نے لگائی آگِ ترے آشتیان میں
 کچھ اعتبارِ غمبُہ دنیا کا مت کرو کرتی ہے لاکھ نازیہ ہر ایک آن میں
 آئینہ ساں خبار تھا سکھڑے کا جن کے رنگ وہ تہ بہ تہ دے میں اسی خاکدان میں
 اپنی زباں کو بند کر لے تیرے مت حبلا
 کیسا شرا و عشق ہے تیری زبان میں

لے یہ شعر میں نہیں ہے لے ح، فیضِ نگاہ
 لے م، اظہر بزمہ لے م، دہریہ دیمانہ ہوں
 لے ح، نہیں ہے انھوں کا لے ح، بھر رہے ہیں
 لے م، بلبَل کدھر تو پھرتی ہے غافلِ خبرِ جلد لے ح، یہ شعر میں نہیں ہے۔

گرچہ میں سائے جہاں کی وضع سے بیگانہ ہوں
 گرچہ کوئے میں بٹھار کھلے ساتی نے مجھے
 گرچہ جیتے جی مذاں زد خلق کا ایسا نہیں
 شمع ساں گرچہ نہیں میں مجلس فروز جہاں
 گرچہ کہتے ہیں بہت نامرد مجھ کو واہ واہ
 گرچہ بچتا ہوں بہت سانفولے ہوشی کی طرح
 پر دیتا ہوں اپنا جان کاش
 بیکسی وضع کی ہے کی
 رفیق و دوست کچھ رکھتے نہیں
 دل چھاؤ چشم دیکھو کچھ نہیں
 ستور ہوں ہم صحبت جانا ہوں

پہتھاری سچ کا لے بل افق دیوانہ ہوں
 پر میں اپنی چشم تر میں رشک صد پیانہ ہوں
 پر بھٹتا ہوں کہ بعد از مرگ میں فسانہ ہوں
 اپنے دل میں تو کسی کے طور کا پردانہ ہوں
 لیک جی دینے میں ان ساروں میں مزانہ ہوں
 خود منداں مجھے تم بخشو مستانہ ہوں
 میں خشت در میخانہ ہوں
 اگر کہو تو بس ندانہ ہوں
 آئینہ باطن میں میں ہخانہ ہوں

آنکھیں تو بیٹھیں تھک کے نہ آیا نظر کہیں
 ہاں لے سر رشک لیجیو دل کی خبر کہیں
 میں دانت ناچنے کو ملائے ہیں لب سے لب
 پیالے بھانڈے مانیو اس بات پر کہیں

کہیں ناگاہ ملتے ہیں جو دو ہمد آہ پس میں
 تو نہ کو دیکھ کر بھرتے ہیں آہ سرد آپس میں
 زمیں ہو کر بچھو لا گر اڑے سوئے فلک تو بھی
 ملے ہرگز نہ رند و پار سا کی گرد آپس میں

ملے غلام، میں نہیں ہے
 ملے م، جانی

جو دو شخص خنداں بہم دیکھتے ہیں فلک کی طرٹ رو کے ہم دیکھتے ہیں

شہد میں جیسے مگس ہم حوس کے پابند ہیں دلے غفلت اس سید زنداں میں کیا خوش ہو
نذق کا ضامن خدا ناطق کلام اللہ ہے تس پر اپنی صورتوں سے روز عاتقند ہیں
معبود ہیں دیکھتے ہیں اپنی ان آنکھوں سے روز یہ برادر یہ پدر یہ خویش یہ فرزند ہیں
تو بھی رعنائی سے ٹھوکر مار کر چلتے ہیں یار سو جھٹا اتنا نہیں ہم خاک کے بیوند ہیں
جب تلک آنکھیں کھلی ہیں دکھ پہ دکھ دیکھ گایار
مند گئیں جب آنکھریاں تب سوز سب آنند ہیں

کہتے ہیں لوگ یار ہمارا
ہوتی ہے وقت ازم بھی
سینہ تو میں نے جان میں
گاہے یہاں ہے گاہہ دہاں
جاؤں میں اس کے کوچے میں جو جان آپے
پرداز سور پہ جلوں آہ مار کر
قاس تو اس قدر ہے اگر گھر میں پوچھے
ناگاہ ایک روز ملا وہ ستم پناہ
میں بھی تو سانسے ہوا دیکھوں نصیب کوں
تب تو کہا ہے اس سے کہ لے دشمنی پسند
چینے سنا نہیں ہے کہ عاشق غریب سے

میں نے تو اس میاں کی نہ دیکھی مگر کہیں
چلتا ہے خود کہ مر
پھرتا ہوں
اس شوخ کا بتاؤے کوئی مجھ کو گھر کہیں
پاؤں جو اس کا کوئی ٹھکانا اگر کہیں
ایسا کہ کوئی پھر کے نہ پاوے اثر کہیں
کہتے ہیں سب گیا ہے کمر باندھ کر کہیں
دل میں کہا کہ جائے جینے سے مر کہیں
غصے میں آکے پھینک دی تیغ و سپر کہیں
خوباں کریں ہیں جہد دلے اس قدر کہیں
بروقت قتل کوئی کرے درگزر کہیں

لے پھول میں نہیں ہے۔

الاء ایک تو ہی نرالا نظر پڑا ماہی حد کے غلوں سے نہ کی تیغ تر کہیں
 باغ جہاں کو دیکھ بہار ہے آیا نہ دوستی کے شجر میں شہر کہیں
 بوسہ لیا ہے تو بھی

چلے اب کس طرف یکبارگی منہ موڑ کر جاناں
 یہ کس مذہب میں ہو کو روتا پھوڑ کر جاناں
 سم جو بیداری میں جاؤ گے تو میں میں ہی چکا ہی ہے
 اگر جانا بھی ہے مجھ کو تو سوتا پھوڑ کر جاناں
 جو دل ہے سو تمہارے ساتھ جاوے گا یہاں نکھیں
 انہوں کی بھیک کا یہ بھی پیارے پھوڑ کر جاناں
 تنہا آرزو امید حسرت پیش کش تیری
 رہا اک رشتہ افقت اے مت توڑ کر جاناں
 بوقت نزع بولا سوز مر کر تجھ کو گھولے گا
 اسی سے ہو سکے یہ مرتے مرتے ہو کر جاناں

بچی میں پوچھتا ہوں تجھ سے جاناں کہ سوتوں کہے کیا حاصل جگناں
 پڑا سونے سے تاروز قیامت جو چونکا یہ جگائی سے دیوانا
 تو اپنے سر کو ٹکرانے گا آٹھتے نہ دیکھے گا یہ اپنا نہ بیگانا
 کسی کے دودھ کو پھاڑے گا کپڑے کہے گا مجھ کو اس کا گھر ستانا
 کسی کے پانوں پر سر رکھ کے گا کہ مجھ کو ذبح کر کر یہاں سے جانا

تماشا یہ تجھے اچھا لگے گا بھلا لگتا ہے کیا یہ مسکرانا
 چارے تونز کے پیچھے نہ پڑ جان
 کہیں جا اور کر اپنا ٹھکانا

بھلے بے عشق تیسری شوکت و شان بھائی میرے تو اڑ گئے اوسان
 ایک ڈر تھا کہ جی بچے نہ بچے دوسرے غم نے کھائی میری جان
 بس غم یار ایک دن دو دن اس سے زیادہ نہ ہو جیسے ہمان
 نہ کہ بیٹھے ہیں پانو پھیلا کر اپنے گھر جانہ خانہ آبادان
 فارضی حسن پر نہ ہو معنورد میرے پیالے یہ گوہے یہ میدان
 یہی نہ زلف و خال زیر زلف چار دن تو بھی کھیل لے چوگان
 اور تو اور کہ کے دو بیتی
 تونز کہلایا صاحب دیوان

مت جانو کہ میں بھی ہم عشق بللاں ہوں گلزار و حوض و صفا ہوں گم کردہ آشاں ہوں

دیکھا تو کچھ نہ آئے جہان خراب میں کیوں زندگی غفل ہی کیا تو نے خواب میں
 تر دامن ہے باعث آرام عاصیاں کیا پھیل پھیل سوئیں گے کل آفتاب میں
 کب تک درازی شب ہجراں کروں بیاں جوں زلف یار عمر غمی پیچستاب میں
 شرمندہ ہوں میں اپنے دل جو رکش سے آہ دوں گا جواب کیا اسے یوم المحاب میں

محبوب تیری یاد سے رہتا ہوں روز و شب کیونکر بے غمی اس پر اضطراب میں دکھ
 دیکھیں تو کیا کرے گی تضامیر کا باب میں دیکھیں تو کیا کرے گی تضامیر کا باب میں
 پیری میں غیر گرہ یہ بھلا اور کیا ہے ستور پیری میں غیر گرہ یہ بھلا اور کیا ہے ستور
 دریا کی سیر ہے تو شب ماہتاب میں دریا کی سیر ہے تو شب ماہتاب میں

اک عمر غم دوست سے ہم خانہ رہا میں جب تک وہ رہا آپ سے بیگانہ رہا میں
 ہمایہ میں رہتا تھا خبر مجھ کو نہ تھی ہائے افسوس یہی ہے کہ اوجر جا نہ رہا میں
 دنیا میں تو یوں آن کے محروم چلا جیت مقصود جو دل کا قحط پایا نہ رہا میں
 پنج کہتے ہیں دنیا کو مرض خانہ ہے واللہ جب تک میں جیا ایک دن اچھا نہ رہا میں
 عالم تو یہ کہتا ہے کہ آپس میں ہیں بہتے عالم تو یہ کہتا ہے کہ آپس میں ہیں بہتے
 اور مجھ سے جو پوچھو کبھو یک جا نہ رہا میں اور مجھ سے جو پوچھو کبھو یک جا نہ رہا میں

نیشے کر پائے تو ہاتھ دل پہ نہ رکھ کوئی ججھ جاوے گا ابھی پیکان
 ناصحا مجھ کو مت لگا تہمت میں کہاں وہ کہاں کہاں دامان
 یہ قیامت کہ میں ہوں دامن گیر تو بھی تو ہے بڑا کوئی شیطان
 میر صاحب میں آپ ڈرتا ہوں کچھ بھی اس بات کا ہے سان گمان
 ہاں مگر ہو کہ خاک بعد از مرگ میں اسی کے نگوں گا دامن آن
 اسے فلک بہر تار نیچوں جھکوں اتنا نہ کر تو سرگردان

۱۔ یہ دونوں شعر 'میں نہیں ہیں' ۲۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں اسے عکدہ چاہے۔

۳۔ علم کے گمان یوں ہے کہ اس میں نہیں رہتا ۴۔ یہ غول 'میں نہیں ہے'

کوئی جہان کو ستاتا ہے ایک دو دن کا میں بھی ہوں جہان
جان کی آشنائی بھوٹی ہے کل کو سن لیجو وہ نکل گئی جان
اور تو اور کہہ کے دو باتیں سوز کہلایا صاحب دیوان

ضعف سے نار بھی ابلے نکل سکتا نہیں اشک آنکھوں میں بھرا ہر منہ پہ ڈھل سکتا نہیں
نا تو اُن سے نا تو انی کا پتہ پوچھو کچھ بیاں دل میں حسرت تھی ملے ہاتھوں کو مل سکتا نہیں
واہ واہ جاتے پھیلتے ہیں کے بھی حواس دم تو میرا تاب لب تن سے نکل سکتا نہیں -
نا تو انی سے مرے بدنامی اس کی ٹل گئی زخم تو کا رہی ہے لیکن خوں اُبل سکتا نہیں
یاں ملک تو نا تو انی ہے مرے گھر پر محیط آگ میں اسپند ڈالو تو اچھل سکتا نہیں
جس نے دیکھی نا تو انی آہ حیراں رہ گیا شمع کا شعلہ بھی یاں حیرت سے ہل سکتا نہیں
میرے گھر کی آگ بھی یں تک ہولے یا ضعف تودہ باروت گر ڈالو تو جھل سکتا نہیں

سخت شکل ہے کہ ظالم سانس سے جھجکے ہر اورد
بن حصّے آہ سوز اب جا سے ہل سکتا نہیں

کچھ آپ ہی آپ میرا آج دل ڈتا ہے کیا جانیں
دمی کی طرح رہ رہ کے یہ دم بھرتا ہے کیا جانیں
یہ دل کیا مانگتا ہے کوئی صاحب مجھ کو کھائے
بسان طفل ناگویا یہ دم بھرتا ہے کیا جانیں
اگر مطلوب کچھ معلوم ہو تو اس کو بستلا دوں
اے یادو یہ کس محبوب پر مرتا ہے کیا جانیں

لے لے خرم میں نہیں ہے لے لے نا تو انی کے سبب مستور ٹھہرے ہے
لے لے خرم میں نہیں ہیں لے لے غزل میں نہیں ہے

کبھی تو کہہا ہنسا ہے گا ہے زار روتا ہے
 سبوں کے پاؤں پڑتا ہی یہ کیا کرتا ہے کیا جانیں
 اچنبھا جگو رہ رہ کے یہی آتا ہے سنتے ہو
 کہ ناحق تو زیہ دکھ کس لیے بھرتا ہے کیا جانیں

عنبرۂ چشم شرمسار کہاں سر تو حاضر ہے تیغ یار کہاں
 زلف اور دو میں صرف کرشب و روز پھر یہ لیل یہ نہار کہاں
 گل بھی کرتا ہے چاک اپنا جیب پر گریبان تار تار کہاں
 ہو غرا یوں کو اس سے ہم چشمی تیکھی چٹون کہاں غمار کہاں
 عندلیبوں نے گل کو گھسیڑ لیا ایک جیوڑا کہاں ہزار کہاں
 ایک دن ایک شخص نے پوچھا میر صاحب تمہارا یار کہاں
 میں نے اس سے کہا کہ سن بھائی اب مجھے اس تلک ہر بار کہاں
 گاہ گاہے سلام کرتا ہوں پر وہ باتیں کہاں پیار کہاں
 زندگی میں جفا، غنیمت جان
 توڑ پھر ظلم بار بار کہاں

شعر کہنے کا اب فراغ کہاں کیا کہوں دل کہاں دماغ کہاں
 داغ دل سے ہے روشنی اس کی درد عاشق کے گھر چراغ کہاں

لے دے سن اے عزیز

لے یہ ظہر میں نہیں ہے

لے یہ غول م میں نہیں ہے۔

لے دے جنائیں ہرے توڑ

گزر گئے اس جہاں سے یارب فقیر و امرا و شاہ لاکھوں
 طریق پر کوئی کوئی آیا و گرنہ بھٹکے کمر آہ لاکھوں
 بلا تردد، بلا تامل، بلا تفتیش، بلا تامل
 امید بخشش ہے جب سے ہم کو یکے ہیں تب سے گناہ لاکھوں
 تفتیش مرگاہ کی گور پر کل نظر بڑا دور سے نیستیاں
 جو پاس جا کر کیا تفحص نکلتے تھے نالہ آہ لاکھوں
 یہ گیر و پوش کیوں پھریں ہیں کوئی تو ان پاس جا کے پوچھے
 مگر کوئی دل پڑا ہے اما کہ پھرتے ہیں داد خواہ لاکھوں
 ادھر سے آتا ہو تیغ در دست ادھر سے جاتا ہوں میں بھی بدست
 ادھر کے قتل کا وہ ساماں ادھر سے ہوں داد خواہ لاکھوں
 زبان اپنی بھال ظالم یہ گالیاں کس کو دے رہا ہے
 مجھے نہیں ایک کا تحمل سنا تو خواہ نخواستہ لاکھوں
 اشرافت، شہید ابرو، نگار مرگاہ، خواب گیسو
 جو تو سی آدے توجیت جاویں... ہیں تھمر نہ گاہ لاکھوں
 کسی نے اس کو جگیا کے پوچھا کہ دیکھو سوز کیا یہی ہے
 مجھے جو دیکھا تو ہنس کے بولا پیر ہیں ایسے تباہ لاکھوں

۱۔ ام، ادھر ہوں داد خواہ لاکھوں

۲۔ یہ شرم، میں نہیں ہے۔

۳۔ ج، تو کہنے لگا

امید دار کے مقصود یا امام حسین
تہیں ہو شاہد و شہود یا امام حسین
تہیں ہو حامد و محمود یا امام حسین
اسے نوازی دو زود یا امام حسین
بھق غربت معبود یا امام حسین
محامد کرم وجود یا امام حسین
تو یہ کہے دیں موجود یا امام حسین

قہید عشق کے مسعود یا امام حسین
نہیں ہوا کوئی تم سا شہید تا شاہد
زبان سوز کہاں اور تمہاری مٹح کہاں
گناہگار تمہارا بہت پریشاں ہے
یہ جہان میں جب تک تو با وقار ہے
... کریم کے لگے کوئی کہے کیوں کر
وگر بلاؤ کبھی اس کو اپنی خدمت میں

مستقر تھے ہو کے میں مرجاؤں
تیرے ہاتھوں سے میں کدھر جاؤں
چپکے سے زہر کھا کے مرجاؤں
ورنہ میں موت سے یوں ڈر جاؤں

تو منہ سے نہ کہہ کہ اپنے گھر جاؤں
دل تھا سو چھپین لے گیا تو
رہ رہ کر جی میں آئے ہے یہ
پر کیا کروں بات ہی کڈھ ہے

درد مر جائے گا یہ بیمار دن دو چار میں
بیٹھ ہی جاوے گی یہ دیوار دن دو چار میں
دیکھو پھولے ہوئے گلزار دن دو چار میں
اس چلن پر چلتی ہے تلوار دن دو چار میں
لوٹتے دیکھے گا تو دو چار دن دو چار میں
ہوگی گنبد سے بڑی تار دن دو چار میں

گردہ اگر کرنی ہے کر اے یار دن دو چار میں
جسم کا معلوم رہنا اگر یہی ہے سبب اشک
اب تو گل کھانے لگے ہیں توگ تیرے نام پر
جو چلن چلتے ہو تم کہ ہے سبب اس کی خبر
چھوڑ دیجے یہ طریق اب ورنہ اس کو بے نیج
پہنچاؤ بیچ دیتے ہی چلے جاؤ گے شیخ

جب میں کہتا ہوں کہ وعدہ مثل کا پورا کرو
لیکن اس کے قول کو لئے خود یوگی مانوں ہوں
جو عرض ہلک ہوا بولے تشفی کو طیب
ہے یہی اس شریع کی گفتار دن دو چار میں
یہ سخن کہتا جو ہے ہر بار دن دو چار میں
وعدہ ہو جائے گایہ آزار دن دو چار میں

دل آشفٹ عاشق ہے کہیں ہوش کہیں
بند میں اپنے گرہ نے کہ تجھے باور ہوں
ہے پہلے سبھی نپٹ کان کا موتی روشن
تین ابرو سے مری دل کو لگا ہے دھڑکا
سر کی دستار کہیں پانوں کی پا پوش کہیں
میں یہ ڈرتا ہوں نہ ہو جاؤں فراموش کہیں
ایسی کمی (جو) بھلا صبح بنا گوش کہیں
جی نکلتا ہے اے کھول لے آغوش کہیں
آج میں تیرے کو دیکھا تو اچھٹے میں رہا
سر کہیں پانوں کہیں ہوش کہیں گوش کہیں

کون کہتا ہے کہ میں ہشیار ہوں یا بیہوش ہوں
ساقیا فردا کے وعدے پر متاع عقل رکھ
ناصحانیزا میں تجھ سے یہاں آیا نہ کر
تو جو کہتا ہے کہ میری بات کاٹے کچھ جواب
انقرائے خلق کے ہاتھوں میں خاموش ہوں
جام بے ہوشی پلا تیرا میں درویش ہوں
چل بہت بک بک کر اوبے ادب خاموش ہوں
اس تری افانہ گوئی پر کرے پا پوش ہوں

.....
تو گلے پڑ کر کسی عنوان تو ہم آغوش ہوں

لے ح، 'توز لے ح، 'راز لے ح، 'شرع' میں نہیں ہیں۔

لے ح، 'غزل' میں نہیں ہے لے ح، 'متاع دل' کو رکھ

لے ح، 'ناصرانہ' کے لئے لایا کس کو داغ۔ بس بہت بک بک نہ کر.....
لے ح، 'شرع' میں نہیں ہے۔

وہ نہیں جن کے جدا ہونے سے ہم ناشاد ہیں
 یوں مت سالک یہ سب مجذوب اور زاد ہیں
 گر گل دکھو تو پچانسی گیسر یا جلا دیں
 آدمی خواہیں سب ایک کی اولاد ہیں
 جو برائے بیت شاعر ہیں وہی استاد ہیں
 یوں تو کچھ کم پانچ سو بھولے بھلا یاد ہیں
 حالت غم میں بھی جس کو شریاں یہ یاد ہیں
 ہمنشیں یہ ہر گمراہ کیسی مبارک باد ہیں

بستیاں جیتی ہیں اور اجڑے تگر آباد ہیں
 اپنے اپنے عیش میں ہر ایک بدل مصروف ہیں
 نام کو محبوب صورت ہر دم سے بھی دو چند
 فرق اتنا ہے کہ تم صاحب کہاٹے میں غلام
 سوز تو باتیں بناتا ہے اسے کیا شعر سے
 ایک دم چپکے رہو تک میں اپنی
 کان لکھ کر سینو اس حریف کی کہتا ہے سوز
 کیا نیا عاشق ہوں جو ہنس کر پھرا لیتے ہو نہ

کہوں اک بات میں تجھ سے اگر جی کی اماں پاؤں
 مجھے قربان ہونے دے ترے ستر باں ہو جاؤں

ہوئے ہم بت کے بندے برہمن سے راہ کرتے ہیں
 حرم کے پسے والو تم سے عشق الٹہ کرتے ہیں
 تو اپنے ہاتھ سے کھوتا ہے پھر ہم کو نہ پاوے گا
 سمجھ یا مت سمجھ ہم تو تجھے آگاہ کرتے ہیں

۱۔ یہ شرم میں نہیں ہے۔

۲۔ یہ شرم میں نہیں ہیں۔

۱۔ وہ کہاں

۲۔ غور کر دیکھو

۱۔ یہ شرم میں نہیں ہے۔

۲۔ غور م میں نہیں ہے۔

نہ ہولے بے مروت مجھ سے ناخوشنود اٹھتا ہوں
 دے تے تکلیف اپنے مخمور و شمشیر کوں ظالم
 جنت ہوتا ہی کبوں مجھ پر عقاب آلود اٹھتا ہوں
 میں اپنے اشکِ فوں پالاخوں آلود اٹھتا ہوں
 اگر چہ بزم سے تیری نہیں اٹھتا ہے دل لیکن
 دہراتا ہے مجھے کیوں عشق بیٹھا ہوں بھر پور
 رقیب بے حیا کے واسطے میں زود اٹھتا ہوں
 میں قمرے سامنے ہونے کو ہوں موجود اٹھتا ہوں
 مئے سب شاعروں کے شعر سب سے خوش ہوا لیکن
 سنوں ہوں سوز کے جب شعر تب یوں کود اٹھتا ہوں

کیا کروں دل کو اب قرار نہیں
 تیرے پہلو سے دور ہولے دل
 اس میں کچھ میرا اختیار نہیں
 تجھ سے صحبت مری برآر نہیں
 تشنہ لب کب سین میں ترستا ہوں
 کیا تری تیغ آبدار نہیں
 توجہ کہتا ہے آہ چوکا تیسر
 دیکھ تو دل کے دار پار نہیں
 ہر گھڑی وعدے ہی پہ بہلانا
 ہاں ہی ایسا تو میں گنوار نہیں
 دولت حسن پر نہ ہو مغرور
 عارضی مال پر تیار نہیں
 کوئی ہمدم نہیں غریبوں کا
 آہ بھی ناتواں کی یار نہیں
 بے قراری نہ کر خدا سے ڈر
 سوز عاشق کا یہ شعار نہیں

۱۔ یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

۲۔ یہ شعر م، میں نہیں ہے۔

۳۔ یہ شعر م، میں نہیں ہے۔

۱۔ یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

۲۔ تشنہ لب کب تک پڑا نہ رہوں

۳۔ ہر گھڑی وعدہ کیے بہلانا

دیرہ خشک آفتاب کہاں
مٹی گردن کشی بھی سن کے ساتھ
شیخ جی مے کشوں میں آئے پر
یہ جلے روز و شب وہ ایک گھڑی
ایسی ہوتی ہے مے میں کیفیت
تیری زلفوں نے دل کو بند کیا
چشم گریاں کہاں سحاب کہاں
آہ وہ مالک رستاب کہاں
آپ کے درد کی کتاب کہاں
دل عاشق کہاں کباب کہاں
لب مے گوں کہاں شراب کہاں
سوز کے دل کو آہی تاب کہاں

آنکھیں نہ لگ جاتیں تو نار نہ ہوتا میں
ظفر ہی عجب کچھ مٹی کیا کیسے جوانی کو
داماں سے ترے پیائے
اک روز لگا کہنے سب کچھ میں سمجھتا ہوں
گر تم کو خبر ہوتی بیداری میں آفت (ہے)
سویا ہی پڑا رہتا بیدار نہ ہوتا میں
پہ سوز ترا جلنا کیا محسوس جلاتا ہے
ہاں تو نہ اگر ہوتا بیزار نہ ہوتا میں

کوئن سا دل ہے کہ تیرا ستم آباد نہیں
کیونکہ ہر دشت جنوں خوں سے ہمارے گلگوں
سکھاتا ہے کبھی رو کے ڈراتا ہے کبھی

نہ یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

نہ یہ شرم، میں نہیں ہے۔

نہ یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

کچھ نہ تاثیر کیا سنگ و لوں کو یارب کون سا تالہ جاں کاہ کبر باد نہیں
 دونوں عالم ہوں ترے حسن سے معبود کو کیا
 تیرے کا کلبہ احزان تو آباد نہیں

خوب دیکھا ہے جہاں کو ہم نے تیرے کا کوئی دل انگار نہیں

تو منہ سے نہ کہہ کہ اپنے گھر جاؤں اتنی نصرت دے تجھ کوں ظالم
 صفت تیرے ہو کے میں مرجاؤں جو اپنے جی سے میں گزر جاؤں
 اک دل تھا سو پھین لے گیا تو تیرے ہاتھوں سے میں کدھر جاؤں
 وہ رہ کے جی میں آتی ہے یہ چپکے سے زہر کھا کے مرجاؤں
 پر کیا کروں بات ہی کدھب ہے اور موت سے ڈر جاؤں

دل محمود عشق کس طرح ہو شاد دنیا میں نہ جانا جس نے غیر از نالہ و فریاد دنیا میں
 شکر جنگ جو ظالم و فادشمن بہت تھے بغاوت کا غضب تو نے کیا ایجاد دنیا میں

بند میں اپنے گروہ دے کہ تجھے یاد رہوں میں یہ ڈرتا ہوں نہ مرجاؤں فراموش کہیں

آہ میں بیقرار کس کا ہوں اس قدر غوار زار کس کا ہوں
 تیرے نے جوں کہا کہ میرے یار بولا چل بے میں یار کس کا ہوں

چمن گب اس کو جو دیکھے دل کی یہ بے تابیاں
 نیند بھی جاتی رہی سن سن مری بد خوابیاں
 مردنک یوں چشم تر میں سیر کرتے ہیں مدام
 جس طرح پانی میں پھرتی ہیں پڑی مرغابیاں
 شیر کی خوراک خوں ہو یا کوئی نختِ جگر
 عشق نے تیرے تو میری ہڈیاں بھی چابیاں
 دخترِ زکاپیا تو نے لہو چھپتا ہے کیا
 آج تیری آنکھڑیاں تو زور ہیں عنابیاں
 برہن کیا شیخ جو دیکھے سو سجدے کو جھکے
 تہرہیں لے شوخ الٹی پتیاں مہرابیاں

بندگی سے تری کچھ عار نہیں پر میاں تو ہی دنا دار نہیں
 ایک ہیں عالم وحدت میں سب عاشقوں میں کوئی اغیار نہیں
 کس کی آنکھوں سے تجھے دیکھوں میں کون تجھ چشم کا بیمار نہیں
 قتل کو میرے ذکر اتنا فکر میاں ایسا تو گنہ گار نہیں
 تشنہ لب کب سے تر شاہوں پڑا کیا ترے ہاتھ میں تلوار نہیں
 خوبرویوں کو جہاں کے دیکھا تجھ سوا اور دل آزار نہیں
 صفت مرزاں کو ابھی رو کہ یہاں غیر دل کوئی سپر دار نہیں
 خوب دیکھا ہے جہاں کو ہم نے
 توڑ سا کوئی دل افکار نہیں

جو ایک دم بھی میں اس شوخ سے کلام کر لیا
خود پہ اپنی بڑا ہے گھنٹہ نامح کو
خواب کیوں ہو تو لے سوزِ غم کے ہاتھوں سے
علم فرازِ مجبر کی جب سواری ہو
تو بے تکلف اسی آن جاں تمام کروں
جاس کے رو برو ہونے تو میں سلام کروں
کہا تو ان مرا آئیں ایک کام کروں
تو نے کے ساتھ مجھے یہ بھی ایک نام کروں
بڑا مزا ہو کہے لائے سلام کروں

دل کو میرے ہواے باغ نہیں
شب ہجراں کو تیرے عاشق کی
کس طرح پوچھوں دل کی غربت کو
تیری آنکھوں کی دیکھ کیفیت
دور ہو بوسے گل داغ نہیں
غیر داغ جگر چراغ نہیں
ہائے اتنا مجھے سزاغ نہیں
مست ہوں نشترِ ایاغ نہیں
ایک بیٹھا نہیں ہے سوزِ جلا
تیرے ہاتھوں سے کون داغ نہیں

کب تک قیدی رہوں جی کسم زندان میں
کس طرح گھوڑا کد ابٹھو مرے چوگان باز
کیا مزا ایسا ہو دل جسے لگا ہے اس کو تیر
لوگ جلتے ہیں تیرے شرور کو سن کر اے عزیز
اب نہیں باقی رہی اشد میری جان میں
سر پہ میرا دیکھو افتادہ اس میدان میں
شہد کیا تو نے بھرے تیرے پیکان میں
تو نے انگارے بھرے کیوں توڑ اس دیوان میں
یہ ظلم کب ہوا تھا نوح کے طوفان میں
آنسو دریا کوئی تم سا نہیں ہے پر خروش

۱۔ عاصیتوں پہ بہت ہے

۲۔ عاصیتوں پہ بہت ہے

۳۔ عاصیتوں پہ بہت ہے

۱۔ اسی وقت

۲۔ مآذ

۳۔ عجب مزا ہے

کوئی ہے جس پاس جا فریاد و دوا دلا کر دوں
ایک دل تھا سو تو کوئی لے گیا میں کیا کروں

میں ڈوب گیا کہ مر گیا دن کیوں شام فراق مر گیا دن
آنکھیں نہ ہوئیں اندھیر آ یا روتے ہی میں گزر گیا دن
چپکا رہتا ہوں جب کبھی میں کہتے ہیں کہ بے خبر گیا دن
کیا روزِ ازل کیا تھا وعدہ وہ بھول گیا بسر گیا دن
رونا یا سر کے تین پٹکنا
یہ تنویر تو یوں ہی بھر گیا دن

دشنام بھی بیل سے تو ہم نے سنی نہیں بولے گلابی کی بات ابھی جی میں جی نہیں
معصن کو روکے دیکھ کے چاہا کہ چوم لوں کہنے لگا غلط ہے یہ حرکت سہی نہیں
ناصر کے حق بطرت ہر گز پند و وعظ بند اس کی بھی جانے جوتی کہ و سکو لگی نہیں
ساقی خدا کو واسطے اک جام اور سے ایسی شراب ناب کہیں ہم نے پی نہیں
لے تنویر ایسے شہر سے صحرا بہت بھلا کیا کیجیے جہاں میں محبت رہی نہیں

نہ کچھ میں لے دو روکے ترکی ہیں آنکھیں یہ دھو دھاکے میں نے زندگی میں آنکھیں
لے گا ولیکن رقیب اس کے ہمسرہ کہ کیا رنگی دونوں پھر کی ہوں آنکھیں
دما دیکھو تم ڈھٹائی صنم کی مجھے دیکھتے ہی کہہ کر کی ہیں آنکھیں

لے لے لے شہزاد غولیں م میں نہیں ہیں۔

مجھ کو کہتا ہے کہ تیری خوبجے بھاتی نہیں
 مجھ سے بچھڑا جا کہیں کیوں تجھ کو موت آتی نہیں
 مجھ سے فرہم صید کو صیاد کرتا ہے شکار
 مجھ سے بھٹکے کو بھلا کیوں موت لگے جاتی نہیں
 ہر گھڑی کرتا ہر کیوں ترنا کسوں سے اختلاط
 ایسے لگن سے طبیعت تیری گھبراتی نہیں
 تجھ کو کہتا ہوں دل اور اس سے کہتا ہوں چھٹو
 تو ہی کہنا صبح بھلا تیری یہ بد ذاتی نہیں
 تیرے جو دل میں ہو سولے میں نہیں کہنے کا کچھ
 ایسی باتیں سوز کے کچھ دل میں رہ جاتی نہیں

کون سا دل ہے کہ تیرا کسم آباد نہیں
 کون سا شخص کہ وہ دست بفریاد نہیں
 کچھ نہ تاثیر ہوا سنگ دیوں کو یارب
 کون سا نالہ جاں کاہ کہ برباد نہیں
 کیوں نہ ہو دشت جنوں خوں پہاڑے گلگوں
 کون سا خار کہ یاں نشتر فساد نہیں
 سکوتا ہر کبھی رو کے کڑھاتا ہے کبھی
 کون سا غمڑہ بیٹہ اداسے یاد نہیں
 دونو عالم ہیں تیرے حسن سے معمور تو ہوں
 سوز کا کلبہ احزان تو آباد نہیں

دل مغموم عاشق کس طرح ہو شاد دنیا میں
 نہ جانا جس نے غیر از نالہ و فریاد دنیا میں
 صنم کے غم غموں بکیوں کے فوسن ہدم
 الہی تاقیامت تو ہے آباد دنیا میں
 دافعت نے محبت نے تو واضح نہ مدار ہے
 دلِ ناشاد ہو پھر کس طرح شاد دنیا میں

لے ع ' ہر کہیں کرتا ہے تو اب
 لے ع ' مجھ سے کہتا ہے نہ دل اور اس سے کہتا ہے کہ لے
 لے ع ' چاک لک
 لے ع ' ایسے لہجوں سے طبیعت تیری شرارتی نہیں
 لے ع ' وہ نو عالم ہے تیرے حسن سے معمور بھلا

جسے دیکھا جہاں میں سو اسیر دامِ الفت ہے مگر یہ گھر بسا نامح رہا آزاد دنیا میں
 تم اگر جنگ جو ظالم و فادشمن بہت سے تھے قفاخل کا کیا تو نے غضب بجا د دنیا میں
 لٹا رہا اور غریب اور بیزباں اور دوست کا منتوں
 رہے گا تو نہ ہی یارو بہت سایا د دنیا میں

خباہر خاکِ اہ دبر چالاک آنکھوں میں اگر سرے سے بہترین جانوں خاک آنکھوں میں
 جابا بے پیاہر جبے میں نے راست کہا ہوں جابا سا نظر آتے ہیں یہ افلاک آنکھوں میں
 بغل میں جس کے لیجاوے تو فہر جب کوئی کہے چرا لیتا ہر وہ عاشق کا دل میاں آنکھوں میں
 ادھر سے یا ادھر سے شاید آجلی مرا میکش سرے شام تک تب لگی ہے تاک آنکھوں میں
 تبر یا تیر یا تلوار سے ماے کوئی دیکھ کرے ہر قتل اک عالم کو وہ سفاک آنکھوں میں
 نہ پھیر داس گھڑی تم سوڈ کو ہرگز نہ بولے گا
 نہیں آیا ہے اس کو نشہ تریاک آنکھوں میں

کرے نہ باغ میں بلبل کبھی سخن تجھ بن کھلیں نہ فچوں کے اے گلبدن دہن تجھ بن
 ترے فراق میں جلتا ہے جان و تن ایسا کہ روح خوش نہ کرے آشیان تن تجھ بن
 تجھے مدام نشاط و سرور عیش و طرب مجھے یہ جامہ تن ہو گیا کفن تجھ بن
 کہاں شراب کہاں جام اور کہاں ساقی
 بسان مجلس ماتم ہے انجمن تجھ بن

لے د قفاخل کا نیا تو نے کیا ایجاد لے د کیوں صاحب
 لے د شرم میں نہیں ہے لے د غول م میں نہیں ہے۔

چشمِ شہرِ چشمِ شہرِ مسا کہان
 گل بھی کرتا ہے چاک اپنا جیب
 ہو غزاؤں کو اس سے ہم چشمی
 عندلیبوں نے گل کو گھیر لیا
 ایک دن ایک شخص نے پوچھا
 میں نے اس سے کہا کہ سن بھائی
 گاہ بگاہ ہے سلام کرتا ہے
 زندگي تک ستم تو سہ لے توڑ
 پھر تو یہ ظلم بار بار کہان

اُن جھاؤں پر بھلا اب غم نہ کھاؤں کیا کروں
 کوہِ دھوا میں نہ میں گر بھاگ جاؤں کیا کروں
 آشنا نا آشنا سب ہو گئے لے دئے بخت
 وحشیوں سے جا کے اب کیا کروں
 ٹوک سوزن دار اب جاگ نہیں ہے دل میں دئے
 سوزن صیسی سے چاک دل سلاؤں کیا کروں
 یوں تو میں مرتا نہیں ادھی نکلتا بھی نہیں
 روتے روتے تن بدن اپنا گھلاؤں کیا کروں
 وہ مرادل سوز بھی آتا نہیں اسے یا نصیب
 حالتِ سوزِ دروں کس کو سناؤں کیا کروں

زلف و ساکن نے کیا میرا جگر خوں کیا کروں
مارا رستم کا نہیں آتا ہے افسوں کیا کروں

گو کہ رونے سے بھی
کس طرح دیکھوں گا سچرا آنکھوں کو پر خوں کیا کروں

میں آیا جب سے دنیا میں کبھی خود کو نہ سمجھا میں
کہ میں کس واسطے آیا تھا یاں ادھوں سوہوں کیا میں
کبھی تو جوں خس و خاشاک ہوں میں سو فتن قابل
کبھی جوش دروں سے موجزن ہوں مثل دریا میں
کبھی نقش قدم سے پست تر ہوں راہ دنیا میں
کبھی تو عرش اعظم سے بھی ہوں میں جلے اعلا میں
کبھی کہتا ہوں میں کیا چیز ہوں حیران ہوں یارب
کبھی تو مرگ کے ہمرنگ ہو اٹھتا ہوں جیتا میں
غرض تنویر و دنی ہے مرا جان و جگر بھلا
کباب خام ہوں یا سوختہ بتلاؤ کیا ہوں میں

اوتھ سے لگا سوز جگر خوں ہوئے کتنیں
یک عالمی اپنی کا نہ کیجئے کبھی شکوہ
اس لیلیٰ روشن کے بھی تو مجنوں ہوئے کتنیں
سب صورت محسوس کے مفتون ہوئے کتنیں
گن جاؤ بھلا بخت ہا یوں ہوئے کتنیں
بتلاؤ بھلا عاشق — ں ہوئے کتنیں

وہ سو ہے میرا چمن دہر میں مزدوں دکھلاؤ بھلا اور یہ مزدوں آئے کتنیں
 مجوں کو تمہیں دشت کشی رہو مالک (کنا)
 مہاں تنہ سے آمارہ ہا میں ہوئے کتنیں

گو کہ اے دل تجھے سرور نہیں شاد ہونا بھی کچھ ضرور نہیں
 گر ہوس تجھ کو واد خواہی کی کل قیامت بھی ایسی دور نہیں
 شیخ جنت تجھے مبارک ہو مجھ کو کچھ اشتیاق حور نہیں
 میں تجلی دکھاؤ تا مونس جیفت اس وقت کوہ طور نہیں
 کوتاہوں میں میر کہ دل کو
 مجھ کو اس نام کا خود نہیں

جس نے دیکھی ہوں تری ہر وفا کی آنکھیں اس کو دکھلائیے یوں جو رجھا کی آنکھیں
 دیکھ لے آنکھ اٹھا کر تو کبھی حال غریب یوں تو لاریب کہ تیری ہیں حیا کی آنکھیں
 چشم ز گیس کو تری چشم سے کیا چشم پشی ماہ و خورشید کی تجھ پر سے فدا کی آنکھیں
 ہر گھڑی آنکھ نکالے ہے تو مجھ پر ناصح کبھی دکھلاؤں گا میں تجھ کو ادا کی آنکھیں
 میں تو رہتا نہیں کس واسطے ہوتا ہے خفا یوں ہیں پر خون ہیں میری توسدا کی آنکھیں
 دل چاہا کہ کس نکالے ہے تو آنکھیں الٹی ہاں ہی بھپتی تو ہیں یہ ہم سے وفا کی آنکھیں
 ہمیں تو تنہ کو پہچا نوئے سبحان اللہ
 کبھی دیکھی بھی ہیں لے شاہ گدا کی آنکھیں

کب توقع تھی کہ تم پاس بٹھاؤ گے ہیں
 حال دل تم سے کہیں گے تو سنو گے تو بہ
 آن مٹھیں گے جہن جلاؤ گے اٹھاؤ گے ہیں
 اور ہنہ پھیر کے صلوات سناؤ گے ہیں
 گر تنائے قدم بوس کریں گے گا ہے
 تو یقین ہے وہیں پاؤں دکھاؤ گے ہیں
 اتنی گربات کہیں گے کہ لگی گڑ تو بھجاؤ
 ہے یہ امید کہ ڈونا ہی جلاؤ گے ہیں

توڑ کا نام جو مجلس میں تمھاری لیں گے
 تو مقرر ہے کہ پھر ہنہ نہ دکھاؤ گے ہیں

یہ تو معلوم کہ تم ملنے کو آؤ گے ہیں
 آنکھیں بند سے توقع ہے فقط اتنی اب
 پہ یہ فراؤ کسی روز بلاؤ گے ہیں
 پھر جو کھولیں گے تو تم شکل دکھاؤ گے ہیں
 پھر تو بے دغدغہ پہلو میں بٹھاؤ گے ہیں
 داں تو جی کھول کے آواز سناؤ گے ہیں
 ہاں مگر خاک میں جبت تک نہ ملاؤ گے ہیں
 تاکجا چشم خلافت سے گراؤ گے ہیں

یہ توقع نہ تھی دلسوز کو ہمدی صاحب
 جد کی خدمت میں یہاں چھوڑ کے آؤ گے ہیں

یہ غامی ہے کہ سوز عشق سے فریاد کرتا ہوں
 فلک نے لاپبی جانا تھا مجھ کو تو ہی ڈھکیا یا
 میں اس دلہت کے مورد میں کو جل یا د کرتا ہوں
 گھڑی فریاد کرتا ہوں گھڑی بیلا د کرتا ہوں
 شب روز اس طرح کہتا ہے تیرے جگہ قاتل

لے م، اور ہنہ مڑ کے
 لے م، غم میں، میں نہیں ہیں
 لے م، کہ لے تو گھاؤ
 لے م، کہ غم خان لگاؤ گے ہیں

قبل ہرگز نہیں کرتا ہے میرا قتل بھی ظالم میں کس کس ڈول میتی ملت جلا د کرتا ہوں
 یہ حسرت رہ گئی دل میں کبھی اس بیروت نے
 نہ پوچھا سوز کوں آنا کہ میں بھی یاد کرتا ہوں

زخم جتنے چا رہیں میرے بدن میں کم نہیں یہ بڑا دکھ ہے کہ دنیا میں کہیں مریم نہیں
 ایک دم اپنا تھادہ بھی آغوش دم کھا رہا درد دل کس سے کہیں یا کونئی اب ہم نہیں

حضرت عشق سے پھر جھگو پھر دلیں سر کو حور کی برق میں چھپایا دلیں دکھا
 شکوہ عشق وہ کرتا نہیں وہ صاحب ہر دلیں دلیں بھے سر پا نو سے کھایا دلیں
 نہ ضرور ہے نہ یہ برق نہ یہ انگارا جل گیا جل گیا لے واسے جلایا دلیں
 کس کی فریاد کروں اسے نہیں کوئی غیر صاحبو داد کو پہنچو کہ ستایا دلیں
 کیا ہی دلسوز تھامیں اس کو نہ پوچھا صحت
 سوز کو پیار سے سینے میں چھپایا دلیں

بہیں کون پوچھے ہے صاحبو نہ سوال میں نہ جواب میں
 نہ تو کوئی آدمی جانے ہے نہ حساب میں نہ کتاب میں
 نہ تو علم پانے میں ہے یہاں کہ خدا نے بھیجا ہے کس لیے
 اسی کو جو کہتے ہیں زندگی سو تو جسم کے ہے عذاب میں
 یہی شکل ہے جسے دیکھو ہو یہی وضع ہے جسے گھور دو ہو
 جسے جان کہتے ہیں آدمی اسے دیکھا عالم خواب میں

لے لے لے یہ غریب میں نہیں ہیں۔

میں غلام تہے نہیں کہا اسے مانو یا کہ نہ مانو تم
 بیٹے اپنی آنکھوں سے دیکھا میں کہ لاہول اس کی جناب میں
 دسو گئے توڑ کی گفتگو جو پھر دے ڈھونڈنے کو بہ کو
 یہ نشا ہے اس کے بیان میں کہ نہیں نشا (ہی) شرب میں

کٹے ڈھونڈتے ہونہل میں میاں گیا دل کبھی کا کہاں سے کہاں
 اسے دل کہیں جو ہے عرش خدا اسے دل کہیں جو ہے جنت مکاں
 یہ دل جس کو ہے صاحب دل ہر وہ یہ دل جس کا ہے سو ہے روح رواں
 یہی دل ہے گلزار فردوس کا یہی دل ہے معمورہ عاشقتاں
 یہی دل ہے پرسوز پردرد و داغ
 یہی دل ہے سلطان کون و مکاں

صنم کے ذکر سوا اور قیل و قال نہیں جناب دل سے مراد اور کچھ سوال نہیں
 تو سر سے کر کے تصدق مرا تو دل دئے ال کہ میرے پاس بجز اس کے اور مال نہیں
 کہاں ملک میں تجھے حال زار دکھلاؤں تو حال آکے مجھے دیکھ مجھ میں حال نہیں
 میں ایک رات تجھے جان خواب میں دیکھا سوائے خواجکے اب اور کچھ خیال نہیں
 یہی ہے تو جسے جانتے ہیں سب دلسوز
 بڑا کمال ہے اس میں یہ کچھ کمال نہیں

کہنے سے مہر لے افلاک ایک پل میں
 نازاں نہ ہو تو ہوئے گرتھ کو شادمانی
 بھر جائے ان کی طینت جو خاک ایک پل میں
 کرے فلک دل خوش غناک ایک پل میں
 سونا کرے ہے س کو یہ خاک ایک پل میں
 کرے ہے سرد چشم مناک ایک پل میں
 صید حرم کو باندہ حافتر اک ایک پل میں
 کاٹوں گا درہ تیری میں ناک ایک پل میں
 کرتا ہے گل گریباں صد ایک ایک پل میں
 پہنچے جو ہوئے قاصد جا لاک ایک پل میں
 کو بے میں یا تیرے ہاں دم کے برابر
 داغ خانے سے یہ پی ہے چھپ چھپ کے سوز اس کی
 مسواک گاڑ دیں تو ہوتا ک ایک بل میں

دلرباے سوز کیوں تیری طرف اُل نہیں
 قدر ہر یک دل کی ہے معلوم ہر دلداد کو
 دل تروا غنی ہے یا تو عشق کے قابل نہیں
 دل دکھاؤ کس کو ہے کوئی صاحب نہیں
 کس کو دکھلاؤں کہ اس دم صخر قاتل نہیں
 میر منزل ہوں یہ دنیا کچھ منزل نہیں
 بعد اس کے سوز کو تکلیف مت پہننے کی دو
 کون سے دل سے رہوں گا مر ابل نہیں

امید وصل جز طمع حنا کچھ نہیں
 وضع بہار دیکھ کے مانند آبشار
 ہر صبح ہے قسم پر قسم شام کچھ نہیں
 جز گریہ اس چمن میں ہیں کام کچھ نہیں

لے یہ غزل میں نہیں ہے۔

اس شوق بی وفا و فراموش کار سے مدت ہوئی کہ نامہ و پیغام کچھ نہیں
 نالہ غلط ہے مرغ گرفتار دام کا وہ تو اسیر زلف سیہ قام کچھ نہیں
 سمجھاؤں اپنے کفر کے گمراہ شیخ کو بے اختیار کہہ اٹھے اسلام کچھ نہیں
 طاقت نہیں ہر اتنی کہ بے طاقتی کروں موجب مے سکون کا آرام کچھ نہیں

دیکھا تو نے عشق کے کوپے میں حال توڑ
 لے دل تو عاشقی کا نہ لے نام کچھ نہیں

اتنا ستم نہ کیجے مری جان جان جان یکساں نہیں ہے گا ترا مان مان مان
 آئینہ ملک تو دیکھ کہ خالق نے خاک کو کیا کیا بنائی صورت انسان سان سان
 گزرا ہے تو جہن سے کہ جائے ترا آج کھینچے ہے آہ مرغ گلستان تان تان
 دشنام دے کے اے وہ جہدھر کا کھینچنا چھتی ہے میر دل میں ہی آن آن آن
 پوچھا کسی نے توڑ کو مارا تو کس لیے
 بولا مجھے وہ گھورے تھا ہر آن آن آن

باندھ لیتا کیوں نہیں سر کو مرے فتراک میں تجھ کو یہ غیرت نہیں جو لوٹتا ہوں خاک میں
 جو پرانے دل کو آزدہ کرے بے بیچ آہ کب خدا مسکن کہے ایسے دل مہیاک میں
 ایک جاگہ سے بھی جو ثابت نہ ہو — کیوں کہ رہ سکتا عشق ایسے دل صد چاک میں
 آہ اس غم کو ہدایت دے خدا کیوں ہر گھردی یاد دلو کر کے لایا جان میری ناک میں
 توڑ کی زندگی تو دیکھو شیخ بن بیٹھے ہیں اب
 ہر گھردی الجھا ہے ہر شانہ و مسواک میں

لے ستوز تو کہاں وہ دل ناتواں کہاں ہم ڈھونڈھلائیں اس کو بتا تو کہاں کہاں
 نزلت میں نہ گوشہ ابرو سے یا ریں ڈھونڈھلا ہے تیرے دل کو کھائے کہاں کہاں
 خانہ بدوش روز ازل سے غریب تھا دل کا بتاؤں تم کو سب کاشیاں کہاں
 پڑھتا ہے شعر ستوز کے یوں تو بھی کہاں
 آتش کا سا ایک صاحبو لعلت زباں کہاں

پتھرے تھی فوج بلب جب چین میں تو کیا گل پھولتے تھے من ہی من میں
 کدھر جاتے رہے یہ یا ر یا رب کوئی باقی نہیں ہے احسن میں
 سلام شوق پہنچا دے ہمارا کسی کا ہو گزارا اگر عدن میں
 کہ لے بے دید و بے پرواے یا ر لگے تم کو جگر جلدی وطن میں
 دے جوں انگر افسردہ یہ ستوز
 پڑا دہکے ہے اب اپنے کفن میں

دل کے ملنے کا کچھ نہ چارہ کریں بس گریبان صبر پارہ کریں
 غوطہ مارا ہے عشق میں اس کے کیا اسے چھوڑ کر کنارہ کریں
 اس ضیعی میں گر وہ بوسہ دیں پھر جوانی تو ہم دوبارہ کریں
 کب تلک کرنے میں چھپے رہیے آپ کو اب تو آشکارہ کریں
 لوگ کہتے ہیں لوٹتا ہے چلو
 ستوز کا دُور سے نظارہ کریں

لے 'ع' ابرو میں کیا ہوا لے 'ع' میں بھلا آپ آشیاں
 لے 'ع' وہ اس کا سا صاحبو لعلت بیان کہاں لے 'ع' غزل میں 'م' میں نہیں ہیں۔

گر مجھے مضر بول کو شکبائی نہیں پر ترا در چھوڑ کر جاؤں کہ ہر جائی نہیں
دل چھنسا ہر تیری زلفوں میں نہ کیونکر دام یہ سگ کوئی ترا آہوے ہر جائی نہیں
سکراتے ہیں لیتے ہیں لوگ دل کے لینے کی طرح پیارے تجھے آئی نہیں
مجھ سیتی مت بول اعدا کی لگائی سے میاں مینے تجھ سے روٹھ رہنے کی قسم کھائی نہیں
توڑ کو دیکھے ہے جو کوئی سو کہتا ہے یہی

.....

زباں سے ہو سکے کب دلربا تیری ثنا کہناں
مگر صورت کو تیری دیکھنا اور واہ واہ کہناں
سنو اے اشک و آہ و نالہ و فریاد و ادیلا
جو اس کے کو تملک پہنچو تو میری بھی دعا کہناں
قیامت تک نہ بھولے گی میاں اس آن کی لذت
ہمارا ہنس کے جی دینا وہ تیرا مر حبا کہناں
سن اے قاصد کبوتر کی طرح تو بھی نہ مر رہیو
جو تجھ سے سب حقیقت کہ نہ آئے کچھ تو جا کہناں
سبھوں کے رد برد کہنا کہ میرا سوز عاشق ہے
مناسب نہیں ہے پیارے ایسی باتیں بربلا کہناں

حمد میں تیری اے خداے سخن اس زباں سے کہا نہ جائے سخن
باتیں سارے بناتے ہیں لیکن کوئی پر لائے آشناے سخن
کوئی صاحب سخن نہیں مرتا ہے قیامت تملک بقاے سخن

لے لے لے غزلیں میں نہیں ہیں

زینت انسان کی نہ پوچھو کچھ اکل دیا شرب ہر بجائے سخن
توڑ خاموش رہ کے کیا لے گا
زندگانی تو ہے براے سخن

بہار اس کو نہیں لگتی ہے یک پانسگ آنکھوں میں
بتاں کی ہم نے دیکھی ہے مے گھرنگ آنکھوں میں
ہے جب تک اس کے تو حایل وہ باہر آ نہیں سکتا
نکل نخت جگر ہے اشک کا دل تنگ آنکھوں میں
چمن کی سیر کو جاتا تو ہے یہ مجھ کو خطرہ ہے
نہ ہو گلشن میں زگس سے کہیل ب جنگ آنکھوں میں
کہاں طاقت جو اٹھیے یاں سے چلنے کے تو کیا معنی
نظر آتا ہے مجھ کو یک قدم فرنگ آنکھوں میں
نہ دی فرصت کسی نے خون یک قطرہ کے بہنے کی
وگر نہ ہم تو رکتے ہیں جن اور گنگ آنکھوں میں
نہیں ہرگز تری چشم یہ محتاج سرے کی
لگے ہے شوخ تیرے دشمنوں کی سنگ آنکھوں میں
نشے سے جھک گیا لے توڑ دیکھ اس خطا سبزہ کو
رکھے ہے زور کیفیت یہ کا فر جنگ آنکھوں میں

اکھن کو تک پہنچا لو یہ مارتی ہیں راہیں
 کیا حسن و عشق میں اب بجز دی ہر بے طرح
 آدے جو سیر کرنے یکبار وہ جین میں
 اس دل میں گو ہمارے لغت نہیں ہی با
 تک مہر دے خدا یا کافر بتوں کے دل میں
 فریاد اگر کسی سے چاہیں سو داد کیونکر
 بننے سافروں کو دیتی نہیں نگاہیں
 تیرنگہ تو داں ہے یاں بر چھیاں ہیں آہیں
 گل آساں پہ اپنی پھینکیں سدا کلاہیں
 اپنی طرف سے لے دل ہم تو بھلا نہاہیں
 یا عاشقوں کے جی (سے) کھوئے انھوں کی چاہیں
 گردن ہی مالتے ہیں ذرہ جو ہم کراہیں
 لے تو ز عاشقوں میں ثابت قدم رہنا دکلا
 فرتے میں عاشقوں کے تاسب تجھے سراہیں

عاشق تھے ہم نے کیے معلوم بہت ہیں
 گل دیکھے جو سو، مخنے نظر آئے ہزاروں
 موجد ہے اک آدہ ہی مجھ سا سو بُرے حال
 آئینہ جے کہتے ہیں دیدار کا تیرے
 دل چاہے تھا بوسے کو جو تم سے یہ کہا میں
 مجھ جیسے جو خادم کہ ہے خدمت کی تمہیں عار
 شہرت کے لیے خیل و عشاق کے چاہو
 غلام تو ہیں دنیا میں یہ مظلوم بہت ہیں
 دل خوش ہیں کم اس باغ میں منوم بہت ہیں
 تجھ عشق میں جو ہو گئے معدوم بہت ہیں
 محرم تو وہی ایک ہے محرم بہت ہیں
 مت مانگ وہ دینے کے تئیں شوم بہت ہیں
 تو خوش رہو مجھ کو بھی محرم بہت ہیں
 دو چار بھی کرنے کے لیے دھوم بہت ہیں
 مضمون ترا سادہ کسی بیت میں لے تو ز
 یوں شر تو موزہ دنوں کے مظلوم بہت ہیں

کرے ہے عشق کی گرمی سے دل آئند آتش میں
 سندر رات دن رہتا ہے جوں خور سند آتش میں

ہوا آئینہ حیراں دیکھ کر خال اس کے عارض ہوا
 کو یارب کس طرح ٹھہرا ہے یہ اسپند آتش میں
 بجھے سینے کی تفت میرے نہ ہرگز ایک دم یاد
 کیا پی پی کے آنسو آب ہیں ہر چند آتش میں
 برہ کی آگ سے کیونکر ہوئے اے ناصح
 ازل سے ہم ہیں شعلے کی طرح پابند آتش میں
 تھے چہرے کی گرمی شمع کے رخ پر نہیں ہرگز
 پتنگا بیٹھ کر کھاتا ہے یہ سوگند آتش میں
 شرر سے شعلہ، شعلے سے شرر یک پل میں کرتی ہر
 بھلائی غور کر دیکھو ہے کیا کیا چھند آتش میں
 ملی جب گرمی نظارہ حسن شعلہ غویاں سے
 ہوا اے تمہارا اس وصلت سے تب پیوند آتش میں

ستود کو بجھے ہے تو ناداں کہ وہ دانا نہیں
 حق بجانب ہے ترے جو اس کو پہچانا نہیں
 گر کہوں میں حال اپنا سن کے مائل ہو دو چند
 درد دل میرا تو اس کو پیش از افسانا نہیں
 عشق کے کوپے میں اپنا مت قدم رکھ بواہوس
 گر تجھے منظور واں سر سے گزر جانا نہیں
 زلف میں شانے کو دی جاگ تو اس کا کیا گستاخ
 یہ ملے مدد چاک بھی تو کچھ کم از شانا نہیں

دل کوئی کا تو لیتا جا اگر لے جا سکے
 پھر پھر اس گلشن میں لے غافل تجھے آنا نہیں
 جگ سے بیت الحرم کے شیخ اٹھا
 آئندہ دل کا بھجے اس گھر میں ٹھکانا نہیں
 ناصحا بالیس سے میری اٹھ خدا کے واسطے
 جان کھانی اس کو کہتے ہیں یہ سمجھنا نہیں
 وعدہ کو ترپہ داغ کیجے ترک جام سے
 نقد کو نسیہ پہ کھونا کارسرخز آنا نہیں
 شیشہ دل سے کوئی دیتا خبر اس تنوز کو
 تنوز تجھ سا بھی کوئی دنیا (میں) ستانا نہیں

نیس کی آوارگی ہے دل میں سمجھو تو کہوں
 درد لیلیٰ ہے ہر اک عمل میں سمجھو تو کہوں
 ہضم کم سے خلق کو آپس میں مت دیکھا کرو
 زور ہی جھمکا ہے مشت گل میں سمجھو تو کہوں
 مے کدے اور کبے میں ہے کیا تفادیت شیخ جی
 شیشہ ہے پتھر کی ہر یک سل میں سمجھو تو کہوں
 ناصحو کیفیت ان آنکھوں کی کیا پوچھو ہو تم
 مجھ سا عاشق ہو گیا اک پل میں سمجھو تو کہوں
 جانتے ہو پیش تم دنیا میں جس کو سونہیں
 پیش ہے دنیا کی جو محصل میں سمجھو تو کہوں

کرتے ہو ہر دم جو وصف چشتہ آپ حیات
 آب ہے جو غفرات تل میں سمجھو تو کہوں
 تم جو پوچھو ہو بھر دک میں دل کی کیا لذت ہے توڑ
 جوں تڑپ کا ہے مزہ بسمل میں سمجھو تو کہوں

اے خوشحال ہو جو کوئی رسولے بتاں
 کفر سے اب تو مراد دل ہے نہایت بیزار
 الفت و ہر کی ذرہ جو کہیں ان میں ہو
 دل سی تم غنیمت کو بے قدر کیے رکھتے ہو
 مول لیتے ہو جو اس دل کو تو یوں ہی لیجے
 تم دیے دام اور میں بھر پائے بتاں
 اب خدا ہی تمہیں بھائے مرے دل کا درد
 تم سمجھتے ہو کوئی توڑ کے بھائے بتاں

آنکھیں بھی اس کی آنکھوں سے گر ملک ملا کریں
 گر جوش مائے خط کی تے چہرے پر بہار
 کیونکہ چشم و ابرو سے دل قتل ہو مرا
 بار و گربہار نے مارا ہے جوش اب
 آئینے کا جوش ہے سکندر یہ تعبیر
 ہے معتبر انھیں کی جہاں میں ہو سی
 تو ہم کسی سے کا ہے کو اتنا گلا کریں
 فتنے دلوں کے گل کی طرح سے کھلا کریں
 دو ترک مست لے کے جو تیغ بلا کریں
 برپا جنون اپنے کا ہم سلسلا کریں
 بہتر ہے دور اس سب کو دل کو جلا کریں
 جو خاک کو بنگاہ سے اپنی طلا کریں
 اے توڑ میں ہر دوں تمہی ان کی قراولی (کدا)
 شہری خیال یہ جو کسی سے ہلا کریں

خونِ حشاک سے تو بھرے پیالے دامن
 لہاؤ کا اس کے ہو کشتہ جو کہے ذوق کے وقت
 ہم تو مستغنی الاحوال ہیں عریانی سے
 جاسم رکھتا ہو جو کوئی تو پیارے دامن
 تشہ لب اشک سے خاک مری روزِ سحابِ کذا
 گاہ بے گاہ نچوٹے تو ہے بارے دامن
 رنگِ پیرا ہن گلِ جسم ہے پیالے لیکن
 وہ بھی سچ دیکھ قبا کی تری دایے دامن
 رنگِ گل کیوں نہ صبا تجھ سے چمن میں ل کے
 آگ دیکھے ہے جو اس پر کوئی مائے دامن

جامہ زمیوں کی خوشامد نہیں درکار اے ستور

کیا ہے حاجت کوئی گل کا جو سنو اے دامن

جیسا پنی جان کنی تک پہنچے یا رو کام دنیا میں
 جہاں میں کون سا گھر ہے جسے ہم نے نہیں دیکھا
 جو پہنچے شیخِ ذرہ بھر بھی رمزِ کفر کو میرے
 بغیر از مرنے جلنے کچھ نہ دیکھا بزمِ دنیا میں
 لیا دل کو نہ تھا جب تک مری کیا کیا خوشامد تھی
 دلا اب سر کو اپنے پھر میت سنگِ ملا مت سے
 بے مثل نگیں تب اعتبار نام دنیا میں
 بحرِ خلوت سراے دل نہیں آرام دنیا میں
 قبولِ خاطر اس کے پھر نہ ہو اسلام دنیا میں
 کٹی اپنی تو مثل شمع صبح و شام دنیا میں
 نہ ہو گا کوئی تم سا بھی میاں خود کام دنیا میں
 یہی ہوتا ہے نادان عشق کا انجام دنیا میں

نہ کر اے ستور شکوہ ہم سے دل کی بے قراری کا

محبت کس کو دیتی ہے بھلا آرام دنیا میں

میدِ جوئی کچھ گوشہ گیر سی دل میں
 خدا کے واسطے خاموش نا صبح بیدار
 رہا کرے ہے تنہا اسیر سی دل میں
 لگی ہے بات تجھے دل کی تیر سی دل میں
 ہے نالہ مرغِ چمن کے صغیر سی دل میں
 ہے کس گلے دار کا ہم کو

کہیں کے ابرو درخشاں دی ہے بل ٹوکست
 کہ ایک پھرتے ہیں لوٹی بہریسی دل میں
 دھوڑا رکیاں تک ہے سرد مہری کا
 کہ آہ گرم بھی ہے زہریسی دل میں
 کہے ہے خلق تری شکل کو مست ابل باہ
 لگے ہے مہر کی مجھ کو نظیرسی دل میں
 اگرچہ دختر ناز کو کہیں ہیں سوز جوان
 لگے ہے پنبہ مینا میں پیرسی دل میں

مجھے معلوم یوں ہوتا ہے میری ہی تہسی آنکھیں
 کسی کی دیکھ کر شاید جہاں میں ہسی آنکھیں (کنا)
 خدا جانے کدھر کو دیکھ کر تجھ کو نکل جائیں
 بزدل اپنی میاں ڈودوں سے ہم نے اب کسی آنکھیں
 ہجوم ادبیں تماشاں کا تیرے قدم پہ رہتا ہے
 بہانہ دستہ بزرگس زسرتا پا بسی آنکھیں
 نقاب اب دور کر چہرے سے کس منہ سے چھپا پا ہے
 قدم تیرے کو ملتے ملتے عالم (کی) گھسی آنکھیں
 ترا وہ حسن دلکش ہے نکالے جس کو تو گھر سے
 پلٹ کر پھر طر ن گدی کے ہی اس کی دھنسی آنکھیں
 مرے رونے کا آگے یار کے ہر دم یہ باعث ہے
 دکھاتی ہیں اسے لے سوز اپنی بے کسی آنکھیں

بلبل کہیں پتنگ کہیں اور ہم کہیں
 اکٹھے یہ دل جلے نہ ہوئے اکدم کہیں
 کب تک یہ کشتی مرے فمشار کے حضور
 لے سوز تک تو بہت تو عمارت ختم کہیں

گر دوں پھرے جاب کی صودت بہا بہا
آجائے موج پر جو مری چشم غم کہیں
لے کر چلے ہیں مہر تیاں ہم سوسے حرم
ہو جائے شیخ کعبہ نہ بیت اخصم کہیں
آہو کو غم کو کہ رام کیا ایک عمر میں
ہر آن ہے یہ خوف نہ ہو جائے دم کہیں
درکار کچھ نہیں تجھے چلنے میں خضر راہ
کوئی سنا نہ بھولتا راہ عدم کہیں
گر آہ متصل یوں ہیں آتی ہے گی تیز
اندیشہ ہے مجھے نہ نکل جائے دم کہیں

مت پھر تو ساتھ غیر کے آمان ہر کہیں
ضائع نہ حسن اپنے کی کر شان ہر کہیں
جو سنگ کیا ہے دیر و حرم میں جو سر جھکے
سجدہ کیا ہے تجھ کو میں پہچان ہر کہیں
تجاوہو سو وعدے میں کس طرح ہم سے یاد
وعدہ تجھے ہر ایک سے پیمان ہر کہیں
..... ہی دل ترا
ہوتا نہیں ہے نادان ہر کہیں
جو جو ستم ہیں ہم پر کیے اس کے برخلاف
کرتے ہیں ہم بیاں ترا احسان ہر کہیں
معمورہ پھر قلم و اسکاں میں وہ چکا
یوں ہی اٹھا جو اشک کا طوفان ہر کہیں
کبھی سے کچھ ہے کام نہ کچھ دیر سے غرض
کرتا ہے دید تیز یہ اک آن ہر کہیں

یاد میاں اب دل میں تیرے وہ باتیں نہیں آتی ہیں
کس ہوش کی چاہ کری جو آنکھیں بھی شرماتی ہیں
گمراہی گمراہی کی وہ جو ادائیں جنہوں سے میں دکھ پاتا تھا
گلہ اب اس کا مجھ سے نہ کیجے کیا وہ اپنا پاتی ہیں
کہوں نہ سکافات اس کی پیلیے اے نہ تیری سوک ٹو (کلا)
لے کر پہلے دل ماضی کا جان پھر اس کی کھاتی ہیں

خون ہمارے دل کا پیو پی جس صورت سے پاؤں وہ
 بس کب چل سکتا ہے ان سے جو آنکھیاں بھلاتی ہیں
 پھنسواتی ہیں دل کو میرے زلفیں ہراک مہر د کی
 آنکھیں میری مجھ سے یار و ناحق روگ ساسی ہیں دکھ
 جب سے گیا ہے برے میرے تو آرام جان و تن
 آنکھیں طفل اشک کو تب سے گودی میں بھلاتی ہیں
 گئے وہ دن جب تلخ تھائے ہنہ سے میٹھا لگتا تھا
 سو ہو پیارے اب وہ باتیں تم کو نہیں سہاتی ہیں
 گھر سے باہر جلد نکل اب تیسری خاطر ہے یہ حال
 جانیں سب عشاق کی پیائے سینوں میں گھبراتی ہیں
 ریختہ کہ کہ ستوز ہوا جو دیوانہ تو کیا ہے مجھ
 عشق کی باتیں افلاطون کی پل میں مت بھراتی ہیں

اس سرو قد کی دوستی میں کچھ مٹ نہیں
 اس سنگدل کو حال پر آیا نہ میرے دم
 یا قوت لعل یار سے بہتر نہیں دیے
 کیوں مجھ سے بے گناہ کو ناحق کرے قتل
 قاصد کی کیا مجال کہ اس کو میں جاسکے
 میری طرف سے دیو صبا گل کو یہ پیام
 ہرگز نہ مان ستوز تو روا عطر کی گفست گو
 فندہ بھی اس کو اصل سخن سے خبر نہیں

لڑائی کیوں ہیں ترے مڑگان و ابرو یار آپس میں
 ادھر خنجر نکلتا ہے ادھر تلوار آپس میں
 لگا دل پھین لے تو جس گھڑی آئینہ ردیوں کا
 ہے حیراں ترا منہ دیکھ اے خونخوار آپس میں
 دل دجاں دیدہ صبح و شام تیری راہ تکھتے ہیں
 رہے ہیں منتظر پیالے کئی بمبار آپس میں
 ہمارے درد کی تدبیر ان سے ہو نہیں سکتی
 تاسف ہی مرا کرتے ہیں یہ غمخوار آپس میں
 چکے انصاف حسن و عشق کا تب جس گھڑی بھگڑا
 اکیلے بیٹھ کر ہم تم کریں گرفتار آپس میں
 تری تسبیح کا دشمن نہیں ہے دیر میں اپنے
 سنا ہے شیخ ہم کو اُلفت زنا ر آپس میں
 دیں مارے ہے سنگ تفرقہ لے تو زیہ ظالم
 اگر بیٹھے ہوئے دیکھے فلک دوچار آپس میں

جاتا ہوں تیرے در سے بس لے یار رہا میں
 میں جب ملاقات کی تب تیرے نزدیک
 آئے تھے بھی ہم نفس اک بار ہر دامن
 پیالے نگہ لطف نہ بھر عمر کی تو نے
 تجھ حسن کی اس واسطے ہر گرمی بازار
 کھینچ کر تھما دیا ہے ہاتھوں سے کھویا
 نظروں میں رقیبوں کی بہت خواہ رہا میں
 ذلت کا ہی ہر وقت سزاوار رہا میں
 آزاد ہوئے اور گرفتار رہا میں
 آنکھوں کو تری دیکھ کے بیمار رہا میں
 لے شوخ ترا بس کہ خریدار رہا میں
 از بس ترے ہاتھوں سے دل انگار رہا میں

صد شکر کہ رحمت کا سوا دار ہوں اے تہو
گر شیخ کے نزدیک گنہ گار رہا میں

دل کو یہ آرزو ہے کہ اے یار میں
میں وہ درخت خشک ہوں باغ میں صبا
ہمراہ تیرے پہنچے مل غبار میں اکلا
جس کو کسو نے سبز نہ دیکھا بہار میں
ساقی پہنچ شتاب کہ تجھ بن یہ نو بہار
دیتی ہے زہر مجھ کو کسے خوشگوار میں
خنجر پیکر کسو سے یہ مرگاں نہ پھیریں نہ
تلواریں ماریں بیٹھ کے ابرو ہزار میں
اے تہو درخت رز کو تو اتنا نہ منہ دگا
تکلیف پائے گا بہت اس کے غمار میں

کہاں نصیب ہے اس شیخ سے کلام کروں
نہ تجھ کو رحم مرے حال پر نہ مجھ کو صبر
جو حال دل ہے اے کہ کے میں تمام کروں
جیوں میں کیونکہ بسرا اپنی صبح و شام کروں
نہ رکھ نماز سے محروم اے مجھے ساقی
شراب اتنی کہ میں سجدہ سے جام کروں
بیشہ مل کے رقیبوں سے جب تو ہو بزم نام
میں کس طرح سے بھلا تجھ کو نیک نام کروں
خدا خدا کی (کلا) اب اس کوئی ہوئی ہے امید
کہ رام ہو وہ مرا اگر میں اس کو رام کروں
بگئے تھا شیخ تجھے بزم عیش میں اے تہو
بغیر اس کے نہ میں نہ بسوے جام کروں
مرے سلام نہ لینے سے ہو گیا ناخوش
اگر وہ پھر اصرار اے تو میں سلام کروں

ہمارے فرقہ تجھے ہے یہ گناہ ترے ہیں
اب تو اس بکرے جیتے ہی ابھرتا سلام
ڈوبے گرداب مجھ کے کہاں ترے ہیں
تہ کے بیٹے ہوتے ہیں کہاں تہ کے ہیں

نخت دل یوں ہیں سرسبز سخن میں تجھ میں
 وصل کی رات بھی محروم ہیں اک بوسہ کے
 یاد کرستی میں تجھ کو میں جہاں روتا تھا
 مہم میں تیرے سے جو رکھتے ہیں سوا تھ زبان
 برگ گل جوں برے آب رواں تیرے ہیں
 آب حیا میں ترے تشنہ دہاں تیرے ہیں
 آج اک بار بطعے تری داں تیرے ہیں
 بحر موج سخن میں وہ جواں تیرے ہیں
 صاحب فہم اسے کہتے ہیں جو ہر اسے تہذ
 دست و پا مار کے یہ لنگ جہاں تیرے ہیں

کر لے جو چاہے سو، یہ حسن جوانی پھر کہاں
 آج اگر چاہے تو سن لے مجھ سے میرا درد
 جب تلک ہو حسن تجھ پر کرتے ہیں سب جی شار
 تارک ل دنیا ہو کر چاہے کہ خوش گزیرے تری
 ملک میں خوبی کے پایے حکمرانی پھر کہاں
 کل سا چاہے جو تو میری زبانی پھر کہاں
 خط کو لکٹ ٹھننے نے اب کی جانفشانی پھر کہاں
 جب پڑا دھند میں اس کے شادمانی پھر کہاں
 تہذ کا جینا غنیمت جان مت مل غم سے
 جب ملا اس سے تو اس کی زندگانی پھر کہاں

اب تو ایسا میں نا تو اں ہوں
 اسے صابو تم تو راست ہو
 ایسا تو سبک ہوا ہوں ہے ہے
 دشمن سے نہیں ہے مجھ کو رنجش
 لے کاش موانہ اس کے غم میں
 میں نے ہی کوہِ حشم اٹھایا
 اب اتنی ہی آرزو ہے باقی
 جو کہ نہیں سکتا منہ سے ہاں ہوں
 مردہ ہوں میں یا کہ نیم جاں ہوں
 جو سب کے دل پہ اب گراں ہوں
 آرزو طعن دوستاں ہوں
 میں کشتہ رشک کشنگاں ہوں
 یوں تو اک مشت استواں ہوں
 جو اس کا خاک آستاں ہوں

ظاہر بینوں نے پیر جانا
میں تو وہی سوز نوجواں ہوں

کوچہ عشق میں جواہل نظر جاتے ہیں کاٹ کے سر کو کف دست پہ دھر جاتے ہیں
تو لے کیا ہوں میاں تیغ ادھر دیکھ کے تم ہم تو ہل جانے میں ابرو ہی کے مرجاتے ہیں
لے سمندر جو نچڑیں گے کبھی ہم دامن دجلے تالاب کئی آن میں بھر جاتے ہیں
جا کے ہم عشق کے کوچے سے پھریں کباب خوب جاتے ہیں جد ہر اہل بصر جاتے ہیں
دل بھی کچھ چیز ہے روتا ہے جسے تو لے سوز
عاشقی میں تو میاں جی سے گزر جاتے ہیں

سن کے بے تابی مری سیما ب ڈھل جاوے دیں
برق دیکھے آگ گر دل کی تو جل جاوے دیں
میرے بانکے کے مقابل کون ہو کس کی مجال
رستم اس کے روبرو ہوسے تو ٹل جاوے دیں
وہ مرا محبوب گر دیکھے فلک کو یک نظر
ثابت و سیار آفسو ہو کے ڈھل جاوے دیں
شعر ہی سن کر پڑے روتے ہیں روز و شب یہ لوگ
کو د بھاگیں تو انھوں کا جی نکل جاوے دیں
وہ جو سکھڑے ہیں بلائیں لیتے ہیں ہر بات پر
سن کے میرے شعر کو کواری او ڈھل جائے وہیں (کذا)

اٹک بھی آتے نہیں اب کیا کروں آہ دل جلتا ہے یا رب کیا کروں
 ہائے میری بات وہ سنتا نہیں حال دل کہتا ہے مطلب کیا کروں
 دل میں آتا ہے کہ مر رہیے کہیں پر نظر آتا نہیں ٹھہب کیا کروں
 شمع کی مانند اسے اہل نظر سوز میں جلتا ہوں ہر شب کیا کروں
 مت تو اب دکھلا مجھے اس شوخ کو
 دل اٹک جاوے کہیں تب کیا کروں

دل کو دینا تو بہت سہل ہے دلدار کہاں غم تو ہر آن میں موجود ہے غمخوار کہاں
 دل صد چاک سے میرے نہیں گل کو نسبت شاء زلف کجا طرہ دستار کہاں
 سروکب قابل دستار ہوتے آگے اس قامت و رخا کے اسے بار کہاں
 بلبلو مارو اب چھپ اس باغ میں تم پھر کوئی روز کو ڈھونڈو گی تو گلزار کہاں
 تو ز فردوس کا ہوئے نہ طلب گار کہ واں
 تیرے گھر کا سائے سائے دیوار کہاں

یہ میں بھی بھوں ہوں نامح وہ یار یا نہیں کہوں میں کیا کہ مراد دل پہ اختیار نہیں
 جھٹ تو ہر گھڑی سر کی مرے قسم مت کھا قسم خدا کی تھے دل میں اب وہ پیار نہیں
 میں وہ ہوں نخل کہ جس نخل کو قیامت تک بہا کیسی ہی آوے تو برگ و بار نہیں
 جہاں کے بیچ غم دو کہ سو میں کہوں کس سے سوائے غم کے مرا اور غم گسار نہیں
 ہزار قول کرے یہ نباہ کا اسے سوز
 مجھے بتاں کی صحبت کا اعتبار نہیں

جس کے تئیں کہ عاشق محبوب جانتے ہیں
 فائدہ نہیں ہیں واقعہ اطوار دلبری سے
 پھر ایک نیک و بد سے مل بیٹھنا بتاں کا
 سمجھو پوشم جس کو خلوت میں اپنی پیارے
 پھر وہاں سے دل سے ہم خوب جانتے ہیں
 دل لے کے جو کرنا محبوب جانتے ہیں
 غیرت جنہیں دی حق نے محبوب جانتے ہیں
 ہم دل جلوں کا اس کو مکتوب جانتے ہیں
 آفاق میں جنہوں کو کہتے ہیں سموز زمزمے
 تقوے کو شیخ جی کے وہ خوب جانتے ہیں

مکڑے تو ابھی صل کے دل بیچ دھرے ہیں
 شکر کرنے کا خلش اٹھ گیا دل سے
 اس باغ میں ہم سے نہ ملے سود کسی کو
 کاوش نہ مرے دل سے ہے مڑگاں میں
 ہم نے تو ابھی موتی ہی آنکھوں میں بھرے ہیں
 جبکہ ہوئے پیدا ہم اسی دن سے مرے ہیں
 نے گلبن سرسبز نہ ہم نخل ہرے ہیں
 ابرو بھی کجی میں صفت مڑگاں سے پرے ہیں
 لے اگر یار کے دل سے نہ گیا کھوٹ (کنا)
 کیسا ہی وہ کھوٹا ہو دے ہم تو کھرے ہیں

جو بزم بیچ تجھے دیکھ کر نہ پھٹ جاویں
 تو اس چمن میں ہے گل نہ ہیں ہیں ہم شبنم
 ہر طرح جو لیے بتاں سے ہو کر صاف
 مراد لی اس صفت مڑگاں سے کہ الٹا تھا
 یہ شیخ رو جو ہیں مانند شمع کٹ جاویں
 وگرنہ رو رو گئے سے تیرے لپٹ جاویں
 پران کے دل سے یہ ممکن نہیں کپٹ جاویں
 ورنہ میں کیا کروں طالع ہی جب لٹ جاویں
 ہوئے خبار نہ دامن نکاس کے چہنچہ سموز
 پر اب کے ہو کے خانا نو سے لپٹ جاویں

چشم مشاق آبشار چمن سینہ ماخوں سے لالہ زار چمن

جب دیکھا میں تجھ کو لے گلو
نہیں نظروں میں اعتبار چمن
بخ سے بخ مت ملا تو عاشق کے
نخزاں سے ٹا بہار چمن
مبت سا عندلیب کو صبا و
ہے وہی ایک یاد گار چمن
یہ ہیں ہر ہوں نے گل سے گل
سوزت سوزت اب کے شاخار چمن
میری آنکھوں کی طرح سے نہ بھی
دیکھی مدت میں جو سبار چمن
دیکھ تو ٹنگ نسیم کو لے سوز
کوئی دیا ہے بے قرار چمن

بھی ہیں دل کے لے جانے کی باتیں
سمجھتا ہوں یہ بہلانے کی باتیں
کبھو ہننا کبھو گھبرا کے رونا
کوئی دیکھو تو دیوانے کی باتیں
بھے مت دیکھ کر تیوری چڑھا جان
ہم آہی دیر ہیں آہی برہمن
ہم آہی دیر ہیں آہی برہمن
تھاری دسدم کھینچیں ہیں زلفیں
کہا میں نے یہ اس سے تیری خاطر
سنو ہوں اپنے بیگانے کی باتیں
لگا کہنے کہ مت کر چو چلا سوز
یہ سب ہیں گالیاں کھانے کی باتیں

کہیں ہیں لالہ کو صاحب طبع ہے (وہ) چشم و چراغ گلشن
وہ فی الحقیقت خزاں کے غم سے جگر پر رکھتا ہے داغ گلشن
شباب لے کر صراحتی و جام بھرتک آہنچ ساقیا میں
مثال خنجر کی تنگ میرے نہ کر تو دل پر سنراغ گلشن

خزاں نے اس سال آکے ساقی یہ باغ ایسا ہی کھودیا ہے
 بہار کیسا ہی ڈھونڈھے رکھو نہ پاوے سسراخ گلشن دکلا،
 بتا تو تیرے بغیر ظالم یہ باغ کس کا لہو پیسے ہے
 غلوں پہ ذرہ تو غور کر تو بھرے ہیں خوں سے ایخ گلشن
 کیا ہے اے سوز جبکے اس نے خوام ناز آکے اس چمن میں
 غور گل سے یہی ہے پیدا فلک کو..... دماغ گلشن

بھری تھی فوج لبس جب چمن میں تو گل کیا پھوٹتے تھے من ہی من میں
 کہہ جاتے رہے یہ یار یار ب کوئی بیٹھا نہیں اب غصن میں
 سلام شوق پہنچانا ہمارا کسی کا گر گزارا ہو عدن میں
 کہ اے بے دید بے پرواہ یارو گئے تم کو چ کر اپنے وطن میں
 دے چوں افگر افسردہ یہ سوز
 پڑا دیکھے ہے اپنے من ہی من میں

دل کو میں غم میں جلا دوں کیا کروں آنکھیں رو رو کر سجا دوں کیا کروں
 دل مجھے کہتا ہے دلبر کو دکھا کیوں جی پچ اس کو دکھا دوں کیا کروں
 آہ آنکھوں نے اسے شیدا کیا آنکھوں میں گلی دکلا، پھپھا دوں کیا کروں
 حب کی تن نے مجھ کو زنداں میں دیا آگ اس تن کو نگا دوں کیا کروں
 اس کو چڑا یہ آہ بن رہتا نہیں
 سوز کا منہ میں جلا دوں کیا کروں

اس پاس پھر گیا دل گمراہ کیا کروں دم ماننے کی تاب نہیں آہ کیا کروں
 مستی (میں) ہے نہ چین نہ جلیں میں ہر قرار گھر گیا ہوں کیوں مے اندر کیا کروں
 بے گایا نہ آئے گاشب تو گز رہی اکذا دیکھوں نہ دیکھوں اس کی بھلا راہ کیا کروں
 دل بے خبر پڑا ہے خدا جانے کیا ہوا
 اس حال سے میں توڑ کو آگاہ کیا کروں

یہ ہے دل میں کچھ اب نہ ہر کھا کر آج مر جاؤں
 کوئی اب نہ ہر بھی دیتا نہیں یارب کدھر جاؤں
 بلاتا ہے تو مجھ کو میں ترے ستر بان ہو جاؤں
 میں پروانہ نہیں جو ایک پل میں جل کے مر جاؤں
 برو کے ہاتھ سے کونا نہیں ملتا ہے چھپنے کو
 زمیں پر تو نہ پھوڑیں گے مگر افلاک پر جاؤں

۹

طلب کرتا ہے مجھ سے ہر گھڑی پیاں گل دل کو
 کہاں دل کس طرح کا دل کسے کہتے ہیں دل دل کو
 غم دلبر جو تجھ کو جان ہے مطلوب تو لے جا
 نہ دوں گا دل نہ دوں گا دل کہ پالا ہر دل دل کو
 نہ کہہ میں نہ بتخانہ میں ملتا ہے خدا طالب
 نہ پاوے گا نہ پاوے گا جو ہے جو یا تو دل کو

جو تو چاہے گا میں آؤں گا لڑاں نالہ بہاؤں گا
 نہ روؤں گا نہ روؤں گا کرے منہ منہ دل کو
 ہاتھ جس طرح تلقین کو ہیں گور میں مردہ
 مجھ ٹوٹے ہے ٹوٹے ہے تراغم متصل دل کو
 اسی منہ پر کیا تھا وعدہ بوسے کا تو پھر بیٹھے
 نہ چھوڑوں گا نہ چھوڑوں گا نہ کر ظالم نخل دل کو
 دہی اس سوز کے معنی کو سمجھ جو جلا ہو دے
 کہ صدمت سے ہو صورت کو مزا اور ذوق دل کو

کس طرح بے ہوش ہوئے دیدہ تر دیکھیں تو
 خوش تو ہوئے ہے گلا دیکھ کے تنگی کی عالم
 کس طرح بہتے ہوئے نعت جگر دیکھیں تو
 ہوش آؤ جائے گلا تیری اگر دیکھیں تو کد
 ٹوک مرگان پہ تو آجاؤ جھبک کر پائیے
 نعت دل آج تمہارا بھی ہنس دیکھیں تو
 خواب غفلت سے تونے نے جگایا ہوا سے
 کیا انور کرتی ہوا اب آہ حسرت دیکھیں تو
 قطرہ اشک سے موتی ہوئے پر سوز کے اشک
 کس طرح ہوتے ہو تم سلک گہر دیکھیں تو

نصیحت میری تم منظور رکھو
 جلا کر مجھ کو وہ یاں سے گیا ہے
 کد میں سے دل کو مت رنجور رکھو
 اسے تم آپکے بھی دور رکھو
 دلوں کی بھیر سے مستور رکھو
 بہت ہیں اس کے بے جانے کے پھسے

یاد رکھو میں آنیہ نکالوں تاکہ صدمہ نہ ہو۔

پہلے لگا کوئی دیکھا جو ثابت لئے تو غم سے چکنا چود رکھو

دوانا ہے جو کچھ بولا تو بولا

مٹیاں اس سوز کو معذور رکھو

جس پر مرے صنم کو کرم کی نگاہ ہو باشند عاشقوں کے وہی بادشاہ ہو
یہ عاشقی ہے خاندِ خالا نہیں میاں سرے تو پہلے راہ میں تب سربراہ ہو
آنکھوں میں نم نہیں ہر کہاں ہے سرشک طاقت نہیں ہے کون سی قوت —
لکھتا ہوں غرض تم سے صنم مردانِ راز رہنے کے میرے حشر تک تم گواہ ہو
اے دل خدا کے واسطے تک صبر کر ذرا ہاتھوں سے تیرے کوئی کہاں داغواہ ہو
تیرے بھی حق بطور نہ ہیں کیا کروں بیاں جانے دی جسے کسی ظالم کی چلاہ ہو

امید وار رحمت حق سوز ہے دے

ملتی ہے اس کو جو کہ بہت پرگناہ ہو

مرا جان جاتا ہے یارو سبھاو کیلجے میں کانٹا لگا ہے نکاو
نہ بھائی بھے زندگانی نہ بھائی بھے مار ڈالو، بھے مار ڈالو
خدا کے لیے اے مرے ہم نشینو یہ بانٹکا جو جاتا ہے اس کو بلاو
نہ آدے اگر وہ تھا کسے کہے سے تو منت کر دو گھیرے گھیرے بلاو
اگر کچھ خفا ہو کے وہ گالیاں دے تو دم کھا رہو کچھ نہ بولو نہ چالو
کہو ایک بندہ تمہارا مرے ہے اسے جان کنڈن سے چل کر بچالو

جلوں کی بری آہ جوتی ہے پیائے

تم اس سوز کی اپنے حق میں دعاو

فیض محمد صاحب مکتبہ خولم، ممبئی، صاحب

رہے دولے مجاں یکدم غموش جگو کرتا ہوں تم سے باتیں ملنے دو ہوش جگو
 ایکی نگہ نے اس کی بے خود کیا ہر دل کو لے جاوے رفیقو گھر تک بدوش جگو
 ساغر کو کر کے لبریز نہ پاس میرے لاکر ڈھکائے ہی یہ یا پے وہ بادہ نوش جگو
 آئے گا بخودی میں گھر بھول کر وہ اپنا آیا ہے آج یارو اب یہ سویش جگو
 عمامہ اوروں کا کجام پر دھروں گگا
 پہنچا دے سوز ادا تارے فروش جگو

دلبرو خط سے نہ کھڑے کو ہم اسخوش کردو بھ کو بھر کاؤ نہ شعلہ کو نہ خس پوش کردو
 بات تم سن کے قہیوں کی پشیاں ہو گئے حرف میرا یہ گہر ہے جو کبھی گوش کردو
 اہل مجلس نے کہا رات کو ساتی سے سوز جام بھر بھر کے نہ دو جلد کہ بے ہوش کردو
 ہنس کے بولا کہ نہیں جام ملے گا اب کے جس کو تم پی کے غم زیت فراموش کردو
 اپنی کھوپڑی تو لے شیخ جی داڑھی کو مٹاؤ کچھ یہ آئینہ نہیں جس کو ند پوش کردو
 عشق منظور ہے بالند عزیز و خود کو خواہ جائے میں رکھو خواہ ند پوش کردو
 آمد آمد ہے شہ عشق کی ملک دل میں اے حواس و خود و عقل تم اب کردو
 یہ وہی سوز تمہارا ہے جسے بھولے ہو
 حق دیرینہ عاشق نہ فراموش کردو

دم چلا ہے مجھ سے آہو دوڑیو جی چلا جاتا ہے آنسو دوڑیو
 ناوک چشم خدنگ انما زہائے ہو گیا دل میں ترانو دوڑیو

بیلگوں کا قفل چاہے بلغم میں دیکھو اے شمع گلرو دوڑیو
دیکھ کر میری بگاہ گرم قفل بدخو دوڑیو

توڑنے افسوں بھرا ہے شعر میں
ایک دم اے چشم جادو دوڑیو

بات کہتا ہوں تجھے مان لے بیزار نہ ہو سر سے لے پاؤں ملک درد ہو آزار نہ ہو
دل خواہی سے کوئی حرم نہیں بالاتر گودل انگار ہو لیکن تو دل انگار نہ ہو
ہو ریاضت سے ترا جسم بھی مانند مال پر نموداری کی خاطر تو نمودار نہ ہو
ہے گرفتاری تن گر چہ بحکم تقدیر او گرفتار بلا دیکھ گرفتار نہ ہو

یہ خبر ایسی رہتای تری یہ خبر سی (کلا)

توڑ کرتا ہوں خبر تجھ کو خبردار نہ ہو

جیت دل تجھ میں گر مردت ہو غیرت سے کیوں ہیں شکایت ہو
جیب تک بھی نہیں رسائی دست یارب اتنی تو دست قدرت ہو
ہر گھر دی گھر سے مت نکل پلے کوئی دیکھے تو کیا قیامت ہو
گالیاں تو بہت سنیں صاحب کبھی بوسہ کی بھی رعایت ہو
کچھ بڑی بات تو نہیں دانہ چوم کر لیں اگر عنایت ہو
ایک پل میں بہادوں عالم کو گرچہ رونے کو مجھ کو رخصت ہو

اشک اپنے میں توڑ ڈوب گیا

یا الہی غریقِ رحمت ہو

عالم میں نہیں ہیں عالم میں نہیں ہے عالم میں نہیں ہے
عالم میں نہیں ہے عالم میں نہیں ہے عالم میں نہیں ہے

اب یہ دیوانہ مرے ہے کھول دو زنجیر کو قوڑ دے قاتلوں سر رشتہ تدبیر کو
 دیکھے عشاق میں کس کس کے دھڑ پر شر ہو آج میں دیکھا چٹاتے رنگے شمشیر کو
 گھر جنوں کا بیٹھ ہی یارو گیا تھا بعد قیاس ہم اگر برپا نہ کرتے حنا نہ زنجیر کو
 شیشیاں کیسی ہی وہ اپنے مریدوں میں کر دودل ہرگز نہیں ہے داخلے پیر کو
 خشک تریکیاں ہر دیکھا سائے اسکے میں سوز
 عشق آتش ہے خبر کردو جان و پیر کو

میں تو اب مڑا ہوں کھو لو پانے سے زنجیر کو کم کر دے قاتلوں تدبیر کی تدبیر کو
 ہو چکے ہیں گر چلے پیکل جل دم کا شمار آئی ہے فرصت جواب لے لیں شمشیر کو
 دل نہ اپنا رکھ سکا دم لینے کی فرصت نہیں کیا کروں اللہ میں دنیا کی دار و گیر کو
 کون تھا پھر جو بسا تا کشور دیوانگی میں اگر برپا نہ کرتا حنا نہ زنجیر کو
 مہ نہ موزا تیغ سے جم جم اٹھائے زخم یار
 آفریں ہے سوز صد رحمت ہر

خدا کر دے غم گردوں کی مت دل تنگ ہو جوں جوں سے جوش توں باوہ گل رنگ ہو
 یوں تو گوشے سے نگ کے دل ہوا جاتا پر آب بن نظر دیکھے اسے جس کا کلیجہ رنگ ہو
 دل ہمارا ہونہ دو ماں سے کد کوئی طرح نہیں ممکن کہ اپنے آئینہ پر رنگ ہو
 کیا کروں دیکھیں نہیں لے یار راہ کوئے دست
 دہ نہ ہنچوں میں اگر وہ لکھ لکھ ہی فرنگ ہو

لہجہ مرگ لکھ لکھ اس کے دہ آدیکھ سوز

تری آنکھوں نے ٹوٹا کارواں کو نہ چھوڑا زندہ اک پیروجاں کو
 سنبھال اپنی زباں ادبے ادب سمند تو کیا بولا کہ کاٹوں اس زباں کو
 کوئی محبوب کو دیتا ہے طعنے کرے گو قتل وہ سارے جہاں کو
 پتہ وہ جس اپنی کرنی پر گر آ دیں آٹ ڈالیں زمین و آسماں کو
 زندہ خاموش ہو اے بلسل ہند جلا دے گا وہ تیرے آشتیاں کو
 وہ تیرے زمرے کیا ہو گئے آگ ہوا کیا اس تھے لطف بیاں کو
 کوئی ایسی غزل پڑھا اب تو پیارے رلا دے دیکھتا ہے کیا جہاں کو

چرا کر دل چلا اب تو کہاں کو کھڑا رہ پھونکتا جا آشتیاں کو
 یہ تھوٹتا جسم لے کر کیا کرے گا جہاں جا آئے لیتا جا دہاں کو
 گرا ہے تو پڑا بہنے دے مت چھیڑ ارے کیوں بھیجتا ہے ناتواں کو
 خدا کے واسطے ہٹ مت کیا کہ ستم پھلتا نہیں ہے فوجواں کو
 ترے مڑگان و ابرو ہیں کفایت کھڑے گالے کے کیا تیر دکان کو
 اے میاں جانے والے میکہ کے خدا کہہ دیجو پیر معناں کو
 کہ ساقی سمند کی کم ہو گئی کیف پلا ایسی کہ بھولے دو جہاں کو
 کوئی میری طوٹ سے آج جا کر یہی کہہ دے مرے نازک میاں کو
 راکے واسطے نیچی جگر کر کوئی دن اور بیٹھنے دے جہاں کو

سن لے پیک اجل جلدی سے کہا
 نہ منے دے گا آمیر کہا مان
 عجز و تنوڑ کو دیکھو کہیں تو
 بوقت نزع بولا تنوڑ آہستہ
 بسا کے صاحبو صاحب سلامت
 یہ اپنا بھوڑا رکھ او پڑوسن
 ہمیشہ تنوڑ کے صیوں کو گن کر
 نہ جانی تم نے قدر تنوڑ افسوس
 لے گا خاکسار ایسا نہ کوئی
 مجھے تو ننگ اپنے نام سے ہے
 مرد تم شیخ جی نام و نشان کو

بھلائے تنوڑ تو پر مہیب ہے پر
 تم اچھے ہو کسی کا عیب ڈھانکو

شامت لے نسیم صبح آکر بقراروں کو
 جگر کہتے ہیں ہم بھی سامنے ہو جائیں گے گائے
 دجا گلشن جن غل سے تو خفا ہوئے گا کہتا ہوں
 یہاں صید حرم گردن نکلے راہ سکتے ہیں
 نکل جاتا ہوجن کا جان دم میں بھانپس کے لگتے
 یہ ملک دل یونہی غارت ہوا ہر دل کے ہاتھوں
 تیر بوسے زلف یار ہوگی ہوشیاروں کو
 لگاؤے جا کے لے غار تو خیر گزاروں کو
 کسی نے مصلحت گل کی سناو سنی ہزاروں کو
 وہ تیرا نماز کرتا ہے شکار اب شہسواروں کو
 وہ کیا دیکھیں گے خاڑساں جی جگر گلخداؤں کو
 خبر لیتے نہیں گھر کی ہوا کیا تا جداروں کو

نہ پھیڑ و تنوڑ کو یہ تک نہی تم سے نکالی ہے

کوئی بھی دوکھتا ہے جان من الفت کے ماروں کو

لے لے یہ شرع میں نہیں ہیں تھوڑا رو کر تھوڑا پشیم

مست تو پھر تار و اتوں کو کہیں بہتاں نہ ہو
اور تو تو جان لیکن سوز کا کہاں نہ ہو
میں تے قربان جاؤں یہ نئی تقریر ہے
فزع بھی کرتا ہے پھر کتا ہی اں قرباں نہ ہو
آپ دل لیتے ہو پھر کہتے ہو کوئی لے گیا
جان بوجھ ایسا بھی لے عیار تو ناداں نہ ہو
کوئی بھانکا تھا ابھی دیوار کے رخصت سے
دیکھو تو میاں کہیں وہ ناصح شیطان نہ ہو
جو تو چاہے میں بھی تیرے ساتھ سرگرداں ہوں
غلط سمجھا ہے لے گردوں تو سرگرداں نہ ہو
آئینہ ساں دل بنے تباہ میں دیکھے روتے یار
سوز منزل دودھ ہے آگے ہی سے حیراں نہ ہو

میں جانتا ہوں جان تمہاری سمجھند کو
زلفیں لپیٹو کھو لو نہ اپنی کسند کو
بس اتنا اٹھلے چھاتی سے اد جان کرین
لگتی ہے ٹھیس آہ دل درد مند کو
لے آگ میں جلا نہ ہی چاہیے تو ہے
جلنے سے سر بلند ہی ملی ہے پسند کو
ہے مومن خیال ترا میری جان میں
مت کر جدا تو میرے ہر اک بند بند کو
یہ سوز خاک ہو ترے کوچے میں ہے پڑا
گاہے کد ا نہ اس پہ تو اپنے سمند کو

یہم بودیم گرد و ہوش ربا کہاں کے ہو
تنگ قبا و آفت و فزع سرا کہاں کے ہو
نور ہو یا بجلی ہو برق ہو یا شرارہ ہو
سکر تو لے کے بانو کنگان جلا کہاں کے ہو
فزع جو کرتے ہو گرد و جان ہی لیتے ہو تو
پر یہ بتا دو میرے تئیں بہر خدا کہاں کے ہو
کون ہو کیا ہو پچ کہو حمد ہو یا کہ ہو بڑی
سوز تھلے عشق میں مر تو گیا کہاں کے ہو

پھر اگر مجھ سے سارے طماناں کو
بھلا اتنی تو رخصت دے پیٹیلے
عزیز و خوش دھوا اب تم کو سوچا
خدا پھیرے گا تو تم سے ملیں گے
یہ کہہ دیجو اگر تم کو لے سوز
چلے ہیں ساتھ اب تو صبر و طاقت
سدا حار و بیوفا دُکب ر ہو گئے
کروں میں کیا فلاں یہاں کو

میں صاحب دل نہ تھا تھا بندہ دل
چلا جاؤں گا لے جاوے جہاں کو

آہ اس دل کو کیا ہوا یارو
بوتا ہی نہیں ہے مجھ سے آج
جو بھے اپنی جاں سمجھتا تھا
چُپ لگی اس کو کیوں ہوا یہ کیا
میرے دل میری جان آنکھیں کھول
کچھ تو اس کا علاج بتلا دو
تم تو ششدر ہوئے بھلا یارو
سوز کو ڈھونڈو لاؤ بس اُٹھو

ماں و اتنا مرا کہا یارو

فدا تو ہونٹ پر تو ہونٹ رکھ لے پھر اٹھا لینا
 یہ یا قوتی کرے ہشیار شاید اس غماری کو
 کہیں گانی کہیں گھونسا کہیں دھپا کہیں جدھر
 نہ کیجوبند تو زہار ایسی خمیر جاری کو
 دہل کر سمندر جاوے گا ہا ہا کام آوے گا
 تری صدقے گئیوں کھینچ مست ہر دم کشاری کو

تو اپنی جان سے کیا سیر آیا ہے دل بد خو
 چھپا کو نے میں بیٹھا تھا جھجک کر کون ہو بلا
 بلا دہبان کو بولا بے سینو تو اندھا تھا
 تو اپنے باپ کو کیوں آنے دیتا ہر بیان فرما
 کہ جا جا بیٹھا ہے ہر گھڑی اس شوخ کے پہلو
 کہا میں نے کہ میں ہوں تو کہا اس وقت میں درد تو
 کھلایا ہے تجھے کیا تیری جو دونے مگر ابو
 بچا میں ناک کاٹوں گا جو چھوٹے گالے اب تو
 نہیں تو جانتا یہ سوز ہے آتش کا پر کالہ
 وہ آتا ہے اسی خاطر کہ لگ جائے کہیں قابو

ہاتھ میں لے رہا تو ہے ناوک سینہ دوز کو
 شمع کی طرز مات دہل کو لگی ہر تیری بو
 دیکھ کہاں کی چاشنی پہلے لگانہ سوز کو
 ایک تو بیاہ اور پی مکھڑے کو آفتاب کر
 لیتے ہو ایک بوسے پر گو ہر شب فرد کو
 ادھی آپنچ چاہیے اس دل خام سوز کو
 ایک پلک بھپکنے میں لاکھ اشارے کر گیا
 بوجھے نہ بوجھے سوز ہی اسکے چھے رومز کو

دلشدرایے دل میں کچھ اور آرزو ہو
 اے دیدہ کوہ و صحرا تم نے ڈبلے لیکن
 میری ہی دعا ہے دنیا ہو اور تو ہو
 اس کی گلی میں آؤ اب تم کو آبرو ہو
 ناصح جگر پٹھا ہے جل بھاگ بے رفو ہو
 ہاں منہ تو جب بھٹالیں جب بے سہو ہو
 شہرت سے دل میں چیکر بگھنھلا کے مجھ سے بولا
 کیا غل چار کھا ہے اور مجھ سے دو بدو ہو
 بس مت جلا بھٹے سوز الشکر کرے تو مر جائے
 قصہ ہی بر طرف ہو بھگڑا ہی ایک سو ہو

گرچہ میں ہے تجھے مقدور —————
 بال و پر میں آشیاں گر لاسکاں سے بھی پیے
 ایک دم کے واسطے اے راہرو گلیچیں نہ ہو
 اب ہزاروں —————
 اے ہوا آرام کی خاطر پر ہالیں نہ ہو
 اپنے دامنوں کے لیے اے باغباں —————
 ایسی گزری اگر جلدی ملی تو —————
 مان لے جان اب خدا کے واسطے —————

ہائیں کہتے کیوں جان بوجو رجا لو
 بھلا کون بچا ہے انصاف کیسے
 جو ہم پاس دیکھو تو اس کو چھٹا لو
 بھلے آدمی ہو زباں ٹک سمھا لو
 ادمر دیکھو میاں بات کو تو نہ ٹالو
 بھلے کیا زباں تیری بگڑے گی دلشدر
 عدالت کا دن کل ہی معلوم ہو گا
 تم آج ان غریبوں کو اچھا ستالو

کہو لے باد صبا بھرے مجھے پیادوں کو
 سرق دق میں ہے ان کی دے آنکھ کہاں
 بال باندھے تجھ سے کہتے ہیں سودہ عاشق ہیں
 اب تو غم آکے مجھے پیار لگا ہے کرنے
 جتن طرح پاؤ اسی طرح یاد دل کو چھین
 پالیش سے پھنے زلف کے بالوں میں ہوں (کڑا)
 ستوز کا کوئی عمل حق کے تال تو نہیں
 شاہ پھڑوائے گا کیا ایسے گرفتاروں کو
 شاہ بخشا دیں مگر ایسے گنہ گاروں کو
 ستوز کی جتنی سفارش کی نہ مانا اس نے
 پھوڑتا ہی نہیں وہ اپنے گنہ گاروں کو

سینہ چس کے عشق سے خورباں کے داغ ہو
 لے حذیب کب تری سسر یاد وہ مٹے
 کچھ نفس میں ٹھوچھن سے خیال حنّام
 بلبل تو دل ہی دل میں پڑی بے داغ ہو
 بلخیز مرے دل گم گشتہ کی کہیں
 قاصد نظر میں تیری گر اس کا سرخ ہو
 لاکھوں ہی خفے کھلتے ہیں یارب ہر ایک صبح
 اس ستوز کے بھی دل کو الہی سرخ ہو

قسم کھاتا ہوں ہر دم جو کروں ہرگز نہ یاری کو
 دے رہتا نہیں دل کیا کروں بے اختیاری کو

کہہ دے یہ شعر میں نہیں ہیں
 کہہ دے یہ شعر میں نہیں ہیں
 کہہ دے یہ شعر میں نہیں ہیں
 کہہ دے یہ شعر میں نہیں ہیں

کوٹن ایسا سونٹا ہے جس کو بکے میر سونڈ
کون ایسا ہو کہ اپنا آپ ہی استاد ہو

گلچیں خدا کرے کہ تو اب خوار دستہ ہو جاتے ہیں تیرے ہاتھ سے گل دستہ ہو
کہیں کرنے جاؤں در سے تے بھر کے آہم جب رشتہ امید ہی اپنا گستاہ ہو
وہ کیوں نہ پائے دہر میں میری طرح شکست جس کی کہ سرخوشت بہ خطا شکستہ ہو
کٹ پس کے پائے یار سے کیا جا لگی حنا صد آفریں ہے کام جویوں دست بستہ ہو
سراستے پھریں تو نہ ہو ہم سے ایک بیت
سو شعر سوز تجھ سے تو یک جانشینہ ہو

گر دکھایتیخ نگہ نے دل نگار آئینہ کو تیر مرزاں نے کیا غریباں چار آئینہ کو
تیرے شقاؤں کی حیرانی میں ہر ہم چشم بے بس کہ رہتا ہے شب و روز انتظار آئینہ کو
مان لے مشاطہ وہ مغرور ہوئے گا دچند وقت آرایش ذکر اس سے چار آئینہ کو
گر خط سے یاد کے چہرے پہ بھنے دو جلا صاف تر دکھتا ہے صقیل سے غبار آئینہ کو
یار کے جب منہ کو وہ نکلتا ہے سوز اس رشک
جی میں آتا ہے کروں میں سنگسار آئینہ کو

۱۔ یہ شعر میں نہیں ہے

۲۔ ہمارا

۳۔ وہ بھی نہ پائے دہر سے میری طرح شکست

محنت نام وفا کالے تو اور وفا دور ہو
 جانا کہ تیرے عاشق گل کھا کے دکھاتے ہیں
 منتنا ہے بجا اب تو کہتا ہوں تجھے نہیں کر
 لہجہ ہی تو ذرا لے کر کھڑے کو رنگو جھوندر
 رو ناجہ نہیں آتا تو تیسل لگا کر دا
 آنکھ اکٹھے مرے پہلو سے کا تو رہ جا دور ہو
 اس نام مقدس کو مت داغ لگا دور ہو
 پھر سامنے مت آنا دم داب کے جا دور ہو
 گھالوں کی تو سرخی کو تک اپنی شا دور ہو
 آنسو تو نہیں بہتے تسوے تو بہا دور ہو

نہ بت خانے کو لے یا رونہ بیت اللہ کو پوجو
 بتان سنگدل ہوتے ہیں جس سے رام لے یا رو
 پرستش کے وہ لائق ہر جہ جیسے کا دشمن ہو
 پرستش کر کے تم خورشید کی ہوتے ہو کیوں کافر
 ہوا چاہو اگر کچھ تو دل آگاہ کو پوجو
 محبت کو سدا مانو دلوں کی چپاہ کو پوجو
 قسم ہی دوستو تم کو مرے بدخواہ کو پوجو
 ہندوؤں سے کہے کوئی کہ میرے ماہ کو پوجو
 خلافت آن کر لے تمہذ بولی چوتھے دہے میں
 جو چاہو آخرت اپنی تو حضرت شاہ کو پوجو

کچھ اپنا حال تو لکھتا نہیں اول کہاں ہی تو
 تجھے مینے کبھی غصہ کیا یا کچھ دیا طعنہ
 وہی میں بندہ مخلص ہوں تیرا دشمنت پیار
 ادھر ابھی نہیں پھرتا ہر کسین تجکو بہکا یا
 شتابی مجھ سے آمل یا مجھے لے جا جہاں ہی تو
 بھلا مجھ سے تو کہیں واسطے ناہراں ہی تو
 لیکن کیا کہوں ہے بڑا ہی بدگماں ہی تو
 کیس نے تجکو سکھایا کہ کس کا یہ مہماں ہی تو
 ابھی تو نوجواں ہی تجکو طاقت عرش تک کی ہے
 نہیں کیا سوز سا جانی ضعیف و ناتواں ہی تو

۱۔ یہ شعر میں نہیں ہیں ۲۔ جو صاحب دل ہوا چاہو ۳۔ م ، عاشق
 ۴۔ کوئی سب سے پہلے کہو ۵۔ خلافت سچی آکر ۶۔ اتم جو صاحب دل
 ۷۔ یہ غزل م ، میں نہیں ہے۔

یہاں کوئی نہیں ہے غیر کیوں ہو کہ جدا بیٹھو
چلے تو جاؤ گے پراگ ساعث جی لگا بیٹھو
مرے بانکے مرے عزاتے صدقے کیا بیٹھو
ایسے میں مفت ترماہوں اٹھو کا ڈھگلا بیٹھو
چلاؤ دوسرے پر بھی نہیں تینا لگا بیٹھو

بھلا دل تو یاد دل کی جگہ پہلو میں آ بیٹھو
نہیں یہ وقت جانے کا کوئی دم کاہوں میں ہاں
ترا ارمان اپنے دل میں لے جاؤ گے گاتا محشر
چھری دیتے ہیں جلدی جانور کو جان کنڈ میں
جو تم دامن کے بھرنے سے کرو ہو بچ تو سن لو

چھری دیتے ہو عالم کے گلے پر روز و شب پیائے
یہ لگتے ہاتھ کرو تو سوز کی گردن جدا بیٹھو

کیا ہے صرف تب اپنی فوجانی کو
گلے لگاؤ پھسلا کے دل کو بچین لیا
دلا نہ جاؤ الفت نہیں عداوت ہو
یہ ٹھگ تو دام محبت بچا کے بیٹھے ہیں
چلا ہوں نحت بگر چھوڑ لو لو اساد دل کٹا
سبا دا چوٹ کرے چشم بد سے ڈرتے ہیں
بندھے ہی رکھتے ہیں آہوئے آسانی کو

حضرت عشق بس نہ جی کھاؤ
دین دایاں قہرے چکے بن خیر
ایک باری کہا سدھارو بس
یہی نہ عنہم سے بار ڈالو گے
خیر صلتا سے اپنے گھر جاؤ
کچھ تمہارا کیا ہے نہ رماؤ
کیا لگی آ بیٹھو ادھر جاؤ
کچھ کرامات اور دکھلاؤ

کہیں سونے دو بجو نیند آئی
توڑ آتا ہے اب سرک جاؤ

زباں بند کر توڑ کیا بک رہا ہے یہ چرچا پڑے گا تری گفتگو کا

آگیا میں جہاں تہاں دل کو	نہ لگائے گیا جہاں دل کو
دوستو تم اسے کہیں لے جاؤ	بیچ لاؤ تم اس میاں دل کو
پھر یہیں سے پکارتے جاؤ	بیچتے ہیں یہ نیم جاں دل کو
مگر کوئی آکرے حسدِ یاری	کہیو لایا ہوں ارغیاں دل کو
نام اس کا ہے سوز غم اندوز	کہتے ہیں آتشیں زباں دل کو

نہیں ہوتا ہے اب تو آہ کا ہی کچھ اثر دل کو
بھلا کیوں کر جگا دے کوئی ایسے بے خبر دل کو
نظر بھر کر کبھی میری طرف دیکھا نہ حیرت ہے
مگر لے جاؤں اپنے ہاتھ پر رکھ کر نذر دل کو
بڑی شکل ہے جس میں کچھ ادا دیکھی دیں ٹھہری
جو باہر جاؤں تو اب چھوڑ جاؤں اپنے گھر دل کو
نہیں ہے توڑ کا دل بھر بھرا جو جلد للچا لے
مگر لے جاؤ کا کل سے تم اپنے باندھ کر دل کو

لے لے لے یہ شرارِ فریاد میں نہیں ہیں۔

مگر جس طرح دل چاہے تیغاً ہاتھ میں تو ہے
 کیا ہے میں نے جاں بازی سے اب سیدھے دل کو
 خدا جانے بنے کیا جاے پر بہت چھٹ پر وہ بانکا
 چلا ہوں اب تو اس کے سانپے میں تھام کر دل کو

دلا اہل دنیا سے مت آشنا ہو
 بھلا فائدہ ایسی الفت کیے سے
 ستاتی ہے لمحہ بہ لمحہ یہ دل کو
 مرے آصف الدولہ اور ایک سے بھی
 دیا اشک خونی سے روتا ہو کوئی
 نہ بھائی برے لوگ ہیں ان سے ڈریے
 کسی نے بھی ماری پھری اپنے دل پر
 مگر ایک آقا محمد کہ جس نے
 سو اس کو ہے غم وہ جسے کیے غم ہے
 یہ فانی ہے سب کچھ جوان میں وفا ہو
 الہی یہ اڑ جائے اس کا برا ہو
 جو مودی ہو اب ان میں پھر کیا مزا ہو
 کسی کی بھی آنکھوں سے آنسو بہا ہو
 پھر ایسوں سے ملنے کا کیا فائدہ ہو
 وہ ملتا ہی ان سے جو خود بے وفا ہو
 کسی نے بھی غم کھا کے کاٹا گلا ہو
 کہ اغوت کا دنیا میں صیغہ پڑھا ہو
 کہ دق اس کی صودت نہ یوں برلا ہو
 نہیں تو زلزلے کوئی بھی نہ روایا

پھر ان سے امید وفا کیا سببا ہو

اگر چاہو کہ اس غلام کی کچھ بیداد سے پوچھو
 کتابوں میں نہ دیکھو تھیں اور فریاد کا قصہ
 مرا افسانہ مجنوں سے سنو فریاد سے پوچھو
 انھوں کا حال تم میرے دل نا شاو سے پوچھو
 یہ بستر کا بکھیرا کسی آزاد سے پوچھو

مگر میں نے ٹوٹا تو کس کو اعتبار آیا دکھلا
مرے دل کی حقیقت غائبوں سے پوچھو
جلا نادل کا کیا آسان ہے جو مفت آئے گا
جلا چاہو تو جا کر سوز سے استاد سے پوچھو

بہت کچھ ان دنوں مغوم ہو غم خواہ کس کے ہو
کسے تم پوچھتے ہو کون سا بت تم سے بہتر ہو
وہ شوقی وہ شرارت وہ ہر اک کا منہ چڑا لینا
نہ وہ جامہ کی ٹھیک ہو گی نہ وہ دستار کی بند
جو تم تک سانس بھرتے تو کلیجے پر دھوکے تھے
یہ ٹھنڈی سانس ہر دم کس سے کیسی کیا ہو تم کو
خدا کو مان پیارے کسی کا آشنا مت ہو
ہمارا حال سنتے غنیمت آتی ہے تمہیں کیوں جی

نہ جانی تو نے اپنی قدر تو خود جان عالم تھا
یہ مثل سوز اپنی جان سے بیزار کس کے ہو

خدا کے واسطے پہچان جانی دوست دشمن کو
جراغ کارواں مت کر تصور چشم رہزن کو
تماشا روشنی کا دیکھ آکر او تماشا شائی
لگا دی اب تو میں نے آگ اپنے کلبہ تن کو

عشق میں اگر تصویر کبھی تیسرے وحشی کی
 تو بھنسل کر پھڑپھڑاتے خواب میں ہو اپنے دامن کو
 اگر زہر مرے اس طالع محروں میں آبیٹھے
 بجائے دت زدن وہ سیکہ جائے وضع شیون کو
 غلط فہمی سے تیری سوز کا بھی ناک میں دم ہے
 صنم تو سادگی سے جانتا ہے دوست دشمن کو

ہے عشق بلا کا تیسرہ دیکھو سنتے ہو جوان پیر دیکھو
 تنہا مجھے چھوڑ کر قفس میں جاتے ہے ہم صغیر دیکھو
 وہی دل کو شکست فرج خطانے فشتی ہے پڑی بہیر دیکھو
 اشکوں پہ ہماری چشم کے اب مرزاں کی یہ دارو گیر دیکھو
 حراف کہے تھا آپ کو سوز
 زلفوں کا ہوا اسیر دیکھو

کوئی یہ جا کے اب کہے میرے حبیب کو تو کیوں جھٹ ستا ہے مجھ سے غریب کو
 عاشق نہیں کہ جس پہ یہ معشوق کی ہو چاہ کیا شکوہ تم سے روئے اپنے نصیب کو
 کیا یہ چھوڑوں کو یاد نے تیری ٹھنڈا دیا گر بال میں غلیلہ لگا عند لب کو
 یاد و مریض عشق ترا اس سے کب بچے بدنام لا کے مت کرو مجھ تک طبیب کو

۱۔ یہ شعر 'میں نہیں ہے' ۲۔ ع ' داؤدوں

۳۔ یہ شعر 'میں نہیں ہے' ۴۔ یہ شعر 'میں نہیں ہیں

۵۔ ع ' آندہ کیوں کیا دل حسرت نصیب کو ۶۔ یہ شعر 'میں نہیں ہے۔

لے شیخ تیر کی تو نصیحت سے باز آ
 بے طعنی ہو کر (دراپنے حبیب کو
 منبر پر کیسے شور سے داخلہ کہے ہے پرچ
 دیکھیں گے اب لے ہے کاغذ خلیب کو
 لے تو تیری باتوں پہ ہنستا ہر سب جہاں
 ظالم خدا کو مان سنبھال اپنی جیب کو

مشتوق ہو اور بادشاہ ہو
 حد رسی ہوں اور بڑا مرزا ہو (کلا)
 کیوں مشفق ہر باں کسی کے
 ہم سے بھی اگر ملو تو کیا ہو
 مانو گے نہیں غرض یہ باتیں
 تم اپنی ہی ہٹ کے بادشاہ ہو
 اے ماریا زلف پرچ کہ
 بتلائے دل جہاں چھپا ہو
 دیکھوں کنڈلی تلے نہ ہوئے
 کاٹا ہے ات ترا برا ہو
 کیا جو م کیا ہے کچھ بتاؤ
 روٹھو جو میں نے کچھ کہا ہو
 دل تھا سو توڑ سے لیا پھین
 دوجان جو اس میں کچھ رہا ہو

دودھ کیا جلد بھول جاتے ہو
 جھوٹ ہی روز مسکراتے ہو
 ہاتھ سینے سے بس اٹھالیے
 دودھ مندوں کو کیوں دکھاتے ہو

کیا خفا کر دیا جوانی کو
 کوسوں کس نہ نے زندگانی کو
 کیوں جی ہم بد نظر بھلا صاحب
 آفریں تیری بدگمانی کو
 بس میاں غم سدھار داپنے گھر
 مت کر دنگ زندگانی کو

کہ تھکے ہر دم میں نہیں ہیں۔

کہ ہر دم میں نہیں ہے
 کہ کوسوں کیا کہ ناگمان کو

دیکھو نہ روڈ آگے وق کرنا نہ کرو ایسی ہربانی کو
 کوئی سنتا نہیں کہوں کس سے اپنے دل کے غم نہانی کو
 تجھ کو تو نیند آئی جاتی ہر کس کے آگے کہوں کہانی کو
 سوز اب بھی رہا ہر کچھ باقی
 پھوٹے بس سرے فانی کو

رہم چلا ہے مجھ سے آہو دوڑ تو دل چلا جاتا ہے آ تو دوڑ تو
 ناوک چشم خدنگ انداز آہ ہو گیا دل میں ترا ز دوڑ تو

مردم آزادی نہ کھلا ز گس خو غوار کو کام فرماتا ہے کوئی بھی کسی بیمار کو
 ہر گھر ہی تلوار دکھلا کر ڈراتا ہو جھے کیا کروں تیرے تئیں کھاؤں تری تلوار کو

سنوے طالبو محبوب کے میرے کئے آؤ مرا احوال اگر دیکھ لو پھر دل کو سمجھاؤ
 حضرت عشقؑ میں اس نے گردن میں لائے ہیں انھوں کی داد نے فریاد تم اس راہ مت جاؤ
 یہ اسی راہ ہے جو سودا نامرد دھتے ہیں تم ایسے کون سے سادنت ہو بس گھر کو پھر جاؤ
 ایسے میاں مخلص جانی ترا اس حال کو پہنچا ابھی تو تم نے عاشق ہو اپنا حال فرماؤ
 تمہیں باد نہیں تو سوز کے احوال کو دیکھو
 میں بھی بازی لگاتا ہوں جو چلتے داں سے پھر آؤ

۱۔ یہ قول م، میں نہیں ہے۔

۲۔ م، نہ اس کی داد

۱۔ اس کو

۲۔ م، ہے

۳۔ م، مجھ سا مخلص جاں نذا

بہت ہمارا کہلوں سے چھپاؤں اٹک گئے اپنے
 گریباں چاک کھڑے ذرا انصاف کر ظالم
 خیال آتا ہے دل بڑکا ذرا غم دل سے باہر ہو
 شب بھرا ہر لے باد صبا پہنچا ستابی سے
 بہت اپنا سارہ ٹپکانا مانا قول نامح کا
 تری دیوانگی کا سوز جب سے شہرہ دل میں
 چمن میں ہلے گل کرتا ہے چاک اپنے گریباں کو

مجھ سے ملے اگر صنم چشم بچشم رو بہ رو
 تیرے فراق میں صنم مثل صبا پڑا پھرا
 کس کو پھرے ہر ڈھونڈتا دشت بشت میں کہوں
 قطرہ ہے تو اسی کا ہر رشحہ ہے تو اسی کا ہر
 ایک ہی ایک بے خبر دیکھ تو ایک ایک کو
 تو زنجیری میں ہے صنم یار نہ کھا تو اتنا غم
 دیکھ نہ خود کو ایک دم کیوں تو پھرے ہر کو بہ کو

لباس دوستی میں پھر تو آیا ہے ستانے کو
 گدز ناگاہ میرا ہو گیا مقتل طرف یاراں
 بے صل بھاگ بھاگ ہوں تری باتیں بنانے کو
 کہوں کیا تم سے ہر کو آگ لگ جائے زمانے کو
 نہ تھا جز دیدہ گریباں کوئی پانی چلانے کو
 سسکتا تھا اکیلا کوئے قاتل میں دل بسمل

لے یہ غزل میں نہیں ہے۔

مے ام میں نے غلط نہیں کہا بحث نہ مجھ سے وہ بد

ہوئی ہے بل اپنے پیچھے ہے آپ شرمندہ ہوئے گل غنچہ چپ کر دکھتے تیرے مسکرانے کو
 کہا جو سونے نے ملک زلف کو تو کھول دے بولا
 میں سمجھا ہوں کہ تیرا دل ہوا ہر مار کھانے کو

اے قیامت نگہ پھر نہ جلاؤ مجھ کو میں ترستا ہی موائے اکے اٹھاؤ مجھ کو
 ہم نشینوں حق صحبت کا ادا واجب ہو ہم نشینوں حق صحبت کا ادا واجب ہو
 اپنے اس کنج نفس ہی میں ہو مجھ کو آرام نام گلزار کا گاہے نہ سناؤ مجھ کو
 ساقیا نشہ دہی جس میں نہ ہو ہوش حیات ایک ساغر تو بھلا اور پلاؤ مجھ کو
 سوز میں اپنے شبِ روز جلوں ہوں جوں شمع
 اے بتورحسہم کر د تم نہ جلاؤ مجھ کو

مجھ کو نہ گل نہ سیرگستاں ہے آرزو ماند گل کے چاک گریباں ہے آرزو
 مر جاؤں بس تو گد غریباں ہے آرزو اس غمِ مجھ کو دیدہ گریباں ہے آرزو
 یہ ہے طلب فنا کدہ دہر سے مجھے کر خاک پا تو گوشہ داماں ہے آرزو
 مطلب نہیں ہو جو رقصِ بہشت سے جیتا رہوں تو کلبہ احزاں ہے آرزو
 پاؤں پہ سر کے بال ہوں اور خارِ پابسر طالع سے اپنے یہ سر و ساماں ہے آرزو
 نامریا مجھ سا نہ آوے گا روزِ حشر اس غمِ مجھ کو دیدہ گریباں ہے آرزو
 اے سوزِ زندگی کی نہیں اب مجھے ہوس
 مر جاؤں بس تو گد غریباں ہے آرزو

۲۳۲
 تاکہ کوئی تو دلا رام مجھے پہنچا دو (۹) یا مرے دل کو دیکھ پاس کے لا دو

نہیں رہنے کا میرے پاس نے جادو لیا دل کو میں کہہ کر کیا کر دل سینے میں اس ناشادل کو
 لیکن پاس داری کچھ وحشی بڑا ہے یہ نہ ٹہرے گا یہ تیرے پاس بھی ہیں چھوڑ جادو کو
 مجھے ڈر ہے مبادا دشمنی سے دوبارہ ہو سکے نظر... تم عیار کچھ دو کے سکھا دل کو
 ازل سے میری بھاتی پر بھلا لے کر کرے گا کیا تو ایسے بیوفا دل کو
 یہ سب مجھ کو بیٹھے ہیں گئے ان میں کون سا ہے خدا کے واسطے بتلاؤ کس نے لے لیا دل کو

ہوا ہے تو زجیب سے نام میرا تب سے جلتا ہوں
 پڑا دکھوں ہوں اپنی آگ میں تو مت جلا دل کو

کہاں دل قطرہ خوں ہے نہ پھیرا دہر گھڑی دل کو
 سنا تا ہے کوئی بھی دم بدم نغمہ بسل کو
 عینا عشق کا کس نے کنارہ آج تک پاپا
 غریقو موند تو آنکھیں نہیں پانے کے ساحل کو
 جس بھی آ کے منزل پر کرتا ہے

یہ دل میرا دیں نالاں ہے گو پہنچا ہے منزل کو
 خدا کے واسطے جا کر کہو اس بیروت سے
 کہ مت کر قید توڑ نعروں میں میرے لاڈلے دل کو
 دلا حیراں نہ ہو میاں کون سی مشکل رہی مشکل
 تو کر مشکل کشا کو یاد وہ کھولیں عے مشکل کو

لے لے لے یہ غزلیں م میں نہیں ہیں۔

اب تم تجا جی جھوٹا ہوا لاکر کتاب اپنی
کہہ بیٹے گا کچھ منہ سے نہ پھیر دوسو جاہل کو

پچھلیاں لے لے کر ستاتے ہو اپنی باری کو بھاگ جاتے ہو
دمدم منہ چڑاتے ہو اچھا واہ کیا خوب منہ بناتے ہو
ہے بفل میں تمہاری میرا دل ہاتھ کیا خالی اب دکھاتے ہو
دل میں آوے سو منہ پہ کہہ دیجے کیا غلاموں سے برابر اتے ہو
تھوڑے شہدے مرے ہیں دنیا میں کیوں غریبوں کی جان کھاتے ہو
رات کی باتیں ہم کو ہیں معلوم تم یہ باتیں عبث بناتے ہو
مقبروں سے تمہیں بھلا کیا کام سوتے مردوں کو کیوں جگاتے ہو
آپ جلتا ہے آتشِ غم سے
توز کی جان کیوں جلاتے ہو

غم نہیں دنیا کا مر کر صاحبِ تسلیم کو آتشِ غم دھکی گلزار ابرہہ تسلیم کو
آہ ان اندھوں کے ہاتھوں کس کئے سر پیچے جانتے ہیں قولِ حق پر باطلِ تنجیم کو
اب ملکِ اقصیٰ نہیں سراسر اس عشق کے عاشقوںے جاؤ دل کو عشق کی تسلیم کو
ہیں تو کہتا ہوں کہ عشق اچھا یہ کہتے ہیں نہیں فہم سے کس کے ملاؤں اپنی اس تفہیم کو
وہ جو قسمت میں ہے تیری توڑ سولتا ہے مدد
کون کہہ سکتا ہے توڑ اس قاسمِ تقسیم کو

خاک ہونا ہو تو خاک کو چہ دلدار ہو
 دین دایاں تو کیا کچھ ادا کر منظور ہے
 جان بھی حاضر ہے بوجہ صاحب اگر دکھار ہو
 دیکھو آتا ہے تمہارے پاس باندھے اپنے ہاتھ
 قتل گر منظور ہے تو دیر کیا تیار ہو
 یا الہی سایہ فردوس سے طالب کو تو
 پر حرے سر کو مبارک سایہ دیوار ہو
 صاحبی کرتے ہو تم کیوں سوز اب آتا نہیں
 کیا کرے وہ آن گہ جو آپ ہی جیسار ہو

۱۰۰ ————— وہ خدا کرے کہ —————
 میں ہوں صنم ہو اور کوئی درمیاں نہ ہو
 آنکھیں بھی یہ نہ ہوں کہ مردم کا نام ہے
 دل بھی نہ ہو مے بلکہ یہ ابر زباں نہ ہو
 عکس ہو اور یار نکل اندام اور میں
 باد صبا بھی ہو مے و لے باغباں نہ ہو
 عمل ہو شگفتہ خاطر و گلزار خندہ رو
 ہو مے اور کسی کی دہان داستان نہ ہو
 یاد اس کی جھکوں میں ہے میں و رفیق سوز
 وہ خواہ مہربان ہو یا نہرباں نہ ہو

۱۰۱ —————
 یا سر کوے دلارام مجھے پہنچا دو
 یا مے دل کو ابھی پاس سے اس کے لا دو
 رسم و آئین اسیری کے ہیں یاد نہیں
 نو گرفتار ہوں اسے قفسو بستلا دو
 سانس لینے وہ چھری بیچے شتابی کیلے
 ذبح تو کرتے ہو ملک صبر کرو جلا دو
 رخ بچاؤ تو قح تو نہیں کچھ تم سے
 آتش عشق تو دامن سے جدا بھر کا دو
 دے دے سوز ہے سولہ غریبوں کے ساتھ
 شاعری تم کو مبارک ہے اے استادو

ہر کسی کو دیکھ مجھ کو نہ گردن حسم کرو

کھلو اس دشمن مروت کو
تیری تقصیر بھی نہیں پتہ ہے
مجھ کو غم نے کیا بہت حیراں
سرو بھی گھٹا گیا زمیں کے بیچ
کیا ہوا جان سے تو نہ ہو
دیکھ کر تیری شان و
اے غم یاد تونہ تجھ پہ نشا
آخر میں ہے تری رفاقت کو

دشت دیراں اور سنگ زندہ اٹھے چار سو
اشک کے قطرے ہیں قطرہ آب حیات
میں تو مر جانے کے قابل تھا مورا اچھا ہوا
تم خدا کے واسطے ہرگز نہ اس کا غم کرو
اب بیابان حرم سے اے غم الوارم کرو
جو انکھوں کا جان مت آنکھوں کو اپنی غم کرو
توڑ آنکھوں سے دکھائے جو خدا دینے لیا
بات واضح کر کے نا محرم کو مت محرم

کھول نہ دیج بلا ٹھے اس دل نا صبور کو
کھڑے کو دیکھتے ہیں آئینہ کو پنک دیا
سرمہ ہوا کہ خلق کی آنکھوں سے دید حق کیا
حور و قصور کے لیے کو چڑیا رگم کیا
بھاپ لگے کی چل بلی جو لکھو مت تنور کو
دیکھ سکا نہ آپ سا سو بچہ اس غرور کو
دل ہو تو ہو پہاڑ سا عشق ہے / کوہ طور کو
شیخ سے کہیو قاصدا پٹھے منہ اس شہور کو دکھنا

لے یہاں سے آخر دین و آدمی کی غریب میں نہیں ہیں۔

خاک ہونا تو خاک کو کچھ دلدار نہ
 دین دایاں تو کیا کچھ اور اگر منت کا مان گھٹ گیا
 دیکھو آتا ہے تھا سے پار اور کے سرور کہ یہ بوجھ دور
 یا الہی سایہ زرد رہے تھوڑا اتنی بھی غیر حاضری
 اور کچھ نہیں چلتے ہیں اب حضور کو
 ن نے ہوا یہ نہ ہو وہ ہو

سینے کا نہیں کہ وہ ہلائی کو
 جوں بزم کو میں حلفتہ ماتم
 طو دیکھ سب بھولیں ہیں یوں قرآن کا پڑھنا
 ہے سزگور اس باغ میں کثرت تعلق کی
 نشست شیخ نے مجلس میں چھائی تو پکا ڈالے ہے بندگی کو غیر کی فرق
 لے آئے یاں کوئی اب جلے سموز لاہور سے بیزار یہ نہ ہو وہ ہو

ل پوچھے ہو کیا مجھ سے مرا لے دیا تو
 ملنا نہیں ممکن تھے یا بل سے دلا
 ختم سر ہر ایک اسوئے کو دیکھ کر
 نسبت بڑوں کو تو بھولوں سے لے منم
 رخصت لے عیاد تو دیتا نہیں
 سب میرا ساقی داہر ہوا
 زندگی اپنی اگر بد ہنستا ہے عالم آپ کا دامن ویش
 منت کیا اگر صاحب محل جوں سمجھے ہے دل کو قیس کے
 گھر مرے آئے جن دم نہ ہو ہرہ رقیب (گزار)

اس کی یہ خواہش معاذ اللہ یہ ہلہ نہ ہو
 بول کب سکتی ہیں یوں اللہ یہ ہلہ نہ ہو
 کب ہیں اس کی خبر پر داہ یہ ہلہ نہ ہو
 منہ لگانے سے تھے گمراہ یہ ہلہ نہ ہو
 دیکھ کر کہتی ہے گل کو آہ یہ ہلہ نہ ہو
 شیخ جی لازم ہے کیا کوتاہ یہ ہلہ نہ ہو
 قدر اس کی تب ہو جب ہمراہ یہ ہلہ نہ ہو
 مجھ سے ملنے کی تمہاری راہ یہ ہلہ نہ ہو

غیر کو گھر میں جگہ دی، سوز کو کرتے ہوئے
ہوش دیکھا بس تمہارا واہ یہ ہو وہ نہ ہو

اں تو میل ہے سا ماں گو نہ ہو دے تو نہ ہو
تجھ سوا کچھ اور جاناں گو نہ ہو دے تو نہ ہو
تیرا بس ہے اب دیوانگی اپنی کو یار
میرسی وحشت کو بیا باں گو نہ ہو دے تو نہ ہو
میں تو ہم ہیں عندیہ باغ عشق
نالہ کرتے ہیں گلستاں گو نہ ہو دے تو نہ ہو
میں لب زندگی ہے عاشق غم کشتہ کی
اپنی قسمت آب حیاں گو نہ ہو دے تو نہ ہو
اں نالاں قیامت تک رہے گی مجھ اوپر
بعد میرے مرثیہ خواں گو نہ ہو دے تو نہ ہو
یہ ہی غم رہے میں وہ کرتا ہے سب ترکی تمام
یار میرا رسی داں گو نہ ہو دے تو نہ ہو
ضبط نے راز نہاں کے سوز دل ٹکڑے کیا
چاک ظاہر میں گر بیاں گو نہ ہو دے تو نہ ہو

مداہی کی قسم نامحذاتوں کا کہا اب تو
دیتا تھا تو اس کو بیہوش تھے
میں نے دیکھ لیا پھر ہے کہوں ظالم
نہ بھولے کاتھے کہنے سے میرا دل لگا اب تو
نہیں آئینہ میں اور ہم میں اے پیارے صفا اب تو
نظر کچھ اور ہی آتا ہے تیرا مدعا اب تو

پھپھاؤں کس طرح میں راز دل اپنے عالم سے کٹا، ہوا دیوانگی کا شہرہ اپنا جا بہ جا اب ؟
 ہلے رو برو ہنستے تو غیر دل سے ہر اک جا میاں کیا اڈ گئی ہو تیری آنکھوں سے حیا اب ؟
 کہیں وہ گل کہ جن سے ربط تھا ہنر میں اس کو پھرے ہوا اتنی خاک اپنے سرا پر صبا اب تو
 گیا تحک دست غم خوار کا شیوہ شد ادوں سے
 بغیر از غم نہیں لے سوز کوئی آشنا اب تو

عشق بازی پر کمر نہ کسو جانے دو راہ اس کی ہے کٹھن بوا ہو سو جانے دو
 شاہ بازوں کا ہے یہ کام نہ ڈالو یاں ہاتھ دیکھو کہتا ہوں تمہیں اے منگو جانے دو
 کروٹے کی (د) آتش نفسوں کو تکلیف چپ ہی رہنے دو مجھے ہم قفسو جانے دو
 میں تو فریاد سے خگر ہوں جٹ پوچھو ہو کس کی نائن کروں لے داؤد جانے دو
 کوئی فریاد کو اس باد میں پہنچا ہے نالہ بے جا نہ کر دے جر سو جانے دو
 دوں ہوں جا آنکھوں میں لگوں کو تو کہتے ہیں ہم گھر یہ ٹپکے ہے صدایاں نہ سو جانے دو
 اے شیخ و برہن در دل کے چوتے حرم و دیر کے در پر نہ کھو جانے دو
 تیری زخموں سے میں کہتا ہوں کہ لے ناگینو دل مرا بھی ہے بسیلا نہ ڈسو جانے دو

توز کے دل کو بتاں دیر نہ سمجھو ز نہار
 ہے (وہ) آتش کہ اس میں نہ و نفسو جانے دو

کہ دیکھو صبا گل کو جو گلشن میں گزند ہو کافی ہے جو بلبل کی طرت ایک نظر ہو
 نالے کی دوبارہ تو نہ منت میں کروں گا لے آہ مگر تجھ سے کچھ اس دل میں اثر ہو
 یک پل میں تماشا میں رقیبوں کو دکھاؤں دل میں نہ اگر تجھ سے مرے خوف و خطر ہو
 مت کہہ کہ نہیں طول کو مجھ زلف کے پایاں کیا میری شب بھر ہے جس کو نہ سحر ہو

پروے ہی کیا دل کو تری تیغ نگہ نے
مرا ہوں نہ بیتا ہوں عجب حال ہے میرا
یارب یہ مری جان ادھر ہو کہ ادھر ہو
تیرا سا مگر یار جو میرا بھی جگر ہو
صیاد بگھے اس لیے مانع ہے غناں کا
تو میرے نہ احوال سے ادروں کو خبر ہو
کچھ ہم سے بھلائی تو نہ کی یار نے اے سوز
جیتا رہے لیکن وہ ستم گار جدھر ہو

بے ہوشی کا دھوا اے افسر مبارک ہو
دعا ہم نو گرفتاروں کے حق میں ہے مری یہ ہی
ہماری خوش کیا عزت نے تو بہتر مبارک ہو (کدا)
ہماری دل کو لے جانا تجھے بہتر مبارک ہو
فلک شب گزرائی کی تری اے سوز یوں بولا
تجھے یہ رات لے رشک ہم افرد مبارک ہو

ہو اس شیم کا پونچھے سے ناصح بند کیونکر ہو
طے ہے خاک میں گل اس کی اک آن بسم سے
جو دل ٹٹے کسی کے ہاتھ سے پیوند کیونکر ہو
کسو کا دل کہو اس باغ میں خورد کیونکر ہو
جو چاہے ماہ تو وہ چند ہو وہ چند کیونکر ہو
برابر اس لب شیریں کے یار و قند کیونکر ہو
یہ کالا ہے کہ جب بانہی سے نکلے بند کیونکر ہو
کسی کے رونے آتش ناک پر اسپند کیونکر ہو
پر انکھیں کا تری لے یار ان میں چھند کیونکر ہو
دشت کی ہر چند میں ابلہ فریب انکھیں

برہنہ سخن کہتے ہیں تجھ والا سی کے ہٹنے پر
موثر سوز کو نامح تری یہ پسند کیونکر ہو

ہاتھ نہ پکڑو قاتل کا تم اس کو تیغ لگانے دو
بھ سا جی کر کیا لے گا ہاں مڑا ہے مرجھانے دو
کل جو گذرا اس کی گلی میں غرتہ میں سے لٹکرا
ہے کوئی حاضر ڈیلو سی پرست اس کو جیتا جانے دو
مثل صبا میرا بھی تن من خون ہے غم کے ہاتھوں سے
پانوں تک تو اس کے یاد و مجھ کو ہاتھ لگانے دو
بلبلو اتنا پھول موت تم اس گلشن کی بستی پر
دیکھیں گے کب تک ٹھہر دہی تم وقت خزانہ کتنے دو
سوز کا کل احوال کسی نے اس سے کہا میاں جلتا ہے
آگ بجھو لا ہو کر بولا جلتا ہے جل جانے دو

پوچھتے کیا ہو چشم پر غم کو
صبر و آرام کیوں چلے بیٹھو
چھانو میں ٹک کھڑے رہو صاحب
پانچ بوسے کو بیچتے ہیں دل
کس کو سیکھتے ہو دل تو لے بھاگے
نام افقت نہیں رہا باقی
میں گیا رو برد وے نہ چھپا
پوچھو تم اپنے لاڈلے غم کو
ہم بھی چلتے ہیں اب کوئی دم کو
بات کہتا ہوں اتنے مت جھکو
کیا یہ ہنگام ہے اس سے کچھ کم
جان باقی ہے یہ بھی لے دھمکو
چھان دیکھا ہے ایک عالم کو
پونجہ پانچہ اپنے دیدہ غم کو

دیکھتے بول اٹھا کہ تو صاحب آنکھیں دکھلاتے ہیں یہ اب ہم کو
 دل کے پھوڑے کی ہے کیا تدبیر بھلا دکھلائیو ذرا ہم کو
 سوز کے داغ کو مٹا دے یہ
 آگ لگ جاوے ایسے مرہم کو

نہ لگا لے گئے جہاں دل کو آہ پہنچائیے کہاں دل کو
 بحرِ دہشت و باغ میں نہ رہا جا نہیں زیرِ آسماں دل کو
 ہاں مگر عرش تک اگر جاوے یا لے داں سے لامکاں دل کو
 تب اسے ہوتسرا تو ہووے تم ٹٹو تو دوستاں دل کو
 جس کی خاطر ہوا ہے یہ بے تاب لے چلوں آہ میں دہاں دل کو
 سن کے یہ بات جس کی دھڑکے گا جانیر لاگ ہے دہاں دل کو
 کچھ ادھر یا ادھر کی بات کہو یوں کرو یاد استحاں دل کو
 اس کی تدبیر ہو سکے گی کب جان آجاوے نیم جاں دل کو
 سوز کو بھی بھی لے گا چین
 صبر آدے گا جب بتاں دل کو

لے گیا تا بہ لامکاں دل کو چین آیا نہ واں میاں دل کو
 اس کو مطلوب کیا ہے کچھ تو کہے پوچھیو آکے دوستاں دل کو
 چین آتا نہیں کسی ہی طرح کیونکے تسکین دوں تپاں دل کو

۵

کیا لے گا کوئی ظالم اب تجھ سے ہو گردیدہ
لے آہ ابھی رہیو بے ہوش پڑا ہے دل
دودوز کا ہماں ہوں کیوں مجھ سے ابھٹا ہو
نالے سے ترے سارے بے چین ہیں ہسلے
ملک دیکھو لے ساقی یہ تو نہ ہوئے ہا
اک دل ہے سونا لاں ہر آنکھیں سوتم دیدہ
مشکل ہو اگر چہ نیکے یہ فتنہ خوابیدہ
جاتا ہوں ترے کو سے مت مجھ سے ہو نچیدہ
یہ آہ و فغاں کب تک بس لے دل شودیدہ
روئے ہر پڑا ایسا جوں شیشہ غلطیدہ

آتا ہے وہ جفا جو تیغ ستم کشیدہ
صورت گر قضا نے تجھ سا کوئی نہ پایا
اے نامہ پر خبر دار اس سے نہ بولیو کچھ
روتا ہے تو زخم میں نہیں نہیں کے مت جلاتو
دامن بہ دست چیدہ ابرو ہم کشیدہ
اک حسن ماہ دیکھا سو بھی قلم کشیدہ
گر تجھ سے بات پوچھے کتنا تو دم کشیدہ
جلتا نہیں ہے ہرگز خاشاک نم کشیدہ
اے اہل درد تم کو اپنے ہی دور کیوں
دیکھا کوئی جہاں میں مجھ سا ستم کشیدہ

سنے گا بعد میرے جو کوئی میرا یہ افسانہ
ہوا ہے چو غم سے دل ہر اک دے میں اس کا ہی
جو افلاطون بھی ہو گا تو ہو جائے گا دیوانہ
نظر پڑا ہے جلوہ میں نہیں اب ہے پری خانہ

۱۔ ع، ہر تجھ سنی گردیدہ
۲۔ ع، صورت گر جہاں میں تجھ سا نہ کوئی پایا
۳۔ ع، روتے ہیں تو زکو جان اب تو جلا نہ نہیں نہیں
۴۔ ع، یہ غم، میں نہیں ہے
۵۔ ع، یہ غم، میں نہیں ہے۔

ہوا کاجاک دیکھیے گا
 کہاں سے میں کہاں کر رہا ہوں دیکھو قدرت
 جہاں کچھ بات کرنے کو نہ اپنا ہے نہ بیگانہ
 دل سوا جاتا نہیں لند
 دے تم تہ سوز سے پوچھو کہ اس کا ہر وہ ہم خانہ

اے دل غم شدہ پیدا ہو نہ
 میرت آلودہ نہ رہ مثل حباب
 پھوڑ بس زلف مبرا ہو نہ
 موند لے آئینہ کو دریا ہو نہ
 طلب ساغرے کب تک، یار
 وصل میں پھر وہی فرقت کا غم
 قیس فراد ہوے آگے کیا
 تیرے بیمار پڑے مرتے ہیں
 آپ میں دیکھ لے آہی کو تہ سوز
 بھول بس زلف مبرا ہو نہ
 موند لے آئینہ کو دریا ہو نہ
 جوش کھا آپ ہی صہبا ہو نہ
 بسمل تیغ تنہا ہو نہ
 لے تنک حوصلہ بھسا ہو نہ
 بات کی بات سیکا ہو نہ
 مثل آئینہ مصفا ہو نہ

کیٹے گا کوئی ظالم ہو تجھ سے یوں گردیدہ
 لے آہ ابھی تھم تو بے ہوش پڑا ہے دل
 اک دل ہے سوزاں ہر آنکھیں سو ستم دیدہ
 شکل ہو اگر چہ نکلے یہ فتنہ خوابیدہ
 دو روز کا جہاں ہوں کیوں مجھ سے ابھتا ہے
 نالے سے تے ظالم بے چین ہیں کر دہی
 یہ آہ و فغاں کب تک بس لے دل شوریدہ
 یہ آہ و فغاں کب تک بس لے دل شوریدہ
 ملک دیکھ تو لے ساقی یہ تہ سوز نہ ہو دے ہاے
 رہا ہے پڑا ایسا جوں شیشہ غلطیدہ

۱۔ سنا ہے یاد دو عالم —————
 یارب حضور یار کے جس کا عہد سلام ہوں
 تا چند بیقاری و تا چند اضطراب —————
 خسر دانہ رحمت شتاب ہو
 بس تسوڑ سے تغیر کرو قلعہ بدن
 اس سوز کو تو بندہ صادق ہی حبانیو
 او جانے دلائے اس سے تو کہیو کہ واہ واہ
 کل کس کے ہاں گئے تھے بھلا یہ بھی بھوٹا ہو
 قس پر یہ عند ہے کہ مرا آشنا ہے وہ
 آہ منہ کو مت کھلا تو کہیں کچھ نہ ہو
 باز آ یہ وضع نہیں خوب اسے عزیز کلا،
 خراب ہو گا مرے جی کو مت جلا —————

گر اور کچھ طلب ہو مجھے —————
 ہر روز گو نصیب نہ ہوئے تو گاہ گاہ
 کافی تھی بیم یار کے اے کہ یک نگاہ
 اب آرزو ہے کون سے کافر کو عرد جاہ
 یہ کارخانہ اس سے نہ ہوئے گا سربراہ
 گر اس میں بھوٹ ہوئے تو اس کا خدا گواہ
 کچھ بھی خبر ہے در پہ بچارے کہ داد خواہ
 پھر تو کہے گا مجھے الجھتا ہے خوا خواہ
 میاں ہی تمہارا عذر تو ہے بدتر از گناہ
 اب تک نہیں ہے تیرے گنہ پر مجھے نگاہ
 ————— مان ترا ہوں میں خیر خواہ
 ————— جو دل سے کالو گئی ایک گاہ

چ کہیو تا صد آتا ہے وہ ماہ
 ہے دل کو گلتی پر کیوں کے مانوں
 بوضوں کا مجھ پر یہ بھی گماں ہے
 محمد اللہ محمد اللہ
 کھا جا قسم تو میاں تجھ کو والشر
 یعنی بتاں سے چلتا ہے بد راہ

استغفر اللہ استغفر اللہ
 میں نے کہا کیوں آؤں میں ہمراہ
 تو کون میں کون لے واہ لے واہ
 لڑکوں میں مل کر ہے دولت یا شاہ
 بانکے بنے ہو اللہ اللہ
 سب جانتا ہوں من جانب اللہ
 لے اشک مت جل بس حبیبی اللہ
 کیا ذکر کیجیے اللہ اللہ
 الحکم للہ والملك اللہ
 کر سوز کو قتل بس قصہ کوتاہ

بھوٹے کے منہ پر آگے کہوں کیا
 کل اس طرف سے گزرا ستم گرد
 بھنچلا کے آخر بولا ہے بانکا
 وہ دن گئے بھول جب کھلتے تھے
 اب کھینچتے ہو تیغے کو ہر دم
 تیری جفا سے جو مجھ پہ گزرا
 لے آہ تو بھی مت دے رفاقت
 کل جس طرح سے دیکھا ہے اس کو
 تیرے سوا کون اب ہے جہاں میں
 کاہے کوتاہ ہوتا ہے ناخوش

جان لینے کو بھی اتنی دیر آہ
 مجھ کو دے یہ خانہ زنجیر آہ
 دل ہے میرا جان تیرا پرکاش
 جیت..... شاہ
 حال اپنا کہ نہ لے دل گیر گاہ

قتل کو میرے نہ کر تاخیر آہ
 یار کے کوچے ملک جا تو اگر
 آسماں بہکے تو
 رخ ادھر کرتا تو میں ہوتا ہی مات
 سوز کیوں چپکا ہی ہم کیا غیر ہیں

۱۔ م، بھوٹے

۲۔ ع، اب لے کے گد کا بھرتے ہو

۳۔ یہ شرم میں نہیں ہے۔

۱۔ م، بھوٹے کا منہ میں آگے

۲۔ ع، ہے چور

۳۔ ع، سب مینے جانا

۴۔ یہ غزل م، میں نہیں ہے۔

اد چلے جانے والے بے پرواہ کچھ فقروں کے حال پر بھی نگاہ
پیٹھ پھیرے چلے ہی جاؤ گے بلے مفرد بلے عسالی جاہ
حال دل اب بہت پریشاں ہے تیرے زلفیں ہیں دونوں میری گواہ
میاں فقروں کی بھی صداسن لو بات سنا تو کچھ نہیں ہے گناہ
تجھ سوا کون ہے مرا محبوب بحق لا الہ الا اللہ
تو نہ کچھ مانگتا نہیں تجھ سے
ایک بوسہ دو فی سبیل اللہ

جو صاحب دل ہے دل سے آگاہ کیا بات اس کی ہے واہ لے واہ
اے غافل ملک تم چونک بیٹھو پردے سے نکلا ہے وہ مرا شاہ
وہ شاہ جس کی عہد نبی سے تکتے گئے ہیں تشریف کی راہ
میں جھوٹ ہرگز کہتا نہیں ہوں اب کوئی دم کو نکلے ہے وہ ماہ
ظلم دستم سب ہو جائے گا محو باقی رہے گا اللہ ہی اللہ
بادی وہی ہے مہدی وہی ہے صاحب وہی ہے سب کا دل خواہ
اے تو نہ تو کیا کہتا ہے چپ رہ تجھ کو ہے مطلوب شہنی کا کیا جاہ
سو لوگ تجھ کو ہی جھوٹا کہیں گے کس واسطے ہیں سارے یہ گمراہ
بس چپ سے بہتر اب کچھ نہیں کر
خاموش ہی رہ واللہ باللہ

لے جا دو نو زلفیں تری مری ہیں گواہ لے جا 'تو نہ کچھ اور مانگتا تو نہیں

لے جا غزل میں نہیں ہے

تو لگ نہ چلا کر مرے خوں خوار سے زیادہ
گو ابرگھنڈ اپنے برسنے پہ رکھے ہے
ہر بات میں کانٹے گا دہ تلوار سے زیادہ
برسے گا مرے دیدہ خوں بار سے زیادہ
سینہ ہے مرا تختہ انگڑا ر سے زیادہ
پہلو میں کھٹکتا ہے یہ ل خوار سے زیادہ
کلے کی بڑائی نہ کرو زلف کے آگے
ڈسنے کے لیے دل کے یہ ہر مار سے زیادہ

سینے کے قفس میں تری دوری سے دل لے سوز

نالوں ہے سدا مرغ گرفتار سے زیادہ

یہ تم کا میرے شوق ہے کہتا ہر کیا ہے یہ
آدیکھ میری لاش کو وہ شوق تند خو
کوئی مرے پر اس کی توجہ کی کہ بھائیں نہیں
کہتا ہوں درد دل کا تو کہتا ہے غمیے
کہتا ہوں داد داد تو کہتا ہے پوچھو
تلواریں مار مار کے کہتا ہے دم نہ مار
اتنی جفائیں مجھ پہ کیاں تو بھی شوق کے
روتا ہوں بلبلا کے تو نہتا ہے کھلکھلا
امیدیں دل کی ساری تو بھریا میں ہم نے آہ
دامن کشاں وہ فتنہ پہ میری آکھے (کذا)

اب بھی خدا کو مان میاں کیا بلا ہے یہ
کہنے لگا... کے جبین کیا ہوا ہے یہ
اے دلبر وہاں کے کہیں بھی تنہا ہے یہ
سر پھر گیا اٹھا دو بہت بک رہا ہے یہ
سودا ہے کون کون سا کیا بے حیا ہے یہ
تیرا دلے حق ہے کہ حق ادا ہے یہ
منہ سے کھو نہ پھوٹا کہ اہل وفا ہے یہ
کہتا ہے یارو دوڑیو کیسا مزا ہے یہ
اے سوز بعد مرگ تو اب مرعا ہے یہ
ہے کسی کے پیچھے ترستا ہوا ہے یہ

لے م، دل لے یہ شرم، میں نہیں ہے لے یہ شرم میں نہیں ہے

لے م، چپ ہی رہ لے یہ شرم، میں نہیں ہیں

صبح تو کسی شورشِ عدل جا کے لگا دیکھ
کچھ اور سوال اس کے سوا تجھ سے نہیں ہے
میرا بھی کہا مانِ محبت کا مزا دیکھ
لے بادِ شہِ حُسن تو سوے فقرا دیکھ
ہر چند میں لائق تو نہیں تیرے کرم کے
لیکن نظرِ طُغیٰ تک آنکھ اٹھا دیکھ
پچھتائے گا آخر کو مجھے مار کے لے یار
کہنے کو تو ہر ایک مخالف کے ذبا دیکھ

اس بُت نے نظرِ بھر کے نہ دیکھا مجھے لے تو
ہر چند کہا میں نے کہ تک بہرِ حسد دیکھ

خدا کو کفر اور اسلام میں دیکھ
جو کیفیت ہے نرگس کی چسمن میں
عجب جلوہ ہے خاص و عام میں دیکھ
وہ چشمِ ساقیِ علفِ نام میں دیکھ
نظرِ کر زلف کے حلقے میں لے دل
گلِ خورشید پھولا شام میں دیکھ
خبرِ مجھ کو نہیں کچھ مرغِ دل کی
تو لے صیاد اپنے دام میں دیکھ

پیالا ہاتھ سے ساقی کے لے تو
طلسمِ جم کو تو اس جام میں دیکھ

تیز دستی دیکھو قاتل کی میرِ واہ واہ
آہ گر سینے سے تو نکلی تو میں تنہا رہا
ایک کو کرتا ہے ذبح اور دوسرے پر ہی نگاہ
دل جو لے جاتا ہے جانے دے مت گھبرا سکی واہ

۱۷۷ م 'نگہِ ہرے

۱۷۸ م 'ہر چند کہا سینے میاں بہرِ خدا دیکھ

۱۷۹ م 'اپنے دل کی

۱۸۰ م 'ایک کی چھاتی پڑھا ہے 'دوسرے پر ہے نگاہ

بے کھڑا ہے تو مجھ کو غیر کو کیا اس میں دخل
 یہ اہل کیوں بیچ میں آکود بیٹھی لا الہ
 چونک جاوے گا تو پھر اس راہ چلنے کا نہیں
 ہر گھڑی ہر آن ہر ساعت دلا تو مت کراہ
 ایک گالی میں بھی دے لوں
 بچیاں لوں بچھا کر جو تو بولے داہ داہ
 بے کھڑا قتل سوز بوجھے گا کوئی تو آن کر
 کیا خطا کیا جرم کیا تقصیر اس کا کیا گناہ

وہ تنگ سے جو رہ میں کہتا ہے —————
 نہ وہ دیلے بے رحل میں جن کا آسمان کھنہر
 غبار خاطر عالم سے کیا ہوں گے بہم دیدہ
 بچار دل تو کونے میں پڑا ہے کو دماغ اس کو
 مجھے کہتے تو ہوجھ بھلا کے آنکھیں سامنے مت کر
 غزاؤں کی طرح اے جان کب جاتے ہیں دم دیدہ
 مجھے بھی ساتھ لے چل راہ بادل سوز ہوں تیرا
 کہ میں عبد الصنم ہوں اور تو بیت الصنم دیدہ

بہت ساجج
 قبول کجھو نظر میں تری میاں اللہ
 نہیں بسا ہے مرے دل میں کوئی صاحب جاہ
 بنیہ اشہدان لا الہ الا اللہ
 نہیں زباں میں لیا نام غیر حق ہے گواہ
 سولے نام محمد و یا علی اللہ
 نہ چاہیے ہے مجھے اہتمام خیل و سپاہ
 ہمارے موے پریشاں میں تاج فرق کلاہ
 جھٹ تو کھینچے ہے تر دار

۱۔ یہ شعر میں نہیں ہیں۔

۲۔ یہ شعر میں نہیں ہیں۔

۳۔ یہ شعر میں نہیں ہیں۔

نامتخامیرے سیم بر کو دیکھ اور مری حسن میں نظر کو دیکھ
 کیوں تو حیران ہو رہا ہے بے اے اندھے ذرا ادھر کو دیکھ
 کیا دہن اس کا ڈھونڈتا ہے بے خوشگانی سے اس کمر کو دیکھ
 کیسے بانکے کو کر لیا تسخیر تو مری آہ کے اثر کو دیکھ
 لخت دل تیرے واسطے لایا لال میوے تو اس گہر کو دیکھ
 آہ کی ... میں گوندے لخت جگر جان میوے تو اس ہنر کو دیکھ
 شش جہت میں تو ڈھونڈنا کیا کر جس کو ڈھونڈے پہلے گھر کو دیکھ

سیر دریا سے کیا ہوا حاصل
 تیر کی اپنی چشم تر کو دیکھ

گر تجھے قتل کی خواہش ہے تو آبسم اللہ سر تو حاضر ہے نہ ارہ کے لگا بسم اللہ
 ساغر چشم ہیں لبریز ہلا ایل اس کے درد مند دیو از بہر شفا بسم اللہ
 یہ سحیحی تم کو نہ کہنا تھا کہ زندوں میں نہ جاؤ اب بھی بسم اللہ
 بس دلا سینے میں میوے روٹی نہیں کھاؤ گاؤ میں نے رخصت ہی تجھے جان بجا بسم اللہ
 آج ہندی نہ لگی کیوں تم سے ہاتھوں میں جان لے مرے خون سے ہاتھوں کو رچا بسم اللہ
 تیرے دامن سے پہچلے گی مری خاک سنا ڈھیر پر میرے تو گھوٹے کو کدا بسم اللہ
 تیز کرتے ہو پھیری آپ ہی رہ جاتے ہو کس کا دوسو اس ہے کاٹو نہ گلا بسم اللہ
 میں یہ سمجھا تھا کبھی اس کو نہ جانے دوں گا توڑنے لگی جو رخصت تو کہا بسم اللہ

میں بھڑکے ہوئے تیرے کو میں
 چوتھے آغیاں گم کر رہا سرگردان آوارہ
 دل نالاکہ اگر ہے تنگ تجھ پر دعوت سینہ
 تو میں تجھ کو بتا دیتا ہوں گھر اس کا میں جا رہا
 نہیں طاقت رہی جو ہاتھ اٹھا کر داما نگوں
 کروں کس ہاتھ سے یا رب گریبان جہنم پارہ
 عجب بے خود ہوئی جنم سے سنی ہر بات ملنے کی
 شب و صلت کروں گا کیونکہ نظر ارہ
 عبت کیوں کھینچتا ہے تیغ ظالم سوز پر ہر دم
 جفاکش ہے یہ بے چارہ

قطرب خون دل کا پوچھے ہے غمزدہ ہے شیشہ
 دباں سے منہ میں ہے یارو کو معبود ہے شیشہ
 مزہ ہے محسب اس وقت آجادے جو لے ساقی
 کہ ہم تم کوٹتے ہیں نفثے میں اور چور ہے شیشہ
 سمجھ کر دل مرا اس کو پنک دیجو نہ پتھر پر
 کہ یہ اس نام سے کچھ ہو گیا مشہور ہے شیشہ
 بوں پر وقت نوش اب قطرے نیش ہوتا ہے
 پہنچ ساقی کہ تمہ بن حنا زنبور ہے شیشہ
 شراب من کی کس کے مناں اس میں تھلی ہے
 کہ مستوں کی جگہ ہوں میں سراپا نور ہے شیشہ
 نظر ہر مست مجھ کو قابل زنجیر آتا ہے
 نہ جانے بزم میں کس کا دل پر شود ہے شیشہ
 نہ خوش ہو میرے استغفار سے واعظ کند مصلحتی
 نیاں نزدیک ہے توبہ سے جب تک دور ہے شیشہ
 لے یہاں سے آخر دینہ تک کوئی غزل میں نہیں ہے۔

لینے لگا ہے اب تو مرا نام گاہ گاہ
 بھیجیں گے ہم بھی مٹا دینا نام گاہ گاہ
 سائل کو کچھ نہ دینے سے دینا ہے کچھ بھلا
 دیتے نہیں ہو بوسہ تو دشنام گاہ گاہ
 خورشید کی طرح تو نہیں ہرزہ گرد وہ
 نکلے ہے اہتاب مرا شاد کام گاہ گاہ
 دیوار گھر کی یار کے مت ڈھا ڈھیل لٹک
 کرتا ہوں اس کے سایہ میں آرام گاہ گاہ
 جائے وہ کب کسی کے مگر گھر تیب کے
 لاتی ہے اس کو گردش ایام گاہ گاہ
 طاقت ہمیں بھی مرغ چین کچھ ہوئی جواب
 ہونے لگا ہے نالہ سر انجم گاہ گاہ

بوسہ بزورے کے کہا ہم سے ستونے
 نکلے ہے دن میں تجھ سے مرا کام گاہ گاہ

اے دل نہ سنے گا یار چپ رہ
 کر نالہ نہ بار بار چپ رہ
 فریاد تو کب تک آکرے گا
 بس اے دل بیقرار چپ رہ
 تو دور نہ سن سکے گا پیارے
 مت پوچھ یہ حال ناز چپ رہ
 نامح کیا فائدہ بکے سے
 دل پر نہیں اختیار چپ رہ
 کیوں ستوز یہ آہ و نالہ کیا ہے
 اے کشتہ انتظار چپ رہ

کہ مر جاتا ہے تو اے شوخ دیدہ
 بسان اشک مردم سے رسیدہ
 سر دستار تا چاک گریباں
 گریباں تا سر دامن دیدہ
 تو کس کو آج آیا قتل کر کر
 لیے قبضے میں تیغ خوں چکیدہ
 ہے عارض پر خواہش ناخن تیز
 دگر لب ہیں تو ہیں دندان گزیدہ
 یہ چلتے کی تہیں کیوں کٹ رہی ہیں
 سپر کے کیوں کٹا لے ہیں بریدہ

ابھی خیر کس پر تھا غضب آج وہ ایسا کون تھا آفت رسیدہ
 خدایا تیرا کھول تلے آج (کذا)
 کہ میرا ہے جگر اس دم طپیدہ

ہم رہیں محبوس زنداں واہ واہ تم کرو سیر گلستاں واہ واہ
 ہم قفس میں تم بچن میں یا نصیب واہ وا لے عندلیباں واہ واہ
 مجھ سے نالائق کو دی پھولوں میں جا واہ وا گور غریباں واہ واہ
 ہمعصر دل کے اب تمہیں ہو بادشاہ واہ وا لے کنساں واہ واہ (کذا)
 زلف میں پھنس کر ملا آرام دل واہ وا شام غریباں واہ واہ
 اشک کو بھی دی نہ اپنی کچھ خبر واہ وا لے زخم پہاں واہ واہ
 آتے ہی مجلس کو روشن کر دیا
 واہ وا اے سوز سوزاں واہ واہ

کر دیم کباب جگر خود نہ مکیدہ مستیدہ بت نا نمکیدہ نمکیدہ
 غنچیدہ شدہ گلشن و سبزیدہ خیاباں لے لے لے لولیدہ دل نا نہ گلیدہ
 قلعیدہ و کفیدہ دل سوختہ ام را (کذا) سازید بجو لا نگہ قاتل نہ دنفیدہ
 کوہیدہ سارہ بر قاتل بد خو (کذا) چاکیدہ گریبان چو دیدہ شکیدہ
 طرزے بنو این طرز سخن سوز نمودہ
 در نہ سخنہ ہچو ندیدہ نہ شنیدہ

قطرہ

کہا میں نے کہ کچھ خاطر میں ہوگا تمہارے ساتھ جو میں نے وفا کی
گمبیاں میں ذرا منہ ڈال کر دیکھ کہ تو نے اس وفا پر مجھ سے کیا کی
لگا کہنے کہ بس بس چو پخ کر بند وفا لایا ہے، دت تیسری وفا کی

قطرہ

عدم سے زندگی لائی تھی پھسلا کہ دنیا جاے ہے اچھی فضا کی
جنازہ دیکھتے ہی سن ہوا دل کہ ہے ظالم وفا کی، اے وفا کی

قطرہ

باجھے اے سوز کیا مشکل پڑی ہے جو ڈھونڈے ہے سفارش افنیا کی
کوئی مشکل نہیں رہنے کی مشکل محبت ہے اگر مشکل کشا کی

دلہ

گوش ہوش جو پہننے کو گہر چیریں گے
اے صدف، پہلے وہ تیرا ہی جگر چیریں گے
ماہرویوں کے مقابل تو نہ ہو اے خورشید
ورنہ تجکو بھی وہ جوں شوق قسم چیریں گے
جو کوئی عاشق مولا ہو، اے بے تاخیر
ذکر تیا کی طرح تا بہ کسر چیریں گے
دل کی بے مانی تو تھمتی ہی نہیں، اب ناچار
اپنے پہلو ہی کو ہم لے کے تبر چیریں گے
قل دل ہر دے لگا زینت کے لیے محبوباں
اتہ شانہ سے زلفوں کو اگر چیریں گے

نہ بسم نہ منکم نہ ترحم نہ بخماہ کس طرح یہ دل ناشاد بھلا شاد رہے
 ساقیا جام پلا سوز دعا دیتا ہے
 یہ خرابات قیامت تلک آباد رہے

تری محفل میں جو گئے سو اپنا کام کر لٹھے مگر ہم تھے کہ ناحق آپ کو بدنام کر لٹھے
 کہ صبح انتظار مرگ کو بھی شام کر لٹھے
 کہانی جاتے ہے یہ نالہ و فریاد واد ملا
 خدا کے واسطے اے نالہ چپکے سے نکل جانا
 جو بوسہ وہ نہیں دیتا نہ لے لے مل شتابی آ
 مجھے ڈبے مبادا کچھ خیال خام کر لٹھے

وہی اس سوز کے پہلو میں بیٹھے شعر سننے کو
 جو دونوں ہاتھ سے اپنا کلیجہ تھام کر لٹھے

اومیاں اوجانے والے کہیو اس میخوار سے سر پٹکا ہے کوئی باہر کھڑا دیوار سے
 دام کی حاجت نہیں صیاد جلدی سے پہنچ چھوڑ رہا ہے دل بھی بیل کا شان غار سے
 بھینچتا ہے جس طرح چڑیا کو لڑکا ہاتھ میں پھونڈ میرے دل کو بابا بازمیں اس سیار سے
 آندھے بوسہ رہ جاتی دے قربان یار لے لیا یہ بھی مزا اس نے لب سو فار سے
 شیخ ابیاں تک تو پہنچا ہر کہ کہتا ہو مجھے اک پیالے کی سفارش کر دو تم نے خوار سے
 اہ کچھ پایا نہیں ہم نے دل وحشی کا کھوج پر بوسا لگ ہاتھ نوک ہریک خار سے

توڑ کا دل گر نہیں ہے کام کا تو پھیر دو

اس سے اچھا چاہیے تو مولو بازار سے

ہوا ہے دل گم جہاں مہیاں وہاں کی گس شخص کو خبر ہے
 نہ داں گماں کا گمان پہنچے نہ داں تو ہم کا کچھ گزر ہے
 کیا تھا جب جاننے قصہ رحلت نہ کوئی ہمرٹھ ہوا بجز اٹک
 یہ بات تحقیق ہے عوذاں جگر بگر ہے دگر دگر ہے
 نفیق وہ تھا رفیق وہ تھا عزیز وہ تھا انیس وہ تھا
 خبر میں کس سے منگاؤں دل کی نہ کوئی قاصد نامہ بہر ہے
 مریض کا تیرے حال ہے یہ جوان طیبوں میں نے پوچھا
 کہ آنکھیں اب پھٹ کو لگ رہی ہیں غنا پر لڑکے کی نظر ہے
 محبت تماشا ہے کیا کہوں میں جسے سنا ہے میں بوتا ہے
 کہ ہائے کیا دل کو مفت مارا یہی فساد جدید تر ہے
 عدم عدم سنتے ہی ہیں آئے کسی نے دیکھا ہو تو بتاؤ
 دکھاؤں میں تم کو آؤ یا دوسرے میاں جان کی کر ہے
 قدم قدم پر ہے دل تڑپتا جگر جدا غنٹ سے پھر نکتا
 کوئی تو ان رہزनों سے پوچھو کیس ستم گار کا نگر ہے
 چلو تو سب آج مل کے پوچھیں کہ تنویر کیوں منہ بنا رہا ہے
 دماں جوں گل شگفتہ رو تھا سحر سے کیوں کج چشم تر ہے

۱۰۰ ع، جب میں نے

۱۰۰ ع، مہیاں

۱۰۰ م، اپنی بھیا

۱۰۰ ع، عوذاں

۱۰۰ ع، ساتھی

۱۰۰ ع، پر ایک اندر پر

ہزاروں لادوٹالے اور ہزاروں کو حبس لایا ہے
 تری ان آنکھڑیوں کو کس نے یہ جادو سکھایا ہے
 مروں میں کس طرح مرنا کوئی مجھ کو سکھا دیوے
 اجل شرما کے ٹل جاتی ہے جب سے وہ سہایا ہے
 کوئی اب غم نہ کھاؤ خلق میں بے عنصم رہو یا رو
 کہ میں نے آپ اس سارے جہاں کے غم کو کھایا ہے
 مجھے کیا عشق سے نسبت کہاں میں اور کہاں دلبر
 ان آنکھوں نے لگایا ہے مجھے دل نے بھجایا ہے
 سب اپنا جان تولے غم دل وہاں، دین اور ایماں
 دے دل سے پرے رہنا دولے یہ پیرایا ہے
 دل گم گشتہ میرا ہونہ ہو تیرے کئے ہو گا
 بھلا لے چور قونے ہی یا میں نے یہ پایا ہے
 بہار آئی بہار آئی یہی اک آن کی خاطر
 جھٹ آن عندلیبوں نے جن میں غل چھایا ہے
 کسی کچے سے تو کہہ نا صحابو عشق سے بھاگے
 کہیں جا بھی پرے، بک بک کیجیو کیوں پکایا ہے
 جو تیرے دام میں زلفوں کے تھے سو تو نکل بھاگے
 کہیں یہ تو زبن دامنوں تھے ہاتھوں بکایا ہے

لے، تیری بھل میں ہو
 لے، جھٹ کیوں بلبوں نے اس جن
 لے یہ غم میں نہیں ہے۔

لے، اگر میں نے سر پر
 لے، نہیں
 لے، لے تو زبن دامنوں تھے ہاتھوں بکایا ہے

ملا میٹھا دکوئی آج مجھے بستلا سے غم و محل و قرار و دل و دین لے جائے
پائے غم میں ہوں میں لقمہ دینا دست کیا تماشا ہو جو وہ شوخ ادھر آ جائے
وہ کہے آکے اسے کس نے یہاں آنے دیا ٹھوکریں مار کے اس جاتے مجھے اٹھائے
اٹھتے ہی گر پڑوں میں پانوپہ اس قاتل کے اور وہ باز نہ پکڑ بھگ کر کہیں لے جائے

پھر تو جو بات بنے اس کو خدا ہی جانے
ہاں مگر تہوڑا اس انداز کو شاید پائے

رہ جانا اس طرف لے تہوڑا غم و غوار پھر تہا ہے تھے نپٹے اڑانے کو لیے تر و در پھر تہا ہے
ہمیشہ دیکھتا ہوں صبح سے تا شام اس کو میں پڑھائے سستیں کوچے میں سو سو بار پھر تہا ہے
کوئی شخص میں جاوے تو دل محروم ہے کہ دیو کہ تیرے واسطے قاتل پس دیوار پھر تہا ہے
کوئی اب ہاتھ آتا ہے لیکن تہوڑا مذد و شب
دل اپنا ڈھونڈتا ہر کوچہ و بازار پھر تہا ہے

دل مرا مجھے جو ملا دیوے اس کی سب آرزو خدا دیوے
میں تو قربان اس کے ہو جاؤں صورت اس کی کوئی دکھا دیوے
پھر جو دل و دہن تو مجھ سے لیجے قسم پر کوئی دل کو اس سے لا دیوے
عشق نے جیسا غم لگایا ہے عشق کو کوئی غم لگا دیوے
درد نے جیسا دکھ دیا ہے مجھے اس کی فریاد مرخصی دیوے

تہوڑا کیا بک رہا ہے بس چپ رہ

کوئی جو اس سے جا لگا دیوے

لے م، ہاں مگر تہوڑا جو بتلائے تو کچھ بتلائے لے م، ترے گھر سے ہی کرنے کو لے یہ شرم میں نہیں ہے۔

لے م، دکھ دیا اے تہوڑا لے م، جاسنا دیوے

دل بتوں سے کوئی لگا دیکھے
کس طرح مارتے ہیں عاشق کو
ماہ میں کل جو اس نے گھیر لیا
مجھ سے شراکے بولتا ہے کیا
اس خدائی کاتب مزا دیکھے
ایک دن کوئی مار کھا دیکھے
یعنی آنکھیں ذرا ملا دیکھے
اور جو کوئی آشنا دیکھے
اپنی اس کو خبر نہیں والہ شد
توڑ کو کوئی جا کے کیا دیکھے

گفتار میں اب نصف سے آواز نہیں ہے بگھے یہ مری بات جو ہر از نہیں ہے
 کہتے ہیں چین اب کے بہت خوب کھلا ہے کیا کیجیے ہم کو پر پرواز نہیں ہے
 ٹھوکر سے جلاتا ہے تو مردوں کو زمیں کے اعجازِ میسائی یہ کچھ ناز نہیں ہے
 سینے سے تو گہرا کے نکل بھاگی مری آہ اب دل کے سوا کوئی بھی دماز نہیں ہے
 کہتے تو ہیں سب رہِ سخت اس دور میں لیکن
 اس فن میں کوئی تنویر سا ممتاز نہیں ہے

یار سے جا کہو کہ پھر آدے لے گیا دل توجہ بھی نہ جاوے
 بند کرتا نہیں زباں ہر گز کوئی ناصح کو آ کے سمجھاوے
 کنجِ یحسانہ جا بے داعظ دخترِ رز کا گر مزا پاوے
 کو چپہ یار میں پڑا ہے دل کوئی جھٹک لے اٹھا لاوے
 کچھ تو بوبو میاں زباں کھولو
 تنویر بیٹھا رہے کہ اٹھ جاوے

ترجم کی نظر تجھ سے نہ ہم نے آج تک دیکھی
 سبھی باتوں میں تیشری کجروی ہی اے فلک دیکھی
 نہ دیکھا اٹھ کے ہم خوابِ عدم سے اس چین میں کچھ
 مگر نیہرنگیِ افلاک کھلتے ہی بے لک دیکھی

لہ م، قبروں کے گردوں کو

لہ م، شوق

لہ م، زباں سے تم

لہ م، تنہ سے

یہ نور آئینہ خود مشید میں ہے اس کے ٹکڑے کا
 وگرنہ کس ستارے میں کسوں نے یہ چمک دیکھی
 کلائی ہاتھ کی مڑتی ہے انگوٹھا میں جو اس کی
 کسی نے شائع گل میں اس نزاکت کی لچک دیکھی
 جھپٹ کر لے گیا دل شونخ سینے سے نہ تو نکلی
 بھلائے بے مروت آہ تیری بھی کھٹک دیکھی
 جگہ تازہ ہر اک پیارے پر کس کا چیر کر لاؤں
 حسد انی سے نزالی اپنے بانکے کی گزک دیکھی
 ہر صد اسحاق میخانے میں کل ناسخ کو میں لا کر
 سحر سے شام تک اے سوز تیری راہ تک دیکھی

کہتے ہیں دل میں یار بستا ہے	دیکھنے کو تو دل ترستا ہے
کوئی رہبر ہو مجھ کو بتلائے	کون سا اس نگر کا رستا ہے
عشق ہے تجھ کو شعلہ ہجراں	اے میرا جگر بھلتا ہے
دل کا تو نے کباب مانگا تھا	کل سے یونہیں پڑا بستا ہے
ایک بوسے پہ نیچتے ہیں لو	جانی اس مول کو توستا ہے
آستان پر تو پڑھ رہے ہیں نماز	کون آ آ جبین گھستا ہے

لے م اکس نے اس طرح کی شائع گل میں کب لچک دیکھی

لے م، جھٹا مار کے دل لے گیا باہر نہ نکلی تو

لے م، جگہ تازہ کہاں سے خودی کے وقت وہاں میں خدائی سے نزالی جان میں تیری گزک دیکھی
 لے م، جگہ تازہ کہاں سے خودی کے وقت وہاں میں خدائی سے نزالی جان میں تیری گزک دیکھی

پیائے آنکھیں تو پوچھ لوں بیٹھو
 ابھی مت جائو برستا ہے
 کیا یہاں خاکسار سب سے لڑے
 ہر قدم میرا پاؤں دھنستا ہے
 منہ چڑاتا ہے آپ ہی آپ کھڑا
 ابھی پھر کھلکھلا کے ہنستا ہے
 تونز کا سرو ہے تنہا لی پر
 کس کی خاطر کر تو کستا ہے

صبا یہ شور کیا ہے بتاری
 چمن میں پھر بہار آئی ہے کیا ری
 غیب کے پنے سر پر سے بھی مسکتے
 یہی تھی تم سے کیا امید داری
 نہ پایا خاکسار اب تونز سا کوئی
 جہاں کی چھانی ہم نے خاک ساری

یار گر دل کی طلب گاری کرے
 کون سا دل ہے کہ پاداری کرے
 لے گیا تو ہی دل وحشی کو شوخ
 اس سے کہہ دیجو خبر داری کرے
 جان تو بھلا کے لایا ب تلک
 مرگ سے کہہ دو کہ تیا ہی کرے
 پھینکتا ہوں آسمان پر تیرا
 کہہ دو غور شیدا ب سپرداری کرے
 شوخ مست ناز و مست شوخ تونز
 کون اب دل کی خبر داری کرے

صورت ہیں اس شوخ کی پہچان گرا آئے
 ہر ذلے میں کچھ اسی جھمکا نظر آئے
 آنکھوں سے مری افک نہیں کٹنے کا تاج
 آوے بھی اگر دل سے تو نخت جگر آئے
 پرتا ہوں تجھے واسطے میں درد بردے یار
 تجھ سے نہ ہوا یہ کہ کچھ میرے گھر آئے
 میں منتظر اس دہم میں رہتا ہوں شب و روز
 گو شام نہ آیا تو وہ شاید سحر آئے

گرا دل عاشق بھی ہے اک خیل یہ مست رہتا نہیں روکے سے کسی کے بعد آئے
 کہ کہ کے دکھ اپنا میں گرا آنکھ سے تیری اتنا نہ ہوا سن کے تری آنکھ بھر آئے
 کوچے میں رقیب اس کے تھمہ لہ سے لے ہوا
 ایسا نہیں دیکھا ہے کہ بار و گر آوے

جو کوئی عشق میں نباہ کرے بھڑا ہے درد میں جو آہ کرے
 سخت مشکل ہے عاشق کا فن وہی جانے جو سربراہ کرے
 سانس بھرے تو گرم ہوتا ہے کس کیلجے سے کوئی آہ کرے
 اس طرح جی کہ بعد مرنے کے کوئی تو یاد گاہ گاہ کرے
 یاد بانکا ہے اس قدر اے سوز
 کس کو طاقت ادھر نگاہ کرے

رنگ پر چینی کو چٹکوں گر صدا منظور ہے دل کو عاشق کے نہ بھوکا سہ نفور ہے
 لوگ کہتے ہیں پری کہتا ہوں میں یہ خود ہے فی الحقیقت دونوں سے جملہ صنم کا دوس ہے
 بے خیال یا اس سینہ میں ابعت رکھ قدم شیشہ دل رنگ سے بھراں کی چکنا چود ہے
 کیوں دل نالے کی ہر تھک کو ہوس اس کے حضور سانس لینے کا بولنے والے کسے مقدور ہے
 دل نے تو میرے سزا پائی پر اب جیلاں ہوئی کونکو اتنا منہ چڑھنے سے کیا منظور ہے
 کوئی تو سمجھے ہی اس پہرے کو ہوا کوئی جبر ہم تو سمجھیں ہیں فقط اللہ کا یہ نور ہے

۱۔ جو کوئی بھرے پناہ کرے دوسے کس طرح نباہ کرے ۲۔ سب سے مشکل ہے
 ۳۔ تو اے یہ بعد مر ۴۔ ایک ظالم ہے سوز تیرا یار
 ۵۔ خلق کہتی ہے ۶۔ رتبہ
 ۷۔ تو مال کی ہوس رکھتا ہے اس کے سامنے ۸۔ یہ شرع میں نہیں ہے۔

زندگانی ہے ویازندان ہے ۔ جی نکلتا کیوں نہیں آردمان ہے
 مجھ کو حیرت ہے حجاب ابر میں بق ہے یا گوشہ دامان ہے
 لے خیال یار ملک رہنا پرے میرے دل میں آمد پیکان ہے
 جان کے دیکھے کوئی اس کے سامنے جی بچا لادے یہ کیا امکان ہے
 جان تازہ ہوئے سنتے شعر کے تہذیبی رہ تو کسی کا جان ہے

خواب و خود کیا اب تو دم لینا بھی یاں دشوار ہے
 خاک اس کی زندگی جو جان سے بیزار ہے
 اب تو خالی ہاتھ جاتا ہوں جہاں سے دیکھ لو
 اور کچھ تو شہ نہیں پر حسرت دیدار ہے

جو اوقات اس تنگدستی سے گزریں تو جو جان ہم ایسی ہستی سے گزریں
 خدا کی قسم پھر خدا ہی خدا ہے اگر خود تو اس خود پرستی سے گزریں
 گدائی کے عاشق نہ طالب شہی کے ہم ایسی بلندی بستی سے گزریں
 پھری تو چلاتا ہے ملک قسم کے پیارے تمہاری ہم اس تیز دستی سے گزریں

غم ہے یا احتظار ہے کیا ہے دل جواب بیقرار ہے کیا ہے
 دے غفلت نہ سمجھے دنیا کو یہ خزاں یا بہار ہے کیا ہے

کچھ تو پہلو میں ہے غامض دیکھو دل ہے یا کوغلبہ ہے کیا ہے
 نفسِ سخن تو جل کے راکھ ہوا آہ ہے یا شرار ہے کیا ہے
 کھینچ کر تیرا بیٹھے بس
 ستور ہے یا شکار ہے کیا ہے

ننگ اب مجھے ملاقات مری مفت ضائع ہوئی اوقات مری
 گالیاں چاہیے جتنی دیکھے کم نہ ہو جادے گی کچھ ذات مری
 کل جو میں ستور کو روستے دیکھا بن عمریٰ دو سے کی نکات مری
 اس کی خدمت میں ادب سے میں نے عرض کی دیکھی کرامات مری
 ہم نہ کہتے تھے کہ دل آپ نہ دیں بندگی قبلہ حاجات مری

نیلے ہم سے ولے ہی سے ہر ماں ایسے خوشی سے ایسے مرے ہر ماں جہاں ایسے
 نہ شہر میں اسے آرام ہو نہ صحرا میں دل حزیں کے ہاتھوں بھلا کہاں ایسے
 ستم بناہ یہ کیا ظلم ہے ادھر تو دیکھو جو باوفا ہو اسی سے یوں بدگماں ایسے
 خدا کے واسطے اک بیخ اور جڑ قاتل کہاں تلک تھے دھوکے سے نیم جاں ایسے
 سنا ستور زما نہ تو ناتواں میں ہے
 جو ہو لہو کی خواہش تو ناتواں ایسے

لہ کہ یہ شرع میں نہیں ہیں۔

لہ کہ یہ غریب میں نہیں ہیں۔

خدا کے واسطے ہر پھر ملک یا دست پوچھو
 جو کچھ گزری سو گزری دل پر اب اظہار کیا کیجے
 میاں یہ تونز تیری دید کا مشتاق ہے پایا ہے
 دبی ایسے غماقی کے تئیں بیزار کیا کیجے کہ

تو نے جو کچھ دل میں ٹھانا ہے کہ سو تو ہم نے کبھی کا جانا ہے
 پاس سے دل کے دور ہوائے غم اس کو مت چھیر ڈیو لگنا ہے کہ
 روتے روتے ہی گزری ساری عمر کیوں میاں کیا یو بھی گھلانا ہے
 کیا نصیحت کسی کی ماننے یہ اں جی ایسا ہی دل دوانا ہے
 تونز کو میں جس طرح چاہے
 اب تو تو نے غریب جانا ہے

رنگدانی کیجیے تو بوسہ محبوب کی در نہ مثل تونز ناحق جگ ہنسائی کیجیے

خیال داغ جگر کا نہیں داغ مجھے خوش لے کون سی آنکھوں سے سیراغ مجھے
 دل اسیر کا احوال مجھ سے مت پوچھو بتاؤ کون کہاں اس قدر فراغ مجھے

پہچ کا فر کو خدا عاشق خواں نہ کرے جب مکان کو جھاؤں سے پشیمان کرے
 دل بے دم تجھے کچھ بھی مرو ت آئی پردش تیری کوئی گبر و مسلمان نہ کرے

تو پر شرم میں نہیں ہے

لہ غول میں نہیں ہیں
 مجھے غول میں نہیں ہے

سیر میرے ہر اک پل میں چشمِ غم ببار
 طوں دکھانوں کہ کچھ اور دکھانوں نہ کرے
 تیرے ہاتھوں سے بہتے تھوڑا دل گھبرا یا
 کیا کرے کوئی اگر چاک گریباں نہ کرے

حلقہ زلف گرہ گیر مبارک ہوئے
 کچھ تو تاثیر کرے دل میں منم کے یارب
 آہ یہ نالہ خُشب گیر مبارک ہوئے
 خاک تو نے کو بھلا لذت پیکاں سے کیا
 ہفت دل کو ترا تیسر مبارک ہوئے
 میں بھی کڑھاتا تھابت ہجرِ دل و جلتا تھا
 اب تو دلبر سے ملا میر مبارک ہوئے
 قیامت ہے صیاد ترا دام آباد
 میں تو پہلا ہی ہوں پنچیر مبارک ہوئے
 قدم یاز تک پیچوں تو پاس ہی رہوں
 لے ہوں بگھے اکسیر مبارک ہوئے
 شادی و عیشِ طرب ہوئے زمانے کو نصیب
 تھوڑا کو ماتم شبیر مبارک ہوئے
 آتش کاں داس کے ہاتھوں سے کوئی بچتا تھا
 تھوڑا لگا نہ تجھے تیسر مبارک ہوئے

جو کوئی آپ سے وفا نہ کرے
 دوستی اس سیتی بلا نہ کرے
 یوں سنا ہے کہ غیر ملتے ہیں
 اے نہ یومت کہو خدا نہ کرے
 تو ہی انصاف کر تو اے ظالم
 ایسی باتوں سے جی جلا نہ کرے
 بس جی بس بیٹھو ہم نے دیکھ لیا
 پھر خدا تم سے آشنا نہ کرے
 کیا ہی عشرت میں زندگانی کی
 تھوڑا کر دل اگر خفا نہ کرے

لے مارے یہ دل تہو کہ تھو یہ شرم میں نہیں ہیں
 لے مارے یہ دل تہو کہ تھو یہ شرم میں نہیں ہیں
 لے مارے یہ دل تہو کہ تھو یہ شرم میں نہیں ہیں
 لے مارے یہ دل تہو کہ تھو یہ شرم میں نہیں ہیں

ماشوق کیا اس سے کیا آئندہ کرے تیرن نگہ کی تیغ سے حق سرخود کرے
 ناصح نہی کے گامرے تخت لگے نہیں ٹکڑے کوصل کے کوئی کیونکر رفو کرے
 ماحظ کی شہنی دم میں نکل جائے گی ابھی قاتل کو میرے کوئی اگر رو برو کرے
 اتنا ہے کرم سے ابلے آدھر تو آ
 یہ آئندہ ہے سوند خدا یہی کبھو کرے (کھا)

دختر تزد کو جو کچھ میں نے کہا مان گئی جب میں پھیرا تو کہا ادھی مری جان گئی

شمل نے ہر استخوان میں درد کی آواز ہے کچھ نہیں معلوم یا سب سوز ہے یا ساز ہے
 ایک بادی دھلکے ہو کر پھر دھلکے تھی ہو نہیں کس شکار انداز کا یہ تیر بے آواز ہے
 سبزہ پامال بتاں زلف بتاں ہر فرش راہ کیا خرام ناز ہو کیا ناز کیا انداز ہے
 قتل کرنا مار ٹھوکر پھر جلانا آئیں مجھ عیسیٰ ترے غمزے کا پا انداز ہے
 بات کرنا اور سے دل چھین لینا اور کا سحر ہو افسون ہر اعجاز ہر پاں ناز ہے
 میں کروں اظہار عشق اس سے کب مل جائے زبا اپنے غم سے پوچھ میرا وہ ہی محرم راز ہے
 یقیں اور فرہاد پر موقوف جانبازی نہیں جان پر جو اپنی کھیلے گا وہی جانباز ہے
 دل کر ہے یا کرے آہ و نغاں طاقت کس گاہ گاہ ہی چاہ میں کیسی تو کچھ آواز ہے
 دل نہیں پہنے کا اب اس تن میں سن وادھ کا اس نگر کی اس کو یہ آہ ہوا ناساز ہے

اس فرشتہ شکل پر کتنا ہے کھونا مسیہ ستود

بے پردہ بانی میں جس کی حرش تک پرواز ہے

۱۔ یہ غول میں نہیں ہے

۲۔ یہ شرم میں نہیں ہے

۳۔ یہ عروج میں نہیں ہیں

۴۔ یہ عروج میں نہیں ہیں

مجھے پائے ہیں کبھی کبھی کہ کر چلے
 تو ہلا دامن چھٹا کر پر تصور میں ترے
 میں تھلکی زندگی بھابھے آقا بے
 ہم بھی روویں گے کسی گلین کے لگ لگ کر ملے
 دل کو لے جانا کرے جاؤ کہیں وقت ملے
 دیکھنے میں ہو تو بھولے پر پڑے ہی من چلے

آواز تو دے لے دل مغفور کہاں ہے
 خود شید کو گور بخ چہرام پہ چڑھایا
 سینہ نو دل کا ہے بہت درد کہاں ہے
 پر سے عینم کا سا بھلا نور کہاں ہے
 ہر قطرہ خون بر سر مرزاں ہے جھلکتا
 یہ نختِ دل تنہ ہے منصور کہاں ہے

تلخ لگتی ہے مجھے بات تری
 مجھ کو کہتا ہے یار سے مت مل
 دیکھی بس مشیخ کرامات تری
 کیا کریں واؤ نہیں لگتا ہے
 اب بھی چونکوں گا نہیں
 تنہ دل میں جو ہے تو
 اس کو معلوم ہے حالات تری

اُدھر لے جایو تا بوت جس کو پے میں بانکا ہے
 کبھی پوچھے یہ مردہ کون ہے کشتہ کہاں کا ہے
 قضا سے یہ مویا تو جواں بائے نے مارا ہے
 یہ لڑکا یا جواں یا پیر ہے کس خانہاں کا ہے

لے لے لے لے یہ غمیں مہیں نہیں ہیں۔

اے جھوٹے لہا یا کہ تیغوں سے کیا ٹھکڑے
 دیا تیروں سے بھیدا یا کہ یہ بسمل سناں کا ہے
 بلا سے پوچھنے سے اس کے میری روح خوش ہوگی
 گھڑی رہ جا کے کہیو کشتہ اپنے ہر باں کا ہے
 یہی کہیو نہیں ہم جانتے یہ کون ہے صاحب
 ولیکن سوز رہتا تھا جہاں یہ اس کہاں کا ہے

گو نہ ہول لڑو گل دیدہ خوں بار تو ہے کام گو تلخ ہوا شربت دیدار تو ہے
 باخباں گو کہ ہمیں بار نہ دے گلشن میں بھانک لینے کو بھلا رخنہ دیدار تو ہے
 گو متاع غم و اندوہ نہیں یستا کوئی کیوں تو کڑھتا ہے بھلا درد کا بازار تو ہے
 لب سے لب گو نہ لاسوز خوشی رہ بھائی
 تیرے سینے کے لیے وہ لب سو فار تو ہے

حضرت غم جان کے پیچھے نہ پڑیے جائیے پاؤ پٹا ہوں قدم رنجہ نہ یاں فرمائیے
 صبر طاقت دین ایماں لے چلے اب کیا رہا دل نہ دوں گا اور فرمائش ہو سو فرمائیے
 گھوڑے کیا ہو میری تعمیر خوب انصاف ہی دل بخل میں دآب کے اٹا نہیں دیکھائیے
 لوشہ حارہ اب نہیں برخواست ہم کو جو رکی تمام مٹتے نہیں ہوکت تک غم کھا بیٹے
 بس چلے بھیا د پھر کر دیکھئے چلیے قصاب پر بہارے دل کو بائیں ہاتھ سے لے جائیے
 آج کل کا قل کرتے ہوئے دیتے نہیں جھٹ کہہ کر فائدہ کیا جو ہمیں بہکائیے
 سوز آئے گا تو وہ سر توڑ کر لے گا دیں
 دیکھو وہ آتا ہے اچھا آئیے جی آئیے

لہہ خوں میں نہیں ہے لہہ ۲، بخل میں رکھ کے لہہ ۳، خرم میں نہیں ہے

خنجر کو کر کیا تانہ دتھے اس چال کے
 اٹھنے بٹھنے اس آواز سے ظلال کے
 دیکھو حالِ غمِ آخری سو یہ مراد
 اٹھ نہ پر رکھ لیا بوسے اس مجال کے
 جگو کہتا تھا کہ کوڑہ کرہ نہ مرا تاہوں میں
 جاں بہ آیا دیا صدمے اس سال کے دکھ
 ایک ٹھوکر میں ہزاروں سر لٹے مانند گو
 ہندو عشر کیوں نہ ہو تران ایسی چال کے
 وقتِ آخر توفیق کے پہلو سے کہ کر اٹھ گیا
 کس جگر سے پاس بیٹھے کوئی اس مجال کے

کس گہرے قتل کر بیٹھو ستاؤ تو ہسی
 بار تو ڈالو گے پر تک پاس آؤ تو ہسی
 دل میں رکھنا دشمنی ہو صاحبِ یاسِ مدد
 گر تھامے دل میں ہے ہم کو بتاؤ تو ہسی

کیا میرے لبوں پہ جان پہنچی
 ہے ہے یوں موت آن پہنچی
 کیا جان پھپھار کھی مٹی لیکن
 یہ بھی اس تک ندان پہنچی
 آنسو کی رکھی ہے
 ویہ بھی اس کے کان پہنچی
 کیا نعت جگر ہوں میں گوندے
 دیکھو میرا نشان پہنچی
 پہنچا تو نکال بھی پنہا دوں
 نہیں میں تو جو ان پہنچی دکھا
 ہے پیش نگاہ آگے آگے
 یہ سوز کی اب تو شان پہنچی
 کل سوز سے اداس سے جو ہوئی
 تم تک بھی یہ داستان پہنچی

مری آہ سے آسمان سب بنائے
 مرے افک نے یہ سمندر بہائے
 مری غم نے یہ رات کانی نکالی
 مری دودل نے یہ دن ہی نکھائے

لے لے لے یہ غزلیں م میں نہیں ہیں

کھینچیں آنکھیں میری تیرے بھکے سے اس کے
 قفلے دیاں چاند سورج بنائے

مرگن بلبل چین میں سایہ گل کے تلے برگ گل بچھو ایو مرقد میں بلبل کے تلے
 میرے دل کی بقراری کو وہی سمجھے گا ہاں ایک دم بیٹھا جو ہو تیغ تنافل کے تلے
 اڑدے گا ایک من ہوتا ہے جانے ہے کہ جو لاکھ من میں دیکھ لو افی کا گل کے تلے
 اب بچا لو چاندنی قالیں ندر جو جی میں ہو خار ہی کا بستر ہے عاقبت گل کے تلے
 مے کدے کے مرغ بچوں کو یہ نصیحت ہے سنو گلارہ جو فحش کو میری غم مل کے تلے
 کوئی صاحب دل مروا یا ستودنیا سے اٹھا
 شور محشر ہو گیا بجا موش اس گل کے تلے

بھلا اب دل تمہیں دوں پھر جو میں مانگوں تو لوں کس سے
 تمہاری سب حمایت میں میں میں دعا کروں کس سے
 بنگاہ و غمزہ و آن و ادا سب دشمن حباں ہیں
 مردت ایک بھی کرتا نہیں یہ دکھ کہوں کس سے
 سناں مڑگاں دکھاوے اور ابرو تیغ بھلکاوے
 یہاں سوزن اے دوستو بولو لڑاؤں کس سے
 جنہیں آنکھوں میں پالا وہ تو اب
 کوئی قطرہ نہیں میرا دھلاؤں اپنا خو کس سے
 رفیقوں سے یہ دکھ کہنا سودہ بھی اب الگ بیٹھے
 رہا اک سوز دل وہ بھی جلاتا ہے کہوں کس سے

خون دل لاش کھا اگر نکلے تو مری جان کا غلغلہ نکلے
 دل سے کہہ دو کہ آہ سو کے ساتھ ٹھنڈے ٹھنڈے چلے تو بیل نکلے
 پر یہ کہیو کہ جان پیاری ہے غم کی آنکھیں بچا کے تل نکلے
 یہی انصاف ہے تو سوز سمیت
 تیری محفل سے آج کل نکلے

یوں تو سحر سے شام تلک جا بجا پھرے لیکن خدا نخواستہ اس طرت آپرے
 برگِ خزاں کی طرح پھرے دستِ دستِ ہم ہر کوچہ کوچہ ڈھونڈتے تیرے گدا پھرے
 کہتے ہیں لے روپ ہی حق میں تو نہ کے یہ کون ہر کتے پھپھے کسی کے لگا پھرے
 پھرنے کا دیکھے گا نہ مزا سوز دیکھیو
 دو روز اور جی لے یہ اچھا بھلا پھرے

دہ آہ سرد پر بھو بھو جگر میں میرے آتش ہے
 کہ سینہ میں خیال دل رباے شوخ ہوش ہے
 مجھے یارِ وضعیف و ناتواں ہرگز نہ سمجھو تم
 مراد دل تو محبت کا بلا کش ہے جفا کش ہے
 عزیزِ دم زباں اپنی سمھا لو مت کرو غیبت
 میں سب سنتا ہوں گرچہ میرا پرِ حالِ شیش ہے
 مھل کر جائیو کوچے میں اس کے سب کہتا ہوں
 وہ غارت گر ہے اور سرکش ہے
 ہمیشہ تیرے کو شادان و فرحان ہم نے دیکھا تھا
 خدا جانے کہ پیش آیا ہے کیا جوابِ مشویش ہے
 لے لے لے یہ غم میں نہیں ہیں۔

کچھ نہ کچھ اس کو یاد آتا ہے
اور تو اور کیا کہوں صاحب
اے نواب ہچکلی بھی لگی آنے
آئے غم انتظار تو اور جائے
جان کا تو ہے میری عزرائیل
کچلی ڈھکانے کے لیے سیڑ
دیکھ رعبت کو پھر ادھر ہٹ کر
ہائے کیا اس کا پھیرنا بھی مجھے
آج دل بھولا بھولا جاتا ہے
پیٹ میں دم نہیں سماتا ہے
یاد اپنی بگے دلاتا ہے
تو مراغت جان کھاتا ہے
سوز بس منہ کو کیوں کھلاتا ہے
ہونٹ کے پاس ہونٹ لاتا ہے
منہ بناتا ہے اور چڑاتا ہے
دل و جان دجلہ سے بھاتا ہے
کوئی جاتا ہوں میں دے اس سے
پھر کہو آج سوز جاتا ہے

دل مجھے یاد غم دلاتا ہے
تیرا دے تو میں نہ کچھ بولا
یا الہی تو صبر ہی دیکھو
مجھ سے دل مانگتے ہو اس منہ سے
اپنے ہاتھوں سے دُج کر راضی
بات کرنے دے مجھ کو اس سے رقیب
مجھ کو خاطر ہے اس کی کیا بولوں
سوئے دشمن کو پھر جگاتا ہے
اب تو خشکی ڈراتا ہے
دیکھوں کب تک یہ آزما تا ہے
کیا تمہارا ادھار آتا ہے
پر رقیبوں سے کیوں مراتا ہے
تو غلام کیوں جث دباتا ہے
ورد ایسا ہی جی میں آتا ہے

لے لے شرع میں نہیں ہیں

لے لے تم سے

لے لے لے لے شرم میں نہیں ہیں

لے لے لے لے شرم میں نہیں ہیں۔

کہ ترا ٹیٹا بکڑا دباؤں اور تو بولے جان جاتا ہے
 میں تو بیٹھا ہوں دیکھ اپنا مزہ
 اب کوئی دم کو تھوڑا آتا ہے

جس نے کچھ آپ کو پہچانا ہے اس نے اپنے خدا کو جانا ہے
 قیس و فراد و نیلی و شیریں سنتے آئے ہیں سب فسانا ہے
 تھے کبھی اب کہاں ہیں بستلاؤ میاں خدا ہی سے جی لگانا ہے
 جو ہمیشہ ہے قائم و دائم جس نے پیدا کیا زمانا ہے
 کیوں تو مجنوں کو نام دکھتا ہے
 تھوڑا تو بھی بڑا دوانا ہے

عاشقی کا اگر یہی اسلوب ہے تو تو اس جینے سے مرنا خوب ہے
 کوئی کہتا ہے کہ عاشق ہے کہیں کوئی کہتا ہے نہیں مجذوب ہے
 کوئی کہتا ہے جفاکش ہے ترا اں جی اپنے وقت کا ایوب ہے
 کوئی کہتا ہے بہت مدتا ہے یہ کیا بلا ہم طالع یعقوب ہے
 کوئی کہتا ہے نہیں آنکھیں تو دیکھ کس کا رونا ہے
 الغرض ہے

ولا جب سے گیا تو ہر سے پھر صورت نہ دکھلائی
 جگر سے یوں جگر ملتے ہیں دنیا میں بھلا بھائی

ابھی مذکور تھا کچھ بانچپن کا فوجوانوں کے
 اکڑنے کی طرح انگریزائی لے کر کچھ تو دکھلائی
 نہ کچھ بخشا نہ کچھ چکھا ادھر پھینکا ادھر پھینکا
 مرادل تکتے تکتے کر طبیعت اپنی بہلائی
 ٹٹولے سے بھی اب چاک تفس سو جھانہیں جا
 یہ کیا شور ہے اے عندلیبو کیا بہار آئی
 نہیں معلوم دیتا صاف کھڑا اس پری رد کا
 سرشک خون جم جم لے گئے آنکھوں کی بینائی
 اثر ابستہ ہودے گر جگر سے تابہ لب آوے
 ولے اب آہ کرنے کی رہی کس میں تو انائی
 جلاتا تھا خدا کا نام لے کر مرنے کو جب عیسیٰ
 صنم کی گالیوں میں دیکھتا ہوں اب مسیحا ئی
 چلو اے عندلیبو اپنے اپنے اشیاء کو اب
 چمن سے پھر صبانے گل کی بوسرا میں ہکائی
 ادھر تو تیغ خوں آلودہ تھی قاتل کے قبضے میں
 ادھر ترپے تھا سوز اور ایک عالم تھا تماشائی

لے ۷: پہرہ

لے ۸: نہ بھڑا ہے نہ کچھا ہے

لے ۹: یہ شرم میں نہیں ہیں

لے ۱۰: یہاں

لے ۱۱: میں میزوں جگہ تھی کے بجائے ہے

گر نود و گر ہے مار تو ہے گر سوز و گر شرار تو ہے
 چھپتے ہو جی بھپو گے ایسے پنہاں ہو کہ آشکار تو ہے
 آپہی معشوق، آپہی عاشق گر یوں و گر کنار تو ہے
 روٹھے آپہی منے ہے آپہی گر طیش و گر ہر پیار تو ہے
 ہے تری کیف دو جہاں کو کلا گر نشہ و گر خسار تو ہے
 مکہ وہ نہیں اگر کہوں میں گر نقش و گر نگار تو ہے
 گو حکم ترے سے ہو خزاں پر اس میں کی چھپی بہار تو ہے
 لا اصری شان ہے تری یار
 گر ایک و گر ہزار تو ہے

جیش بے فائدہ کیا کام کیوں ناصح ستاتا ہے
 نصیحت آپ کو کر اور کا دل کیوں کر دھاتا ہے
 اگر تو پار سا ہے آپ کو ہے، مجھ کو کیا حاصل
 اسی تقریب میں اپنے پرائے تو جستا ہے
 میں عاشق ہوں تو اپنے آپ کو ہوں تجھ کو کیا بابا
 جلا تو دل مرا کس واسطے تو دل جلاتا ہے
 میں جانوں اور میرا عشق تجھ کو کیا پرے دور ہو
 وہ مجھ کو بھونتا ہے خواہ وہ تیکے لگاتا ہے
 تو قدر تو ز کیا جلنے کسی کا جا کے عاشق ہو
 پھر اس کے بعد دیکھوں کس طرح باتیں بناتا ہے

منہ لگانے سے مرے کیوں تو خفا ہوتا ہے
 جان من بوسہ کے لینے سے تو کیا ہوتا ہے
 ایک چٹکی ہی کے لینے میں کھلی دل کی گرہ
 ناخن شوخ عجب عتدہ کشا ہوتا ہے
 دل سے مطلب تھا لیا پھر تو نہ آوے گا یہاں
 جان باقی ہے ابھی دیکھے کیا ہوتا ہے
 وصل کی شب میں کوئی خوش ہو مجھے یہ غم ہے
 کہ ترا حبر مرے دل سے جدا ہوتا ہے
 شیشہ دل جو ہوا چور تو مت غم کھا یار
 عالم کیف میں سو بار کہا ہوتا ہے

زلف ہے یا جان کا جہاں ہے جنبش ابرو ہے یا بھونچال ہے
 ایک دن اس شوخ سو میں لگا چلا کہنے لگا ہیں بے یہ کیا چال ہے
 بس دانا مت ہو اپنے تئیں سبھاں ان دنوں کچھ زور تیری چال ہے

میں تجھ سے کہہ نہیں سکتا سخن لے یار نازک ہے
 نہ باندھ اس دل کو تارِ زلف سے وہ تارِ نازک ہے
 اناہ دل کے لینے پر مٹی ہیں یار کی آنکھیں
 کہو کیوں کر نہ دوں میں خاطرِ بیمارِ نازک ہے
 ادا کر اس چمن میں مالہ ملک آہستہ اے بلبل
 نہایت پردہ گوشِ گلزارِ نازک ہے

کہوں کیا موجب غم مجھے اپنا پوچھ مت محرم
 مجھے جس بات کا غم ہے سولے غموار نازک ہے
 کروں میں حال دل کس طور ظاہر سخت مشکل ہے
 کہ دل سے بھی زیادہ حنا طر و لدار نازک ہے
 مجھے صحت ہاتھ سے دے بھول کر میری محبت پر
 سمجھ ناداں کہ تار دوستی بسیار نازک ہے
 بتوں کی بات پر کیوں پھوڑتا ہر اب تو کعبہ کو
 نہ ہو اے سوز کافر رشتہ زنا نازک ہے

جز تیرے کوئی اور مرایا نہیں ہے خواہاں میں کسی ساتھ مجھے پیارا نہیں ہے
 ہر سو سے سر بھٹکے ہے آواز انا الحق پر دل کے سوا کوئی خبر دار نہیں ہے
 سینہ کو مرے تختہ انگشت نہ سمجھنا یہ داغ تھے غم کے ہیں گلزار نہیں ہے
 عاشق کی ترے جان کو تارام ہو کس طرح دل میں غلش عشق کم از خار نہیں ہے
 مائے ہے تو گو سنے آکے دم عشق اے تودہ اس طرح کا خونخوار نہیں ہے

نہ نکلے جو رخ پر خورشید گر وہ خود ناسکے کہاں نہ اس نے پایا جو مقابل اس کے سیکے
 تجھے کہتا ہوں اے جراح سب کو اتھار کھ کر تو مباد از غم کاری ہیں کہیں ان سے ہوا نکلے
 ستم جینا کیا ہے سنگدل نے کیا کہوں تجھ سے کیا ہو قتل جن کو وہ سائے آستانہ نکلے
 غریبوں پر نہ کیجے جہد کچھ غنم خدا بھی ہے بجھے ڈھبے کسی دل سے مباد بد حال نکلے
 نہ بیٹھے شیخ کے ہمایہ کتاب بھی اگر اس کے پر سر خاب کی جاگ کہیں بال ہما نکلے

نہ اس کے ہاتھ تھے نہ پاؤں تھے نہ تھلے تھلے

پڑا تھا سوز کا لاشہ ادھر کو ہم جو جان نکلے

جان آساں نہیں نکلتا ہے آہ ارماں نہیں نکلتا ہے
 جاں بکٹ تو کھڑے ہیں دریا آفت جاں نہیں نکلتا ہے
 لاکھ سو باغ دل میں کر دیکھے تیرا پرپکاں نہیں نکلتا ہے
 خوش مسر تو حبلادوں پر برق داماں نہیں نکلتا ہے
 یاد میں کس کی ہو گیا جاں ساز
 ستوز کا جاں نہیں نکلتا ہے

میرے سینہ کا داغ جلتا ہے لوگ جانے چہ سراغ جلتا ہے
 بلبلو تم بھلیں کہ پروانہ دیکھو کیا باغ باغ جلتا ہے
 اس زمانے میں کون ہے یارب جس کے گھر کا اجاغ جلتا ہے
 ایسی کرتا ہے بات تو ناصح جس سے دل اور داغ جلتا ہے
 کہیں دیکھ آیا ہے سستی ہوتے
 ستوز کیا با فراغ جلتا ہے

معدن ازل سے ستوز تمہارا حلال ہے مشرب میں اس کے غیر کا ملنا حرام ہے
 کہتے ہیں لوگ ستوز بڑا پارسا ہے ہاں رمضان کے دنوں میں بھی شرب حرام ہے
 مقصود اس کو بھوننا یاں تک کہ راکھ ہو اچھے دل بڑشتہ کو کہتا ہے حلال ہے
 ٹھوکر میں جس کی ریزہ میں والے جی اٹھے نام سچ آج ترے پاؤں نام ہے
 مارا پڑا ہے ستوز کہ جاتے ہیں دوڑے لوگ
 کوچہ میں اس کے آج بڑی دھوم دھام ہے

کس دل چلے کی تیرے میں بد دعا لگی
 اے شیخ آہ اب تو ترے سر پہ آگ لگی
 پھر پھر کے شعلہ رونے جلایا جہان کو
 یہ آگ رفتہ رفتہ بہت دور جا لگی
 بندے کی بندگی کا کسی کو یقین نہیں
 یا رب خدا کے واسطے بولو خدا لگی
 میں جانتا تھا آگ لگی دل کو شکہ ہوا
 یہ آنکھ کیا لگی مرے جی کو بلا لگی

بس اے طیبو ہاتھ تم اب تو ز سے اٹھاؤ
 لٹنے دنوں میں کون سی اس کو دوا لگی

ہر بات میں جو جہنم سے صنم تو خفا رہے
 تو عاشقوں کے بیچ مرگئی بات کیا رہے
 دماغ بھی دماغ بھول کے پینے لگے شراب
 ساقی جو ایک رند بھی ایسی ہوا رہے
 معلوم ہوئے اس کو دو عالم کی کائنات
 کبھی کو چھوڑ کر جو کوئی دل میں آ رہے
 اے دل تو راہ میرے مسافر کی بس روک
 یفضل اشک دہے میں کب تک چھپا رہے
 کس واسطے تو مجھ سے الجھتا ہر گھڑی
 جاتا ہوں تیرے کوپے سے میری بلا رہے
 پاؤں تک اگر وہ تھے پائے دست رس
 خوں میں تمام عمر ہی ڈوبی حنا رہے
 لیل و نہار آرزو سے تنہا ہے یہی
 اس کا ہو رو سیاہ جو تجھ سے جدا رہے

تیری طرف تو یہ دل بھر نظر نہ دیکھ سکے
 بدھ ہو مہر تو کوئی ادھر نہ دیکھ سکے
 دکھاؤں داغ جلالہ کو اپنے سینہ کے
 قسم خدا کی وہ میرا حب گرنہ دیکھ سکے
 سرشک آنکھوں سے نکلے دے ہوئے پامال
 یفضل حیف کہ رنج سفر نہ دیکھ سکے

لے ع، آج ہے

لے م، تری

لے ع، آج تھے

لے م، مجھ سے

اجنی بھل سے ہم آغوش ہیں ہزاروں خار
وہ کس طرح مجھے بے بال و پر نہ دیکھ سکے
یہ سنگدل ہے تو ہی جو خوشی سے ہنستا ہے
وگر نہ ستودہ کو یوں خوں میں تر نہ دیکھ سکے

وہی کہ دو مرے میاں سے عاشق ہوں ہزار جہاں سے
کچھ اور گزک پہ کر نہ رغبت ہر ایک کا چکھ مزا زباں سے
اے بلبل محل پہ ناز مست کر مت دل کو لگا تو گلستاں سے
نسیا یہ کی طرح خزاں لگی ہے ہر آن بہار گلستاں سے
ایسے بیری کے ہاتھ سے ہائے رہنے پائے گی تو کہاں سے
میں تو اتنی کہی ہے تجھ سے
پرسنیو تو ستودہ کی زباں سے

کہا ہوں میں اگر وہ قدر دان مول لے کیا مفت جنس ہو یہ مری جان مول لے
ازار عشق کا ہے مرے ہاتھ اے جنوں میں بیچا ہوں تو یہ گریبان مول لے
سرت بزم ہے سو نہ ہے آہ و فغان ہے کچھ تو بھی اپنے جنس کا سامان مول لے
ن کیا ہوں ایک سوختہ مجھ سے تو سو ہزار چاہے تو ایک آن میں سلطان مول لے
بست سے ہیں کڑوا سیراس کے عشق میں لے شام تو یہ زلف پریشان مول لے

لہ یہ شروع میں نہیں ہے

لہ م ' یہ تو ہے جو اسے دیکھ ہے (مذہب) حوریں کبھی ستودہ کو یوں خوں میں تر نہ دیکھ سکے

لہ م ' ہر ایں

لہ یہ غزل میں نہیں ہے

لہ ع ' آج

اُلی جمہ میں تو بھی کر نسیم سے لے عندیہ فوجا خند این مول لے
 اُلیے بادشاہ حسن بہت کام آئے گا
 دل دے کے تو یہ ستوز سا انسان مول لے

اس تنگ وقت میں تو نہ تاخیر شرط ہے ہر چیز میں جاں اسے یکجہر شرط ہے
 ہر چیز بے تلاش نہیں کار و بار دہر کرنا اسے حوالہ وقت دیر شرط ہے
 جس گمشدہ جہاں میں کہ سیاد کا ہر طرف رہنا رنگ بلبل تصویر شرط ہے
 اُن مثل گلِ شگفتہ نہ ہو غنچہ ساں خوش اتم سرا میں صورت دیکھ شرط ہے
 اُٹا کہا تھا ستون نے ابرو ہے یا کہ تیغ
 کہنے لگا لگاؤں میں شمشیر شرط ہے

دعاشق ہے کسی کا تو نہ بیابانی سے محرم ہے
 میاں چل رہا ہلک اپنی تجھے کیا ستوز کا محرم ہے
 چلو لے اٹک آگے ساعت اچھی ہے ہمارے بھی
 جگر دل جان کے ہمراہ چلنا بھی محرم ہے
 خدا ہی جلنے یا دل جو گزرتی ہے مرے جی پر
 بے درد درونی سے کسی کے کون محرم ہے

لے م! تو اب دل نسیم سے

لے م! لے شورش بے خبر ہو اتنا و عشق میں
 دل دے کے تو بھی ستوز سا انسان مول لے

دل دین جان دایاں صبر طاق کھو چکے کب کے
 یہ مشت استواں باقی ہے اس کا کس اب غم ہے
 اگرچہ اختلا بزم میں اس سا نہیں کوئی
 دے غصہ میں اس محبوب کے میاں زور عالم ہے
 کسی نے اس سے پوچھا تو زتے بھی آشنا ہو تم
 لگا کہنے کہ وہ ایک تہی میسر خادم ہے کتا

لے طیبو یہ تو تبتلا دو کہ کیسا دروہے دل پڑا بھٹکتا ہے اس پر آہ میری سڑے

مگر جانے کا قاتل نے نرا لا ڈھب نکالا ہے
 بنائی دست قدرت سے خدا نے صوبہ انسا
 سبھوں کو چھتا ہے کس نے اس کو مار ڈالا ہے
 دے میرا چھیلا دیکھو سا بچے میں ٹھالا ہے
 سبھوں کو قدامت اور بھی محبوب ہیں اں میں
 تم آس سبھ کے کو تبتلاتے ہو خط پر خط نہیں ہو چو
 یہ خطا ہی احمق یا چاند کے کھڑے ہے ہالا ہے
 آٹھا گئیں اقدار سے کیا کسی کی جان لے گا
 ابھی لگ جائے گی ٹھیں آہ ظالم زخم آلا ہے
 سبھوں کو قتل کر کے میری باری ہنہ چھپاتا ہے
 بنے کیا اب کی باری دیکھے باری تھالا ہے

آٹھا کر تونڈ کو محفل سے میرا نوجواں بولا
 کہ پیروں کو منا کر میں نے اس بٹھے کو ٹالا ہے

۱۔ شرم میں نہیں ہیں۔

۲۔ شرم میں نہیں ہے

۳۔ قاتل نے مرے کیا

۴۔ شرم میں نہیں ہیں۔

بیمار کی آج اپنے سر شام خبر لے
 پیغمبر حسن آکے تجھے بولیں گے عشاق
 اس رات تعدادی ہو تو عالم یہ کھر لے
 قرآن کی صودت جو خط اس منہ پر اتر لے
 ہے تنگ زمانے میں بہت عمر کا عرصہ
 دکھ ہے نہ کسی دل کے تئیں باغ جہاں میں
 مگر نخل حیات اپنے سے چاہے کہ کھر لے
 آگے لب دنیا کے تھے محل دگر لے
 خاک اس کی پر کھر پر جو کوئی جوہری لے شوخ
 جوں خضر ہوں عمر ابد کی نہیں مجھ کو
 اس دیم کی تنہا ہے جو تجھ پاس گزر لے
 دیکھ اس کو اکیلا جو کیا عرض تنہا
 بولا کہ تجھے خیر ہے جا اپنی خبر لے
 پوچھا جو یہ میں سمجھ سے اتم اسکے کئے گا
 اتنا ہی کہا بھر کے دم سرد اگر لے

چین نے دن بھان آنکھوں کو نہ شب آرام ہے
 شام سے تا صبح رونا صبح سے تا شام ہے
 لوگ کہتے ہیں مجھے یہ شخص عاشق ہے کہیں
 عاشقی معلوم لیکن دل تو بے آرام ہے
 آج تو تنہا ہو قسمت سے ہماری کچھ تو دو
 بوسہ کی ہمت نہیں تو مار ہے دشنام ہے
 جوں جگر حاک کھوٹے ہے نگیں کالے رقیب
 سانے والا تری چھاتی کا میرا نام ہے
 حسن خط آنے سے گو دونا ہوا مت کر عسروہ
 یار اس آواز کا دیکھے گا کیا اغبا ہے

دل کے ساتھ الفت کا قہر ہوا بھی ہوئے تار (کذا)

کب رہائی اس کی زیر چرخ نیلی قام ہے
توڑ یہ مشہور ہے مضرع کسی استاد کا
رشتہ برپا مرغ کو ہر شاخ گل کی دام ہے

کوئی میری طرح جاگے اس بے مروت سے	کثیرا غم ستا ہے مجھے تیری حمایت سے
فرشتہ کا گز جس کی گلی میں ہونہیں سکتا	قدم محفل میں اس کی کون کھ سکتا ہر اُتار سے
ہمیشہ ہر وہ لے کر جھلٹے نور ہاتھوں میں	جہاں درد پر پکائے ہیں ادب اور تفاوت سے
دلی کہتا ہے مجھوں اور کوئی کہتا ہے متوالا	یہاں تکحال تو پہنچا ہے میرا تیری دولت سے
ہوں احوال میں کیا توڑ کا تیرے کنے پایے	بہت اچھا کیا پردہ تھاتیری حیمت سے
نہ تو نے گور میں اس کو کھڑے رکھ کے گڑوا یا	بہت اچھا کیا پردہ تھاتیری ہمیشہ سے

چمن میں کھول کر بند قبا گر گلبدن نیکلے	زمین سے دیکھنے کو اس کے ہر گرس... نیکلے
راش خود کی صورت نظر آجائے عاشق کو	بجائے اشک پھر آنکھوں سے ہو درد عین نیکلے
ملک شوق میں جل جائیں اگر کشل پر فائد	اگر مجلس میں یک ساعت وہ شمع انجمن نیکلے
مگر گشت کو وہ خسرو شیریں ادا آوے	بجائے ہر نہال اس سرزمین سے کہہ کن نیکلے
ہو مجھے خاک جب تک جسم عاشق اس کے پیچھے	تو کیوں کر دل سے اس پیار کے حب وطن نیکلے

پھنسا ہر توڑ کی زلفوں میں شاید اب کے شیدا ہو

بلا سے اب تو ان بالکوں کا یارب بانگین نیکلے

۱۔ شروع میں نہیں ہے ۲۔ مضمون ۳۔ شروع میں نہیں ہے۔
۴۔ توڑ توڑ کو فحالم ۵۔ ع مروت ۶۔ شروع میں نہیں ہے

اسی شجر کو آج کیوں بارود پھرتا ہے ملے گاتین زون شاید گلیو بھی دھڑکتا ہے
 خدا جلنے کو صورت عشق کی ہے تیر کی مانا نظر آیا نہیں پردل میں پیکار سا کھرتا ہے
 خدا کے واسطے ملک بے نیازی دیکھو اس کی خاکسے عاشق کی دامن کیوں بھڑکتا ہے
 یہاں خیر گنا مجھ کو گلا کاٹا گیا میرا نیا صمٹل مرغ نیم بسمل کیوں بھڑکتا ہے
 بوقت ذبح ہاں لے توڑ تو ہرگز تر پھنسا مت
 کہ قاتل مثل وحشی سانس لینے میں بھڑکتا ہے

تیرے کندہ ناگن نہ رات ہو کالی ہے زلف سایہ نگن ملے مظلہ اعلیٰ

عرق آلودہ رخساروں پہ یہ کیا زلف چھائی ہے
 سحر گلشن میں ناگن چاٹنے کو اوس آئی ہے

دل ہے یا منزل گہ غم ہے کہ حسرت خانہ ہے بارگاہِ دود ہے یا ستود کا کاشانہ ہے
 کائنات سر کو تراشیں خون دل سے پڑ کریں مجلس عشاق میں یہ ہے یہ ہے یہ پیمانہ ہے
 قیس اور فراد کو کیا یاد کرتے ہو سدا دم غنیمت ہے کوئی دم کو یہ بے فسانہ ہے
 قیس یا فراد یا سودا ہے یا ہے دود سوز ایک ہی آپس میں ان میں ن سا بیگانہ ہے
 دل میں مت رکھو طلب دنیا کی کیا قہمہ ہے یہ
 ستود اتنا تو سمجھ دل ہے کہ کتب خانہ ہے

مجھ کو کیا کام جو آتش سے نکل جلتا ہے
 دل ہے کچھ اور نہیں جس کی نہ کیجے پرواہ
 آتش بجڑے میرا ہی جگر جلتا ہے
 نامہ براڑ کے اگر پہنچے تو پہنچے درد
 آشیانی سے مری جان کہ گھر جلتا ہے
 میرے غور خید کے خد خید مقابل کیا ہو
 اس کے کوپہ میں فرشتہ کا بھی پر جلتا ہے
 اثر ناکہ نہ ہوئے تو اچھنچا کیا ہے
 اس کے دیکھے سے سنو نور نظر جلتا ہے
 میرے دل کو نہ کوئی دیکھو نسبت بہ کباب
 گرمی آہ سے نالے کا اثر جلتا ہے
 یہ جگر سوختہ ہر شام و سحر جلتا ہے
 آہ بکھے نہ کہ نو خیز شجر جلتا ہے
 سوز ہر روز بہ انداز دگر جلتا ہے
 یہ کھاتا کھاتا صبا اس سے تو کہو یہ پیام
 میری پاؤش سے جلنے دے اگر جلتا ہے
 اس سے کم بخت بی خون مالک کہا بول ٹھا کذا

کیا کیا تھے چاؤ دل میں لائے تھے جو بھم سے
 کھلے ہاتھ یادو پالا پڑا ہے غم سے
 محفل تری مبارک ہو تیرے دوستوں کو
 تیری گلی کے سنگ کو کیا کام ہے ارم سے
 لے چورخ سفلہ پر در لے آسمان بے ہر
 مازوں ہو محفل تیری اوندھا ہر نو جہم سے
 حق ہیں وہ جو بھولے ہیں تیری کج روی پر
 ملک اس طعن نظر کر یہ بات اور ہم سے
 مینا و ساغر دے ساقی و مطرب دے
 یہ ساری خوبیاں ہیں یاں سوز کے قدم سے

ہر چند میری آہ سے عالم کو ننگ ہے میں کیا کروں کہ جھڑے دل اس پہ تنگ ہو

لے یہ شروع میں نہیں ہے۔

لے یہ شروع میں نہیں ہیں۔

لے م، عشق

لے م، آہ

بے بہت نہ جین کا ہے دیہ ہند کا صنم
 کیوں مرگ میری جان کو مشتوق تو بھی ہے
 ہر وار میرے منہ پہ تو آتا ہے جوش سے
 اشرہ ہی جانے اہل صفا کون لوگ ہیں
 لڑائی لگے فرنگ کو کار فرنگ
 میں جاں بہ بے ہول دو تجھ اتنی درنگ
 ہیں طفل اشک خیر ہے یہ کون ڈھنگ
 آئینہ تک تو دل میں کدور کے رنگ
 زلفیں نہیں ہیں جان کو قید فرنگ
 پہلو میں دیکھو تو یہ کس کا خدنگ
 بٹھا ہے زود پیار سے سر گرم اتحاد

اے تنویر جو مرگ ہے مشہود خاص و عام
 ہستی سے تافا تو یہ ایک ہی خلنگ ہو

قطرہ

اک لہزد کہا صنم سے میں نے
 میں تجھ سے چاہتا نہیں کچھ
 کاے مایہ عیش و کامرانی
 غیر از الطاف مہربانی
 یا گاہ نگاہ شفقت نہ
 یا پرسش حال کہ زبانی
 سن سن کے بصد ہزار نوح
 یہ کہنے لگا سن اے فلا نی
 تو دیکھ سکے گا میری صورت
 اشرے تیری لن ترانی

کرے مجھ پر جفا جو کیا رستم کا یار ہے
 لو پاؤں تلے یا اس کو اپنے ہاتھ میں دیکھے
 دے مجھ میں لے عیار تیرا ہی اشار ہے
 جو چاہوں کہ مختار ہو یہ دل تھا را ہے
 یہ دل صد گھبرا گیا تم نے یاد مجھ کو کیا ہے
 ابھی لو اس کو تم آزدہ مت ہو میں تو منت تھا

لے ع، آتش

لے یہ قلم میں نہیں ہے۔

جواب نامہ تھنے جان کر کھویا نہ لے قاصد
تیری تصویر کیا لے یا رہ یہ لکھا ہمارا ہے
خیال جو روغلاں شیخ کے گردل میں ہو تو ہو
ترے غم کے سوا کب سوز کے دل میں گنار ہے

کہلے قاصد کہ نامہ کا ہوا کیا ماجرا اس سے
میں تیرے منہ کے صد کیا کہا اور کیا سنا اس سے
نہانی لطف تو معلوم لاکھوں گایاں دیں ہوں
نہیں وہ آشنا گر مجھ سے میں کی سنا اس سے
سنو قاصد کا کہنا آپ ان کو جانتے تو ہیں
کہوں کیا تم سے صفا میں نے جو کچھ سنا اس سے
سنو گلی لیاں تو گائیوں پر نیچا لے کر
لگا کہنے کہ سن اد ایلچی یہ کہو جا اس سے
کہ تجھ پر سوز اپنا نیچا گندا کر دں میں کیا
دراستی لے کے گھیاے کی کاٹوں گا اس سے

اے بکھت گل جاؤ محفل میں کسی کے
ملک دل کو مے دیکھو تو دل میں کسی کے
ہرگز یہ تر پچھے کا نہیں پاس ادب سے
ارمان بھرے ہیں دل سہل میں کسی کے
نہ لعل نہ یاقوت نہ گلبرگ نہ احسگر
ہیں نخت جگر دامن قاتل میں کسی کے
اداق اٹتے ہوئے دیکھتے تو یہ بولا
دیکھو تو اڑتا ہوں یونہی تل میں کسی کے

جو زح میں اس سوز کے جاتا ہی کہتا
ملک دل کو مے دیکھو تو دل میں کسی کے

جو غم بھرم ہو تو شادی کہاں کی
پھنسا جو دل تو آزادی کہاں کی
گئے جو دل سے اپنے صبر و طاقت
تو یہ اس دل میں آبادی کہاں کی

جودل پہ ہے گردِ قیاس کو خدا ہی جانے کس سے بیاں کروں میں ادبِ سچ ہو کون مانے
 میں دل بہت مسامت جاتا ہے تو مکمل جا سینہ تو یک گیا اب بکرا نہ اب دیوانے
 صبر و شکیبائی طاققت کب کے تو چھوڑ بھاگے اب آپ ہو جے حنیت کرتے ہو کہیں بہانے
 صاحبِ قہاری غوکو میں خوب جانتا ہوں اس کو فریب دو تم جو تم کو کچھ نہ جانے
 غم کو نہ چھوڑ جانا اداں ساتھ اپنے لے جا ہر بات میں لگے گا یہ میری جان کھانے
 اس صحر میں ہونے ہم یہ بھی خدا کی قدرت جس صحر میں سراسر اپنے ہوئے بھگانے
 نکلو 'سدا د بھاگو ہم صبر کر رہیں گے
 پھر اس طرہ نہ آنا تم سوز کو ستانے

نہ دھوپِ الم ہے نہ راحت ہی بھانڈو کی جھکو خبر نہ سر کی ہے اپنے نہ پاؤ کی
 لے خضر پہ غبتہ بتانا ذرا بھلے ہے ماہ کوں ہی مے مہیں کے لالہ کی (۹)

بس بیاں مشق بھے خوب بلایا تو نے اپنے کرتب سے نہ پراۓ اٹھایا تو نے

یاد پوچھو تو کس کا گھیرا ہے جس نے دم کو مرے اکھیرا ہے
 اسے غوت خدا نہیں ظالم دل مجروح تو نے پھیرا ہے
 دیکھو میں نے اپنے گھر میں کہا تم نے سب اس کے ہنہ پھیرا ہے
 میرا دنیا میں قتل نہ بھیرا ہے

تیرے ہی آگے نہیں ہر قدم کوئی کچھ کرے حق تعالیٰ کو بھی صدمہ ہے مگر پیاری بندگی
 سونے کے دل میں نہیں کچھ اور جس سے تم جو
 اہل ہجر سب کو کرے اگر تمھاری بندگی

عند لیبو تمھیں گلزار مبارک ہوئے ہم کو بھی سایہ دیوار مبارک ہوئے
 ہر گھڑی جس کی تماشائی تمھیں دیکھو آنکھ پونیم کو یہ دیدار مبارک ہوئے
 ہر قدم پر تن بے سربے سربے تن ہے لائے تجھ کو یہ رفتار مبارک ہوئے
 موتی مال کی طلب یار کو ہے آج سنا سن لو اسے چشم گہر بار مبارک ہوئے
 تیغ ابرو کے تلے تم ہی چھپو اے مردم مجھ کو تیغ نگہ یار مبارک ہوئے
 تیرے عاشق کو کچھ لایا ہوں دروازہ تک قتل بے جرم گنہ گار مبارک ہوئے
 تمھارے ساتھ چلا جاتا ہوں سرش بریں میرے حضور کو یہ دار مبارک ہوئے
 تار تار آگے گریباں تو کیا تھا لیکن اب تو رونے کا لگتا دار مبارک ہوئے
 مجھ کو طاقت ہے خداوند قتل کی مدام تجھ کو بھی غمے دل آزار مبارک ہوئے
 بوسہ لب ہو رقیبوں کو مبارک پیارے دل کو بوسہ لب سو فار مبارک ہوئے
 قیسؔ فرادوسے جس سے سنا تو ہو گا سوز تجھ کو بھی یہ آزار مبارک ہوئے

ایک ایسی ہی غزل قافیہ تبدیل سے کہہ
 اب کے شاید کہ بہ تکرار مبارک ہوئے

۱۔ روز و شب جس کی تماشائی تمھیں دیکھو ۱۔ یہ شرم، میں نہیں ہیں

۲۔ میں یہ قطع ہے۔ سوز کو گھیر تو لایا ہوں ۲۔ میں یہ شرم، میں نہیں ہیں

۳۔ یہ شرم، میں نہیں ہیں۔

۴۔ یہ شرم، میں نہیں ہیں۔

بلبلو تم کو گلستان مبارک ہوئے مجھ کو یہ گوشتِ زندان مبارک ہوئے
اب تو بوسہ کے نہ لینے کو بٹھایا دریاں سبزہ پشت لبِ بجان مبارک ہوئے
باتے مشوق سے عاشق تو کہاے دانش محل کو یہ چاک گریبان مبارک ہوئے
موتے سرتا بقدم خار قدم تا تارک عاشقو یہ سرو سامان مبارک ہوئے
لے مری خاک کہاں تک تو پہے گی پامال ہمدردہ گوشتِ دامان مبارک ہوئے
کیوش لے دل تو بھی چلا اب سفر درود دراز تیرا اللہ نگہبان مبارک ہوئے

آرزو تھی کہ کبھی اپنے گلے مجھ کو لگائے
تو نہ نکلا نہ یہ ارمان مبارک ہوئے

دوتے ہی آئے تھے روتے ہی چلے وقت رخصت تو بھلا لگ لے گلے
تم کو کیا غم ہے کوئی جاوے کہیں میں سمجھتا ہوں تمہیں صاحبِ بلے
دہ سرخ پوش پیارا کیا جانے کدھر ہے خون جگر سے جس بن دن رات جہنم تر ہے
آنکھیں تریں نہیں ہیں آنسو کے دیکھنے کو مرگیاں پہ سخت دل ہر یا پارہ جگر ہے
خالی کیا ہے میں نے سب حسرتوں سکول کو ہاں اشتیاق اس کا اس میں بھرا گھر ہے
کھتے ہیں نیند سب کی راتوں کو نالے بھر بھر اتم سرا سے بدتر ان لغزوں اپنا گھر ہے
اب بھی نہیں نکلتا تیرے غبارِ دل سے خاک اپنی اڑتی پھرتی گلیوں میں دردِ بھر ہے

لے م، ہم کو بھی لے یہ شرم، میں نہیں ہے

لے م، میں یہ قطع ہے۔ دوسرے مصرعے میں اس ترمیم کے ساتھ۔ ط توڑ تجھ کو بھی یہ سامان الخ

لے م، کیوں مری خاک لے یہ شرم، میں نہیں ہیں

لے م، میں نہیں ہیں۔

قدروں سے چھوٹے ہی اپنی بنیۂ حالت جو سرکہ عرش پہ تھا سواب و دغاں پر ہے
 اے تیرے آگے جل مت کا نہیں میں پاؤ اپنے
 کیا جانے کہ کیسے ظالم کا یاں نگر ہے

شیشہ میں تو آہ یا فغاں ہے تو اے دل گم شدہ کہاں ہے
 حسن تو اور کیا کہاں کا یہ خط نہیں گرد کارواں ہے
 مت کہیو اس کو چشم بد دور آج ہی تو مجھ پہ مہرباں ہے
 کرتا ہے جدا جدا سب اعضا کہتا ہے کبہر امتحاں ہے
 مت پوچھیے یارو مجھ سے گھر کو کیا بتلاؤں کہ گھر کہاں ہے
 جس باغ میں گل کو دی ہے آتش اس باغ میں میرا آشاں ہے
 اے بواہو سانِ عشق بازی کیوں تم کو عشق بہ دغاں ہے
 کوچہ میں اس کے جا کے دیکھو کوئی کشتہ ہے کوئی نیم جاں ہے
 ہم سائے میں کس کے جا کے بیٹھیں خورشید کا سر پہ سائباں ہے
 رستم اس سا کہاں نہ ہو گا کہنے سننے کی داستاں ہے
 جانا ہے تو جا بے دل کہیں زور یاں تیرا کون پاسبان ہے
 آنا ہے تو آشتاب اے جاں اک آن کا سوز یہاں ہے

وہ جو ہر دم ہمارے گھر آتے خواب میں اب نہیں نظر آتے
 دہیر تک بھی نہ لے گئی قسمت (کنا) کچھ تو ہم بھی سہرا لے دھر آتے
 عرش سے بھی پرے کی شاید داں ملک ہو کے ہوا دھر آتے

پشنا دل جس کو چاہتا ہے اس کو بھی بناتا آپ سا ہے
 ہوسہ جو لیا تو مسکرا کر کہنے لگا بھی یہ کیا مزا ہے
 جب کہتا ہوں پاکباز ہوں میں مجھ پاس جو سوئے تو تو کیا ہے
 کہتا ہے کہ کیوں نہ جانتا ہوں ایسا ہی تو نیک پار سا ہے

ایسی امید پر جیتا ہوں پیارے کہ چھاتی پر تو چڑھ کر سراتارے
 مرے پہلو سے تو مت جا کہا نہ بہانے سب سمجھتا ہوں میں —
 سمجھتا ہی نہیں کہتا ہے کیا تو یہ کراں کر کے محکومت سارے
 مجھے کالے نے کاٹا ہے خبر تو کوئی زلفوں کے ماروں کو پکارے
 مکان خاص دل میرا ہے لیکن کہاں بیٹھوں کہ دل ٹٹے میں سارے
 غریب بحر رحمت ہو گیا ستور
 عزیز و جاؤ بیٹھو اب کنارے

آج کیوں اشک مرا گرم چلا آتا ہے ایک دریا ہی کہ آنکھوں سے بہا آتا ہے
 جب نہ تب ذکر جدائی ہی کالے بیٹھے گا کیا ملا تھکویہ ہی کب سخت کر رہا آتا ہے
 ہوسہ لیتے ہوئے کل اس سے جو پوچھا میں نے سچ کہو مجھ کو بھی کچھ اس میں مزا آتا ہے
 خصلہ ہو کر یہ لگا کہنے کہ میں حیراں ہوں تھک کو کچھ اور بھی ان باتوں سوا آتا ہے

مجھے دل کی کہاں سے اب خبر ہے خدا جانے وہ دیوانہ کدھر ہے
 جلائے مجھ کو میں اس میں خوشی ہوں دھواں ہونے کا تک مجھ کو خطر ہے

لے لے تلہ یہ غریب میں نہیں ہیں ۔

لے لے تلہ ! دھواں گر ہو تو اس کا ہی خطر ہے ۔

قدم آگے نہیں پڑتا ہے یادو کوئی پوچھو تو یہ کس کا ننگ ہے
 تہیں ٹہرو یہاں بے صبر و طاقت کہ یاں رہنا تھا راہی جگر ہے
 غم اس کا آتے ہی دل میں پکارا کہ یاں تو تیر کا اس کے گم ہے
 بہت دن سے نظر آتا نہیں سوز
 عزیز دیکھ تمہیں اس کی خبر ہے

دل میں اب غم نہیں سماتا ہے کیا کروں دم نہیں سماتا ہے
 جب سے دل میں خیال ہی اس کا نام محسوس نہیں سماتا ہے
 سوز باتیں کروں میں تجھ سے پر
 دم میں اب دم نہیں سماتا ہے

ستم کو اس کے جو ستم نہ کیسے کبھی بغیر شفقت و لطف و کرم نہ کیسے کبھی
 ہی سر میں سر خدا تو نہیں ہے محرم ہاں بیخود مت تے سر کی قسم نہ کیسے کبھی
 عدم تو وہ ہی جہاں جز فنا نہ ہو کچھ بات دہن کو میرے صنم کے عدم نہ کیسے کبھی
 فقیر وہ ہی جو ہو غلّی میں رشک غنی نہ ہوئے پاس جو دام و دم نہ کیسے کبھی

شیخ غلط جل ہی کے مرجائیں گے ساتھ لیے داغ جگر جائیں گے
 اپنی نہ بانی سے نہ گڑے گا تو جان سے ہم اپنی گزر جائیں گے
 بھائیو کہتا ہے تمہیں مس سوز جائیں گے پردے کے خبر جائیں گے

۱۔ غزل میں نہیں ہے۔

۲۔ غزل میں نہیں ہے۔

۳۔ غزل میں نہیں ہے۔

اے خیال مارنگ رہنا پرے میرے دل میں آمہ پیکان ہے
 ہا تو دیجے کوئی اس کے سامنے جی بچا لادے یہ کیا امکان ہے
 طفل کیسے کس طرح سے اشک کو یہ تو گھر کھویا بڑا طوفان ہے
 نامحافظ کو میرے روک مت پھوڑے میں جانو میری جان ہے
 سیر کو دامن پکڑنا ہے چہ خوش پھوڑے یہ بھی کوئی عنوان ہے
 جان تازہ ہوئی سنتے شر کے
 سوز جی اے تو کسی کا جان ہے

ہم جن کی طرت نظر کریں گے وہ خاک بھی ہو تو زر کریں گے
 دل دینے میں غیر تجھ کو ظالم میرا سا کہاں جگر کریں گے
 تھک کئے کشت عشق پر ابر جو کام یہ چشم تر کریں گے
 ہم غیر از مرغ روح اپنے کس کے تئیں نامہ بر کریں گے
 جب جائیں گے یاں سے اُس جہاں کو پھر کب کو منہ ادھر کریں گے
 مسجد کے نہ ہوں گے ساکن لے شیخ ہاں گھر میں خدا کے گھر کریں گے
 تیغ آکے جویا کھینچے لے سوز
 سینے کو ہم سپر کریں گے

ہم آئے کہ تم ہنہ چھا کر چلے ندیدے کو چٹیک لگا کر چلے
 جن گیر ہوتے ہی دل کے گئے میاں جان ابھی وفا کر چلے
 کٹ پاتلے تم نے دل کو ملا کہ تلووں سے آتش لگا کر چلے

کسی کے نہ لینے نہ دینے میں تھے غریبوں کو ناسحق ستا کر چلے
 روبرو دستیاں اک طرف اور بو مرا نہ بھی آخر چڑا کر چلے
 چلو جاؤ گر گھورتے ہو جھٹ نئے سرے قندہ جگا کر چلے
 سدھارو ادھر پر ادھر دیکھو کہ ہستی کو ہم بھی دھاک کر چلے
 بھلا اور سب باتیں چلے میں جائیں
 تم اس سوز سے کیا دفا کر چلے

ناصح کو میرے حق میں جو ارشاد ہو سو ہے
 خنداں میں گل چین میں غزنواں ہو عندلیب
 غمزدوں پر روز تازہ عنایات ہے تری
 اپنی تمام خلق نہ پایا کسی کا کھوج
 یہ سوز خوشہ میں ہے سبوں کا یہ سچ کہوں
 دلی سے لے کر تاجہ صفا ہاں اُجڑ گیا
 ہم خاک بھی ہوئے نہ گئی اس کی سرکشی
 ہے ہی جو اس نے ہے آہ بھی نہ کی
 اہتی کو ایک بات دی یاد ہو سو ہے
 یہ دل فراق میں ترے ناشاد ہو سو ہے
 مجھ پر ہمیشہ جو رہا سجاد ہو سو ہے
 پر دل تے خیال سے آباد ہو سو ہے
 یہ سوز دل ازل سے جو استاد ہو سو ہے
 پر دل صنم کی یاد سے آباد ہو سو ہے
 جو رستم ہمیشہ جو رہا سجاد ہو سو ہے
 — یاد میں دلشاد ہو سو ہے

کچھ نہ کچھ اس کو یاد آتا ہے
 تیرے قربان میں گیا رمال
 آج دل بھولا بھولا جاتا ہے
 دیکھو کوئی آج آتا ہے
 پوچھتا ہوں کہ دل شاما ہے
 یہ تو امید کب ہے پر ناچار

لے لے شروع میں نہیں ہے۔ لے لے لے لے شروع میں نہیں ہیں۔

لے لے لے شروع میں نہیں ہیں۔ لے لے لے لے شروع میں نہیں ہے

ہائے کیا تم سے اپنا حال کہوں
 وہ تو ہوتا ہے ہر باں لیکن
 تجھ سے میں پوچھتا ہوں لے نامع
 بھوٹ کہتا ہے یہ نہیں ہر عشق
 عشق کی وہ جو کرتے ہیں نالش
 مصطفیٰ عشق مرتضیٰ ہے عشق
 گو کہ عاشق نہیں دے تحقیق
 بیقراری تم آئیں شکر خدا
 صبر و طاقت دما تو پاس نہ ہو
 تو تو رہ میرے پاس بھائی سوز
 کھر میں ہاں جال کوٹے دوں
 تم تو ہنستے ہو یاد سوز سے اب
 لبے ابھی کہیں شتابی سے
 پیٹ میں دم نہیں سہلے
 اس کو کچھ غیر جا بھرا تا ہے
 ہے ہی عشق جو جلاتا ہے
 عشق مردوں کو مکاں جلاتا ہے (کلا)
 عشق کب ان کے پاس جاتا ہے
 عشق ہے جو خدا کہتا ہے
 سوز کو عشق ساتھ لاتا ہے
 چین کب میرے پاس آتا ہے
 عشق دل آج لینے آتا ہے
 تجھ بنا کون جی جلاتا ہے
 یہی اب میرے جی میں آتا ہے
 پوچھ دیکھو وہ کیا بتاتا ہے
 ہچکیاں کیوں مجھے لگاتا ہے

لکھت اس کو اے غلام نہ یہ پتھر نہ یہ دل ہے
 ارے ادبے مروت یہ اسی کجخت کا دل ہے
 رقی عشق میں سمجھا تھا سارا طے کیا میں نے
 جنازہ دیکھ کر بوجھا ہنوز اول ہی منزل ہے
 بارہ جسم سے ہے اس طرف محبوب کا ڈیرا
 اڑا دے آہ سے اس کو کہ یہ پتلا ہی حال ہے

جدا حق بتاں ہے تہہ کچھ بھی تھکماصل ہے
 اسے بندے خدا کو مان تیرے پاس بھی دل ہے
 ہوا جا کر مقابل تہہ اس قاتل کے کچھ دیکھا
 نہ بابا دیکھنے میں معنی لیکن بڑا دل ہے

بہذا جتنے کہ دنیا میں یہ لگ رہیں گے
 سامنے ہوتے ہی لیتے ہیں دل و جان کو لوٹ
 دیکھنے کے تو بہت خوب یہ بد خوئیں گے
 اب میں سمجھا ہوں کہ یہ منجھے جا دو ہیں گے
 شوخی کی تو یہ بوسونگہ کے کرتے ہیں دم (کلا)
 فی الحقیقت میں یہ انسان نہیں آہو ہیں گے
 تہہ پٹنے سے نکل جلد میں کہتا ہوں تجھے
 یاں کے جتنے بھلا مانس ہیں تجا جو ہیں گے
 یہ سلاخوں کو کہتے ہیں کہ کانسہ ہیں آہ
 ان کو پوچھو تو ہودی ہیں کہ ہند دیں گے

نہیں ہے میاں دل اپنے گھر نہیں ہے
 چہ دیکھو آب روپ آتے ہیں یارب
 میں کہتا ہوں تجھے باور نہیں ہے
 جسے دستار بھی سر پر نہیں ہے
 تو اس حالت پہ جاے عرش تک بھی
 مرے دل تجھ کو بال و پر نہیں ہے
 اسے پوچھو تو پھرتا ہے کہاں تو
 مگر تیرے کہیں گھر در نہیں ہے
 یہ سن سن کر لگا کہنے کہ چپ تہہ
 کر دیا پاس یاں جہد نہیں ہے
 چکھا دیتا تجھے اس کا مزا بھی
 تو کہتا ہے کہ خوش جو ہر نہیں ہے
 مجھے سینہ میں تو چاہے کہ موندے
 غلط سمجھا ہے میرا گھر نہیں ہے
 مرا گھر عرش سے بھی کچھ پر ہے
 دکھا دوں گے تجھے باور نہیں ہے

تھہ یہ شرح میں نہیں ہے۔

تھہ یہ شرح میں نہیں ہیں۔

تھہ یہ شرح میں نہیں ہے۔

دگر نہ ایک آفت ہے پُرانی یہاں تیرا کوئی ہمسر نہیں ہے
 وہی تھا ایک تیرے ہاتھ بیچا
 دلوں کا ستوز سوداگر نہیں ہے

مرے دل کے داغوں سے گلشن کیا ہے ترے غم نے آس میں سکن کیا ہے
 صنم پوچھنے والے اب مجھ کو پوچھو مجھے بت نے اپنا برہن کیا ہے
 ترا شکوہ جو منہ سے نکلے ہے میرے مجھے دل نے ہاں تجھ سے دشمن کیا ہے
 اسے پاس اپنے نہ رکھ پھیرے بس کہ ان نے ترا راز روشن کیا ہے
 نہ یہ ہے فرنگی نہ رومی نہ ہندی یہ بہر وہپ نے ادا برن کیا ہے
 لگا ہی لیا ایسے وحشی کو احسن
 میاں تو زتم نے بڑا فن کیا ہے

صنم سے کوئی کہہ دے میری نبانی کہ دل تو لیا کیجیو پاس بانی
 یہ وحشی برا ہے اسے جانتا ہوں مجھے خوب معلوم ہے اس کی بانی
 یہ جب چاہتا ہے کہ بھاگے کہیں سے شام ہے سب کو یہ تب نا تو اونی
 بچی آنکھ لگ برق ساں پھر تو جینت یہ وہ اس کی مجھ بن کسی نے نہ جانی
 گیا ستوز کو چھوڑ کر ادا تو کیا
 اٹھیلے نے منت نہ مانی نہ مانی

جس روز سے تو جدا ہوا ہے کیا جانیے دل کو کیا ہوا ہے
 ہے نزع میں دیکھنے کی حسرت کیا کیا دل میں بھرا ہوا ہے
 جتنا سمجھا یا میں نے دل کو ظالم تجھے کیا بلا ہوا ہے

کیوں اتنا تو ہوا ہے ابتر زلفوں سے کیوں لگا ہوا ہے
 احسن اتنا تو سوچ کوئی ایسے کا آشنا ہوا ہے
 کہتا ہے کہ تجھ کو کیا بڑا دور میرا تو دل لگا ہوا ہے
 بدنام ہے تو زکیوں جہاں میں
 کیا تیرا آشنا ہوا ہے

ان بتوں کی بھی جو الفت ہے قہر ہے ظلم ہے قیامت ہے
 رو برو تیرے آوے آئینہ جان دانش تجھ کو حیرت ہے
 ہر گھڑی تجھ کو مت سائلے عشق تیری کیا یہ زیبوں عادت ہے
 اور کیا اڑ گئے ہیں دنیا سے جو مجھی سے تجھے عداوت ہے
 آہ تیرے قدم کی برکت سے کیا کہوں دل کی کیا حقیقت ہے
 نیند اور جھوک تو گئی ساری ایک دم ہے سو بے عداوت ہے
 چین بے چین بے ذرا ظالم عشق ہے تو کہ یا ملامت ہے
 تیرے در سے ندان اکتا کر
 توڑ جاتا ہر کیوں ہی رخصت ہے

ہاں میاں جان کیا کہوں تجھ سے دل کا ارمان کیا کہوں تجھ سے
 مثل پیکان نہ گیا دل میں تیرا ارمان کیا کہوں تجھ سے
 تجھ سے کہتے ہو کس کا عاشق ہے ننھے نادان کیا کہوں تجھ سے
 خاک کا سا جو ڈھیر در پر ہے تو ہی پہچان کیا کہوں تجھ سے

لے: یہ شروع، میں نہیں ہے۔

لے: م، نادان

لے: یہ شروع، میں نہیں ہے۔

لے: م، تو جو کہتا ہے

تو نہ ہے تو نہ ہے خبر تکسب حیات
ہائے جان کیا کہوں تجھ سے
اب اسے تو غلام کر لے اور
میرے سلطان کیا کہوں تجھ سے

پاس سے میرے اٹھ کے مت جا کے
تیرے پیچھے پڑے ہیں یہ سارے
میاں بے لوگ ہیں خدا کی قسم
تو نہیں جانتا انھیں آئے
ہم نہ کہتے تھے عاشق مت کر
اب پڑے لوٹتے ہو دیا کے
میلخصی باتوں میں کرتے ہیں انصوں
ہات سے ان کے چیز مت کھا لے
وعدہ کرتا ہے تو دنا بھی کر
مت مری جان کو لگا لائے
تو ز کے پاس بیٹھنے سے آج
شکر دشمن تو سب جلے بالے

یہ منم خوش ادا کہاں کا ہے
عشوہ کن دل ربا کہاں کا ہے
محبو بت لا دو او ادا مارو
یہ بت خوش نعا کہاں کا ہے
محل سے نازک بدن ہے یہ گلرو
لے صبا تو بت کہاں کا ہے
کیسی صورت ہے کون ہی اچھا
میں نہ بیٹھوں گا اس کنے والہ
وہ مرا آشنا کہاں کا ہے
تو نہ مڑتا ہے تجھ پہ میں نے کہا
ایسا وہ پارسا کہاں کا ہے
ہک نہ دھک بول اٹھا کہاں کا ہے

ہاں طیبو جگہ سودا اند ہے تم جو کرتے ہو دوا اور ہے
 خفک ہونے کا یہاں کیا ہوگاں میری ان آنکھوں کا دیا اور ہے
 سرد قد لاکھوں پھریں ہیں مجھ کو کیا واہ میرا سرو بالا اور ہے
 یہ نہیں جوں کے پیتے ہیں شراب آہ میرا بادہ چمیا اور ہے
 گوا سے کہتا ہے عالم میر سوز
 وہ مرا د سوز پیارا اور ہے

اودمات کو پھٹنے کے جانے والے مکھڑا اپنا مجھے دکھالے
 کیا قد کا رہا ہے چشم بد دور آقد سے قد تو نک نپالے
 میاں پاس کھڑا ہو غوث مت کر مونڈھا مونڈھا خدا بھڑالے
 قدمیں تو ہمیں بسند نکلتے سینہ سینہ بھی لے لگالے
 چوڑائی ہمارى ہی رہی ہاں لے جیب سے جیب تو لڑالے
 دیکھی نہ زباں درازی میری جل کھا گیا تو نہ بھولے بھالے
 مت مایو پھر کہہا کسی کا مگر جا اندر کے حوالے

ہر ایک شیشہ دل بیچ جلوہ گر ہے پری دے نظر نہیں آتی ہے دے بے بصری
 رفیق کوئی برسے وقت کا نہیں آلا فغان نیم شبی یا کہ ناٹھ سہری
 خبر کسی کو نہ تھی میرے حال کی یارب کہاں سے سن کے مرا حال کی بے خبری
 اے نہ ہر زلفت نہ پیار ہے نہ تپاک مجھے نہ صبر نہ طاقت نہ نیند نہ مری

عہ م، اٹھ کے

عہ م، واہ
 عہ م، تجھے۔

جلدی شیخ کو کچھ تو ہو چلا ہے مباح سرور خاں ہمسایہ، حسن و گزری
 جگر میں میرے تو پھر آگ لگ گئی ہے ہے
 خبر تو سوز کی جلدی یہ کس نے آگ بھری

ہم دور سے لے یارو کل اس کو جتا دیں گے گزہم سے لادو گے ہم تم کو دعا دیں گے
 جس چیز کا مالک ہوں سب تم پر کر دوں صدقہ گرجان بھی مانگو گے ہم جان لا دیں گے (کھا)
 قربان ترے ہر دم صدقے تیرے کھڑے کے تو اپنی ذباں کھے ہاں سب کو دکھا دیں گے
 گردن کے ٹٹنے کے مانع ہو تو یہ سنو سجدوں سے تیرے دد کی ہم خاک اڑا دیں گے
 سب شہر کے مل ساکن سمجھا دیں اسے درد اک آہ کے شعلے ہم آگ لگا دیں گے
 گو قتل کیا تم نے کل سوز کو کیا حسم ہے قبضہ کو تیرے پایے دسکا کے دا دیں گے

چشم کا کام اشکباری ہے چشمہ و فیض ہے کہ جاری ہے
 نیم بسمل پڑے تر پتے ہیں کس ستم گر کی یہ سواری ہے

استیاق ہی میں ترے مر گئے کر دھتے کر دھتے
 طائر شوق کے پر جھڑ گئے اڑتے اڑتے
 دست و پا لگ شدہ دل طعنہ عالم زدہ دل
 تیرے کوپے کو چلا آئے ہے بڑھتے بڑھتے
 باز محبت نگہ یار کرے گی کیا قہر
 قتل عالم تو ہوا باگ کے مر تے مر تے

لے یہ شعر میں نہیں ہے جگر میں میرے تو کچھ آگ بھگ گئی یاد
 لے م لے م تو نہیں میں نہیں ہیں۔ خبر تو سوز کی جلدی یہ کس سے آہ بھری

جو شخص تری تیغ سے افکار نہ ہو
 ہر آن گرفتار رہے دام بلا کا
 آرام ہمیں سایہ طوبیٰ میں کہاں ہو
 مجلس میں کھوتا م جو لیتا ہے تو اس طور
 آرام نہ ہوئے دل مجروح کو ایک آن
 تازہ خم کے لب پر لب سو فار نہ ہوئے
 لے توڑ ترے دل کی جو بیتابی یہی ہے
 اس دل کا تو کا فر بھی خریدار نہ ہوئے

چکوری چاند کے اور بلبلین گلزار کے صدقے
 ہزاروں صوفیوں کے دہر کے آئینہ خانے میں
 لیکن سب کو دھوکا بے چکونی کا دیا ایسا
 کرداروں نیم سہل آہ میں اس کی تڑپتے ہیں
 کوئی صدقہ کسی کے ہو میں اپنے یا اس کے صدقے
 دکھائی اپنی صورت لے کر تھے دیدار کے صدقے
 کہ تاخیر ہے جو یا میں اس اطوار کے صدقے
 وہ جس ماہ چلتا ہے میں اس فدا کے صدقے
 لایا توڑ کو بھی وقت جی دینے کے قابل ہے
 ملیاں داد اس کی اپنے خاطر داک کے صدقے

کوئی صحرانے صدقے ہو کوئی کہار کے صدقے
 گدا تیرا ہو تیرے سایہ دیوار کے صدقے
 ہزاروں دل ترے پانوں تلے بہتے ہیں کیوں پیار
 کوئی ٹھوکر ادھر بھی لے تری رفتار کے صدقے

بہت اکتارہا تھا سر کو ٹکراتا تھا اکتا کر
 چٹایا سے لے تری تلوار کے صدقے
 کبھی ایسے مزے کا حلق سے قطرہ نہ اترتا تھا
 مگلو ہے تشنہ تیری تیغ لنگردار کے صدقے
 زباں سے وعدہ کرنا دل میں کہنا کون آجے گا
 ترے پیالے کے قرباں تمہے اقرار کے صدقے
 کوئی بت کے کوئی کہے کے کوئی حسن خواہاں کے
 کوئی یاروں کے سوز اس حیدر کراہ کے صدقے

فدا سنبھلیو دل نار یار آتا ہے اجاڑنے کو وہ صبر و قرار آتا ہے
 اکیلا آئے تو کچھ کہیے ہونا ہوے سو ہو وہ ساتھ اپنے لیے پاؤں چار آتا ہے
 میاں جی اپنے لوشاگرد کو ذرا سمجھاؤ کہ بعد پتھرے مجھے مار مار آتا ہے

اے صبا میری طرف سے جایو کچھ کام ہے جاں لب ہوں پر مجھے اس یار سے پیغام ہے
 کہیو اے حال گہر جیتے رہو تم حشر تک پر مجھے گرزنج کیجے تو بڑا ہی نام ہے
 اودل غافل سمجھ لے کر جایو کہتا ہوں میں ہاتھ میں خوشخوار کے شمشیر خون آشام ہے
 کیا کہوں جو جو کدہ بیٹی یہ میری جان پر پر کہیں دل کے تڑپنے پر نہیں آرام ہے
 سوز کا تم نام سننے ہی رہو بس چپ کر دو
 نام گو پکا ہے لیکن ماضی میں خام ہے

لعل شرم میں نہیں ہے عہد انکار تہ یہ غزل م میں نہیں ہے۔

نہ رہے گا کوئی جہاں میں جو اسی طرح کا ستم رہے
 ترے خوف سے مرے طفل اٹک جو نکلے تھے دیں جم رہے
 رہا کو کھن تو پہاڑ میں ، بسا قیس وشت ہزار میں
 ترے در سے میں نہ ٹلوں کبھی جو یہ نہیں خدا کا کرم رہے
 چلو جاؤ صبر و شکیب اب نہ رہے نہ رہے کرب
 اگر آدے اپنیں یہ جاں بلب ہی جان لیجو کہ ہم رہے کذا
 برس ایک اور بھی کو ستم جو ہے حق کا ترے دم قدم
 ذرا منہ پہ خط کو تو آنے دے نہ جفا ہے نہ یہ غم رہے
 یہی اس سے کیو تو قاصدا دل بے خبر تجھے کیا ہوا
 تو کبھی نہ پہلو سے نکلا تھا کسی ایسی جو میں جم رہے کذا

زلف میں ابھا ہوں جس پر قتل کی تدبیر ہے	اب کہ ہر بھاگوں الہی پاؤں میں زنجیر ہے
حضرت دہلی کی کس منہ سے کروں تعریف میں	ایک ایک اس اجرے گھر میں عالم تصویر ہے
کثرت عشاق ہو یاں تک کہ تم سے کیا کہوں	جود محو باں سے ہر یک غنچہ دلگیر ہے
پر عظیم آباد کے جتنے بے صاحب سخن	جو ملا میاں تھا جو ہے سو آجو گیر ہے
استیلاج اس جا نہیں ہے قتل کو انسان کے	طعن نا انصافوں کا دل بے لطف تیر ہے

تیرا کا احوال تم سے کیا کہوں اے مصنفو
 دن کو ہر دم آہ شب کو نالہ شہگیر ہے

کہاں دل ہے کہاں ایماں کیا وہ صبر و طاقت ہے
 اجل کی یاد ہے ہمدرد یا اذدہ فرقت ہے
 وہاں لا کر قضا نے جگو پھینکا ہے کہ مت پوچھو
 فراق دوستان ہے یا جدائی کی مصیبت ہے
 نہ ہو گر دولت دنیا تو کب پر دلہ ہے دانش
 تمہاری یاد صاحب دو جہاں کی ہم کو دولت ہے
 بیاں ہر گز کیا جاتا نہیں جو دل پہ گزرا ہے
 تمہاری نہ شفقت ہے نہ یاروں کی بھی صحت ہے (کلا)
 جہاں وہاں بیٹھا سر کن کس کو کہتے ہیں (کلا)
 سو یہ بھی نا توانی حضرت کی دولت ہے
 میں تم سے پوچھتا ہوں سوز کیا تیرے نصیبوں میں
 یہی ہر آن کا جلنا، یہی ہر دم کی رقت ہے

مشتق کبھی تو خند دل ناز کیجیے واجب ہے گر عیادت بیدار کیجیے
 مت میسراؤ چوم تولے خاک کو بے باک بس بس فقیر کو نہ گنہ گار کیجیے
 ملے دل جلو نہ سوئیں اس آستان پر خوابیدہ اپنے بختوں کو بیدار کیجیے
 سوز اپنی عرض حال جو کرنا تھا کر چکا
 اب آپ بھی دہن کو گہر بار کیجیے

چٹکائے گیا کس کس ساجت اور منت سے
 وہ میرا میرزا دل جو پلا تھا ناز و نعمت سے
 یہاں اب عاشق و معشوق کہلاتے ہیں اس ٹھہکے
 نہ واقف محبت سے نہ وہ آگاہ الفت سے
 مجھے محفل سے اپنی تو نے اٹھوایا ملے سن لے
 مروت دستگاہ درد تھا تیری مروت سے
 تری قدرت کے میں قربان ہوں کیسا تو قادر ہے
 کہ غم کو مار ڈالا ستونے تیری حمایت سے

خبر تو میکہ سے میں کون سا ستارہ روتا ہے
 کشیدہ تہ قہر مائے ہر اور پیمانہ روتا ہے
 غلطی یہ کہ غم کھلتے نہیں معشوق عاشق کا
 بھلا دیکھ تو یا رو شمع یا پروانہ روتا ہے
 گلی میں یار کی رونے کی سب آواز آتی تھی
 جو جاو کیجا تو اپنا ہی دلی دیوانہ روتا ہے
 کہاں ہر وہ شرابی جو کہ نچھلتے
 کہ اس کی یادیں لے دو ستونہ خانہ روتا ہے
 عجب احوال ہے گا ان دنوں میں سوز کا ہر
 کہ اس کو دیکھ کر اپنا تو کیا بے گانہ روتا ہے

تنہا نہ مجھے درد نہاں تجھ سے گلا ہے
 نالہ سے بھی ٹسکا ہی نفاق تجھ سے گلا ہے
 کیوں رو بہو اس کے نہ کیا جان بیاں کچھ
 سننا ہی وہ کچھ درد زباں تجھ سے گلا ہے
 ہر چند کہ چاہا یہ کھلے پر نہ کھلا جیغ
 کہتا ہی کچھ احوال دہاں تجھ سے گلا ہے
 کیا جلد گئی اچھ میں دامن بھی نہ آیا
 تا حشر یہ عمر گزراں تجھ سے گلا ہے

کیوں سوخ نہ آیا تو مرے وقت سوز بھی میں دیکھ لیتا تھے اں تجھ سے گلا ہے
 کیوں سورج بنای تھی کہ وہ دیکھ کے بھاگا کلا، گناہ کو لے نام و نشان تجھ سے گلا ہے
 کیوں سوز دردوں تو نے
 لے سوز مرے سوختہ جاں تجھ سے گلا ہے

اٹھ گیا آخر جہاں سے تیس اور فراد بھی ان دوانوں کی نہیں کرتا ہر کوئی یاد بھی
 اس ستم کرنے نہ اپنا بات اٹھایا جو سے کرچکا سو سو طرح میں داد بھی نہ یاد بھی
 کوئی بوسہ کوئی کمی کوئی گالی کوئی لات ظلم تو کرتے ہیں پر کرتے ہیں کچھ ادا بھی
 بے گنہ بے جرم، بے قصیر لاکھوں ہیں جو بھگتے ہیں تجھ سے کالے کوں اب جلا د بھی
 جو نہ ڈرتا تھا کسی سے گو کہ ہو جلا د وقت
 بھاگتا ہے اب تو تجھ سے سوز سا استاد بھی

یابن مرا اس وقت تلک جان نہ نکلے جس وقت تلک ملنے کا ارمان نہ نکلے
 مر مر کے مرے ہاتھ میں آتا ہیہ دامن گو جان نکل جائے پہ دامن نہ نکلے
 سکیں اسے کہتے ہیں کے مثلاً ہر یقینی جس شخص کو تابوت کا سامان نہ نکلے
 سب دل سے نکل جائے مر دوزخ و جنت اللہ کرے دل سے ترا و حیان نہ نکلے
 تسکین ہے گی مجھے تاخیر مری جاں دل میں سے تم سے تیر کا پیکان نہ نکلے
 میاں تو زبجھے تم سے یہ شکوہ ہو صدافوں
 شہروں میں پھرے گاہ ادھر آن نہ نکلے

جسے عین ہوا ب تو دل کو صبر و شکیبائی لٹا ہیہ ملک دل کیا عشق کی فوج آئی

یادوں سے وہ سرگرمی دن رات بہر صورت ہم کو تو کبھی اپنی صورت بھی نہ دکھو
جاتے ہیں ترے کو سے کہے کو تو پتا ہے جو بوجھ کے بیٹھے تھے سو بات نہ بن آ
جانے کو ابھی جائیں پر ایک ہے یہ خطہ کوئی نہ کہتے تھے سفلہ تھا یہ ہر جا
لے سزا ترے اشعار میں ابلہ فریب اور بس
ہم نے تو نہ کچھ دیکھا جز قافیہ پیمانی

جبے کلرواٹھ گیا پہلو سے یہ دل خار ہو مجھ کو اب رشکِ جنم یہ گل و گلزار ہے
نا تو انی مجھ کو لے جاتی نہیں تم لے چلو لے مجھ کو اس کنے عاشق سے جو بیزار ہے
خواب و غور کیا اب تو دم لینا بھی ل پر باز خاک اس کی زندگی جو جان سے بیزار ہے
اب تو خالی ہاتھ جاتا ہوں جہاں سے دیکھو
اور کچھ توشہ نہیں پر حسرت دیدار ہے

بیٹھا ہیں ہے چین یہ دل ایک دم مجھے گھر کے حریف نے یہ لگایا ہے غم بہ
ببادی جو اپنے تئیں اس کو کون سے دیتے نہیں کچھ اس لیے اہل کرم بہ

کوئی کم محنت ہو جو دل لگا دے زندگی سے کسی نے نفع بھی پایا ہو اس دیکھ لے قافیہ
بہت اب یاد آتے ہیں تپاک اس حضرت دل کے عجائب حقا اٹھائے تم نے اس جنت مکانی سے
گئے ہیں جتنے اپنے دوست ہم کو چھوڑ کر آئے کوئی دن کو ملیں گے ان سے کیا کیا شلوانی سے
جو مار آیا تو استقبال بھی ہم سے نہ ہو آیا ہے اب اے ہم شرمندہ اپنی ناتوانی سے
جو پیش آئے اسے تقدیر رب عالمیں جانے راہ یہ یاد ہم کو سزا فردوسِ آشیانی سے
برا بھی تو نہ تھا و مسود تھا سب شناؤں کا دیکھیں چھوڑک سب کا بھی گیا آتشِ بیانی سے
لے لے لے یہ عزیز میں نہیں ہیں۔

اے موجد طرح بے وفائی کیوں کٹ کی تو نے آشنائی
یاد ب سروتن جدا ہو اس کا جس نے سکھائی ہے جدائی
دل لے لے کر اچھا رڈ والا سیکھی ہے یہ کس سے دل ربائی
وہ چال چلو کہ بعد مردن رہ جائے جہان میں بھلائی
اے سوز و فاجہ کی تو نے
پرتیرے کام کچھ نہ آئی

سنو میاں آہ میں عاشق کی البتہ اثر ہووے دعا مانگو خب بھراں کسی حناں سحر ہووے
جمال یا ہر شے میں نظر آوے نہ کیا معنی نظر میں ہم حسنی کی جو وہ نور نظر ہووے
نہ آئے دلربا اپنی نعل میں جھوٹ کہتے ہیں ابھی غلسوں کے ہاتھ میں تھوڑا تو زرد ہووے
صنم کے کان تک پہنچے ہی پہنچے لاکھ صورت لیکن قطرہ لے اشک عاشق جب گہر ہووے
خندنگ غمزہ دلدار ہر یک پر نہیں چلتا
دے لے جب سوز سے عاشق کا سینہ سپر ہووے

ہر دم ایک طرف داغ ہیں پنہاں کتنے حضرت عشق کے ہیں مجھ پہ تو احساں کتنے
گرد مردم نہ سمجھو مرثیہ خوں آلود اشک کے ساتھ ٹپکتے ہیں پیکاں کتنے
کیا دکھائے ہے تو لے لالہ یہ داغوں کی بہار ایسے چھو لے ہیں مردل میں گلستاں کتنے
ایسی ہی حضرت آصف کو جو کہتے ہیں وزیر اس بھل کے ہوئے خلق میں سلطاں کتنے
اس طرح سوز کو بھی لوگ کہیں ہیں شاعر ایسے گلیوں میں کھا دوں میں غزنواں کتنے

۱۔ غزل میں نہیں ہے ۲۔ سنا ہے ۳۔ مانگوں ۴۔ م ۵۔ لیکن
۶۔ غزل میں نہیں ہیں۔

جو دیکھے قد کو تیرے شمع پانی ہو بچھل جاوے
 بجے دیکھے اگر پردانہ اپنے جی میں جل جاوے
 ہوا تو ردو برو لیکن رہا محروم نظارہ
 نہ دی حسرت نے فرصت اشک کے اپنے کہ دھل جاوے
 سنو تو کیا یہی انصاف ہے خواباں کے مشرب میں
 مجھے کہتے ہو کو پے سے مرے جلدی نکل جاوے
 نصیب اپنے میاں صاحب خدا کی بات ہاں پہچ ہے
 میں ایسا ہوں تو لے مر جاؤں پس تیرا غل جاوے
 میاں یہ سنو تھا جس نے کیا پاس ادب اتنا
 وگر نہ کس کی قدرت آہ رد کے جی نکل جاوے

کس کا یہ نوجوان آتا ہے جس کو کچھ سے جان جاتا ہے
 میں تو کہتا ہوں آنکھوں میں میوہ اس کو دل کا مکان جاتا ہے
 ایک عالم کا خون پیتا ہے لوگ کہتے ہیں پان کھاتا ہے
 کوئی اس سے کہے کہ ماشت ہوا اس کو یہ کب گمان آتا ہے
 ایک تو بات اس میں ہے ابھی
 تنو ز کی بات ان جاتا ہے

دل تیرا کب کا آشنا ہے کیا جانے اس کو کیا ہوا ہے
 میں نے تو تجھے کبھی نہ دیکھا بن دیکھے دل کا جی ایسا ہے

دانش بہت یہ کام کا ہے
 تیرا بھی جی کہیں لگا ہے
 بتلا تو اس میں کیا مزا ہے
 مجھ سے کس ڈر سے بھاگتا ہے
 واقعہ دل کا وہی حنا ہے
 بندہ یہ ترا ہی خاک پا ہے
 ظاہر میں بہ شکل پارسا ہے
 نوڈا سو روز ناشتا ہے
 کیا ہے ترے دل میں آج کیا ہے
 کس نے یہ بانجھیں برا ہے
 غصہ تو ناک پر دھرا ہے
 پیارے جی ابھی تو دن بڑا ہے
 پھر دیکھو تم کہ کیا مزا ہے

رہنے دیوے مری جان
 اک بات کہوں اگر سنے تو
 شرم امت بھر سے راست کہ جان
 تلے ہے تو قدر دان ہو کر
 جو تو بوجھا ہے سونہیں میں
 اس وضع پر مت ذلیل کر دو
 تو سوز سا افس کو جانو مت
 ہر شب رکھتا ہے چار عورت
 بچہ صدمت کھینچو جان صاحب
 وہ وہ کہنے پر اور دو نے
 تیرا تو ان دنوں میں یہ لو
 جھمک کر میان کر کے بیٹھو
 ایک شہ مات تو آنے دو مری جان

نہیں یا سنے پرے جہاں کھول دیے غلوں نے دیکھ کے اپنے دہان کھول دیے

با خشک ہوئے ہنہ کا یہ احوال ہوا کہ تو بھلا عشق ہوا جی کا کہ خضبال ہوا

۱۰۰ ح ۱۰۰ دل ۱۰۰ م ۱۰۰ تجھ کو دانش ۱۰۰ تلے یہ شرم میں نہیں ہے۔

۱۰۰ م ۱۰۰ مجھ سے کس ڈر سے بھاگتا ہے ۱۰۰ ح ۱۰۰ مجھ کو

۱۰۰ ح ۱۰۰ شرم میں نہیں ہیں

۱۰۰ ح ۱۰۰ شرم میں نہیں ہیں۔

کیا پوچھتے ہو تقدیر اپنی تم سے کہوں کیا تقصیر اپنی
 زلفوں میں آخر جا ہی پھنسا دل کھوئی نہ ناداں تو قیر اپنی
 ہاں شیر میرے کیا دیکھتا ہے جلدی تڑا ڈال نہ بھیر اپنی
 لے سوز شاہاں والہ شد باش یاں بھی نہ چوکا تدبیر اپنی
 رند شہادت اللہ اکبر
 آج بھی پڑھی نہ تکبیر اپنی

نہیں عاشق کسی کا تو فنا داری کو کیا جانے ابھی تو آپ ہی لڑکھپے سچ یاری کو کیا جانے
 لگی بھی ہیں کسی سے اب تلک آنکھیں تری پیار تڑپنا لوٹنا ساتوں کی بیداری کو کیا جانے
 ابھی تو آئینہ میں تو نے اپنا سنہ نہیں دیکھا گر قناری کو کیا سمجھے تو خود داری کو کیا جانے
 ابھی تو مشق خوشخواری نہیں پوری ہوئی تجھ سے یہ ننھا سا کلیجہ تیرا غم خواری کو کیا جانے
 عزیز و سوز کو چونکا ڈمت سوتا ہے سونے دو
 ازل کے جام کا مدہوش ہشیاری کو کیا جانے

پر کار کی روش نہ رہے ہم جتنی چل سکے (کلا) اس گردش فلک سے نہ باہر نکل سکے
 ایکی نگاہ گرم میں پانی ہو بہ گیا دل سنگ تو نہ تھا کہ بن آتش نہ گل سکے
 رونے نہ کیا کرے لے مری جان وہ غریب جس کا تھارے سامنے کچھ میں نہ چل سکے
 دنا بھی تم گیا ترے خصے کے خوف سے تھی چشم ڈبڈبائی پر آنسو نہ ڈھل سکے
 وہ گلزار مازم سیر چن ہو گر ششاد اس کے مانے دیکھوں تو چل سکے
 دل میں ہے سوز اس کو غزل و غزل کہوں تبدیل قافیہ سے اگر خوب ڈھل سکے

لے یہاں سے آخوندین ہی تک کوئی فزل میں نہیں ہے۔

منہ دیکھو آئینہ کا تری تاب لاسکے خورشید پہلے آگہ تو تجھ سے لاسکے
 تصویر تیری کھینچے مصور تو کیا جمال دست قضا جو پھر کوئی ایسا بنا سکے
 عارف خدا شناس ہوا تو ہو دے میں جانوں تیرے رمز کو ذرہ جو پاسکے
 یہ ہو سکے کہ اپنے تئیں سوز بھول جائے
 پر میری جان کہہ تجھے کیونکر بھلا سکے

عناں جس طرف دل ریا موڑتا ہے صفوں کی صفیں آن میں توڑتا ہے
 ادھر دل ہے یادِ اودھ عشق اس کا نہ یہ چھوڑتا ہے نہ وہ چھوڑتا ہے
 سلامت وہ اے خارِ داوی غربت کہ دل کے پھپھولے تو ہی پھوڑتا ہے

بھلا اب کیا کروں کب تک قضا سے انتخاب کیجے
 اجل کو ننگ آتا ہے، نہیں آتی ہے کیا کیجے
 رقیب اس کو اگر چھوڑیں تو کیسے حال اس کو (کذا)
 یہی بہتر ہے اغگر کی طرح دل میں جلا کیجے
 نصیبوں میں جو کھلا ہے وہی ملتا ہے دنیا میں
 یہ طالع حق کی بخشش انھو کا کلا کیجے (کذا)
 اگر ہوزِ غم حق پر، اس کی مرہم ہو سکے لیکن
 جو ہوزِ غم دردِ دنیا اس کی کس دھب سے دوا کیجے

کیا کیجے جو اس شوخ کی اوقات ہوئی ہے انساں کالے قتل تو اک بات ہوئی ہے
 نوردِ کو چہرے نے ترے یار ہرایا زلفوں سے شبِ قد بھی ابات ہوئی ہے

زلفوں کے خیالات میں ابنا کر رہی تھی
 کچھ میں تم اپنے جو پیرا کرتے ہو پیارے
 اسے شیخ نہیں تم میں تو یک ہشتم کرشمہ
 میرے بھی کچھو دل سے طغات چھٹی ہے
 واسطی (کی) بزرگی ہی کرامات چھٹی ہے
 دعوے غلامی تو ہے یک خلق کو تم سے
 کچھ بندگی سوز بھی اشہات چھٹی ہے

دل مرا عشق کا دوانا ہے
 گو کہ مجلس سے تو نے اٹھوایا
 دوست ہی ہو گئے مرے دشمن
 کب دیا دل میں تیری زلفوں کو
 آپ سے آپ جا کے پہنچے گا
 لے فلک شاد ہم کو نصرت کر
 نا صاحب تو گو سیانا ہے
 مجھ کو کب تم سے دل اٹھانا ہے
 ہاے اشد کیا ٹھکانا ہے
 یہ بھی لوگوں کا شاختا ہے
 جس جگہ جی کا آب دوانا ہے
 پھر ترے گھر میں کس کو آنا ہے
 غیر کی یاد تم کرو پیارے
 سوز کو دل سے گر بھلانا ہے

دل تری چاہ کی ایسی تیسی
 اب تلک دل میں نہیں اس کے اثر
 رو برد ہوئے گا اس ہر کے تو
 کون تھے میں پڑے دنیا کے
 عشق کی راہ کی ایسی تیسی
 نالہ و آہ کی ایسی تیسی
 لے ترے ماہ کی ایسی تیسی
 حشمت و جہا کی ایسی تیسی
 سوز کو قتل کیا بوسہ لے
 تیری تنخواہ کی ایسی تیسی

توہ نشے میں دیکھ مجھے مار کر چلے
 ہوجے صنم کو کیونکے تجھے دیکھ برہمن
 تم نے اگر ہمیں نہ خریدا تو کیا ہوا
 بسل ہوئے تھے تڑپے جو زندہ تو کیا ہوا
 لے اب تو خوش ہوا کہ سراپا نکالے ہم
 نظروں میں تیری ہم کھٹکتے تھے باغیاں نکالا
 بت ہو گیا ہے دیکھ کے جلوہ ہر ایک شیخ
 صبر و قرار دین دول و نقد و جنس اب
 مستی سے میری آپ کو ہنسا کر چلے
 مومن خدا پرستی سے انکار کر چلے
 ہم آپ کو تو گرمی بازار کر چلے
 کوچے کو تیرے دیکھ تو گلزار کر چلے
 سب قاتلوں میں تجھ کو نو دار کر چلے
 خوش ہو کہ تیرے باغ کو بے خار کر چلے
 مسجد کو دیر آ کے تم اے یاد کر چلے
 بر باد تیرے کوچے میں یک بار کر چلے
 مشہور عاشقی میں تو ہم تھے بڑے ہی توند
 پر ہر طرح سے آپ کو یاں خوار کر چلے

کیا کہیے وہ بت آہ کس نائیں نکلیں ہے
 قطرات عرق کاتے عارض ہے یہ ہر لطف
 سرتا بقدم کافر بیدیں نکلیں ہے
 جوں پہلو سے مہ خوشامدیں نکلیں ہے
 نقد سے جو وہ دست بگدیں نکلیں ہے
 جو سر پہ ترے طرہ زریں نکلیں ہے
 ہوش تو حوت لب شیریں نکلیں ہے
 لے توند مرے شمع کی کیا چاہیے ذریت
 جوں مہربن آمائش و تزیین نکلیں ہے

وہ غل ہے جس کا موجب تو ہے درد نہ شود بہتر ہے
 قیامت خیز تیرا رو ہے درد نہ شود بہتر ہے

ہے مت اٹھ کے کشت و خون میں خوفاسے عالم میں
 وہ شور انگیز تیری غوہے درد شور بہتر ہے
 کیا شوریدہ سہرا عالم کو اس زلفت پریشاں نے
 یہ شور افزا اسی کی بوہے درد شور بہتر ہے
 کرے جوات اے خونخوار عالم شور محشر کو
 پر اس خوفاسے تیری کوہے درد شور بہتر ہے
 سمجھتا کوئی ہے وہ ذکر و اذکار لب مشیریں
 کہ جس میں تیری گفتگو ہے درد شور بہتر ہے اکہ
 وہ خوفادیر مسجد میں جو صبح و شام رہتا ہے
 تری ہی پھر یہ جستجو ہے درد شور بہتر ہے اکہ
 جسے اے تہوڑ صوفی سن کے پل میں مست ہو جاوے
 وہ سے خانے کی داد ہو ہے درد شور بہتر ہے

شراب تازہ سے داغ کہن میں آگ لگی
 پراخے کے پراخاں کریں ہیں جوش و خروش
 ہائے داغ سے یوں جو کہن میں آگ لگی
 بسان انگہ افسردہ اے مرے قاتل
 شہید عشق کے تیسرے کفن میں آگ لگی
 سلگ اٹھی ہیں دلا حضورِ حق کی رگ پے
 خبر لے اپنی دلانے کہن میں آگ لگی
 کسی کی آہ محسوسے لگن میں آگ لگی
 افق سوچھپکے مت اس کی تو سیر کر ظالم اکھا
 ہائے اشک سے کر رشوا در پہلے شمع
 تو اہل بزم پکاریں لگن میں آگ لگی

نہیں ہے شمع کی گردن میں تہوڑ پر دانہ
 تو تہوڑ اس کے یہ کیوں تن بدن میں آگ لگی

دانت نہیں کوئی داغ گل سے روشن ہے چمن چراغ گل سے
 زہسار نہ ہو سکے گی لبس تو عہدہ برآ داغ گل سے
 ساغر سے ان انگڑیوں کے ہمست مدہوش صبا ایاغ گل سے
 جوں غنچہ گرفتہ دل ہوں لے توڑ
 کیا کام مجھے فراغ گل سے

ہمارے قتل کا مزدہ صبا اغیار کو پہنچے مبارکباد خوریزی کی تیغ یار کو پہنچے
 ہوا ہوئے گا کیا کیا مزدہ پر مودہ لطف کا قیامت ہو جو عمر اس طفل کی گفتار کو پہنچے
 حقیقت دل کی میں اپنے کہوں کیا تم سے لے لایہ نہیں لازم کہ غم اپنا کسی عسّم خوار کو پہنچے
 جگر سب آب ہو کر بہ گیا اب کچھ نہیں باقی سلام اوداع لے اشک چشم زار کو پہنچے
 نہ ہوئے سوز دل جس کو تو کب مقدر ہوا اس کا
 کہ وہ اے سوز تیرے معنی اشعار کو پہنچے

مقتدہ ہرگز نہیں ہیں کفر اور اسلام کے گر مرید اس دور میں ہم ہیں تو بیرجام کے
 ہم سے دیوانوں کے قاتل دہے دبیر میں بندے ہیں ن پختہ مغروں کے خیال خام کے
 عشق کا آغاز تو جوں توں گذر جاتا ہے لیک کہ نہیں سکتا دلاعلات میں انجہام کے
 نے تلاش دین ہی ہم سے نہ دنیا کی ہے فکر اس کی مذاقی ہوئے ہر دور میں کس کام کے
 گزرتے تھے آرام سے جب تک نہ تھا دل مبتلا اس کے لگ جاتے ہی نہ جاتے ہے آرام کے
 ساغر دل خوں سے مالا مال رہتا ہے مرا اہل دل گر مست لہتے ہیں تو ایسے جام کے
 چار فصل لے سوز نظروں میں انھوں کی ہے بہار
 مست جو ہیں گئے نگاہ ساقی گل منام کے

کیا کیسے حال اپنا جو کچھ ہے سو ہے سو ہے
 دل میں مرے خیال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے
 مانگنا کچھ کسوے کجور ہم نے زیر چرخ
 فشر ہی سوال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے
 کیا مشکل ہے برہنہ دیکھا کلام شیخ
 ناحق ہے قیل و قال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے
 کیا سمجھے بت پرستی کو میری خدا پرست
 اس کام کا مال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے
 کس خوب رو سے یاد کو تشبیہ دیجیے
 وہ حسن بے مثال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے
 کوئی تو مثل ہر کہے کوئی مثل ماہ
 اس شخص کا جمال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے
 شعر و سخن پہ تنویر کے موقوف کچھ نہیں
 اس یار کا کمال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے

اے تڑپہ چین تو بسل کو مرے پل بھر دے
 یہ نہ ہو خوں سے کہیں دامن قاتل بھر دے
 بادہ پینے سے تو خوگر میں نہیں ہوں اے تیغ
 ہو کسی شیشے میں لوہو تو مرا دل بھر دے
 لے زمین تا بفلک خون سے تھک بن ے چشم
 ٹکڑے دل کے اگر ہو جائیں تو لاقل بھر دے
 اسے امید ہے تانکوں کی ترے زخمی کو
 ڈٹے شمشیر تو قیمت کبھی گھائل بھر دے
 تاس دانی کو چھپا شیخ مبادا کوئی
 اس میں نک پھکنی چھپا کر تجھے فافل بھر دے
 سیر حراں میں جوں نور بھرے فی خورشید
 ساقیا جام بے مقابل بھر دے (کلام)

دیکھ کہتا ہوں تو اس غم سے مرا جی مت کھو
 توڑوں ہوں سر کے تئیں لے کے ابھی سل بھرے
 دام کچھ سوز کے ہیں پر گنہ زلف کے پنج
 ساقی کے پاس اجارے کو حاصل بھرے
 ورنہ وہ باندھ کے لے گا کہ یہی ہے معمول
 یکسر مو بھی ہو نقصان تو حال بھرے

نہ دے عاشق نہ دے معشوق جن میں ہو یہ کچھ خامی
 جہت لی ہم نے اب دنیا میں سر اپنے یہ نامی
 اثر نے اشک میں پاتا ہوں انے تاثیر لے میں
 ارادہ عشق کا تجھ سے ہے بائیں بے سراغی
 تجھے کچھ کہیے ظالم اس کی نو پھر ضد ہی کرتا ہے (کذا)
 خدا جانے بلا کیا لائے گی یہ تیری خود کامی
 فلک نے فتنے تو کیا کیا بہم پہنچائے نام آور
 جو دیکھا عشق کا فتنہ تو ہے سب میں بڑا نامی
 میں اس کو شرح سوز دل کہو کس طرح لکھ بیجوں
 زبان شمع تک کٹی ہے داں ہو کون پیغامی
 اسیری مانع خوش طالعی کچھ ہو نہیں سکتی
 نہ دیکھا باز دست شاہ پر وہ جو نہ ہو دای
 ہوئی ہے غم سے خودی یہ دور میں ساقی ترے رائج
 بجائے اب جو ہر لاکو کہیے مولوی جامی

فقیر اب تنہا کیا جانے ہوا ہے کس کی آنکھوں پر
 سنا ہے آج یوں کپڑے رنگے ہیں ان نے بادامی

مت محبت کر سوسے آہ مشکل ہوئے گی کوئی دن کو دیکھ تو یہ چاہ شکل ہوئے گی
 لے دل اس چاہ زخماں سے ہو تو آشنا ڈوب جاوے گا تو بانی تھاہ شکل ہوئے گی
 کارنیک لے مار تو شہ ہو فراہم کر لے ورنہ کتنی آخرت کی راہ شکل ہوئے گی
 رات تو پھر ہے راتوں کو چکوروں کی... صحبت ان کی ایک دن لے ماہ شکل ہوئے گی
 یک قلم کرمات فوج خط جو چاہے بعد سن ورنہ پھر دینی اسے تنخواہ شکل ہوئے گی
 میں نباہوں گا محبت اس کی ناصح تجھ کو کیا خواہ آساں ہوئے گی وہ خواہ شکل ہوئے گی

وہ نور دوں کا وہ مردم اب تو دل چھینے ہے تنہا
 اس طرح تو ایسی نبھنی راہ شکل ہوئے گی

مبارک سیر باغ اس کو جو بلبل ہوئے بتانی
 بہار آئے تو کیا ہم کو کہ ہم ہیں ان کے زندانی
 کوئی دلبر ہے کہ دے دل سے میرے بغیر مت رہ
 کہ وحشی دام میں آئے تو لازم ہے نگہبانی
 بھری ہے چشم و دل میں بس کہ اس محبوب کی صورت
 مرے ہر اشک کا قطرہ گویا ہے یوسف ثانی
 نہ سمجھو آشنا خواہاں سے ہرگز مجھ دوانے کو
 مجھے نسبت انھوں سے کیا وہ شہری میں بیابانی
 لباس اطلس و دریا پہ کیا مغرور ہے منعم
 ہائے دل سے پوچھو تو یہ سب ہے ننگسریانی

مگر میں ہیں طفل اشک آنکھوں سے میرے خاک کے اوپر
 الہی دیکھو ان کی یستیمی اور نادانی
 خبر کر دیجو اہل شہر کو پیک صبا جلدی
 جنوں میں آج آتا ہے چلا سوز بیا بانی

لاکھ طوفاں بہ جہاں ہم کو فلک دکھلائے کس عاشق کے ذہن سو کی ڈھلک دکھلائے
 شعلہ طود ہو موسیٰ کو چہرا رخ مضطر عشق زورہ گرے اپنی جھلک دکھلائے
 کیا جانیوں کو اس لیے سمجھا ہے شیخ کہ خدا تا بھے سونے کی ڈلک دکھلائے
 چھوڑا فیوں کو اگر بنگ پیے تو واعظ وہیں لے جا کے تجھے عرش ملک دکھلائے
 تیرے شوریدہ کو جس دن کہ زمیں کو سونپا زلزلے کو تہی خدا وہ نہ خلک دکھلائے
 آب ہو جائے دیں زہرہ فولاد اے سوز
 یار خنجر کو جو تلک اپنی پلک دکھلائے

بے وفائی کیا کہوں ساتھ اپنے اس محبوب کی تیری نسبت تو میاں بلبل نے گل سے خوب کی
 مجھ کو ان آنکھوں نے محبوب اس سحر نے کیا اکڑا لے گئی ہیں آبرو یہ گریہ محبوب کی
 شمع کو آنے نہ دے یاد اپنی خلوت میں کبھو شرح سوزاک بار اگر دیکھے مے مکتوب کی
 محسب ہم نے تو دی تھی دختر زک کو طلاق پر تری خند سے اسے ساتھ اپنے پھر منسوب کی
 کب تلک اس دل کو ظالم صبر ہم دیتے ہیں جیب میں اپنے شکیبائی نہیں ایوب کی
 چشم ہمت میں ہماری قد کیا دنیا رکھے ہوتی ہے طالب کے آگے منزلت محبوب کی

جو جھٹیں تو نے معشوقوں کی اپنے سر پہیں
 ماضی کرتا کہیں ہے سوز اس سلوب کی

پوچھت کیونکہ تجھے رات میراں کٹتی ہے
 حال دل کیونکہ کہوں اس کا جس کے آگے
 دیکھ کر مجھ کو تو پروا نہ حسابا مرا ہے
 غیر مختار تھے گھر میں بہادر ہوں ہم بھی
 ہر دو کج طبع کی ہرگز نہ موافق صحبت
 یک دم اس باغ میں آرام نہ پایا ہم نے
 وصل کا یار کے کب ہم کو یقین ہے اے تیرا
 لیکن اب زیت ہماری بہ گماں کٹتی ہے

طاقت کہاں کہیجے پر دروازہ قبض سے
 ہے داد کون یا رب اس نالہ محروم کی
 سنتے ہیں عشق نے دل گھبرا دیا ہے تجھ کو
 جس سے کہ باس آئے عقیدہ کے ہو کی
 گھڑا لڑکے پہنچا معلوم یاں سے چھٹ کر
 اے تیرا گھر گھرائی صیاد سے ہوئی پار
 طاقت کہاں کہیجے پر دروازہ قبض سے

جرم کر حقو کی تدبیر بہت اچھی ہے
 مجھ کو سونپا ہے زمانے کے تین قسمت نے
 بے گناہی کی تفسیر بہت اچھی ہے
 خاک و دل ہی کی تفسیر بہت اچھی ہے
 بحر میں وصل کی تقریر بہت اچھی ہے
 فکر کو پیش کے کہتے ہیں کہ ہر صفت ہمیش

نہیں تیری میں اس واسطے دل سوزیلا ہے اس دوائے کو یہ زنجیر بہت کھینچے
 کیوں ہے خاموش مری طرح چین میں لبیل تیرے نالے کی تو تاثیر بہت کھینچے
 کام دیکھا میں بہت مانی و بہزاد کا ہے آنکھوں میں تیری ہی تصویر بہت کھینچے
 جتنے ہیں کام تھے سو نہ خدا کو لے توڑ
 تیری تدبیر سے تقدیر بہت ابھی ہے

جب اس چین سے چھوڑ کے ہم آشیاں چلے اک ہم صغیر نے بھی نہ پوچھا کہاں چلے
 منہ کیا ہے باخباں کا جو ہم سے وہ کچھ کہے جو گل ہم اس کے باغ میں امنشاں چلے
 غافل ہماری آہ سے رہتا نہیں ہے غوث (۱) کزوف ایسے تیرے جو بے کماں چلے
 جانے کو اپنے گھر تو کہے تھا تو اور ہم دنیا سے تیرے جور کے ہاتھ لے میاں چلے
 سینہ موافقت نہ ہو رہنمائی کی داغ بکلا آتش نشاں ہے ہر کہ جب کارواں چلے
 راہ دم بھی زندہ ہے اے تھوڑ جس کے نہ چلے
 جس طرح پیر جاٹے ہے دو ہیں جواں چلے

جاتے ہیں لوگ قافلے کے پیش رو پس چلے دنیا عجب سرا ہے جہاں آکے بس چلے
 کیسے صبا سلام ہمارا بہار کو ہم تو چین کو چھوڑ کے سوتے قفس چلے
 لے غنچہ آنکھ کھول کے ملک تو چین کو دیکھ جمیعت دلی پہ تری پھول نہیں چلے
 تیرے سخن کو میں بسر و چشم نامہا مانوں ہزار بار اگر دل پہ بس چلے
 نکلا جو دل سے نالہ تو سینے سے دھڑا دھڑک سن مردان قافلہ بانگ جو س چلے
 صیاد کیسے اب تو قفس سے ہمیں رہا ظالم پھر اک پھر اک کے پردہ بال گھس چلے
 کلام اس گلی میں سر سے گزرا ہے تھوڑ کا
 کیا کتاب یک قدم جواد مراد الہوس چلے

مچھل دی ہوئی لے شوخ تیری چاہ پھرتی ہے
 ہوئی تاثیر اس کے دل میں نالوں سے رقیبوں کے
 یہ دل میں آئے ہوں میں مست نارسا اپنا (۱)
 بنے جو تہ کو رکھ حجام سے اب صلح کر ملاحظہ
 چلیں کبے کو ہم بھی شیخاگر تو قسم کھا کر
 خدا کے واسطے باز آستانے سے حرکت کے

کہوں لے تنوڑ کیا تمھ سے خرام ناز میں اس کا
 دوں کو ڈھونڈھتی اک آفت ناکاہ پھرتی ہے

عاشق تھا کبھی تمھ پر یہ بھرت تو وہی ہے
 غرضید کو کیا روجو ترا چہرہ وہ ہووے
 کب کر سکے وہ تیغ ادا سے ہو جو کچھ کام
 ہو دیں گے تے کو پے میں یوں ل تو ہزاروں
 خواہی کو تبدیل کر آگے تھی جو تمھ میں
 کیا فائدہ گر خلق پہ ظاہر ہے مرا حال
 کیا جانے جو تمھ میں ہے الجھے ہیں یہ کس سے
 خواری کا نہ کر اپنی دل یار سے شکوہ

دینے سے اذیت تمھیں کیا تنوڑ کے حاصل
 جو چاہو سو دل پر کرو مائل تو وہی ہے

ہم کو خاجو قتل کر اور آپ پنج رہی
 باعث ہی کہ یار کے جا ہاتھ رہی

یوسف سے کب تھی گرمی بازار اس قدر جو دھوم تیری کو پڑ و بازار رہی
 جوں میں عشق پیچھے کی پیٹی ہے شلخ پر اس طرح زلف یار کے قد سے پہنچ رہی
 ہم چشم میری چشم سے ہونے کی بار بار پھڑپڑیاں لگا لگا کے تو برسات پہنچ رہی
 واعظ نے اپنے جیب کو ہونے دیا نہ ہضم
 دستار شیخ جی کی تو اسے تو زنج رہی

مسجد سے دیر کو شب لائی سیاہ مستی
 دیکھا مگر جن کو تو نے نگاہ بھر کر
 دیکھوں ہوں نوح سے کامیں چاک ہی گریاں
 ہم سے فسردگاں سے کیا ہو جن میں لبیل
 عالم شباب کا جب آتا ہے یاد مجھ کو
 تیری نیچے سے ظالم جب بس چلا نہ اس کا
 دامن کو بے خودوں کے مت چھوڑ ہرگز (کذا)
 پائی ندان اپنی ہم رد براہ مستی
 شکے ہے کیوں زمیں پر گل کی کلاہ مستی
 آنکھوں پہ تیری ظالم ہے داد خواہ مستی
 کرتی ہے نالتیرایاں سو براہ مستی
 بے اختیار منہ سے نکلے ہو آہ مستی
 آنکھوں میں تیری آخر لائی پناہ مستی
 تو جس طرح جانے اب تو نباہ مستی (کذا)

جو زمیں زیر فلک داخل آبادی ہے
 غم سے اپنے ہے مجھے اس لیے آفت پیار
 کوئی تڑپے ہے کوئی سکے ہو کوئی بیدم
 بال و پر توڑ کے مٹا کر ہے آزاد
 وعدے کو مال کے کہنا کہ مجھے بھول گیا
 پھلے والی میں نہیں، شملہ نہیں بکری میں
 اس کے توجہ ہرگز نگاہ سے نہیں آفت نمود
 کہہ دہہ اس پہ تم سے ہاتھ سے فریادی ہے
 کہ مرا غم تری خاطر کے لیے شادی ہے
 آج کو بچے میں تم گر کے یہ جلا دی ہے
 آہ بے رحم یہ کس کام کی آزادی ہے
 یہ تغافل تو مرے شوخ کا ایجادی ہے
 شینخا آج تری وضع بہت سادی ہے
 ہر ایک دل کے لیے خنجر فولادی ہے

دل میں فروشندہ بازار ہنر ہے دیکھیں تو کہیں کوئی خریدار ہنر ہے
 ناقہ شناسی ہے خلائی کی جہاں میں جس کو ہنر آیا اسے انکار ہنر ہے
 آیا نہ ہنر وہ کہ بھریں جس کے کئی بخت اس عاصی کو مدت سے سروکار ہنر ہے
 عاشق جو ہنر پر ہے، ہنر اس کا ہو عاشق دلبر ہے ہنر جس کا وہ دلداد ہنر ہے
 کہے کو نہ چو جوں میں ہنر مند کے ہوتے اے شیخ یہ بندہ تو پرستار ہنر ہے
 اظہار ہنر وہاں نہ کروں ہو نہ جہاں قدر دل اہل ہنر کا ہے سو غم خوار ہنر ہے
 رد کا ہے تغافل نے تیرے محمد کو تہ دام صیاد ترا صید گرفتار ہنر ہے
 دیکھی نہ ہنر مند کی میں قدر جہاں میں اے دلبر آؤں دل جو طلبگار ہنر ہے
 رنگیں سخن اس کے نے دل خلق کو مہو ہوا
 یہ سوز مگر طوطی گلزار ہنر ہے

قفس میں دکھ مجھے کچھ ہو تو ہر اسیری سے ہر ایک مرغ کی نالاں ہوں ہم صغیری سے
 بزرگ نقش قدم روشناس تجھ در کا قفاوگی کی ہوا ہوں میں دستگیری سے
 بسان روز کہ ہوئے ہے صبح سے روشن حصول جوش جوانی ہمیں ہے پیری سے
 وہی ہے مرتبہ انکسار سے آگاہ کہیں ہیں شاہ جسے نسبت فقری سے
 ہوس لے آئی ہے مجھ تک تو صید افکن کو نظر میں اس کی نہ آیا میں بزر فقری سے
 ہے مستحق اذیت کہ دل نے پہلے سے نہ کی تھی جو تری خزاں نے سخت گیری سے
 نہ میں ہی اپنی اسیری سے تنگ ہوں نہ تیرے
 قفس بھی تنگ ہوا ہے مری اسیری سے

کہو دل کو کہ دنیا کی تلاش خام سے گزرے
 قیمت ہے بھی جو ایک دم اکرام سے گزرے

مجھے جوں شمع تیرے عشق میں یہ کچھ ہوا حاصل
 جسے تا صبح دم روتے ہی روتے شام سے گزے
 اٹھائے کون ہر دم رخ بچوں کی ناز بردار سی
 مرید چشمِ خواہاں ہو کے سر جام سے گزے (کنا)
 بلا کیسی ہی تیری زلف سے آئے مرے دل پر
 نہیں ہے صید وہ ایسا جو عشق و کرم سے گزے (کنا)
 گلہ خواہاں کی بیروٹی سے گریجے توبے جا ہے
 جو گزے ہم پہ دل سو اس دل ناکام سے گزے
 ہیں ہے ضبط اس نالے کا تیری خوشے لے غلام
 کہ جس کو دیکھے تو چرخ نیلی فام سے گزے
 چلی ناموس داری سوز راہ عشق سے پنج کر
 قدم پہلے ہے یہ اس میں کہ ننگ و نام سے گزے

مانند جس پھٹ گئی چھاتی تو خاں سے
 دل توڑ کے مانگے ہو دل اس شخص سے کہو
 فریاد کو پہنچا نہ کوئی راہ رواں سے
 اس دل شکنی کو کوئی دل لائے کہاں سے
 دشنام بھی بیٹھا ہو میان تیرے دہاں سے
 کیا غنچہ تصویر کو تا اراج خزاں سے
 یا دور ہو سر رشته افقت ہی جہاں سے
 چاہے وہ سدا راہبری ریگشاں سے
 مانند جس پھٹ گئی چھاتی تو خاں سے
 دل توڑ کے مانگے ہو دل اس شخص سے کہو
 فریاد کو پہنچا نہ کوئی راہ رواں سے
 اس دل شکنی کو کوئی دل لائے کہاں سے
 دشنام بھی بیٹھا ہو میان تیرے دہاں سے
 کیا غنچہ تصویر کو تا اراج خزاں سے
 یا دور ہو سر رشته افقت ہی جہاں سے
 چاہے وہ سدا راہبری ریگشاں سے

..... کاٹنے ہے سخن سوز

سر رشته بیعت ہے اسے پیر مغاں سے

ندی ظالم نے کچھ فرصت جو دردِ دل سے کچھ ہکتے
 اجل ملک دیر کر آتی تو ہم قاتل سے کچھ ہکتے
 نہ بکھے حالِ دل آسودہ خاطر بے قراروں کا
 بکھتا وہ جو ہم جا کر کسی بسمل سے کچھ ہکتے
 جو بس کا سنتے ہی نالہ نہ مر جاتے تو دلدی میں
 زبانی قیس کی ہم صاحبِ محمل سے کچھ ہکتے
 عجب کیا تھا کہ دکھ سن کر ہمارا آب ہو جاتے
 عوض تیرے جو ہم پتھر کے ظالم سے کچھ ہکتے (کنا)
 ہوا کیا عالموں سے شیخ جی نے پوچھ گویٰ کی
 وہ دھولانا انھوں کو گر کسی جاہل سے کچھ ہکتے
 نہ کہتے بلبسِ ناقص سے رازِ عشق ہم اپنا
 جو کہتے بھی تو اس فن کے کسی کامل سے کچھ ہکتے
 نہ تھی گورازِ داری سوزِ تیری ہم جو سنتا وہ (کنا)
 ترے حق میں بنا کر بات اپنے دل سے کچھ ہکتے

خلقت تمام گردشِ افلاک سے بنی	مائی ہزار رنگ کی اس خاک سے بنی
بخت جگر مرزہ سے کرے کیا یہ دیکھیے	آتش کو آگے یاں خسِ نناک سے بنی
نکمن نہیں برآر ہو خاشاکِ شعلے میں	صحت تری نہ اس بت بے باک سے بنی
مسواک تو کرے ہے دہن میں تو دواِ حفظا	لیکن یہ میں سنا ہے کہ وہ خاک سے بنی
صحت میل اپنی بنتی نہ دیکھی کسی کے ساتھ	میری بنی سو اس دلِ غمِ ناک سے بنی
ایسی بھی کیا کہ ہو گئی یکساں زمیں کے پنج	لے سوزِ جسمِ زاد کو کیا خاک سے بنی

تب ددی سے دایم یہ دل مجبور جلتا ہے
 تو اس مہر کے ہوگا رو بردے مہر نہ دیکھو
 ہر اک قطرہ سر مرز گاں پہ ہر جوں پارہ آتش
 لگی ہر شمع کے سر سے تو میرے دل کے لودکے
 جلے بغیر تیرے رشک سے پیائے تو جلنے لے
 مجھے آرام دل دینے سے ہر نامح نہ ہو مانع
 اگر وہ جائے پہنے سے تو پھر نامور جلتا ہے
 الہی خیر کچھ سوز کی یہ روشنی کیا ہے
 وہ شمع طور سا کچھ دیکھو تو دور جلتا ہے

دل اس کے ہاتھ سے تنہا نہ ہو کر تنگ جلتا ہے
 جگر بھی سینے میں دل کے ہی کچھ نیرنگ جلتا ہے
 یہ باعث مہر میں اے شوخ ہے اتنی حرارت کا
 کہ تیرے سامنے چہرے کا اس کے زنگ جلتا ہے
 نہ تنہا داغ لالہ کو کیا ہے رشک عارض نے
 تمہاری دیکھ کر فندق گل اور ننگ جلتا ہے
 کیا اے شمع رو یہ فرق پر دانی میں اور مجھ میں
 کہ میں کس زنگ جلتا ہوں وہ کیسے ڈھنگ جلتا ہے
 بیاں دیوانگی کا سوز کی میں کیا کروں یا رو
 کہ اس کا دیکھ کر احوال ہر یک ننگ جلتا ہے

مے گھر میں الہی ایک شب وہ ماہتاب آئے
 کہ اس دل کو ہوا آرام، ہمایوں کو خواب آئے

جلا ہوں اس قدر تھکے سے کہ میرے بعد رکنے کے
 جو تھکے اب بچنے کے مئے آیا تو کیا حاصل
 نصیحت نایگان مت کر بغیر از دل لے نامع
 بہار ایسی ہے اب کے سال لے ساتی جب کیا
 فرشتہ بھی ہو تو ابو لے دل دہم ہوں تلا کے
 اگلے گل خاک سے میری تو پھر لے کتاب آئے
 کہے جا یا رے کوئی جو آئے تو خشتا آئے
 دل بیتاب کو میرے ہیں مکن کہ تاب آئے
 کہ جا کر میکدے سے عجب مست شراب آئے
 جو کتب میں سبق لیے کو وہ لے کہ کتاب آئے
 غزل کہنے میں اب یہ مرتبہ ہے تنوز کا یارو
 کہ صائب اس سے جا بنے تو ہو کر لا جواب آئے

میں وہ رسوا ہوں جس کو دیکھ خاص و عام روتا ہے
 مری وضع حسرا باقی پہ ہر یک جام روتا ہے
 مری حالت ہے یہ درد جدائی سے کہ اب یار ب
 مرا پیغام بردے کہ اسے پیغام روتا ہے
 ہنسنے ہے ایک تو ہی سن کے میرے حال کو دور نہ
 زباں پر جس کی آجاتا ہے میرا نام روتا ہے
 بسان ابر جو واقف ہے اس دل کی حقیقت سے
 تو دامن ڈھانپ کر منہ کو وہ صبح و شام روتا ہے
 کہوں کیا تنوز کے رونے کا تیرے غم سے لے ظالم
 ہو کے آنسوؤں جوں تیغ خوں آخام روتا ہے (کنا)

یہ نہ پڑھو نہ ہے اور دیدہ پڑ آ ب ہے
 لیا کروں میں اپنے دل کی بے قراری کا بیا
 اس ہوا گمراشتوں کے اور کیا اسباب ہے
 دل نہیں پہلو میں گویا تیرے سبب ہے

پیرنا تو ہے دلا دیا ہے صن یار کو نات سے بچ کر نکلن ملک کہ یہ گناہ ہے
 صحبت یکدگر لے یار و غنیمت جان و آج جو موجود ہے سوکل خیال و خواب ہے
 اشک کو لے تو زمت نا قدر دانی سے بہا
 قطرہ جو گرتا ہے اس کا گوہر نایاب ہے

جسے دل دیکھے سو دلبر کہاں ہے جو ہے بھی تو ہمیں باور کہاں ہے
 جھلکتا ہے ہر اک ذرے میں خورشید شناسائی کسی کو پر کہاں ہے
 مرا ہر چند فضل اشک ہے شوخ تری زلفوں سا پر ابتر کہاں ہے
 دلا یہ گلرغاں ہیں طالب زر ہمارے پاس لیکن زر کہاں ہے
 ترے کوچے میں ہے مدت سے ساکن مرے پہلو میں دل کا گھر کہاں ہے
 نہ برسا اس سے گاہے قطرہ غوں مری مڑگاں سا ابر تر کہاں ہے
 قتلِ سوز کی کب ہو مٹاں سے
 بتا دو ساقی کو تر کہاں ہے

مرے دل کی کسے یار و خبر ہے خدا جانے وہ دیوانہ کدھر ہے
 نہیں پرواہ قاصد کی مجھے اب کہ میرا دل ہی میرا نامہ بر ہے
 بتا مجھ کو کسے تو نے کیا قتل ترا ذامن یہ کس کے خوں سے تر ہے
 یہ نت کے کون نکتورے اٹھائے ترا خصہ تو ہر دم ناک پر ہے
 یہ مردم کس طرح ڈوبیں نہ یار ب مری آنکھوں کا اب پانی میں گھر ہے
 دکی تاثیر اس کے دل میں یار ب ہماری آہ بھی کیا بے اثر ہے
 مری ہے گی یہی کیا مہربانی سناں ہے تیرے تیغ و تبر ہے

کوئی دل سوز اس کا ہو تو جانے
تجھے کیا سوز کے دل کی خبر ہے

حُرمی آنکھوں میں یار و اشک ایسا موج مارے ہے
کہ جیسے ساغرِ یسین میں صہبِ موج مارے ہے
روا ہے ابر دریا دل یہ کس کے حال پر یار و
کہ یوں سرسبز ہو کر آج صحرا موج مارے ہے
پھننے ہیں بس کہ دل دریا دلوں کے اس میں لے پایے
ترے مکھڑے پہ کیا زلفِ چلیپا موج مارے ہے
ترمی دریا دلی کا شور ہے اے ہسراں جب سے
ہمارے دل میں دریاے تمنا موج مارے ہے
عبث تو سیر میں دنیا کی اب اوقات کھوتا ہے
سرفک سوز کو تک دیکھ کیا کیا موج مارے ہے

یار جس سے خوش ہے مجھ کو وہ آئیں چاہیے
اس سوا طالبِ نہ دنیا کا ہوں نے دیں چاہیے
مرتبہ تمہرے کا ہے زریب و زینت سے پرے
چہرہٴ خورشید کو دستارِ زریں چاہیے
ہے جہیں پر چین تو لب پر تبسم کی گرہ
بادہ کش ہیں گزک کے ترش و شیریں چاہیے (کڑا)
ہم دعا مانگیں تو اپنے حق میں پراماں کہاں
لاکھ اہل دل ہیں کہنے کو آئیں چاہیے

اتھ پر اپنے خاہر گز نہ باندھے آفتاب
 حسن دیوے حق جسے کیا اس کو تزیں چاہیے
 توڑ کی ہرگز سبک وضعی پہ اے ناصح نہ جا
 جو کوئی ہوشیخ و ناصح اس کو تکیں چاہیے

مجھ کو صدمتے تو یار ہونے دے آپ پر سے نشان ہونے دے
 میری چھاتی پہ رکھ کے بر بھی کو مت اٹھا دل سے پار ہونے دے
 ہم بھی نالہ کریں گے لے بلسل ملک چمن میں بہار ہونے دے
 کیا تجھے کام جیب سے میری ناصحا تار تار ہونے دے
 اب تو سب کے گلے تو ملتا ہے ہم کو بھی ہم کنار ہونے دے
 ہتے پر نالے ہم دکھا دیں گے ملک مرزہ اشکبار ہونے دے
 رنگ میں ہوں تو بحث لے واعظ ملک نشے کا آثار ہونے دے
 اچھ سے سمجھوں گا میں بھلا لے دل ملک مرا اختیار ہونے دے
 ہے تری جان کا یہی دشمن
 توڑ اس دل کو خوار ہونے دے

عذر نہیں انھیں عالم کی خون نشانی سے رکھ ابرو اں کو تو اب یار تیغ رانی سے
 بہاریاں کی ہے بلبل خزاں سے ہم آغوش لگانہ دل کو تو اس بوستان فانی سے
 میں وہ اسیر ہوں جس کا کہ پاساں ہر آن اجل کو چاہے ہے تنگ آ کے پاسانی سے
 ہوئی ہے دوستوں کی جب سے دوستی علوم نہیں ہے خون بھے دشمنان جانی سے
 تو اس کی آنکھ سے شک پرچ کے جائز لے توڑ عذر ضرور ہے آہوے آشیانی سے

ہم کو نہ کچھ مال نہ زر چاہیے لعل کی اک تیری نظر چاہیے
 کس لیے تلوار حسد یہی میاں باندھنے کو بھی تو کمر چاہیے
 فرض کیا میں کہ ہے وہ سنگدل آہ میں اپنی بھی اثر چاہیے
 کھینچ کے شمشیر جو آجائے یار سینہ ہمارا بھی یہ چاہیے
 راہ دم کی بھی عجب راہ ہے کچھ نہ جسے نایاب سفر چاہیے
 کتنے مروت سے یہ رہتی ہیں دور یاد ان آنکھوں سے مدد چاہیے

سوز تو ہرگز نہیں مانع میاں
 اٹھ کے پھلے جاؤ جدھر چاہیے

ترے عارضہ چہ خط کی ہر کوئی تحریر کیا ہے
 بجز عالم کلام انش کی تفسیر کیا ہے
 سرخو لعل اس ظالم کی دکھ اس دل کو
 جو گزرتے حال دیوانے پہ سوزِ نجیر کیا ہے
 نہیں کچھ سوزِ دل سہنا اس آہن کی خاطر میں
 زبانِ شمع کی تقریر کو گلگیر کیا ہے
 بہت سمجھا رہا دل کو میں پیش از اس کے ملنے پر
 لیکن یہ بلا کافر ہے یہ بے پیر کیا ہے
 تجھے لے سوزِ دکھ اس شوق سے کہنا ہے لاہل
 کہ دردِ زخم کو دل کے دم شمشیر کیا ہے

دل چاہتا ہے تیری ملاقات کے لیے زخموں سے پوچھ آئیں ہم اک بات کے لیے

مکن نہیں کہ حکم ترا ہم کریں عدول لاکھوں میں ہیں غلام تھے ہات کے لیے
 آتا ہے اب بے دل میں ہائے کہ ارمغان آنکھوں کو اپنی بھیجے برسات کے لیے
 اند چاک جیب کے اس کا پسے وہ ہنوتھ ایسا کوئی ہونا صبح بد ذات کے لیے
 گونا گوتا ہے تجھ سے وہ بوسہ تو کیا ہوا
 مت قتل کیجو سوز کو اس بات کے لیے

سنے نہ یار تو دل کا بیان کیا کیجے سخن کو اپنے عبث رایگان کیا کیجے
 ہمیں یقین ہے کہ محبوب بے وفا ہیں سب وفا کو اپنی مرے مہربان کیا کیجے
 کروں میں نالہ و فریاد درد سے لیکن رہی نہ اس کی بھی تاب تو ان کیا کیجے
 جہاں کہ دشمن جاں باغیاں ہوئے بلبل تو اس مہن میں بھلا آشیان کیا کیجے
 بجز فسانہ فریاد و قصہ مجنوں نہیں سنے ہے مری داستان کیا کیجے
 کہوں میں بزم میں جا اس کی حال دل لیکن کٹے ہے شمع کی واں تو زبان کیا کیجے
 کہے ہے یار کی تو بندگی میں ہے راسخ
 کھڑے کھڑے تجھے سوز استخوان کیا کیجے

ستم پر دردوں کو ہر دم ستم ایجاد یاد آوے
 چمن بھی گھر ہوا اپنا، ایس صیاد یاد آوے
 بہت پھٹائے گامت کھو ہیں تو ہاتھ اپنے
 مبادا پھر تجھے دنیا مزہ برباد یاد آوے
 یہ دل اب مائل بیدار ہے اتنا کہ اس جاگ
 جہاں دم لے نہ یکے واں لے فریاد یاد آوے

دل و قایل، جان و مال اپنا سبھی کچھ اس کو بولے ہو
 جسے ہر محظوظاے خانماں برباد یاد آوے
 چھوٹا فرادنے لے توڑ تیشہ نام لے تیرا
 پڑے جب سر پہ شاگردوں کے تب استاد یاد آوے

تو جو کہتا ہے گلہ میرا کیا جس تس کئے
 کب کیا کس جا کیا کس وقت کس دم کس کئے
 اب ہوا تو لاپچی زور کا سویرا شدہ
 نہ کہاں مجھ نہ مجھ تھلاش مجھ مغل کئے
 زلف و کا کل چشم و ابرو سب کو دکھلایا
 دل نہ ابھرا ان سے ابھایا مجھے کس کس کئے
 سچ ہر جب جاتے ہے آرام و صبر و عقل و ہوش
 بیٹھے کس دلدار کس غم خوار کس ہنس کئے
 جوں کہا چل توڑ سے مل، طیش کھا کر بول اٹھا
 جاؤں کس خاموش کس مدہوش کس بے حس کئے

آدم سے لگا سوز، جگر خوں ہوئے کئے
 اس یلی روپوش کے مجنوں ہوئے کئے
 کم طالعی اپنی کا نہ کیجے کبھو شکوہ
 کس جاؤ بھلا سخت ہایوں ہوئے کئے (کلا)
 سب صورت محسوس کے مفتوں ہوئے والہ
 بتلاؤ بھلا عاشق بے چوں ہوئے کئے
 وہ سرو ہے میرا جن دہریں موزوں
 بولو نہ بھلا اور یہ موزوں ہوئے کئے
 مجنوں کو تھیں دشت کا گئے رہو سردار
 میاں توڑ سے آوارہ ہاموں ہوئے کئے

خبر ہو دل کی نالہ آج جاں فرسودہ کیسا ہے
 الہی خیر کجوا شک خوں آلودہ کیسا ہے
 دست می کی صدا سے اب تک ل ہو ہوا کیسا ہے
 بلا جانے ہمارا غم داؤد کیسا ہے

یہ گرد کاروانِ حسن ہے یا خط کی آمد ہے صنم سچ کہ ترا پہرہِ خبار آلود کیا ہے
 کہا ہر چندِ ناصح کو کہ مجھ کو مت تاہر دم نہ مانا پر نہ مانا ہاے یہ مردود کیا ہے
 میں اس سرکش کے ہاتھوں آپ کو جیسا گمٹا لا
 کہا لے سوز تو تک دیکھو یہ دود کیا ہے

یارب کہیں سے گرمی بازارِ بھیج دے دل بیچتا ہوں کوئی خریدارِ بھیج دے
 اپنی بساط میں تو یہی دل ہے میری جان لیتا نہیں تو کیا کروں لاچارِ بھیج دے
 دعویٰ جو برِ شکال سے آنکھوں کو ہر مری ایسا تو کوئی ابر گہر بارِ بھیج دے
 دیتے ہیں عقدِ جنس میں عاشقِ عروس جاں آتا نہیں تو آپ تو تلوارِ بھیج دے
 غم خوارِ تنہا کا یہی دل تھا سو میں لیا
 اس کے سوا بھلا کوئی غم خوارِ بھیج دے

نہ گھر سے تھے ہم سفر کر چلے میاں جان لے ہم تو مر کر چلے
 تنہا سے خالی دل کو کیا (کذا) ترے در سے ہم آہ بھر کر چلے
 ملے گا نہ ہم سا کوئی پھر تجھے خبردار ہو ہم خبر کر چلے
 جگر میں لگی آگ میرے دو چند یہ نالے تو الٹا اثر کر چلے
 نہ آؤ گے دیکھیں بھلا کب تک مری آنکھوں میں اب تو گھر کر چلے
 چلے تم تو اب بہ کے لئے چشمِ تر مرے اشک کو در بدر کر چلے
 دیکھو سے سنا تو نے سوز
 نہ لب اپنے ہم آ کے تر کر چلے

ترے کھڑے کے جلوے کو کہ آنکھوں سے نہاں ہیں گے
 پیش چشم دل ہر ایک دم عیاں ہیں گے (کذا)
 یہی (ہوئی) ہے خاک سے خلقت تری لے ہر دوش جبے
 زمیں کے گرد روز و شب تصدق آساں ہیں گے
 ہوئی مدت کہ گذرا مرتبہ شکوے سے رونے کا
 یہ چشم اب صبح سے تا صبح ظالم خونفشاں ہیں گے
 سمجھ مت ہرگز ہائے آہ و نالے کو
 نہٹ بے طرح لے غافل یہ تیرے کہاں ہیں گے
 بظاہر داغ سینے پر ترے ہاتھوں سے چھوٹے ہیں
 دو چند ان سے وہ ہوں گے دل پہ جو میر کہاں ہیں گے
 کریں کس طرح ہم باد تو ہمارے بھوٹے وعدوں کو
 کہ اک مدت سے ہم دل کے تھارے راز داں ہیں گے
 فیضیت بوجھ تو اب سوز کے ملنے کو لے ناداں
 یقین یہ جاں لے اس طرح کے بند کہاں ہیں گے

آنکھوں کی ماہ میری یہ دن نکل نہ جاوے ڈڈا ہوں آنسوؤں کے ہمراہ جل نہ جاوے
 ہرگز اٹھائی موت منہ سے نقاب اپنے تابش سے اس کی ظالم خودی جل نہ جاوے
 تباہ اس لشک سے کیا جلے کیا کرے گا یہ شمع دل کسی کاتلوں سے ل نہ جاوے
 مت جام پے پے (مے) زہنا را ب تو ساقی ڈڈا ہوں دختر ز مجلس کو پھسل نہ جاوے
 تیری صفت مرثیہ سے منہ پھیر جائے رستم
 پروردہ سے اس کے یہ سوز مل نہ جاوے

دل پہ چھاتی میں داغ روشن ہے اپنے گھر کا چراغ روشن ہے
 ساقی آگاہ ہے کدے کے بیج آج چشمِ ایاغ روشن ہے
 جلوہ گر ہیں چراغِ لالے کے کیا ہے اب صحنِ باغ روشن ہے
 کس سے ظالم چھپا ہے میرا حال ظلم کا تو سراغ روشن ہے
 آتشِ تر سے تیز کا ساقی
 شمعِ آسا داغ روشن ہے

ہجام دیتا ہے وہ لیے ہی بنے سم ہو یا امرت اب پیے ہی بنے
 لے فلکِ زندگی سے خوش ناخوش جوں جلاوے تو دوسرے ہی بنے
 اب تو بیٹھا ہوں بوسہ یا گالی کچھ نہ کچھ اس گھڑی دیے ہی بنے
 پھاڑ کر جوے شیر شیریں نے کہا فریاد سے 'یہ ہی بنے
 حسن کیسا ہی کام فرمائے
 سوزِ اب عشق کو کیسے ہی بنے

ایک دن چھوٹے ہم ظالم کے بس میں مر گئے ہم صغیر بن قید میں ادہم نفس میں مر گئے کلا
 کیا قیامت ہوگی جب آویں گے وہ عرصے کے بیچ جو ترے دیوار کی پیالے ہوس میں مر گئے
 کون سا دل ہو کہ آہِ آزرہ دل کی سن سکے ہم تو یارب ایک فریادِ جرس میں مر گئے
 کچھ نہ دیکھا آن کو سحر جہاں میں جوں حباب چشمِ واکرتے ہی ہم تو یک نفس میں مر گئے
 باغیاں کب باندھنے دے گا جن میں کشیاں ہم تو ناحق نکر بیعِ خار و خن میں مر گئے
 جو دیار لے سوز کوئی دن رہا مگر اس طرح
 تو یہ سن لیو کہ ہم دن آٹھ دس میں مر گئے

خالی زیاں سے اے ستم ایجاد جائیں گے
تقصیر ہے وفا کی، جفا کا نہیں گناہ
گر ہم نے آکے تخت سلیمان کیا حصول
اسباب تو شباب جوانی کا لہ گیا
کر پھل سے زندگی کے حلق کو دل کے قطع
کھینچا ورق پہ دل کے ترا حسن ہم نے یار
شاداں رہیں گے اور تمھارے تو ہم نشین
ہم بے اثر نفس میں جو فریاد ہم صغیر
ہم دل میں تیری چاہ کی سے یاد جائیں گے
کس ہنسے کرنے ہم کہیں فریاد جائیں گے
یک روز اس جہان سے برباد جائیں گے
پیری کا کچھ ہے بار سواب لا د جائیں گے
جوں سرواں جن سے ہم آزاد جائیں گے
ہرگز نہ کرنے منت بہزاد جائیں گے
گو ہم تھاری بزم سے ناشاد جائیں گے
ہم نالے کرتے خانہ صیاد جائیں گے
تلقین نہ کر سکا ہیں ایمان شیخ شہر
اب سیکھنے کو سوز سے اسجاد جائیں گے

بتاں کی دیکھ گرمی چشم، دل سایا لے ڈوبی
نہ اندیشہ کیا اپنا نہ کچھ فکر اس دولے کا
گہر روتا ہے اک قطرے کو اپنے ابرو دیا پر
ڈبایا گھر نہ کچھ اس چشم نے اپنا ہی رود کر
رقیبوں سے لڑوں میں گر یہ کھجوں ٹوٹ جاؤ گی
زہیں تھاتشہ تیرا تیر خون بے گناہوں کا
دھوکہ کرتے ہوئے پانی میں سر سے گر پڑی دھنڈ
نہ کرتے عرض حال اس کو کیوں نہ کردن سے کٹتے

تلاش اس دہر میں جن نے کیا ہے سوز تیرا سا

طبع کو عرص کی اس خواص کو لے یار لے ڈوبی دلا

حال دل کس سے اب بیاں کیجے کس کو بہلا کے ہسبہاں کیجے
 سانس لینے سے وہ جھجھکتا ہے کس طرح نالا و فناں کیجے
 باغ دنیا کی ہے حریت خزاں کس بھروسے پہ آخیاں کیجے
 عسک تارے تجھے لے خانہ خراب تیری فریاد اب کہاں کیجے
 کچھ لگائی سے کیوں غرض کو کی (کذا) اپنی خاطر کے تیں گراں کیجے
 میں ترا ہوں گا بندہ دل سوز میرے حق میں نہ یہ گماں کیجے
 توڑ کو کا اے مرے قاتل (کذا)
 کہنے سننے کو امتحاں کیجے

نہ تیرا پاٹ دامن کا نہ تیری آستیں ڈوبی روا یہ خوں میں شبنام صبح کہ ہر چین جبیں ڈوبی
 کہے گا غرق عالم کو غور حسن کا ہے ہے (۹) اگر آئینہ میں اس کی نگاہ شرمگین ڈوبی
 سخن اب بدل لب پر اس کے اس خوبی سے آیا ہے کہ تیری قدر و قیمت یہ لے حوت نکس ڈوبی (کذا)
 ملاجنت میں یارب تو اس رشک جنت کو (کذا) نہیں تو افک غنیمت سے یہ فردوس میں ڈوبی
 جہاں میں اک بت حبیب کا میں اب شہرہ نہیں بنتا مگر اے یار میرے افک کے پانی میں ہیں ڈوبی
 نہ ہی یہ افک نے فرصت کہشت خاک سر پہ ہو جو ہیں گذرا یہ خاطر میں کہ سب بے زمین ڈوبی
 بہا دیا مری آنکھوں سے اور اس کو نہ رحم آیا مگر تاثیر کی کشتی خبر ہو تو کہیں ڈوبی
 بسان شمع جس کا عکس آب طشت میں ہوئے ہمارے اشک میں اس طرح آہ آستیں ڈوبی
 لے آیا کہ ہر نایاب ہے دیاے معنی سے کہ جب خواص ہو کر سوز کی فکر میں ڈوبی

تجھے اے بہریاں یہ سوز عاشق کیا دعا دیوے
 جو تیرے دل میں ہوئے مدعا جلدی حسنہ دیوے

کوئی کہتا ہے زلفوں میں کوئی کہتا ہے کاکل میں
 پھنسا ہے دل جہاں یارب کوئی مجھ کو دکھا دیوے
 سیمائی ہے میرے یار کی رفتار میں دانش
 ہزاروں گور کے سوتوں کو ٹھوکر سے جلا دیوے
 بھرا ہے شیشہ دل خون سے بدست آتا ہے
 دھڑکتا ہے کلیجہ خون سے شاید بہا دیوے
 ترا احسان مجھ پر حشر تک ہو گا خدا کی سوں
 صبا یہ مشت پر جو تو قفس سے لے اڑا دیوے
 مجھے اے سوز، سن، بھاتی نہیں ہے صمدت و غلط
 کوئی اس وقت اس بد بخت کو یاں سے اٹھا دیوے

جو غم دل میں بے آکر اے اب دھدھ کیا کیجے
 مے بدست تیرے دل میں اتنا بھی نہ آیا در
 عیسا کھوکے تھمتا نہیں ہر شک یک بل بھی
 طفل شک کو غم سے دیا سولی پر مڑ گاں نے
 عطا ہے یار ہر اس چیز کا مذکور کیا کیجے
 کہ دل ٹٹلے ہے ہر اس کو غم سے چود کیا کیجے
 یہ زخم آہستہ آہستہ ہوا اب حد کیا کیجے دکلا
 پر ٹھلے دار پر دیکھو مرا منظور کیا کیجے
 کہا مت مانیو تم سے جو یار و سوز کہتا ہے
 عزیز و بات دیوانے کی اب منظور کیا کیجے

کے طاقت جو اس قاتل کے اکو تم نہاں ہو
 لگی ہے آگ یلشن میں میرا جی دھڑکتا ہے
 حواس اپنے کرے گم گو کہ رستم داستان ہو
 سہاوا بلیل بے کس کا اس میں آشاں ہو
 نہ سینے میں کچھ اس کا کھوج پایا نے بیاباں
 بتاؤ کوئی میرے دل کو لے یار وہاں ہو

جلیت مجھے درکار ہے نے جاہ اسکندر
 ابھی میرے اوپر دہستم گر مہرباں ہو ہے
 لہک مت ذوق سے کز قتل سر پہ کد کا حاضر ہے
 یہی تھی آرزو جو تجھ کو شوق امتحاں ہو ہے
 اس خاک لیکن راہ پر پایا نہ واحسرت
 اڑاے جا صبا یہ خاک جس کا کارواں ہو ہے
 خدا کے واسطے غصے نہ ہونا مہرباں میرے
 قسم ہے سوز کے قالب میں گرد ہشت جہاں ہو ہے

ری نظروں میں تو ہر ذرہ شہ خاوری ہے
 شاید اس خاک کے پرنے میں کوئی دلبر ہے
 ردن قائم و سنجاب بچھایا تو کیا
 آخرش جان مری تو دہ خاکستر ہے
 جو دل میں ہے مرے وضع جہاں سے نفرت
 آہ میں کس سے کہوں اور کسے باور ہے
 ن من تیغ لگا تا ہے تو ملک ہٹ کے لگا
 کہیں دامن نہ بھوے یہ مجھے دل میں ڈھ ہے
 مت کو قتل کرے حامی دشمن ہوئے
 مرے یار تری تیغ کا یہ جوہر ہے
 چاہے اک آن میں قیدی کو کرے تخت نشین
 کچھ اپنہا نہیں اے سوز خدا قادر ہے

یزدو کیہ تو کیا مہرباں پر رب کی رحمت ہے (کہا)
 اگر یہ زہر کھاتا ہے تو اس کے حق میں رحمت ہے
 نہ شید فلک جس کے مقابل ہو نہیں سکتا
 مقابل اس کے ہوئے آئندہ یہ مجھ کو حیرت ہے
 جس کو شہر میں آرام، سننے صحرا میں خوش وقتی
 نہ سینے میں اسے ہے چین، دلبر کیا عداوت ہے
 تم آئیں دلدار ی سکھاؤں کا سکھ کر سن (کہا)
 کرم ہے مہربانی ہے، عداوت ہے، محبت ہے

جہاں میں تجھ سوا ہے کون جس سے میں کروں الفت
 مجھے تیری ہی الفت کی قسم، تیری ہی الفت ہے
 گیا ہے ایک تو دل چھوڑ کر مجھ کو غلامت میں
 تفس اوپر ناموں کا دو کھنا دو فی مصیبت ہے
 کہاں مجنوں، کدھر لیلیٰ، یہ افسانہ ہے لے یارو
 جہاں میں ان دنوں میں تو ز اور ہمدی کی شہرت ہے

ہم کیا کریں صبا جو چین میں بہا رہے قربان اشک یاں بھی نفس لالہ زار ہے
 کوئی جان بوجھ کر بھی جلاتا ہے اپنی جاں لے دئے عاشق میں کسے اختیار ہے
 راتوں کی سیر ہم سے چھپائی تو کیا ہوا آنکھوں میں اب تلک بھی تمہاری تھما رہے
 ملنے کو تیرے ہم کو بہانا ہی چاہیئے روٹے تو روٹے دل تو ہمارا ادھا ہے
 جب دیکھتا ہے تو ز کو کہتا ہے دوڑو
 جانے نہ پاوے یہ جو میرا شکار ہے

خچو دل نے کبھی تیرے نہ ہو کی ہوگی کدھر آئی ہے صبا راہ تو بھولی ہوگی
 اشک تو منہ پر مرے گرم نہ ہو کر یوں آ گل کے گہوا لے میں شبنم بھی تو بھولی ہوگی
 بواہوس آہ نہ کر رشک سے میرے تو جل تیرے حق میں یہ تری آہ ہی سولی ہوگی
 دل دھڑکتا ہے جا بان میں زکس کے حضور سیم وزر وہ تو نظر تیری قبولی ہوگی
 گوہر اشک کے شعر کو سن کیجو نشان
 تو ز کچھ اور جو بولا تو فضولی ہوگی

دل تلخ ہو رہا ہے اب تیری گالیوں سے بوسہ کبھی تو دے جا ان شکریں لبوں سے
 کیا کیجیے تصدق اب اشک بھی نہیں ہے اے مرگ اچھڑائے تو ان خجانتوں سے
 دل سا ہنر برباد جانا زنگہ سے تو نے کیا زور چل سکے ہے اشدان بتوں سے
 پس ہر بان میرے باہر نکل مشتاہلی جاتا ہے جان میرا دانش حسرتوں سے
 یاد آتے ہیں گے وہ دن جب نسیم نہ تھا کسی کا
 اے سوز اب بھل ہیں دل کی مصیبتوں سے

کیا کرے گی نہیں معلوم جدائی تیری ہم تو مرتے میں صنم اے خدائی تیری
 اشک مت رہ مری آنکھوں میں تویں کہتا ہوں تنگ گھر میں نہیں ہونے کی سائی تیری
 اس قدر تجھ سے تو غم نہ تھی اے دل افروز قید ہوتے ہی خبر ہم نے نہ پائی تیری
 منع کرتا تھا میں اے دل تجھے الفت مت کہ جی دھڑکتا ہے مگر موت ہو آئی تیری
 گو کہ سر کاٹ کے لے جائے گا غواہاں کے حضور
 سوز ہرگز وہ نہ مانے گا بھلائی تیری

تو مرے دل کا درد کیا جانے اس بلا کو تری بلا جانے
 وہ کہاں میں کہاں کہوں کس سے دل ہی جانے ہے یا خدا جانے
 دین و ایمان میں کروں قرباں آہ گر یار آشنا جانے
 دل نہ ہو زلف یار کا قیدی درد اپنا جو وہ سنا جانے
 سوز عاشق کہوں میں سن (کذا)
 اپنے غم کو جو اب کہا جانے

اشادے لہروں کی قتل کو میرے بلاتی ہے میاں بانگے انہیں مڑکوں میری جان جاتی ہے
 طفل اشک کو آنکھوں میں پالا نہیں تھمتا دکھا جگر میں آہ کو روکے کس کافر کی چھاتی ہے
 اگر دل باد ہوتا تو کیوں رہتا نہ پہلو میں دکھا یہ جان ناتواں کیوں اس کے غم میں لہلاتی ہے
 اگر بھکا دکھاؤں شمع کو تو دنگ رہ جائے یہ تقلیدی بھٹک سے برق بھڑکوں چڑاتی ہے
 الہی سوز ہی کو قید میں رکھتا ہے ظالم (کذا)
 چمن میں فصل گل یوں آن کر دھو میں بچاتی ہے

۱

سوز کو پوچھ کہ یہ سوختہ جاں اور ہی ہے حیف صد حیف ترے دل میں گماں اور ہی ہے
 تیرے نالے سے کوئی اب یہ فتنہ جلتا ہے بلبل ناروہ انداز فغاں اور ہی ہے
 میرے پہلو میں دل زار کو مت ڈھونڈ ملے غم اس کے رہنے کا وقت سے کھال اور ہی ہے
 ندوی رنگ ویا شکل لب پر کیا ہے عاشقی کا تو میاں جان نشان اور ہی ہے
 کوئی کعبہ کہے اور کوئی کہے بست خانہ
 سوز بات ایک ہے ہر منہ میں زباں اور ہی ہے

تجھے تو مجھ سے ہزاروں ہیں پر مجھے تو ہے
 تری نگاہ نہیں جان کوئی حبا دو ہے
 کہ ہر کو بھاگوں مری جان اب تو گھبرایا
 اُدھر تو زلف ہے ایدھر کو دام گیسو ہے
 عبت تو قتل کو شمشیر ڈھونڈھے ہے ظالم
 مرے تو واسطے کافی یہ تیغ ابرو ہے
 نگہ کو جس کی ہے پرواز فرش سے تاعرش
 پھنسنے ہے نامت یہ نامت یا جگا ہو ہے (کذا)

ہوا ہے تو زکا دل گم وئے ملا ہے سراغ
کہے تو کہہ دوں ابھی گھور مت، ابے تو ہے

دکھ تو تو دیتا ہے پر تجھ کو کڑھاؤں تو ہسی
بیٹھے اُٹھتے تھے اے دل جلاؤں تو ہسی
بھیرتا کیوں ہے مجھے اے ابرہہ دم گھیر گھر
دیکھ تو اپنی طرح تجھ کو رلاؤں تو ہسی
مت نصیحت کر مجھے نامح نہیں تو اب کے سال
آپ ساتھ کو دوانہ کر دکھاؤں تو ہسی
زندگی میں گو نہیں ہے دسترس پاؤں ملک
خاک ہو آنکھوں سے دہن کو لگاؤں تو ہسی
یوں سنا ہے لاش سے میری تو لے دیگی تصور
اے زمیں جیتا ہی میں تجھ میں سماؤں تو ہسی
عشق کے کوپے میں تو نے خوب سرگرداں کیا
اے فلک تا حشر میں تجھ کو رلاؤں تو ہسی
وہ عطا کیوں کرتا ہے اپنے جی میں کیا سمجھا ہر تو
خاک میں تیری میں سب شیخی ملاؤں تو ہسی
داڑھی منڈوانے پہ اب زندوں کو جو ہنستا ہے شیخ
دیکھو تیری بھی میں داڑھی منڈاؤں تو ہسی

عشق کے اہل قلوب سے لے یارو ہوا سودا بگھے
خوش نہیں لگتی ہے اب آنکھوں میں یہ دنیا بگھے

صبر کی گرتجھ میں طاقت ہے تو رہ بیٹنے میں دل
 درد لے لے بے صبر سرنگو کے مت گھبرا بھ
 میں نہیں آرزو لے دل تجھ سے کیوں آتا نہیں
 تیری کیا تقصیر آنکھوں نے کیا رسوا بھ
 گاہ اپنا درد دل کہتا ہوں میں موزوں کے ساتھ
 شاعری کے نام سے ہرگز نہیں دعو ابھ
 توڑ اس جینے سے مجھ کو موت آوے تو بھلا
 ہر گھڑی کا خوش نہیں آتا ہے نکھو را بھ

بھ پھیرتا ہے کہ تو پارسا ہے میاں جان تو بھی بڑا ادلیا ہے
 سنا بس کہ عاشق ہوا ہے کہیں تو دل اب چین سے بیٹھ اتنا بھی کیا ہے
 نہ ڈر عشق بل بے تامل اگر کھا ہی جاوے گا یہ بھی مزا ہے
 دل بے وفا بے مروت ہوا کیا جو تیرا صنم لطف سے آشنا ہے
 تجھے نعتیں ہیں تو میری بلا سے مرا روز خون جگر ناشتا ہے
 ہر اک اپنی اپنی بجاتا ہے نوبت
 بجا توڑ کا کوس شہرت بجا ہے

گھڑی ناہر بانی ہے گھڑی دو ہی مدارا ہے
 کوئی پوچھے تو نا انصاف بولو یہ طرح کیا ہے
 یاں نخت جگر ہے داغ دل ہے اشک خونی ہے
 ہمارے پاس بھی سامان ہجران کا ہی ہے

دل روشن مثال شمع رکھتا ہوں اگر خواہاں
 جلا دیں تو عجب کیا اور سرکامیں تو بربا ہے دکھ
 قیامت تک نہ بھولیں گے تمھارے یہ سلوک اب تو
 رقیبوں کی تواضع سرودھ ہے ہم کو بالاسے
 کروں کیا اشک اب مجھ سے تو یکدم تھم نہیں سکتا
 مری آنکھوں میں پوچھو توڑ سے یہ کون دریا ہے

مگر قید کیا چاہے تو تدبیر یہی ہے زلفوں کو نہ کھو دو مری زنجیر یہی ہے
 یک شب ترے پاؤں کو لگے تھے یہ مے ہاتھ کچھ اور تو معلوم پہ تقصیر یہی ہے
 ہوشمن جاں بات میں جو دوست ہوا اپنا کیا یہ کبے میاں خواہش تقدیر یہی ہے
 گلزار جہاں سب تر و تازہ ہے ولیکن دکھ دیکھ دل غنچہ دلگسیر یہی ہے
 گوش اس کے میں پہنچی تو کہا کھینچ کے شمشیر
 لے توڑ تری آہ کی تا شیر یہی ہے

دل کو ترے خیال سے مقصود ہے سو ہے اس آئینے میں شخص جو موجود ہے سو ہے
 شیرینی زبان میں ہے حال معتقی درد نہ جگر میں زخم نہک سو ہے سو ہے
 کس سے کہوں کہ کس نے اٹھایا منم کو کس نے تم جانتے تو ہو وہی مردود ہے سو ہے
 آنکھوں سے اپنی دیکھی نہیں صدمت پری ان تپلیروں میں شک خور لود ہے سو ہے
 دام صدم میں جبے دل توڑ حبا پھنسا
 نامہ پیام تب ہی سے مفقود ہے سو ہے

سنو لے بلبلو جس جاوہ شمع انجمن ہوئے پر پردانہ سے وہ برزم بھی رنگ چمن ہوئے
 دہن تیرا خدا نے تنگ اس خاطر کیسے پیدا مبادا غیر سنے بات تو چلے سخن ہوئے
 بھلا اے صبح صادق تو ہی آئی وقت مرنے کے دگر نہ کون تھا جس کو مرانا کر کفن ہوئے
 دلا پردانہ تیرا مجھ سے بہتر کون ہوئے گا بھے مت بھولی جس وقت ذوق سوختن ہوئے
 کہاں شام غریبی سوز کیسی ہر مسافر کو
 شکست رنگ درو جس شخص کو صبح وطن ہوئے

اے پیک صبا حال دل زار سنا بھی چل جلد ہو یہ کہہ وہ کہیں تجھ سے ملا بھی
 لڑکے تو مرے دل کو ذرا رکھ سکے گا (کذا) جاتا ہے کہ ہر تجھ کو نہ چھوڑوں گائیں ابھی
 کرتا ہوں تو کرتا ہوں تبوں کی میں پرستش لاجل دلا شیخ مرے پاس سے جا بھی
 سچ حق بطرف تیرے ہر تو کیوں نہ نکمے تند برود ترا دل نہ کسی بت سے لگا بھی (۹)
 اب پاس ادب ختم ہے اس سوز کے ادب پر
 کیا خاک ہوا جل کے کہیں دود اٹھا بھی

اگر صندل لگاؤں سر کو دونا درد سر ہوئے
 خیال گل جو لاؤں دل میں تو داغ جگر ہوئے
 تجھے تو فنیق ساغر تو کہاں اے شومرے ساقی (کذا)
 بھلا اتنا بھی قطروے جو کام تشنہ تر ہوئے
 میں وہ غم خوار ہوں جو خاک میری سو برس پیچھے
 اڑے مگر آسماں پر دیدہ خورشید تر ہوئے
 مثال شمع سر سے پاؤں تک اب سوز جلتا ہے
 کبھی تو یہ شب ہجران بھی یا مولا سحر ہوئے

کس طرح چاک کروں ہائے گریبانِ قبا زخمِ پہنانِ جگر سب میں نمایاں ہوں گے
 تجھ کو معلوم نہیں داغِ مرے دل کے میاں تب ہی جانے لگا کہ یہ رشکِ چراغاں ہوں گے
 مت مٹا مجھ کو تو کہتا ہوں میں ہوگا طوفاں ملک ابھی یارِ مرے چشمِ جو گریاں ہوں گے
 عمر گزری نہ ہوا ہم کو تہوں سے حاصل
 سوزِ ہم جا کے کہیں اب تو مسماں ہوں گے

تجھ بن ہے عذابِ زندگانی ہے میری خوابِ زندگانی
 مت کر یہ خیالِ کل لوں گا ہے پل ہی میں خوابِ زندگانی
 ناصح مت کر کبابِ دل کو ہے میری شرابِ زندگانی
 ملک آنکھ کہ مٹ گیا آہ (کذا) تھی مشلِ جابِ زندگانی
 مت کیجیو اعتماد اس کا ہے نقشِ بر آبِ زندگانی
 آمیرے مہربانِ درہ جاتی ہے شتابِ زندگانی
 ایسے جینے سے سوزِ دامن
 دے کاش جوابِ زندگانی

جاتا ہے کدھر جان تو اب تیغِ دہرے دل تجھ کو ہے درکار تو لایا ہوں ادھرے
 لے مرگ کٹے سر تو چلوں ساتھ میں تیرے ملک وہ تو کہ یہ بوجھِ مرے سر سے اترے
 یہ دل دیدار کو آیا نہ مری جان (کذا) اتنا تو کھڑا رہ کتے رو برو مرے
 عاشق کو فراموش نہ کر اتنا لے ظالم مرتے ہیں تغافل سے تم سے اب تو خبر لے
 اس گلشنِ دنیا میں ثمر ہے ہی لے سوز
 جاتا ہے تو سخت جگر اب گودی میں بھر لے

قابل ہلکے ڈھیر سے جانا پرے ہوے ٹھوکر سے ہی اٹھیں گے یہ عاشق مرے لئے
 کیا تاب خاک ہے کہ یہ زخم کھاسکے (کذا) ماحشر یہ رہیں گے امانت دھرے ہوے
 بازار دوستی کا یہ کاسد پسند ہے تو ان بتوں کے آگے یہ کھوٹے کھرے ہوے
 ظاہر ہے عزم کعبہ کا اور دل میں قصد دیر اے شیخ اب تو زور ہی تم مسخرے ہوے
 اے سوز تو بھی چل نہ جدھر دوستی چلے
 جاتا ہے کاروان محبت بھرے ہوے

اس نل کی ترے دل کو خبر ہوئے تو جانے عاشق کو تو عاشق تو اگر ہوئے تو جانے
 ہر شخص بنی نوع سے رکھتا ہے محبت یہ حور اگر جنس پر ہی ہوئے تو جانے
 ہر صورت انسان میں ہے جلوۂ یوسف اے شیخ تجھے حسن نظر ہوئے تو جانے
 بس بھوٹے مرے ل کی نہ کھا ہر گھڑی گوند پر مر کے مری تدر اگر ہوئے تو جانے
 شکوہ نہ کر اے سوز جھٹ بے خبری کا
 نالوں کا ترے اس کو خبر ہوئے تو جانے

امید میں رکھتا ہوں منم تیرے کرم کی اس واسطے برداشت ہے یہ جو رستم کی
 ملک کھول دہن لطف کی اک بات سننے جب جیتے ہی جی دیکھ لوں میں راہ عدم کی
 ایک روز تو آکلبۂ اعزاز میں میرے غم دور ہو میرا تیرے برکت سے قدم کی
 ایک دم میں کئے قطع نشاط دل عاشق تعریف کروں کیا میں تیرے ابد کے غم کی
 ہر چند کہ سیراب ہیں آنسو سے یہ آنکھیں
 یہ سوز ترے دیدہ کو ماسی ہیں خم کی (کذا)

عشاق کی لاشوں سے بھری تیری گلی ہے اب تک بھی نہیں رحم عجب سنگدلی ہے
 اے اشک تو میرے دل بیتاب کو مت ڈھونڈ جانے دے مے سر کی بلا اب تو ٹلی ہے
 دیوان ہربان جو دیکھے تو کہوں کیا جو بیت ہے اس کی گویا سانچے میں ٹھلی ہے
 اے غم تیرے قربان کروں عیش کو سو بار وہ یار گھڑی کا تو رنیتق ازلی ہے
 لاکھوں ہی برس پیچھے نظر آیا ہر میاں توڑ اشد ادھر کی یہ کہاں باد چسلی ہے
 کیوں گل کے نطچاک گریبان ہے تیرا
 کیا جانئے کس رند نے چھاتی یہ ملی ہے

صنم کے ملنے کی لے مجاں خدا کرے کوئی راہ بکھلے
 نہیں تو پہلے سے میرے یار وہ دل شتم کش بھی داد خواہ بکھلے دکھلا
 نہ کر تو زیاد اس کے کچے میں مان میرا کہا بھی اے دل
 ابھی خرابی تری کے سالے اگر وہ آفت پناہ بکھلے دکھلا
 میاں محبت کا نام مت لے تجھے محبت سے کیا ہے ناتا
 بھلا دکھا دیویں گے کبھی ہم اگر ہیں کوئی چہا بکھلے
 سنا تھا یار کہ دل ہے مخزن ہزاروں جوہر ہیں اس کے اندر
 جو اس کو پھری سے چیرا تو اس میں لاکھوں گتہ بکھلے دکھلا
 نطچراغاں کے توڑ کو یار چلنے سے اب تری گلی میں
 یہی غرض تھی کہ تیرے ہنر سے کسی طرح واہ واہ بکھلے

جن دن وہ میدا نکلن بہر شکار بکھلے ہر صید اپنے دل کو لے کر نثار بکھلے
 ہم میں تو وہ وفا ہو جو ذرہ ہوئیں تو بھی نہ دل سے ہرگز اخلاص و پیار بکھلے

دل ہر کہ آفت جان آرام دھبر کھو یا پہلو سے میرے یار بے بے قرار بن گئے
 خنجر نہ کھاؤ ہر دم تم مجھ پر شیخ صاحب کھو کہ تا تمھارے دل کا سخن نہ بن گئے
 بولے تو یہ کہ اس کے کوچے میں تو نہ جانا شاہنشاہ میاں بھی اچھے تم دوستدار بن گئے
 تیری نگاہ پیائے مانا تو ہے ولیکن (کذا) ایسا لگاؤ جو چھاتی کے پار بن گئے
 روؤں نہ کس طرح سے اے سوزخون دل میں
 آنکھوں سے اشک کب تک یوں نازدار بن گئے

آہ جی اس طرح نکلتا ہے جس نے دیکھا سو ہاتھ ملتا ہے
 آگ لگ جاوے اے پتنگ تجھے تیرے جلنے سے جان جلتا ہے
 تک اور دیکھو موتیوں کی طرح اشک آنکھوں سے منہ پہ ڈھلتا ہے
 جس نے سر ہی دیا براے جیت کب کسی کے کہے سے ملتا ہے
 غیر کو کیا کہوں مرے پیائے تو ہی چھاتی پہ مونگ دلتا ہے
 واہ دا تیری گرمی آتش پانی ہو ہو کے دل اُبلتا ہے
 دل کو دریاے غم میں مت ڈھونڈو کوئی ڈوبا بھی پھر اچھلتا ہے
 آہ میں جانتا نہ تھا دل کو دشمن جاں بسمل میں پلتا ہے
 سوز شعروں کو تیرے سن کر آج
 کوئی بُھٹتا ہے کوئی جلتا ہے

مدام ہے دل کی آرزو یہ کہ اس گلی کا غبار ہو بے
 کروڑوں درے کے درے ہو کر قدم پر شمار ہو بے (کذا)
 خلیفہ میں نے کہتے تال کرے ہے وہ قتل اپنے عاشق
 تو اب تلک کیا کرے ہے اے دل چلو نہ اس سے بھار ہو بے

ہوا ہے اب رام ہوئے لئے دل کرے ہے کوچے میں تھے منزل
 شکار کا شوق گر ہے تجھ کو تو دقت ہے اب سوار ہو ہے
 نہ ایک دم کی چین میں فرصت نہ ہم صغیروں کے ہم کو آفت
 صنم لگا دے جو زخم تن پر شگفتہ ہو کر بہار ہو ہے
 بری بلا ہے یہ مرگ جینا کوئی اور نہ کوئی جیسے گا (کذا)
 جو عشق کی راہ میں مرے تو زمانے کا یادگار ہو ہے
 گئے جو کبے تو کب ملا دل ہوے برہن تو کیا محاصل
 جو دار اپنے صنم کے ہو ہے تو دونوں عالم سے یاد ہو ہے
 پھرے ہے گلشت کو چین کے کہے ہر دل سرد اور سمن سے
 جو شوق ایسا ہے تو زنجیر کو تو داغ کھا لالہ زار ہو ہے

کرنے کی نہیں فائدہ تدبیر کسو کی
 دل آپ ہے پر کالہ آتش میں کہوں کیا
 پاؤں میں پڑی زلف کی زنجیر کسو کی
 اس امر میں ہرگز نہیں تقدیر کسو کی
 گو آہ شر بار ہو یا نالہ جاں سوز
 ان سنگدلوں کو نہیں تاثیر کسو کی
 کیوں اتنی درازی ہو تجھے اے شب بھراں
 کھلتی ہے مگر زلف گرہ گیر کسو کی
 ہے دوستی کا یار کی اب شکوہ بے جا
 کچھ سازش دوراں نہیں جاگیر کسو کی
 خاموش ہے غصے کی طرح تو ز سدا کیوں
 دیکھی ہے مگر صورت دگر کسو کی

یہ زلف ہے یا کوئی بلا ہے
 دل قید میں جس نے کر لیا ہے
 جینے کی نہیں اُمید ہم کو
 کالے کاٹھ سا کہیں جیسا ہے

کرتے ہو جنت علاج یارو کیوں روٹھ لے ہو آج کیا ہے

بولا وہ جسے تیری تصویر نظر آئی یہ خواب زلیخا کی تعبیر نظر آئی
وہ نالے جو موسم اکثر کرتے ہیں پہاڑوں ان کی نہ تیرے دل میں تاثیر نظر آئی
میں رنگ رخ عاشق مانند سلا دیکھا گردہ عشق اے دل اکسیر نظر آئی
حلقے جو پٹے باہم ہے جائے گرفتاری آنکھوں میں کی لڑتی ہیں زنجیر نظر آئی
دل دینے پہ جو چاہو تعذیر کر دہم کو اس امیں اپنی ہی تقصیر نظر آئی
کچھ اس کی نلکہ کا اک میں ہی نہ سحر ہوں مجھ کو دو جہاں داں کے تسخیر نظر آئی

مستوں کے سخن ہم کو لے تو نہ بہت بھالے
واعظ کی تو باتوں میں تذویر نظر آئی

دختر زاب تو نڈر ہو گئی توڑ سے مل شیر و شکر ہو گئی
عشق تباں کا میں چھاؤں کہاں اب تو یہ عالم میں خبر ہو گئی
کھول دیا زلف کو جب شوخ نے ایک جگہ شام و سحر ہو گئی
قادر ہیں یار ہیں تمھ بغیر ہر طرح لے یار بسر ہو گئی

اُلٹ ہی مارے گا صفوں کی مصفیٰ
سامنے گر اس کی نظر ہو گئی

پڑا رہنے دے ہم کو کج میں لے باغیاں سن لے
مسافر ہیں نہیں کچھ یاں ہمارا آشاں سن لے
رسائی تمہ تک تو ہو نہیں سکتی ہے کیا کیجے
کھو افتاد خوانوں سے ہماری داستان سن لے

یہ جتنے دوست کہلاتے ہیں سالھے تیرے دشمن ہیں
 میں دوست کہلاتا ہوں میری مہرباں سن لے (کنا)
 یہ آنکھیں جس میں تیری پتلی مات دن رہتی (کنا)
 سو تیرے غم سے رہتی ہیں یہ دائم خوں چکاں سن لے
 بہت کچھ گالیوں میں کر چھٹی ہے گی زباں تیری (کنا)
 ترے استاد سے کہ دوں گا سب لے بد زباں سن لے
 بھلا لے دل یہ شوخی تو مچائی ہے بہت تو نے
 مجھے ڈر ہے تری زندگی مبادا یہ بیاں سن لے
 غلوں نے بلبل لاناں پہ کیسے کھان کھو لے ہیں
 کبھی تو بھی تو اپنے سوز کی آہ دفناں سن لے

آمل ہم سے یاد دل سے	بس دور کر اب خباں دل سے
عشرت کسب ہی رہے گی امید	جاوے گا نہ انتظار دل سے
بلبل کی طرح رہوں گا نالاں	ماشت ہوں ترا ہزار دل سے
دونوں کے کہے سے بچے ہے	کھویا آخر کو پیار دل سے
جو خلق نے آنکھ سے گرایا	لیکن نہ تو اتار دل سے
آخر میں وہی ہوں تیرا بندہ	جانا تھا تیرے وار دل سے
کل سوز کی کہوں کیا حقیقت	پڑھا تھا یہ بار بار دل سے

تمہارے عشق صبر میرا
 کھویا تو نے قرار دل سے

کیا فائدہ یعقوب سے ہم ہر دین دیدے عاشق ہرزہ لیا سنا تو یوسف کو بھیجے
 بھی لینے سے تجھے حاصل ہے بھلا کچھ (کھا) میاں واسطے مولا کے مری جان ابھی ہے
 میں حشر لک تجھ سے نہ توڑوں کبھی الفت ساتی جب مجھے ابر میں تو لال پری ہے
 دس بیس کے قتل تو دم لے کے یہ بولا کئے تھے مے سالنے کیوں مرگ دیدے

فریاد رس لے سوز جہاں میں نہیں کوئی
 یہ داورے دل کی نبی ہے کہ علی دے

دوستی کا نباہ مشکل ہے نہیں نصیحتی ہے آہ شکل ہے
 کیوں بھٹکتا ہے دل بتا دے گا اس کے ملنے کی راہ مشکل ہے
 سانس لینے سے جی بھٹکتا ہے کیا کروں نالہ آہ شکل ہے
 ایسے قاتل کے رو بروئے دل ہونہ اب داد خواہ شکل ہے
 جان و ایمان لے کے پھر جاؤں بے وفاؤں کی چاہ شکل ہے
 دیکھنا تیری طرف بھر کے نگاہ اے مرے بادشاہ شکل ہے
 پہلے سرنے تو نام عشق کالے عشق کا سربراہ شکل ہے

اب تو لے سوز کیا کہوں تجھ سے
 بات کہنا ہی آہ شکل ہے

شیخ کس واسطے دل اپنا حبل اکبتی ہے پوچھ تو اب کوئی پروانے سے کیا کہتی ہے
 ایک کو جیتا نہ چھوڑوں گا تو ستا تو یہی غمزدہ شیخ سے ہر دم یہ ادا کہتی ہے
 جان و ایمان ہے اور بات نہ کچھ کہہ بول ہر گھڑی مجھ سے محبت یہی آ کہتی ہے
 دس ترس پاؤں تک جبکہ ہوئی ہے اس کو میں ترا اور ہو بیوں گی یہ حسا کہتی ہے

دھڑکنے سے تو ہرگز نہ لہوؤں کا سہاگہ
کیونکہ وہ فاختہ ہر ایک سے جاگتی ہے
کس کی حسرت سے کیا چاک گریباں لگنے
بلبلو کچھ بھی تمہیں باد صبا کہتی ہے
مجھ کو درکار نہیں عشق میں جینا اتنا
کیا کروں مرگ بھی اب مجھ کو برا کہتی ہے

ایسے قاتل سے خبردار نہ کیجو کچھ بات

توڑ جانے بھی دے اب تیری بلا کہتی ہے

محبت نہیں چھوٹی آہ دل سے
بھلا کیا کروں میسر اندر دل سے
اگر جسم سب ہم کے ہو جائے دریا
نہ جلے گی تو بھی تری چاہ دل سے
ذرا چوچ اپنی تو کہ بند نامح
تجھے جانتا ہوں میں بدخواہ دل سے
نہ لیوے کبھو نام دیر و حسم کا
اگر ہوئے یہ طالب آہ دل سے
نہ کعبہ کو دیکھا نہ بت خانہ ہم نے
بھلا میں کدھر جاؤں مگر آہ دل سے
تجھے مجھ سے ہرگز نہ ہوئے گی الفت
میں چاہوں تجھے جان سے خواہ دل سے

نہ کر اس قدر ظلم اسے توڑ مجھ پر

میں عاشق ہوں تیرا میاں واہ دل سے

نہ عندلیب گرفتار کو نفس چھوٹے
نہ تیرے دام کے مشتاق کو ہون چھوٹے
چن میں کیسی مچا دیں گے دھوم جاتے ہی
نفس سے ہم کو جو صیاد اس برس چھوٹے
عجب لپٹ سے لپٹا ہے دل کو مار سیاہ
صنم کی زلف مرے دل کو کاشٹس چھوٹے
میل ایک آن میں دکھلا دوں طلسم جہاں
جو قید تن سے فلک مجھ کو یک نفس چھوٹے

یہ کیا بہار ہے منت دیکھ سوزا میں جانوں

صبا چن میں اگر کوئی خار و خش چھوٹے

میں تراب دل کی ہوس جانے دے
کارواں دور گیا اب تو مکمل
ماہ و خورشید کھڑے ہیں دربار
شیخ مت لا تو مسلمانی پر
ہر گھڑی باغ میں مت آکھلیں
پہنچ کھا جائے گی زلفوں کی طرح
نحت دل اتنی شتابی کیا ہے
توڑ کیا شمع ہے ، کیا پروانہ
آگ میں دل کو مجلس جانے دے

اگر خضر ایک باری آن کر تیری مٹی دیکھے
جگہ سے آہ کو کس واسطے باہر نہیں کرنا
قیامت تک نہیں سے مٹیں خندہ و باہر
شہزاد تو بہت پیاسے شیرازی تادی
خدا کے واسطے دیکھو مجھے آنکھیں کھاتا ہوں
خدا ہی کی قسم ہے دجیاں کر کر اڑا دوں گا
میں جی بازی لگاتا ہوں وہ اک آن ہی دیکھے
مبادا تیری صورت نقش باز سے او کوئی دیکھے
اگر باد صبا تیرا بزم یا ہنسی دیکھے
کوئی کہو یہاں سے خون لیرا بھی پی دیکھے
تلے کر دیدے اپنے نامح مودود... دیکھے
بھلا نامح سے یہ کہے گریباں پیاسی دیکھے
یقین تو جانو عاشق کا چہرہ زرد ہوتا ہے
صبا تو تیرے کہو کہ پیاسے آری دیکھے

جو دل میں تیرے ہمیشہ غبار رہتا ہے
مبا کا روز بھی کار و بار رہتا ہے
کسی کے دل کو چھنا اور کسی کے دل کو رلا

گلوں کو دیکھ کے اتنا مجھے ہوا محظوم تلے زمیں کے کوئی دھنگار رہتا ہے
خدا کرے کوئی مرزدہ دے قتل کا آکر مجھے ہمیشہ یہی انتظار رہتا ہے
کہاں سے صدمت تو زاب تجھے نظر آئے
تری تو آنکھوں میں ہر دم غمار رہتا ہے

نامح جھائے عشق اگر میں سہی سہی تو نے بھی کچھ زراہ نصیحت کہی کہی
دیاے عشق کیا بتاؤں کہ جس کے بیچ اکڑا کشتی پھرے ہے عقل کی تیری بھی بھی
یہ دل نہ کھول زلفت کو بیلاے خدا کو مان لاکھوں گرہ جہاں میں تو یہ بھی رہی رہی
پکڑے ہو تیری بانہ کو ہر ایک دم رقیب ہم نے بھی گو کمر تری ذرہ کہی کہی
پھرے کو تیرے سوز تو بجھے ہے آفتاب
کہتے ہیں اس کو گو کہ مغل سب ہی ہی

نہیں جہاں میں ہوں تیری تو آرزو یہ ہے نباہ مجھ سے وفا کہ ہے درد نہ تو یہ ہے
رفو ہوا جو گریباں مرا تو کیا حاصل جو دل سے دل کہیں پیوند ہو رفو یہ ہے
طلب کرو ہو دل اس منہ پہ گایاں نے دیے وفا کی طرح سودا اور گفتگو یہ ہے
چشم کم تو دم سرد کو مے مت دیکھ موم قہر سے ہر آن دو بدویہ ہے
میں کہ رہا کہ تو اس شوخ سے نہ ملے دل شریر یہ ہے آخر یہ ہے جنگ جو یہ ہے
غرض نہ ہم سے ہے اس کو نہ غیر سے مطلب ملے ہے گرم جو ہر اک سے اس کی فویہ ہے
مجھ نصیب لے اترا ہے آئنے لے یار کہ اس کو جب کوئی دیکھے تو درد بردیہ ہے
خدا نہ ہم کو تو قبضے پہ اتھار رکھ رکھ کر قسم ہے تیری اپنی تو آرزو یہ ہے کہ
بھٹیار کے نیچے لگا پھرے ہے سوز جو وہ ہے خانہ بختان تو کو بکویہ ہے

دل کے پھنسنے خوشی ہے لیجیے یوں بھی ہسی
 بس تو کچھ چلتا نہیں کیا کیجیے یوں بھی ہسی
 مار بیٹھے جب سے تو میں نے تمہارا کیا کیا
 جی میں آوے کوئی گالی دیجیے یوں بھی ہسی
 مے سے تم تائب تو ہو لیکن خدا کے واسطے
 ایک پیالا میری خاطر پیجیے یوں بھی ہسی
 گالیاں دینے کو اچھے ہو بچارے تنو کو
 یہ نہ آیا ایک بوسہ دیجیے یوں بھی ہسی

پھوٹے وہ آنکھ جس میں نہ فہم بھی نہ غم ہے دل چل بکھے وہ جس کے نہ ہم سایہ غم ہے
 ملک ہیران قافلہ سے کہ لے لے صبا ایسے ہی گزرتا ہوں تمہارے تو ہم ہے
 قسمت حرم کو لے چلی ابیاں سے باندھ پر شاگرد ہیں گے دوست تادم میں دم ہے
 غم سے ہوئی ہے کارروائی یہ دل کی بند چلتے ہوئے اب انک بھی آنکھوں سے غم ہے
 مغسب ہیں نہ بوجھ جو رکھتے نہیں ہیں کچھ خالی پیشہ کیسے اہل حرم ہے
 اے تنو کیا طلسم زمانہ کا اعتبار
 نے جام ہی ہے نہ جہاں میں نہ جم ہے (کذا)

باس رو کر دیکھنا تیرا بڑا ارمان ہے
 مجھ کو سب شکل ہے پیارے تجھ کو سب آسان ہے
 اے مرے دست مت کر تو غزلوں کا شکار
 نے نہ میرے دل کو کچھ نہ زور ہی برسان ہے

یا دعا دیتے ہو میاں جیتے رہو جیتے رہو
 زندگانی تو نہیں انگریز کا زندان ہے
 ایک بوسہ چمکا کر پنج سے ہونٹوں کے دے
 پھر اگر دل تجھ سے مانگوں جان بھی نادان ہے
 جس کی نیت میں دغا ہے آپ ہوتا ہے خراب
 خوشہ گندم کو دیکھو کب سے دانا دان ہے
 آہ کچھ جھٹا ہے اٹھتے بیٹھے سینے کے پنج
 چیر کے دیکھو تو یہ الماس کا پیرکان ہے
 میسرے سمجھانے کو آیا ہے بغل میں لے کتاب
 ناک میں لایا ہے دم نامح کوئی شیطان ہے
 سوز کا رتبہ کہاں پہنچا ہے جو تیری وصال
 لوگ یہ کہتے ہیں اب تو صاحب دیوان ہے

یوں پوچھنا کہ سچ ہے غلامی کو عشق ہے
 رو دینا جو ہیں دیکھنا عاشق کو بے قرار
 کہنا بھی تو یہ کہنا کہ چل بے وفا ہے تو
 گاہے دوچار ہونا تو جمدھر ہی اینچنا
 اب آتو دیکھ سارے تلوار کے بھلا
 میں بھی تو جانوں ہاں کہ غلامی کو عشق ہے

دل خاد خدا ہے خدا لا شریک ہے
 پر اس میں تیرے سوز سارے کو عشق ہے

بھلی اک بار ساقی نے سے وحدت چلائی ہے ہر اک بندے کے دل میں تجو مولے خدا کی ہے
 کوئی کہتا ہے یہ افسوس میں نے کیا پیدا کوئی کہتا ہے ساری خلق میں نے ہی بنائی ہے
 کوئی کہتا ہے یہ قصر فلک میں نے کیا پیدا کوئی کہتا ہے یہ گنگا تو میری ہی کھدائی ہے
 کوئی کہتا ہے میرے ہاتھ میں ہے موت عالم کی کوئی کہتا ہے میں دیتا ہوں جہنم کی سہائی ہے

حقیقت کو بکھو ہے تو ذرا پیارے ہو مجھ کو چپ رہ
 جدمر دیکھا خدا ہے اور جہاں دیکھا خدا ہے

مقابل مت کرو شوخی بٹے آہو کی آہو سے نہ دم کرتا ہوں اپنے پیر بن میں عشق کی بو سے
 میں تیری بے قراری سے بہت بے چین ہوں دل چلی ہل س کی گرفتار دودھو میرے پہلو سے
 دل غم گشتہ تھم کو کس طرف ڈھونڈوں کدھر جاؤں نہ گھٹا میرے پاؤں (میں) نہ قاصد ہو یہ جاسو
 بھلا صاحب کبھی تو پھر بھی تم آگے آگے کر جو کچھ ہوا ہو سو ہو گا نکل جا اب تو قابو سے
 کبھی تو بات کوئی ہو اس دلسوز سے اپنے
 یونہیں جاوے مگر اپنا سامنے کر کے کو سے

خدا نے لوگوں کا بھی عجب عالم بنایا ہے کہ اس صورت کو اپنی ساری کھل بل میں چھپایا ہے
 یہ کونسا ہے کہتے ہیں جسے شیطان خانہ ہے یہاں ایک (ایک) لوٹا لٹنہ عالم بٹھایا ہے
 ادھر دیکھو نہ آتا ہے محلہ دار کا لڑکا کس اپنی بھی کبھی شکل کو کیسا بنایا ہے (کنا)
 بڑا آتا ہے میرا منہ میں نے کس کو کچھ کہا (کنا) بے کوئی بڑا شیطان تھم میں آسما یا ہے
 ابے جا بھی کہیں جاخیر سنا سے کہا دور ہو بھلے مانس کا لڑکا جان کو میری تو کیا ہے
 میں کہہ دیتا ہوں تو کم سی میانجی بہنیکوں (کنا) بس اتنی ٹھیس میں نے تو نے منبایا ہے
 میانجی تم جہاں مجھ سے لو اور اسکو چھٹی دو یہ پھر ماما کہاں ہے اب تو اس نے بٹھایا ہے

چڑا تو منہ چڑا، پر تہو کے قابو میں جب آیا
تجھے معلوم ہو گا کسی کا منہ چڑایا ہے (کذا)

دہ شوخ جو ہم سے یار ہووے تب دیکھئے کیا بہار ہووے
سے پی کے اس کی دوستی کی کس کا قدم استوار ہووے
ساتی دے بھر کے جام دل کو ایسا نہ کہ ہوشیار ہووے
پورا تو کھینچ کر لگا تیر جو دل سے وار پار ہووے
..... نے لگا دی آگ گل کو عاشق ہے نہ گو ہزار ہووے
میرے گل رد کو اس نے دیکھا اب کا ہے کو گل کی یار ہووے
آتی ہے ہوا اڑی چمن سے
تا تہو کے وار پار ہووے

شوخ تا ہریان کے صدقے صدقے اس نوجوان کے صدقے
آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے اے میں اس کی ہر آن کے صدقے
مجھ کو کہیے خدا کرے مر جائے تیری میٹھی زبان کے صدقے
لے ہوا لا الہ الا اللہ ہو کے میں تیری جان کے صدقے
بات ہے یا کہ پھول بھڑتے ہیں یار غنچہ دان کے صدقے
تہو تو جی ہزار برس تک (کذا)
تیرے لطف بیان کے صدقے

دل تو کیوں اس سے اب چھپا آ ہے پر تقاضا ہی اس کا بھاتا ہے

میں نے اس کو کہا سنا یاد رہے بات کرتا ہوں منہ چڑاتا ہے
ایک دن مار ڈال جھگڑا کیا روز کیا مجھ کو آزماتا ہے
واہ واہ الہی خیر کیوں پھری کھینچ کھینچ آتا ہے
اپنے تم سر پہ کھینچو تو جانو
سوز پر تم کو طیش آتا ہے

الہی خیر کیجو عشق پھر آنکھیں دکھاتا ہے چلو بھاگو شکیب و صبر... کو آتا ہے
نہ بجائی عشق تم ایتنا قدم رنج نہ فرماؤ تمہاری کیا گرہ سے جانے گا یا جان جاتا ہے
ابھی تشریف لائے ہی نہیں غم آگے بھجوا یا یہ غم جاسوس یا جادو بکش ہو کیا کہا تا ہے
میاں غم، میزنا غم، میر صاحب غم ادھر دیکھو محبت تو محبت تو ہی میری جان کھاتا ہے
میں برقی عمر، قاتل سے ابر تر ڈرا کس دن تو اپنی اڑھنی بھٹک کے کیوں بھگدڑاتا ہے
غزل اس بحر میں اک اور بھی کہ ڈال سنا ہے
تو آخر بیٹھے بیٹھے سوز اپنے دن گزاتا ہے

اسی کو عشق کہتے ہیں جو یوں ہر دم تاتا ہے نصیر کو عشق کے کس کس منے سے جان کھاتا ہے
اسی کو کیا ہے بچوں و بچوں کہتا ہر سب عالم بھلا چ بھی تو ہے یہ صورت اپنی دکھاتا ہے (کٹا)
یہی بچہ پل پہنے لگا خواب و خوشی بھاگی رو اٹھا جلا بھلا سودو عاشق کہا تا ہے
الہی خیر واضح پٹ پکڑے آگے ہی دوڑا کوئی دل سے نہ دے اس کا کلیہ نہ کو آتا ہے
جست بے فائدہ کیا کام بابا گھر کو اپنے جا نصیحت آپ کو کر اور کا دل کیوں کڑھاتا ہے
سدا رہے غیر سلا سے کہیں دم داب کر بھاگو دگر نہ کوئی دم کو سوز سونالے کے آتا ہے
جو تو ہے ہار سا تو آپ کو ہی ہم کو کیا حاصل اسی پر ہے میں اپنی پادشاہی قربت آتا ہے

ایسے میاں جانے والے مک خدا لگتی تو کہ دنیا
کہ غافل تسوڑ تیرے در سے بستر اٹھا تا ہے (کذا)

تری طرف تو یہ دل بھر نظر نہ دیکھ سکے جدم کو منہ تو کوئی ادھر نہ دیکھ سکے (کذا)
دکھا دوں داغ جو لالہ کو اپنے سینے کے قسم خدا کی وہ میرا جگر نہ دیکھ سکے
سرفک آنکھ سے نکلے ولے ہوے پامال یفضل حیف کہ رنج سفر نہ دیکھ سکے
یہ تو ہے جو اسے دیکھے ہر دنہ عروا ایل
کبھی بھی تسوڑ کو یوں غوں میں تر نہ دیکھ سکے

پھر لگا کرنے صنم کی چاہ جی جو رضا تیری مرے اللہ جی
جس طرح دیکھا ہے اپنی جان کو کیا کروں تعریف اس کی واہ جی
تجھ کو تنہائی کا کیا خطرہ ہے جان گو مو میں بھی ترے ہمراہ جی
رات سے غصہ ہو کیوں کس واسطے آنکھ اٹھا دیکھو تو عالی جاہ جی
تم نے ٹوکا میں دیا اس کا جواب کون ہے تو بندہ درگاہ جی
ایک بوسے کی گدائی تم سے کی پر نہ بولے لیتے جاؤ شاہ جی
کیوں قسم کھاتے ہو میں بیٹھے رہو
تسوڑ کو پھیر دے تم تم آہ جی

جو یہ غم ہے کہ سن لیجو کہ ہم مر جائیں گے پر میاں غم دیکھے اس خوف سے گھر جائیں گے
طفل اشکوں سے بہت کھتا تھا میں شہم امید یہ نہ جانا تھا کہ یہ مجھ کو لاکر جائیں گے
میں طاقت کو میں کھتا تھا کہ میں جی کے رفیق یہ نہ تھی امید جو دامن چھڑا کر جائیں گے

دل جگر تو میں کیلئے سے بھی رکھتا تھا عزیز
 یہ جو اس خسر جن کے زور سے انسان ہیں
 میں یہ کہتا تھا کہ میں دل کے رفیق اب درد دہلا
 کب توقع تھی کہ کونے میں بٹھا کر جائیں گے

شکر حق چپ چپ کے تم بھی اب کہیں جانے لگے
 گالیاں دیتے تھے ہم کو آپ بھی کھانے لگے
 مجھ کو کہتے تھے کہ دور ہو بے وفا چسل بھاگ جا
 بے وفا اپنے تئیں سن سن پھوٹک جانے لگے
 بات اہم کرتے تو کہتے تھے کہ بس غوفا نہ کر
 اپنی باتوں پر بھلا کیوں جھڑکیاں کھانے لگے
 یا ہمارے کہنے پر اٹھاتے تھے جریب (کذا)
 یا تو اپنی بات پر اب ٹھوکر یں کھانے لگے
 میرے غش کو دیکھ کر کہتے ہیں سائے مگر ہیں
 کیوں کسی کے تیر مرزگاں آپ تم کھانے لگے
 یا تو لے لے دوڑتے تھے میرے اد پر تیغ و تیر
 یا کسی کے تیر مرزگاں آپ تم کھانے لگے
 جس طرح دیوار و در سے ہم نے مکرایا تھا سر
 آپ بھی دیوار و در سے سر کو مکرانے لگے
 نہ لیتے تھے کسی کے دل کا ہدیہ ناز سے
 یا تو دل اب ہاتھ پر رکھ رکھ کے لے جانے لگے

یا تو میری مرض پر کہتے تھے مت پھسلایے
 یا تو سو سو مکر سے اب آپ پھسلانے لگے
 اپنے ہاتھوں توڑنے جیسا کیا پایا میاں
 توڑ سے جیسا کیا قحط تم بھی اب پانے لگے

مری صحرانوردی پوچھ تو ملک جا کے ہاؤں سے
 کہیں سو دشت آگے پھر چکا ہوں دشت مجنوں سے
 کسی پر گیروا میں نے نہیں خرقہ کیا اپنا
 اسے رنگا ہے میں نے پونچھ کر اب شک ٹکلوں سے
 جو دیکھے نوح کا طوفاں اسے شرا کے پھر جانا
 مقابل مت کرو دریا کو میری چشم پڑ خوں سے
 نہ شاگردی کسی کی نہ فن شر کو سمجھا
 یہ سیدی باتیں سکھاتو بھی اس قد موزوں سے

لے بہت گل جائید محفل میں کسی کے ملک دل کو مرے ڈھونڈھو تو دل میں کسی کے
 نے محل نہ یا قوت نہ یہ گل نہ یہ احسگر ہیں بخت جگر دامن قاتل میں کسی کے
 باشندہ تڑپنے کا نہیں پاس ادب سے ارمان بھرے ہیں دل بسل میں کسی کے
 اور اق گل اڑتے ہوئے دیکھے تو یہ بولا دیکھو تو اڑا آما ہوں یوں ہی مل میں کسی کے دکھنا
 دم تن سے نکلتے ہی یہی توڑ سے بولا
 ملک دل کو مرے ڈھونڈھو تو دل میں کسی کے

۱۰۸
 غرض سن ہے تجھ کو تو مجھ کو تکمیں ہے
 اگر سیم ہے تو میں بھی ایک عامی ہوں
 تو سگر دل ہے تو میری دلی ایہ لگیں ہے
 جو تین دن ہے تو میری طرن تھیں ہے
 تو کوہ کن ہر تو مجھ پاس جان شیریں ہے
 تو دھن ہر تو میں لہوں تو دود ہر (دین دوا)

دو پھو حال دل ابا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے
 گھڑی بھر نہ ہے گل سے گھڑی ہر خار خوش ہے
 بسان دسوت دیا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے
 بہار گلشن دنیا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے
 بلے دنیا بلے دنیا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے
 بول کی دوستی بابا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے
 گھڑی آکر گلے لگنا، گھڑی تلوار دکھانا
 گھڑی ہے سیر دنیا سے گھڑی تو لہ گھڑی ماشہ
 میاں اس سوز کا سودا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے

خواب و غور کیا اب تو دم لینا بھی دل پر بار ہے
 خاک اس کی زندگی جو جان سے بیزار ہے
 اب تو خالی ہاتھ جاتا ہوں جہاں سے دیکھ لو
 اور تو تو شہ نہیں پر حسرت دیدار ہے

کہوں کس سے حکایت آشنا کی
 دعاوی تو لگا کہنے کہ دور ہو
 سنی میں نے دعا تیسری دعا کی
 سوں فرامی تو بس ادا کی (کلا)
 تمھارے ساتھ جو میں نے وفا کی
 کہ تو نے اس دغا پر مجھ سے کیا کی
 کہوں کس سے حکایت آشنا کی
 دعاوی تو لگا کہنے کہ دور ہو
 سنی میں نے دعا تیسری دعا کی
 سوں فرامی تو بس ادا کی (کلا)
 تمھارے ساتھ جو میں نے وفا کی
 کہ تو نے اس دغا پر مجھ سے کیا کی

کلاہٹے کہ میں بس چونچ کر بند
موم سے زندگی لائی تھی بٹھلا
دفا لایا ہے دت تیری دفا کی
کہ دنیا جائے ہے ابھی دفا کی
جنازہ دیکھ کر سن ہو گیا دل
کہ ہے ظالم دفا کی لے دفا کی
تجھے لے توڑ کیا مشکل پڑی ہے
جو ڈھونڈے ہے سفارش اغنیا کی
کوئی مشکل نہیں رہنے کی شکل
محبت ہے اگر مشکل کشا کی

کہاں ہے تو مرے پیالے کہاں ہے
میں پھلنی لے کے چھانا سب جہاں کو
خدا کے واسطے بتلا جہاں ہے
ترا دنیا سے کیا باہر مکاں ہے
ایسے میاں ایک باری منہ تو دکھلا
نہ ہو اس سے یہ آتش زباں ہے
(یہ) کیا مجلس میں تو یاروں سے بولا

گوش ہوش جو پھانے کو گہر چیریں گے
ماہر دیوں کے مقابل تو نہ ہو اے غور شد
اے صدف پہلے وہ تیرا ہی جگر چیریں گے
ورنہ تجھ کو بھی وہ جوں شق قمر چیریں گے
جو کوئی عاشق مولا ہے اسے یہ نا چیز
زکریا کی طرح تا بہ کمر چیریں گے
دل کی بے تابی تو تھمت ہی نہیں انا چار
اپنے پہلو ہی کو ہم لے کے تبر چیریں گے
قتل دل ہوئے محاربت کے لیے جواں
آرہ شانے سے جوں زلفوں کے اگر چیریں گے
گو تھ کر زور کیا تو بھی نہ ٹوٹا پا پڑ
اس سجے ڈنڈ پر کہتے ہیں سپر چیریں گے

کیا ہی بے دید ہیں محبوب جہاں کے سائے
ادب و مجھ ہی سے ہر بار نظر چیریں گے

محبت ہم پہ کرنا اور دل میں بے وفائی ہے
 بھلا بوسہ ہم اس سے آج انگلیں کٹی دے
 مجبوں کو کریں ہیں قتل دشمن کو جلاتے ہیں
 عجائب رسم ہر ان دلبران دہر کی یارب
 یہ عاشق اپنے اپنے اشک کو طوفان کہتے ہیں
 الہی کیا بنے گی ساتھ میرے شیخ و داعی کو
 یہ آئینہ بیاں کہتا ہے کسی آٹھائی ہے
 توقع تو نہیں لیکن یہ طالع آزمائی ہے
 بتوں کی بھی میاں صاحب الی ہی غذا ہے
 کچی کھاتہ جاسونا کہیں سائی بدھائی ہے
 جو سچ پوچھو تو یہ لنگا ہمارے ہی کھدائی ہے
 ادھر رندی شرمی ہے ادھر کو پار سائی ہے
 نہیں یہ ابرو باماں توڑ کے احوال کو شن کر
 فلک کی بھی محبت سے یہ اب چھاتی مبرا ہے

اشک و خوں آنکھوں میں اگر جسم گئے
 تو نہ آیا پر نہ آیا ایک بار
 کو چہ قاتل میں لے دل جان بوجھ
 شبنم آسا گلشن دنیا سے تسوز
 اشک و آہ و نالہ و بے طاقتی
 دور کے بھی دیکھنے سے ہم گئے
 اشک ساں ہر چند ہم پیہ ہم گئے
 تجھ کو رہنا ہے تو رہ پر ہم گئے
 کچھ نہ تھا لے کے ترا ہم غم گئے
 لے کے اپنے ساتھ اک عالم گئے

مس پر سرخی پاں دیکھ میری عقل بھولی ہو
 صنم کی رونمائی کے لیے ترکس کا منہ دیکھو دکھا
 قص میں ہم کو دیجے ایک نظارہ کے جوم ایک
 تجھے لے بواہوں معلوم کیا ہے عشق کا حربہ
 کہ ہو خورشید تاباں تیں پرایی شام بھولی ہے
 تہا ہی سیم و زر کٹھی کا آنکھوں سے قبولی ہے
 انھوں پر کیا تم ہوگا جنھوں نے..... ہے
 یہ آہ عشق اس قصہ سے عاشق کی سولی ہے
 عزیز و تسوز کو نسبت نہیں کچھ شعر کہنے سے
 پھر ایسے کو برا کہیے طاقت ہے فضولی ہے

کہوں کیا بات اس بے پیر دل کی
ہوا کس پر یہ دیوانہ الہی
ہم از آئینہ خانے سے ہے منعم
جو پتلا ہے تو بیچ اس کی آنی سے
پر پرواز کا فذ ہو تسلیم شمع
پٹک دے ہاتھ سے شیشہ اگر ہو
جفا سے تیری اٹھ جاؤں میں لیکن
طلا کر دے سخن مس کو زباں سے
نہایت چیز بد ہے دل کہ ہے لگی
شکایت میں جوان و پیر دل کی

لہو ہو بہ گیا آنکھوں سے لے تونہ
یہی ستمی کیا مگر تفتیر دل کی

سی پہ سرخی پاں جب جھمک دکھاتی ہے
خدا ہی جانے کہ دیکھی ہیں آنکھ دیاں کس کی
ہزاروں بھڑپے تصدق کیسے یہ پروانے
جو کھاوے داغ پہ داغ الم سن لے لالہ
نیم زلف بھی کرتی ہر عفتہ دل وا
نہیں ہے داغ و قفس سے محبت گل کم
حیا سے برق بھی منہ ابر میں چھپاتی ہے
یہ زگس آج تو پھولی نہیں سماتی ہے
بس اپنی جان کو لے شمع کیوں جلاتی ہے
سودہ مرا ہے جگر اور کس کی چھاتی ہے
چمن میں جیسے صبا غنچے کو کھلاتی ہے
یہ عنذ لب جہت جان کو پھنساتی ہے

موجب تلک ترے دل میں دو انہ پن کر لے
وگر نہ تونہ یہ فصل بہار حباتی ہے

گدشتہ حسن کا اب تک نشان باقی ہے نہ ہوں فریفتہ کیونکہ کہ کن باقی ہے
 اُمید جینے کی اپنے کہاں ہے بلبل کو چمن تو پھر بھی ہے گر باغبان باقی ہے
 اہی قدی کا نہ ہو کام قامت خم سے گیا ہے تیر نکل اب کسان باقی ہے
 مری تو سینے کہ مانند شمع بزمِ اخیر گچھل چکا ہے سراپا زبان باقی ہے
 نہ ہوئیں ہم سے جہاں میں تو گونہ ہوں یار تو رہ جہاں میں کہ تجھ سے جہاں باقی ہے
 خطا آچکا تھے اپنی گئی نہ سادہ ولی کہ بھوٹے وعدوں پر اب تک گمان باقی ہے
 اسی ہی بچیلے میں روزِ دشب ہوں گاتوزد بدن میں جب تیں میرے کہ آن باقی ہے
 نہ درد دل ہی کے کہنے کی ہے مجھے طاقت
 نہ چپ ہی پہننے کی تاب و توان باقی ہے

یا تو جاتے ہے لے یا رہیں دنیا سے یا سر و کار محبت ہے کہیں دنیا سے
 دم نہ مارا میں کسی کام میں مانندِ حباب اُٹھ گیا یار دم باز پس دنیا سے
 مرکز اُٹھے نہ کوئے یار سے جوں نقشِ قدم تا فنا ہو نہ سکیں خاکِ نشیں دنیا سے
 یاد میں یار کی جب آپ کو سمجھیں ہیں فنا نے غرض دین سے نہ ان کے تیں دنیا سے
 گھرِ خواب اود کا گو کر کے بنائی مسجد دین ان باتوں میں لقا ہو کہیں دنیا سے
 صحبتِ شعر و بکفِ جام و صحرائی در دست
 اس سوا تو نہ کو کچھ کام نہیں دنیا سے

جب سے کہ چشمِ خلقِ صنم تجھ سے جا لگی کہتا نہیں ہے بات کوئی یاں خدا لگی
 پامالِ غم ہوا ہے مراد دل نہ جانے ہاتھوں سے کس کے پاؤں میں تیرے خدا لگی
 ہر اک ہر اک لالہ سے گلشن میں باغبان کس لعلِ جلے کی باغ میں یہ بد خدا لگی

فریاد بے ستوں میں جو باندھے تھا نقش کو پرتب بند عادیہ نقش کہ جب سرے آنگلی
 کاغذ ہوں گرا رادہ ہو تجھ ساتھ عشق کا کی یک نگہ کہاں میں کہ گو یا بلا نگلی
 لگ چلنے کی طرح نہ تھی ہر ایکے پیش ازین تم کو بھی اب زمانے کی پیایے ہوا نگلی
 پھاٹے نہ کیونکے ستوز گریباں کو یار آہ
 چسپاں ترے محلے سے جو ہو کر قبا لگی

عزیز دیکھو میرا دل اس پر قرض آتا ہے پھر اٹنے ہاتھ نہ پر پھیر کر مجھ کو دھرتا ہے
 جو کہتا ہوں کہ میرا دل تو نے میں ناز الفت (کدا) تو دونوں ہاتھ اپنے بھاڑ کر مجھ کو دکھاتا ہے
 جو کہتا ہوں کہ تم ایسے کہاں سے ستم لے ہو تو اپنے ڈنڈل کر ہاتھ منجھوں پر پھرتا ہے
 جو میں مایوس ہو کر اپنی گردن نیچی کرتا ہوں تو گردن میں ملا کر ہاتھ چھاتی سے لگاتا ہے
 جو رہتا ہوں تو آنسو پونچھ کر کہتا ہر صدمہ (کدا) ترا دل پاس مجھے ہو تو کیوں جیوڑا کر جاتا ہے
 بھلا ایسے سے کیا بس چل سکے فریاد عاشق کا مگر وہ میرے دل میں ہی اندیشہ آتا ہے
 کہ گھبرا کر کسی پر دس چپکے سے نکل جاؤں دے دل چھوڑ کر جاؤں تو کیونکر جان جاتا ہے
 یہ زندگانی کس طرح کاٹوں خداوند! تو مجھ کو اور دل دے کیونکے تیرا نام داتا ہے

دے ایسا ہی دل جن میں (کہ) تیرا ستودہ ہوا دلب
 کہ اس کے ساتھ پھر خطرہ کسی کا کب سنا ہے

عاشق تو دل پہلے ہی تھا اب تو ہوا ستانہ ہے
 آگے جگمیزا رہے ڈرنے لگا بیگانہ ہے
 ان رخساروں کے خوف سے بھاگے تھا اپنے شہر سے
 اب یاں سے بھاگوں کس جگہ بھڑکا ہو اور دیرا نہ ہے

درد و شبابی سے بتواپنے تو لو گھر کی خبر
 کون سے دل کی تھی لگی اب لگا ہے
 ان شعرو کی آگ میں جلتا تھا میں ہر رات دن
 اب رشک سے جلتا جو ہوں جلنے لگا پروانہ ہے
 ہاں میرے ظالم سنگدل تیرا بھی دل جاتا پھل
 تو نے سنا ہوتا کبھو اس سوز کا افانہ ہے

جلا ہاتھوں کی ترے دین و اسیاں جان اور تن بھی
 بچا تھ سے نہ تر دامن نہ چھوٹا پاک دامن بھی
 ہوں جو دل میں تھی سو تو نکل گئی سر سے گھر اگر
 بلا گرداں ہوں میں تیرا سبک کر بار گردن بھی
 ترے غم کی کرے کیا پاسبانی کف تنہا میں
 ذرا سخت جگر سے بند کر جائے گا روزن بھی
 ستم جتنا کیا ہے تو نے مجھ پر کافر بد خو
 مسلمان تو مسلمان رہتے ہیں گبر و برہمن بھی
 ذبح کرنا ہی آیا پر سلیقہ کچھ نہ تم سیکھے
 کہوں کیا آستیں کو بھر رہا ہے اب تو دامن بھی
 ابھی وارث کوئی آکر پھر اے گامیں کہتا ہوں
 یہ دشمن آبرو کا ہے ترا دل بار گردن بھی
 چلو جی سوز کے گھر سے خبر لا دیں یہ کیا فعل ہے
 الہی خیر ہو ہونے لگا ہے اب تو شیون بھی

پنچ تو گیا ہے اس لب جنری سے پر کانپے ہو کیجو اس چشم شرگیں سے
 پنچ جائے دل تو پنچ جائے شاید کرب کی باری پر کوئی کب بچا ہے اس شوخ کی کیوں سے
 مڑگاں نے میری آنسو پونچھے کہاں کماں بہتا ہو خون ہر دم اس زخم دل نشیں سے

ہے موردِ ترجم یہ سن لو سوزِ صاحب
 ہاں اس کا ڈھونڈو لاؤ محبوب کہیں سے

کس سے کہوں میں یارب اپنا غم نہانی میرے گلے پڑی ہے یہ تھوڑی زندگانی
 اب بیٹھتے نہیں ہیں محبوب میرے کمر پہلو کیا کوسوں چھ کو میری ہی ہے مری جوانی
 ان آنکھوں ہی نے تیری بھڑک ستم کیا ہے کرتا ہے چوٹ آخر آہوے آشیانی
 آنکھیں بچیں کہ بھاگا، ہر روز یا الہی کرتا رہوں میں کب تک اس دل کی پاسبانی
 فراد و قیس کا تو افسانہ سن چکے ہو
 اب جی نگا کے سینو تم سوز کی کہانی

مجھ سے دار و مدار کرتا ہے غیر کو ہم کنار کرتا ہے
 ملنے کو جو گیا اسے مارا گھر میں بیٹھا شکار کرتا ہے
 عاشقوں کا تو دشمن جاں ہے وہ کسے دوستدار کرتا ہے
 پوچھتے کیا ہو سوز یارو (کنا) کون سا کار و بار کرتا ہے
 ایک مدت ہے جو خاک نشیں
 کچھ تو وہ خاکسار کرتا ہے

ماٹھ ہے جیسے غنچہ تصویر میں بچھی ہے مغرت ہماری بھی تعمیر میں بچھی

دہشت سے اپنی جان کی لئے قاتل یہاں
 پانی ہوئی تضاثری شمشیر میں بھی
 کہیں میں سائی اس کو بٹھاتا گوش یار دکنا،
 فریاد جا کے نالہ شب گیر میں بھی
 کیا کیجئے کہ دیکھ نہ سکتے تھے اہل رشک
 غیبت ہمارے دامن تحقیق میں بھی
 نے حسن رہا نہ جنش وئے گفت گو نہ دید و کنا،
 جان غریب صورت تصویر میں بھی
 اس طرف اس نے تیر کو کھینچا ادھر موا
 میری اجل بھی شوخ کے زہ گیر میں بھی
 ان کبر پائی والوں میں ہے جان کا خطر
 جیسے اجل ہے کلمہ بیکسوس میں بھی
 روویں نہ کیا کریں کہو پڑھ پڑھ کے سونم
 بخشش ہماری ماتم شمشیر میں بھی

نہیں غم شادمانی میری یہ ہے عزیز و زنگانی میری یہ ہے
 مردوں پاؤں تلے جو اس صنم کے تو عمر جاودانی میری یہ ہے
 بیوتم ہے، میں خوں پتیا ہوا اپنا شراب ارغوانی میری یہ ہے
 سنجی ایک تھا سوز ایک ہمدی
 شب و روز اب کہانی میری یہ ہے

تیرے ملنے سے نہایت اب یہ دل مایوس ہے اور تو وہ اس کیا دھڑکا بڑا جاسوس ہے
 مسی طرح مجھے بوسہ دے ہونا ہو سو ہو یہ ہی کہ لہو فلانا ایک نکھی چوس ہے
 تو ہی مجھ کو اس جگہ کی خاک نیچے دابے جس جگہ اس کا جلوس مینت مانوس ہے
 اب تو غفلت میں بلا لے اس کو توڑتا ہر کوئی ایک تودہ ہر انیس اور بوڑھا چوس ہے
 شاعروں میں سوز کو کہتے ہیں سارے بے خبر
 کیا کہوں میاں خلق کی فہمیدی معکوس ہے

راہ میخانہ کوئی آج ہمیں بتلا دے خود و عقل و قرار و دل و دیں بے جا دے
 پائے غم میں ہوں میں افتادہ و مینا در دست اور اس حال میں وہ شورش ادھر آ جاوے
 یوں کہے آج اسے کس نے دیا بار یہاں ٹھوکریں مار کے اس جا سے مجھے اٹھاوے
 چونکتے گر پڑوں گر پاؤں پر اس قاتل کے اور وہ ہاتھ پیکڑا مجھ کو کہیں بے جا دے
 پھر تو جو بات بنے آگے خدا ہی جانے .
 سوز سے پوچھو شاید وہ تمہیں بتلا دے

گر دل جلوں کی یاں کچھ قدر ہے حاضر ہے دل لیجیے نذر ہے (کذا)
 ناصح بحث تو ہوتا ہے مانع تجھ کو خدا کا کچھ دل میں ڈر ہے
 تیری بلا سے جو دل پھنسا ہے میں کیوں نہ روؤں میرا جگر ہے
 پھر ماہوں بازار بازار کہتا اودل کہاں ہر اودل کدھر ہے
 اے سوز ہا آگے نہ جانا
 بانکا کھڑا ہے جی کا خطر ہے

نہ عاشق ہے کسی کا تو نہ بیابانی سے محرم ہے
 میاں چل راہ لگ اپنی تجھے کیا سوز کا غم ہے
 چلوے اشک آگے ساعت ابھی ہماری ہی (کذا)
 جگر دل جان کے ہمراہ اب چلنا مصمم ہے
 خدا ہی جانے یا دل جو گذرتی تھی مرے دل پر
 بے درد دردنی سے کسی کے کون محرم ہے
 دل و دیں جان و ایماں صبر و طاقت کھو چکے کب کے
 یہ مشت استخوان باقی ہے اس کا کس کو اب غم ہے

اگرچہ اعتلاط بزم میں اس سا نہیں اب ستوز
وے فتنے میں اس محبوب کے میاں نود عالم ہے

جس کے قدم قدم پر تڑپے دل دگر ہے پوچھو تو یارو یہ کس جلتاد کا نگر ہے
کہتے ہیں عرش دل کو بھونکا کروں کسے میں بگی تو بات یہ ہے ہم سوختوں کا گھر ہے
ہرگز سراغ اس کا پاتا نہیں کہیں میں کیا پوچھتے ہو دل کو کیا جانے کدھر ہے
یوں تو کہاں وہ پہلے ایسا نہیں وہ بھلا وہ لگیا ہوشا یہ اس بات کا خطر ہے
ہم لے کے آویں اس کے محبوب کو کہیں سے
پر ستوز کو تو دیکھو اس میں بھی دم اگر ہے

لے پیکر ہوا تو نے دل زار سنا بھی میاں جلد ہو یہ کہ وہ کہیں تجھ سے ملا بھی
لوٹ کے تو مرے دل کو کبھی رکھ نہ سکے گا جاتا ہے کدھر لے کے نہ پھوڑو لگیں لا بھی
کرتا ہوں کرتا ہوں تہوں کی میں پرستش (کذا) لاجل و لا شیخ مرے پاس سے جا بھی
پس حق بظرف تجھے ہر تو کیوں نہ کرے پند مردود ترا دل یہ کسی بت سے لگا بھی
اب پاس ادب ختم ہے اس ستوز پر یارو
کیا خاک ہوا جل کے کہیں دودا اٹھا بھی

جگر سے لب ملک آہ و فغاں ہے تاب نکلا ہے دواغ یہاں کرتا ہی حتی اباب نکلا ہے
نہ ناسود دل چمکا ہو کیا کیجیے یارب ابھی آنکھوں سے میری قطرہ غناب نکلا ہے

تجہ بن کس کام زندگانی ہے ہی تو بنام زندگانی
 آتا ہے تو آشتاب و رہ نہ کرتا ہے غلام زندگانی
 جو تو ہی نہ پوچھے حال عاشق کیا زیست کدام زندگانی
 لے آنکھ اٹھا تو دیکھ، تجھ کو کرتی ہے سلام زندگانی
 حسرت ہی میں گزرتی آہ
 اے سوز تمام زندگانی

یوں تو نکلے نہ مرے دل کی اپاہے گاہے
 جو تری خاک در، لے دوست برب کعبہ
 نہ شفاعت ہو پیغمبر کی نہ تیرا دیدار
 ہے وہ عشاق میں گردن زدنی سوختنی
 فحش کو میری سر راہ ہی رہنے دینا
 منت باد صبا خاک کو ہے میری عار
 غم میں عمر بصد جان کروں میں تیراں
 میں تری تیغ کی برش کی کروں سبکدشا
 ایک نے سوز سے پوچھا کہ صنم سے اپنے
 دیکھ نہ اس کا گھر ہی ایک میں بھر کر دم سرد
 یوں اشارت سے بتایا سدا ہے گاہے
 یوں فکاک بہر خدا رخصت آہے گاہے
 دل میں ہو گر ہوس عزت و جلا ہے گاہے
 ہو جو فردوس بریں پر بھی نگاہے گاہے
 الم زخم سے جو دل کے کراہے گاہے
 گر کرے رکھ کے وہ کچھ قتل گناہے گاہے
 ابھی رونے گا وہ باخیل پاہے گاہے
 اس طرٹ دیکھے اگر برق نگاہے گاہے
 تو میرے زخم اٹھانے نہ سراہے گاہے
 اب بھی ملتے ہو بدستور کہ گاہے گاہے
 یوں اشارت سے بتایا سدا ہے گاہے
 یوں لے دو زنجیر بھوٹ نہ کیو اب بھی
 سوز ساقم میں ہوا نامہ سیاہے گاہے

جائے سے ہدم میں گواہ کوثر ہوئے کس کو خوش آئے اگر طبع مکدر ہوئے

بھاگ ان بدمذہب فرشتوں سے کہاں کی بھائی
 داغ ہوتا ہوں میں اس غم سے کہ یہ بھینگ چاند
 پہنچ کھاتے ہیں جو بیسٹ سا برادر ہوئے
 کیا ہوا جان تری غیبت سے محبوبی کو
 میرے ہاتھوں سے جو کچھ تونہ کے دل پر گزرا
 آہ میں کس سے کہوں اور کسے باد ہوئے

سافرے کی نمط پاؤں اگر جا حنائی
 پہتے پہتے تو ہزاروں ٹھکے دریا خالی
 مثل مینا میں کروں ل کی تمنا خالی
 پہ نہیں اشک سے ہوتا دل شیدا خالی
 کب ہیں شیشہ ساعت سے ہے اب پرواہ
 جس طرح سانپ کو آرام کر کے بے امن
 ریگ صحرا سے نہیں آبلہ پا خالی
 ویسی رہتی ہی نہیں زلف چلیپا خالی
 لے گئی تھی طبع خام کہ دل پاؤں گا
 دولت اہل کرم کو ہے کہاں بیم زوال
 جا کے کوچے میں پلک سر کو بھی آیا خالی
 در سے ہوتا ہر کہاں کیسے دریا خالی
 قیس کا وقت گیا سوز چلو اب جلدی
 نعت دل سے ہر پڑا دامن صحرا خالی

ہماری چشم نے یاں تک تو خوف نشانی کی
 بھل سکی نہ مری آہ تا بلب جا کر
 کہ روح قیس نے سر سے پھر دوانی کی
 سسکتے رہ گئے تیرے اتوانی کی
 گئے تھے آج جہان کے ساتھ تونہ کے تم
 بھلا عزیز و بڑی تم نے مہربانی کی

تھپاس اگر تیغ ہے یاں تیر دھسا ہے
پر سنے کیا ہوں مری آنکھوں میں جلا ہے
میں تم سے نہیں بوتا نچلے رہو بیٹھو
کیوں چکیاں لیتے ہو مری ران میں کیا ہے

آج اپنے دل کو دیکھا آج میں نے دوسے
ایک کونے میں پڑا تھا خاطر بخور سے
برگ گل بہتے ہیں جیسے آبشار باغ میں
نحت دل بھرتے ہیں دیے اکٹھ کے ناسور سے
ماہ اور خورشید کا رو اور ایسی روشنی
ہی ہی مہ پایا ہے تیرے منہ کے مکس نور سے
اہل جنت نے جو دیکھا حسن میرے یار کا
منہ پھرا بیٹھا وہ چپ کر اپنی اپنی حور سے
خال و خط میں دیکھتا ہے ناصح گم کردہ ہوش
دل پھنسا ہوا زلف میں کہ دیو اس سب کو سے
دیکھو بدستیاں اس بادہ کش کی بجائے
کھینچے ہے غناباب میرے زخم کے انگور سے
آج پایا ہے اکیلا تجھ کو کج باغ میں
ہائے یوں کھا جاؤں پڑتا ہوں تیرے نور سے
جس طرح تو نے سایا منہ کو تیرے بھیج کر
بوٹیاں توڑوں لیکن ہونٹھ کے زہور سے

جس طرح پردہ اٹھا کر شوخ نکلا ناز سے

اس طرح موسیٰ نہ لایا آگ کوہ طور سے

وہ عادیاتا ہوں تو کھڑے کو پھرا کر چڑاتا ہے (۱)

جو بوسہ مانگتا ہوں ہونٹھ دانتوں سے دبا تا ہے

جو میں کہتا ہوں لے مر جاؤں تیرا پنڈ پھٹ جاوے

تو یوں بھی چین نہیں کھکے ہی کھکے مسکراتا ہے

جو گاہے شکوہ کرتا ہوں تو لکڑی لے کے اٹھتا ہے

جو چپ رہتا ہوں تو بھنلون میں آکر گدگداتا ہے

جو اٹھ جاتا ہوں تو وہ راہ آگے روک رکھتا ہے

جو سو رہتا ہوں تو وہ چکیاں لے لے جگاتا ہے

جو گلیوں میں پڑا رہتا ہوں فریادی کی صورت بن
 تو لڑکے ساتھ لے کر ہر طرف سے غل بچاتا ہے
 جو روتا ہوں تو ہنستا ہے، جو ہنستا ہوں تو چڑھتا ہے
 غرض میں کیا کہوں جس جس طرح مجھ کو ستاتا ہے
 چلم کی یجیو جلدی خبر بے چین ہے یہ دل
 غزل اور ہی کہوں مغمون تازہ کھلاتا ہے

ادھر دیکھو تو کس ناز و اداسے آتا ہے
 میساک کی موسیٰ امت کو ٹھوکر سے جلاتا ہے
 جہاں بیٹھا جہاں سوتا ہے لے دل تو سلامت رہ
 کہ تیرا ہر گھڑی من مار رہنا یاد آتا ہے
 الہی خیر کیجو آج کس پر تیغ لے نکلا
 فلک پر خون سے خدشید جس کے تھر تھرتا ہے
 عجائب سیر ہے اب کو چڑھ قافل میں چلتے ہو
 کوئی تو ایڑیاں رگڑے ہو کوئی پھر پھڑکتا ہے
 صبا تجھ کو سیلماں کی قسم ہے بھوٹ مت کہو
 یہ کون آتا ہے جو گلشن نہیں پھولا سنا ہے
 کسی نے اس سے پوچھا تو وہ بھی اب شکر کرتا ہے
 تو کیا کہتا ہوں وہ بت بنا باتیں بناتا ہے

جو پہلے ہم سے اُلفت تھی سوا اب اس میں نہیں باقی
 کہاں ہر روز کا ملنا کہاں ہر دم کی مشتاقی

جوانی ساقہ اپنے لے گئی اسباب عشرت کا
 کہاں محفل کدھر مینا کہاں مطرب کدھر ساقی
 ادا و غمرہ و ناز و کم نگاہی جو رہے مہری (کذا)
 یہ سب ہے حسنِ خواہاں میں دے اتنی بد اخلاقی
 جو سرگوشی میں بوسہ لے لیا احسان کیا ان کا
 تکلف برطرف یہ حق تعالیٰ کی ہے رزاقی
 بجائے اشک ان سنگیں دلوں کے جد سے اب تو
 شر و بھڑتے ہیں مرنگاں سے بجائے سنگ چھاتی
 کبھی کالی گٹھائیں جیسے بجلی کوند جاتی ہے
 بھمک جاتی ہے سستی میں تھے دانتوں کی براقی
 تجھے اے غیب میں معلوم ہو گا حال عالم کا
 میں کیا جانوں کہ کیا ہے انفسی اور کیا ہی آفاق
 بغیر از دل نہیں کرتے ہیں غارت اور اشیا کو
 یہ تیرے ترک چشم اب کس سے سیکھ آئے ہیں قزاقی
 بھلا اس تہذیب کی خلقت سے کیا منظور تھا دل کو
 خدا ہی جانے کیا حکمت ہی یہ بھی اس کی خلاقی

یہ آفسو ہو کے قاصد جس کی آنکھوں سے نکلتا ہے
 تماشا دیکھ رہا ہے آن کر رونے کا تو میرے
 جگر کو لے کے نشتر گودا ہے لون ملتا ہے
 اٹھاؤ حسن کو میری نہ اس کو بچے سے سنتے ہو
 زمیں کو چم لیتا ہے تباہ کو بچے کو چلتا ہے
 کہ ایک لک بخت اپنی من میں آکر اچھلتا ہے
 جو دم مار دو تو کہتا ہے کہ چپہ جی بہلتا ہے
 بلا سے گاہ گاہ ہے اپنے گھوٹے سے کھدتا ہے

یہ ہیں نعت جگر یا شعر ہیں یا لعل پاے ہیں شرابے آگ کے ہیں توڑ کیا ہنہ آگ لہ ہے
 مواجب تو زتب بولا کہ ہاں دل سوز تھا میرا
 نہ جو نام اس کا آہ میرا جان جلتا ہے

پہن سے پھر صبا نے بوے گل صحرا میں بھمکائی
 مبارک باد دو اب مسند لیہوں کو بہار آئی
 جلاتا تھا خدا کا نام لے مردوں کو جب عیسیٰ
 صنم کی گالیوں میں دیکھتا ہوں اب مسیحائی

کون سا اس جہاں میں بے غم ہے جس کو دیکھا سو تجھ سے محرم ہے
 اشک تو جل نہ جل یہ تیرا شوق آہ کا تو سحر معصوم ہے
 ایک دم کے لیے تو آئے جان تیرے دم کے لیے کوئی دم ہے
 کچھ نہ کہیو اسے خدا کے لیے روٹھنے کا بھی زور عالم ہے
 گو نہ آیا تو کیا ہوا اسے سوز
 میرے مرنے کا اس کو ماتم ہے

کہوں میں اس کے شرانے کی خوبی کہ اپنے جی کے لگ جانے کی خوبی
 مجھے کہتا ہے میں نے کب لیا دل بہت اچھا مجھ جانے کی خوبی
 نکل جاوے ہی گلا سینے سے واللہ تو دیکھو دل کے گھبرانے کی خوبی
 نہیں جاتی تری اب تک شرارت ملا کر منہ سرک جانے کی خوبی
 کہا جوں سوز نے بوسہ توڑے جان لگا کہنے کہ بہلا نے کی خوبی

سوز غم سے تھے بادیدہ تر رہتا ہے اے دل گم شدہ بچ کہ تو کدھر رہتا ہے
 اشک مدد تے تھے تو چل تو خیر لا دل کی نامہ بردہ دہاں جاتے ہی مر رہتا ہے
 دل کی کس قاتل سفاک سے ہر آنکھ لگی جو لے تیغ و سپر آٹھ پہر رہتا ہے
 جن دنوں تھاکے وہ شمشیر کو کرتا ہی میان ان دنوں شہر میں خوں تباہ کر رہتا ہے
 ٹھیس لگتے ہی ذرا پھوٹا بہیں وہ کم بخت انکھ دو، ایسی ہی باتوں سے تو گھر رہتا ہے

بھکھ کو دھمکا تا تو ہے ہر بار کیوں کس واسطے
 کیا گنہ کیا جرم میرے یار کیوں کس واسطے
 آج تک کس نے غریبوں کو ستایا ہے بھلا
 توجہ دیتا ہے مجھے آزار کیوں کس واسطے
 کس کے تیری برائی کچھ کہی تحقیق کر
 اس قدر مجھ سے ہوا بیزار کیوں کس واسطے
 جب میں کہتا ہوں کہ آپا لے مری چھاتی سے لگ
 ہے ہی اس شوخ کی گفتار کیوں کس واسطے
 آنکھ اٹھا کر دیکھنے دیتا نہیں وہ شوخ چشم
 بس نہ رو لے چشم گو ہر بار کیوں کس واسطے
 پارسائی شیخ تو ہے آکھو تو اس کو کیا دکھا
 توڑ سے بے فائدہ تکرار کیوں کس واسطے

کیوں لے دل میرے بدلے جاتا ہے ذبح کرنے کو وہ بلاتا ہے
 مجھ سے آکھو عشق کی لذت کس مرتبے سے چھری چلاتا ہے

میں سنتا ہوں ایک مدت سے (کنا) عشق عاشق کا جی جلاتا ہے
 برق ہے آگ ہے شرار ہے کیا ہے جودل میں پیر جاتا ہے
 تمہ کو میں بھیجتا ہوں آگے جا میرا دل ڈرے تمہ پر جاتا ہے
 جیسا سنتا ہوں شاید ایسا ہو توڑ کیوں مفت جی گنوا تا ہے
 تمہ میں طاقت ہے ظلم پہنے کی دیکھوں کیا تیرے پیش آتا ہے
 میں تو جاؤں ابھی دے مجھ کو
 توڑ کہہ کہہ کچھ ڈراتا ہے

کہوں اسرار اپنے دل کا تو عالم ڈراتا ہے
 نہیں کہتا تو جودل میں ہے اگلا ہنہ کو آتا ہے
 جودم لیتا ہوں تو شعلہ جگر کا جی جلاتا ہے
 جو چپ رہتا ہوں تو اندر ہی اندر جان کھاتا ہے
 جو کچھ احوال کہتا ہوں تو سننے والے روتے ہیں
 نہیں کہتا تو کوہ منہم آسینہ دباتا ہے (کنا)
 جو جنگل میں نکل جاتا ہوں تو سب دشت
 کبھی جو شہر میں آتا ہوں تو گھر بھول جاتا ہے
 پہاڑوں میں اگر پھرتا ہوں ٹھٹھے ہوکے اڑتے ہیں
 جو دریا پر کبھی جاتا ہوں سر پر خاک اڑاتا ہے
 خدا کے در پر بیٹھائے توڑ یوں داہی نہ پھر دور
 کہ وہ پیدا کیے کی شرم کو آپہنی نبھاتا ہے

جودل پہ ہے گذرتی اس کو غم نہ ہی جانے کس سے بیاں کروں میں دل پہ کون لے جانے
 لے دل بہت سلامت جاتا ہے تو نکل جا سینہ تو پک گیا بس ٹکرا نہ او دوانے
 صبر و شکیبہ طاقت مدت پھوڑ بھاگے اب آپ ہو بے نصرت کرتے ہو کیوں نہ جانے
 غم کو نہ پھوڑ جانا اپنے ہی ساتھ لے جا کاپے کو پھوڑتا ہے تو میری جان کھانے
 صاحب تمھاری خاک میں خوب جاتا ہوں اس کو فریب دو تم جو تم کو کچھ نہ جانے
 اس حصر میں تھے ہم یہ بھی خدا کی قدرت جس حصر میں سراسر اپنے ہوئے بگمانے
 نکلو سدھار د بھاگو ہم صبر کر رہیں گے
 پھر اس طرف نہ آنا تم سوز کو ستانے

دور سے سمجھے کہ یہ زخمی کوئی پنچیر ہے پاس دیکھا تو دل ہی پاس اس کے تیر ہے
 قید مٹی سے کوئی پھوٹا نہیں آخلق میں موج سے دیاؤں کے بھی پانوں میں زنجیر ہے
 ابرو باداں تم نہ پوچھو شرم سے روتے ہیں آہ
 ابر کی صودت یہ میری آہ بے تاثیر ہے

ہر ایک عاشق کے جی میں یہ ہے کہ میرا محبوب مجھ کو چاہے
 غضب ہے یا رو یہ چاہنے کو کہ وہ بھی میری طرح کر لے
 کسی محبوب نے کیا بھی کہ اپنے عاشق کا ہوے عاشق (کلا)
 یہ تھوڑا احسان نہیں (ہے) اس کا کہ اکو اٹھا دیکھے گاہ گاہ ہے
 غرض یہ طلب کے ہیں گے عاشق کہا کریں کچھ زباں سے اپنی
 اسی کو عاشق کہیں ہیں ہم تو کہ
 اکی کی خواہش مراد ہوئے جو بار ڈالے تو شاد ہووے
 طلب اسی کی زیاد ہووے نہ مہنت کچھ نکلے آہ دا ہے

میں کہہ کر اجاتا ہوں تو دشمن نہ کہ مکر تو حوت کا ہونکا طالب
جھکا دسر کو کسی کے آگے اگر سہمی ہو بادشاہ ہے

بندہ خانہ ہے کرم فرمائیے آئیے حضرت ہمارے آئیے
کیا تلاش دل کو آئے ہو یہاں دل بھی حاضر ہو اسے لے جایے
ایکٹ سے پہلے غلط کشیے دیجیے ادھ چپکے گھر کو جایے
بیچ سے ہونٹوں کے گالوں کے نہیں عارضی بوسے پہ مت بہلایے

پرچم دہی پھرہ تم ایسا داتا ہے پچھلے عقل عشق خاناں بر باد آتا ہے
خوشی کیا خاک ہوئے عزیز لیو ایسے گلشن میں جہان نت کا یہی دسر کا کہ وہ صیاد آتا ہے
تو فتح دل کے پھر آنے کی اب بھوکو کہاں لیکن وہ اس کا بے قراری سے نکلنا یاد آتا ہے
خدا کے واسطے لے ہم نشینو ڈھانچو مجھ کو اور ملک پھر کے دیکھو نامح جلاؤ آتا ہے
خدا جانے ہی کیا بزم میں اس آتشیں فوج کی
گیا تھا کس خوشی سے تنوہ پرنا شاہ آتا ہے

دل لے ہی گیا نہ یاد ہے ہے ہے دل بے قرار ہے ہے
تو تہمت ہمار کہہ ہنسے اور میں روؤں زاد تراد ہے ہے
مت جائو بار بار ، ادا میں تیرے ... وار ہے ہے
پیکان سے تیرے دل خوشی تھا سو ہو گئی دل سے پار ہے ہے (کہ)
ہرگز نہ بھی غلط جگر کی کیسی تھی یہ آبدار ہے ہے
اب تک جیتا ہے تنوہ ، آجان اتنا بھی اتنا ہے ہے ہے

تری قدرت کے میں قربان تو کیا کیا بنا تا ہے
 فدی سے دل میں اس بندے کے کو غم سنا تا ہے
 اے میاں یہ قول ہے اس کو دیکھو اپنی آنکھوں سے
 کہ آ اس عرش سے لے فرشتہ تک سب کچھ دکھا تا ہے
 کبھو تو ایک کو کرتا ہے سلطان، ایک کو چاکر
 کبھی پتھر کو اس سلطان کنعز پر بندھا تا ہے (کلا)
 کبھی تو شہروں کو دیران کر جنگل بنا تا ہے
 کبھی جنگل کو کر آباد مردوں کو بسا تا ہے
 کبھی تو سوز کو دیتا ہے جاہ و شہرت و دولت
 تری قدرت کے میں قربان تو کیا کیا دکھا تا ہے

ساتھ پھرتے ہیں میرے یہ سائے میری تصویر کیا کہو بارے
 تو نے مجھ کو فراق کو سونپا یعنی یہ پیس پیس کر مارے

عشق سے جو کہ دل لگاتا ہے سودہ اپنے یکے کو پاتا ہے
 تیرا تو کچھ نہ جائے گا لیکن مفت میں میرا جان جاتا ہے
 عشق پیایے سدا رہا اپنے گھر کیوں حبث میری جان کھا تا ہے
 پوچھ تو جا کے سوز کا احوال مثل ماہی وہ تر پھرتا ہے
 سات دن سے وہ ناز و بالاں ہے نہ تو پتا ہے کچھ نہ کھا تا ہے
 عشق کیے تجھی کو حضرت عشق کیا تجھے نام یہ سہا تا ہے
 دن لوگوں پر کہتے ہر سب سے مجھ کو تو سوز ساتھ نا تا ہے

کسی صورت سے دل شاد نہیں ہوتا ہے
 ایسے ظالم کے میں پھندے میں پھنسا ہوں ہی تو
 آہ یہ گھر بسا آباد نہیں ہوتا ہے
 جس کا قیدی کہی آزاد نہیں ہوتا ہے
 کوئی دنیا میں بھی جلاو نہیں ہوتا ہے
 مگر اس باغ میں صیاد نہیں ہوتا ہے
 چھپے کرتی جو میں بلبلیں حیرت ہی مجھے
 آپ کی جورد جفا جتنی تھیں سب مجھ پر ہوئیں
 اب نیا ظلم بھی اے حباؤ نہیں ہوتا ہے

تجھے دل کے لینے کی کیا چاہ ہے
 تعین کے گھوگھٹ سے منہ کو نکال
 ہمارا تو ہے
 ذرا بھانک کر جان آگاہ ہے
 مری جان اللہ ہی اللہ ہے
 جدھر دیکھے واہ (دہی) واہ ہے
 کہیں ہے گدا اور کہیں شاہ ہے
 بسوں میں وہی جلوہ ماہ ہے
 نہ یہ ہے نہ وہ ہے نہ میں ہوں نہ تو
 اسی کا یہ منظر ہے اے ناقصو
 مظاہر اسی کا ہے یہ سب ظہور
 یہ اشیا جہاں تک ہیں آئینہ ہیں
 تجھے وہم ہے عرش پر ہے خدا
 تو سے دل سے اس عرش تک ماہ ہے

صنم کے ہاتھ میں کیا آدسی تھی
 کہا میری طرف سے سوز نے کچھ
 کہ جو غمزدہ گلشن میں بھی تھی
 تو داں شمشیر آگے ہی صحری تھی
 مگر اتنا کہ اے تیری کہی تھی
 کوئی بولے تو یہ کیسی ہنسی تھی
 مجھے ہے کہے کہے کہی تھی
 تو کہیو ہم نشیں کیا سوز عاشق

نہیں تقصیر اس میں آپ کی کچھ بلے صاحب یہ قسمت کی بری تھی
خدا جلنے کہ گالی یا دعا دی نہ سمجھا کچھ زبان فارسی تھی

بھاگتا کیوں ہے تو لے سروخماں مجھ سے تیری پھل بل نہیں ہونے کی یہ نہاں مجھ سے
ایک قطرے میں مے (شک کے قطرہ کہا دکھ) بحث کرتے تھے بہت حضرت عماں مجھ سے
خاک مجھ کو کیا تو بھی نہیں رسم تجھے دکھ کیا پھڑاتا ہے جلا کھینچ کے داماں مجھ سے
موت ہر بار نہیں آتی ہے بس مر تو چکا کیوں اہل ہوتی ہے اب ست گریباں مجھ سے
دیکھ کر میری پریشانی کو کھاتی ہے باد بیر کیوں رکھتی ہے زلف پریشاں مجھ سے
داغ دکھلائے ہے لالہ کبریا غانوں کو چار داغوں کو گنا تا ہے گلستاں مجھ سے
میرے شمشاد کی جا چال تو پہلے سیکھ آ کیوں اکڑتا ہے تو لے سروخماں مجھ سے

فکر حق کل تو کہا اپنے جلیسوں سے یہ
روٹھ بیٹھا ہے جہٹ تنویر غونچاں مجھ سے

مجھے دیکھ کر موت یوں بولتی ہے کہ یہ کیا مرے، یہ تو عاشق کا جی ہے
مری جان، دیدار آخر تو دکھلا مری جان آنکھوں میں اب آ رہی ہے
کھرا نفس پر ہو کے بولا کہ ہے کسی جو گل کی یہ تو دھونی دلی ہے
تجھے تنویر کیا عشم ہے تیرا تو والی
صلی ولی ہے، وصی نبی ہے

آ جا مرے منتوں کے پاسے اے پیارے بھنڈوے یاوں والے
تم ملنے میرے اٹھ گیا ہاں میں مر نہ گیا تری بلاے

تاریک ہوا جہاں تجھ بن
سر سے پاؤں تلک لگی دون
دہ شرم سے تیرا مسکرا نا
دل چاہتا ہے کہ پھر بھی دیکھوں
یا آن کے پاس بیٹھ میرے
تم تو جنت کو سدھارے اچھا دکلا،
لے میرے اندھیرے کے اجلائے
پھٹکتا ہوں آن کر بچا لے
لے پتلے ہی پتلے ہونٹوں والے
اک آن تو پھر مجھے دکھالے
یا پاس تو اپنے بگے بلا لے
دوزخ کے ہیں کیا حوالے

لے میرے مسح میرے ہمدی
میاں مرتا ہے کیا جلالے دکلا،

متفرقات

آنکھوں میں وہ لگاوٹ 'دل آہور میدہ' ہم سے بھی یہ پھنالا 'اللہ لے شوخ دیدہ'

اے نالہ نکل مت کہ مراداز نہ بھلے اللہ کرے ہنہ میں سے آواز نہ بھلے

ہوئے ایسے ہی تم نظروں سے اب بابا کی گم ہمدی
مبارکباد کو بھی حید کی آئے نہ تم ہمدی

ماہ کو نسبت نہیں کچھ میرے ہمدی خراس سے وہ بھری راتوں کو یہ واقع نہیں مرا سے

نکل لے جہان گر تو میں را بھی دل میں قوت ہے صنم آتا ہوا استقبال کو وقت فرصت ہے

تجھے دوا کر دیا میں تیری بے وفائی سے کسبِ دعا میں اپنے دل میں تیری آشتی سے

زلف میں اکبھا ہوں تس پرتل کی تدبیر ہے اب کھرجاؤں لہی پاؤں میں زنجیر ہے

ترا سوزِ احوال ہر دمِ بتر ہے وہی چہرے کا ہواحوال وہی چشمِ تر ہے دکھ
ترے یار کو میں بلا لاؤں بستلا کدھر اس کا کوچہ کہاں اس کا گھر ہے

مراقبِ قتل اس بے وفائی نے چاہا وہ کب پھوٹتا تھا خدا نے نہ چاہا
بڑا داد تھا آج بوسے کا لیکن وہ راضی ہوا تھا خدا نے نہ چاہا

کوئی سنتا نہیں دردِ پھروں ہوں مثلِ دیوانہ
الہی مات ہو جلدی سنوں میں اپنا افسانہ

اگر عمل جائے سب میرا دگ و پوست و بدن گدے سے بوں کیا دوست

کون ہے کس پاس جاؤں داد و دواؤں لاکوں ایک دل تھا سو تو کوئی لے گیا اب کیا کروں

کہوں کہ بات میں تجھ سے اگر جی کی لیاں پاؤں مجھے قربان بخندے دے تھے قربان ہو جاؤں

میرے یوں گزے قیامت واہ واہ حضرت سلامت واہ واہ

میں کس کے ہاتھ لکھ بیجوں میان مناعب سلام اپنا
بھے تو بھول جاتا ہے تھے دھڑکے سے نام اپنے

دل لیا، عاشق کیا، رسوا کیا، خیدا کیا
لے مرے اللہ تو نے مجھ کو کیوں پیدا کیا

بس میں کہتا ہوں اپنے مگر جاؤ حضرت عشق تم نہ جی کھساؤ
دین و ایمان تو لیا تم نے کچھ تمھارا لیا ہے فرماؤ

روز محشر بود سیاہ چو تیر چہرہ منکران روز خدو

رباعی

لے امت حضرت رسول الثقلین مانگو ہو اگر دونوں جہاں کا تم چین
تو درد کرد صبح و مسا اپنا تم اللہ و محمد و حسن و حسین

اس صورت ظاہر کو جو حیراں ہیں ہم واللہ غلط سمجھیں ہیں ناداں ہیں ہم
ہاں سایہ موہوم جو کیسے تو ہیں اپنا ہی گمان ہے کہ انساں ہیں ہم

نہ درد کسی کے ہیں نہ درماں ہیں ہم نے خام ہیں عشق میں نہ بریاں ہیں ہم
دو چار دن لے توڑ اگر سچ پوچھو اس بزم جہاں کے چہ جہاں ہیں ہم

وہ شہک غرام، حور و ش، رشک ماہ
جو دیکھ سکو تو آؤ یا رو دیکھو
کوہ تمکین، فلک فط، حسالی جاہ
کس شان سے آتا ہے کہ اللہ اللہ

جاتا ہے یہ طفل اشک بانار و آہ
کیونکر رد کوں تجھے میں لے نور لعین
نحت دل بے قرار لے کر ہمراہ
اللہ نگہبان ہے پیروں کی پناہ

بس کون ہیں ہم، جو کہتے ہیں ہم میں عزیز
یہ جو کہتے ہیں، ہم ہیں، پر کہتے ہیں
ملک سوچ تو اس ہم کو، جو ہے ہم دتیز
جو اس کے سوا ہیں، معان تو سب ناچیز

بس رو لے آہ در نہ جل جاؤں گا
بس لے دل اتنی اضطرابی مت کر
بس تم لے اشک در نہ گل جاؤں گا
تیرے ہاتھوں سے میں گل جاؤں گا

بس حلا عشق میں تو پا مال ہوا
لب خشک ہوئے، مونہہ کا یہ حال ہوا
ملک دیکھو یار میرا کیا حال ہوا
تو حشر ہوا کہ جی کا جنجال ہوا

جو میرے درد تھے ان سے تو یار ہوا
وہ کہے حشرے جی میں ہی آتا ہے
مجھ سے لڑنے کو اب تو تیار ہوا
اللہ تو ہم سے ایسا بیزار ہوا

لا ہے کو کیجیے کسی پر اب چشم
باقی نہیں اب طلب کسی کی دل میں
پھوڑا دنیا کا ہم نے سب دولت و چشم
آیا تو چشم در نہ آیا تو چشم

اے جان پر جب سے تم اپنے گھر گئے بابائے مگر پہ دان غم کا دھر گئے
کوئی پوچھے تو کیا بتاؤں اس کو کس ہنر سے کہوں کہ میر ہدی مر گئے

گر حق کیے تو مفت میں جان گیا خاطر رکھے تو دین و ایمان گیا
بیزاریں اس جہاں سے جلدی بے چل میرے اشد تیرے قربان گیا

یہ بات الہی ہے جی اداں گیا اران بھی حسرت سے پر اران گیا
سچ ہے صد تر بھی چاہیے ہی لائق کس ہنر سے کہوں کہ تیرے قربان گیا

اے تود سنبھل یہ آہ و زاری کب تک دل یہ بے قراری کب تک
آپہی عاشق ہے اور آپہی مشوق پرے سے بھل یہ شرمساری کب تک

کیا جاگہ تھی جہاں نہ ہرگز غم تھا نے کوئی مدد تھانے کوئی ہدم تھا
تھی آپ ہی آپ شرکت غیر بغیر چلے جی اب وہیں کہ کیا عالم تھا

کیوں مجھ کو ملتے ہیں یہ سب اب یارب پھوٹے ہر عشق مجھ سے اب کب یارب
احساس اب طرقت یہ ناصح مردود حیران کرے ہر مجھ کو جب تب یارب

بس جھوٹے نہیں ہیں عندلیباں دیکھا کس جاہے حین کہاں گلستاں دیکھا
آرام سے سونا تھا جگایا ناحق آنکھیں کھلتے ہی ہم نے نذاں دیکھا

خلق ہیں اللہ کی سب خاص مام کیا اہل سکوت اور کیا اہل کلام
پہرہ بست ہر آن کی جوں مثال خود شید پیدا ہوں صبح تو مٹ جاویں شام

لے میری زندگی لے میری حیات تیرے الطاف کی کروں کس پہ بات
زنجیں جو تو نے ڈالیں مجھے منہ پر کیا ہو آئی تھی 'بر محمد صلوات

لے محنت اتنا تو نہ کر مجھ پر عتاب سن میری بات کا ذرا لے تو جواب
تھکے یوں ہیں پھپھاپے کچھ شیشے میں تو بول تری ذات بھلی یا کہ شراب

میں نے کہا لے جو تجھ کو نہ ہے درکار بولا بے خشک و چشم تر ہے درکار
میں بولا تو نہ دل ہے تجھ پاس کہا اچھا ترے عشق کو جو گھر ہے درکار

آتا ہے تو کیوں دود (دوڑ راتوں کو کھ) بکو اس بھرے آگ لگے باتوں کو
لو اور ڈھائی مار بیٹھا چٹ سے دود ہو، صدقے کروں تھے ہاتھوں کو

گردم پر تو آہ آہ کرنے کے لیے وہ جسم ہے خاکِ خوں میں بھرنے کے لیے
دل ہے سوش و روز پڑا جلتا ہے ہے جان تو ایک روز مرنے کے لیے

داخل مجھے کہے کی بتاتا ہے راہ کرتا ہے صنم کدے سے مجھ کو آگاہ
میں کب مانوں ہوں ایسے شیطان کا کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ

اے مرگ ہزار گھرا جاؤے تو نے اچھے اچھے لباس پہلٹے تو نے
جو نکل کہ بارود ہوا دنیا میں بڑے بڑے اس کو سب اکھاڑا تو نے

آدم کی ہے یہ سخن باقی ڈھونڈ تو کسی کی نشانی باقی رکھ
کہتا ہے تو کہہ لے ورنہ ہوئی صبح دکلا رہ جائے گی تو یہ کہانی باقی

ماشق جو پتنگ کو کہے ہیں شاعر دل سے نہیں شمع کے ہے کوئی ماہر
ہر چند کہ عاشق کا تو جلنا ہو کام معشوق بھی اس کام سے کب ہو باہر

کبے کی خواب اب عمارت کیجے بت خانے کو ہر طرح سے غارت کیجے
ہوئے گا حصول کچھ (نہ) اس میں لے تو ہے دل میں کہ دل ہی کی زیارت کیجے

یہ دل جو اس طرح سے تجھ پر مائل اس واسطے میں ہوں تم سے آگے سائل
تو کھول نہ کھول زلفت اپنی پیارے ملنے کا مرے اس میں ہے عقدہ حائل

کب لائے مدام لذیت کرنے کے لیے دن عمر کے یک چند ہیں بھرنے کے لیے
کیوں روز تولد یہ کریں ہیں شادی یاں آئے ہے جو کوئی سو گنے کے لیے

کہتا ہوں میں جس سے آشنائی کی بات سنا ہو وہ مجھ سے اور ملتا ہے بات
کہتا ہے یہ کیا کیا اے ناداں تو نے اب کیونکے کئے گی تو تیریں اوقات

نہ دیر سے کچھ ہم کو نہ کب سے کام
دنیا میں ہیں ان دونوں کے طالب بزم
جو شیخ و برہن ہو سوا اس پر بھگڑے
ہم زندہ ہیں مشرب ہے ہمارے وجام

دن کو کبھی ہنستے ہیں کبھی روتے ہیں
اور رات جو ہوتی ہے تو ہم سوتے ہیں
نہ کام خدا کا نہ کیا عقبی کا
اس عمر کو دنیا میں یونہی کھوتے ہیں

ہر وقت مرے دل میں ہی آتی ہے
کیونکہ رکھوں میں عمر چلی جاتی ہے
تس پر جیتا ہوں یا دنیا کے بیچ
ملک و نیکہ تو میری بھی عجب چھاتی ہے

دل کو مرے عاشقی سے پھرے گا کون
وحشی ہر غزال اس کو گھرے گا کون
نہ دہم ہی پاس (ہے) نہ صیاد یہاں
یہ بھلے لے سوز نہیڑے گا کون

اے آنکہ بعشق مصطفائی مدہوش
در ماتم آلِ ادب جان دادن کو کش
شاہ شہدا شود شفیع تو بحشر
بر سینہ بک چہ میزنی دست بچش

بر دے فدیر سر در خلق پناہ
فرمود بجائے ماعلیٰ باشد شاہ
ایں بود حدیث آں رسول عربی
من کنت مولاه فعلی مولاه (کذا)

فریاد ز ہم یکہ بدوش آمدہ است (کذا)
ہم نالہ بے خودی بخوش آمدہ است
از سینہ چہ راہ کر بلا نزدیکست
آہ از جگر م سیاہ پوش آمدہ است

سحر بان بجزر گدائی گروم حیران گماں کبریائی گروم
من آن بودم کہ باکمال حیرت در قافلہ داغ جدائی بودم دکھ

لے مردم زار زار حیران تو ایم دے دیدہ اشکبار دیران تو ایم
بردی دین و صبر و طاقت لے عشق ز خود شکار قربان تو ایم

لے خواجہ دو گام رہ نراندی، ماندی خود را بر فیتاں نہ رساندی ماندی
ایں راہ نہ راہ کعبہ آب و گل است یک گام ز کارواں چو ماندی ماندی

مستزاد

سُن سوز جھٹ دیکھ کے حیراں ہو گا خواباں کا جمال
دل زلفت میں اُبھے گا پریشاں ہو گا متے پے بان
یہ چال بُری ہے تجھ سے نبھنے کی نہیں او غام خیال
کیا ہنستا ہے بہت ہشیاں ہو گا مت دانت کال

جو شخص ملازمت کو آتا ہے گا از بہر حصول
کچھ وہ بھی نذر کو چیز لاتا ہے گا یوں ہے معمول
بندے کو نظر اور نہ آیا ایسا حیراں رہ کر
اپنے تئیں آپ ہی دکھاتا ہے گا گر کیجے قبول

بالغرض کہ ہم مائل و باہوش ہوئے کس کام میں ہیں
 ہو کر آزاد خانہ بردوش ہوئے تو دام میں ہیں
 دودن کی نود میں نہیں کچھ حاصل یا روح با تو
 مے حق ہوئے خو خاک میں روپوش ہوئے کلام آرام میں ہیں

(قطعاً)

ایک دن بیٹھا تھا اپنے بام پر ہو گیا میرا قضا را داں گزار
 آگے پیچھے دیکھ کر بولا کہ اد کوئی یاں حاضر نہیں اب تابکار
 ہے سرانے دیکھو تیر و کہاں جلد لاؤ مفت جاتا ہے شکار
 سننے ہی میرے گئے داں پاؤ پھول لگ گیا دیوار سے تب آہ مار
 غول قسمت تو دیکھو اس گھر دسی کوئی نوکر تھا نہ کوئی دوستدار
 ہاتھ اپنے کاٹتا تھا ہے غضب تھے نہ پتھرے بھی کہ کرتا سنگسار
 اسے بے منت اجل آئی سخی سوز
 پنج گیا کیا ہوئے پھر انجام کار

ایک دن اس شورش سے میں لگ چلا رزم میں کرنے لگا اظہار پیار
 جب تک وہ چپ رہا میں بڑھ چلا دل میں آیا آنکھ بوس و کنار
 کھول کر آغوش جوں سرکا دیں
 کہنے لا گا دا پھرے چل جھک نہ مار

اومیاں اوبھائی اوخلوت کے جلنے والے دوست
 اس سے کہ دیو خدا کے واسطے کام ہے
 پہلے کیجو مذر یعنی وہ نہیں کہتا ہے آپ
 تیرے اس محزون نالاں تنوز کا پیغام ہے
 کائے نڈر بے رحم بے پردہ بے دید آسبھ
 تیرے ہاتھوں ساری خلقت اب توبے آرام ہے
 جس نے دیکھا آنکھ اٹھا کر، تو نے چٹ مارا دیں
 یہ جو تیری وضع ہے اس کا برا انجام ہے
 آدمیت یکہ باز آ، قتل مت کر خلق کو
 تنوز کا بھی مار لینا کون ایسا کام ہے

..... تنوز کو دلا سوئی یا لگا کا نٹا جو تو اچھل پڑا ایسا کہ تیرا سر پھوٹا دکلا
 ہماری پنج کی انگلی ہے بوجھے صاحب پکڑیو زرد سے پھوڑوں، یہ لیجے انگوٹھا

کیا کہوں تم سے اے خردمند دیکھتے ہو تم ان بتوں کے بھگند
 دیکھتے ہیں سمیوں کو ایک نظر بعد ان میں سے ایک کر کے پسند
 رام کرتے ہیں باز کو جیسے طعمہ ہوسے کے روزے چند
 بھوکھ پر کھینچتے ہیں حکمت سے پاس لاتے ہیں ہونٹھ پر منہ بند
 بھاپ دیتے ہیں دونوں تنوں کی پھر بھڑک جاتے ہیں یہ مشل پرند
 الغرض پھوڑتے نہیں بابا
 جس طرح تنوز کو کیا پابند

ما جو کہتے راست کہتا ہوں فی عری سے مجھے نہیں نسبت
 میں انھوں میں تھا سب سے بیگاد وہ دلائے مجھے بہت غیرت
 رتھے بات بھی نہیں آتی ہم سے برکتے کس طرح صحبت
 یا تو ہم سے کیا کرو باتیں یا ہمیں جانتے ہو بے عزت
 تب میں ناچار ہو کے کہنے لگا انھیں باتوں کو شعر کی صورت

ورنہ اس منہ پہ شاعری تو بہ
 یہ بھی مرزا رفیع کی ہے دولت

مخمس

راہ گلشن میں نہ لے مجھ کو ہوا دارچمن دام میں کھینچے نہ صیاد دلازارچمن
 ہوں نہ لائق نہ سزا دارچمن بلب تصویر ہوں جوں نقش دیوارچمن
 نے نفس کے کام کا ہرگز نہ درکارچمن

کب ہیں کا داد رکھنے کو فلک نے دی ہجر گوشہ زنداں کی زینت کے لیے بخشی ہجر
 طوق در گردن بسر جوں فاختہ ہم کی ہجر کیا گلہ صیاد سے ہم کو یونہی گندی ہجر
 تبا سیر دام تھے اب ہیں گرفتارچمن

کہ تو کس کے جی کو دکھ دیتا ہو تو لے باغباں چھوڑ کر کیوں اٹھ چلا گلزار کو لے باغباں
 درد کی ہر گل سے اب آتی ہو لے باغباں نوک کاٹوں کی ٹپکے ہو لے باغباں
 کس لکائندہ کے دامن کش میں یہ خارچمن

میں سے گلزار ہونے میں کب ہر صبح یک پر کسی کی حال پر اس کے نہ دیکھی نم ملک
 ملک سے ہر گل کے ہیں این کی حرکت کا زخم پر ہر گل کے چھڑکے صبح محشر کا ملک
 سکے کے گہم سے دو آتش بنم نارچمن

ہر ہنگامہ سے تیرے مشوق ہے جو مندیب
 پھر غلطی میں ہی تو جی کی ڈیرے سے ہو گیا
 قمرہ اشک اکہ میں تیری نہیں جو مندیب
 نکتہ دل کرتے جاے برگ اے حور
 ہم اگر ہوتے تری جاگہ گرفتار چمن
 سوز کہتا ہے تجھے آدیکھ لے زگس کو تنگ
 لے مرے عورتا شاؤ دیکھ لے زگس کو تنگ
 ہے تغیر حال اس کا دیکھ لے زگس کو تنگ
 سودا دیکھ لے زگس کو تنگ
 باغ میں یہاں کوئی دم ہو یہ بیمار چمن

کتنی ہے زمانے میں جو خشکی و تری رنگ
 ہے دیدہ تحقیق میں یہ سب نظری رنگ
 کافر ہو کسی کا جو خوش آتا ہو ندی رنگ
 کرتی ہے مرے دل میں تری جلوہ گری رنگ
 اس شیشے میں ہر آن دکھاتی ہے پری رنگ
 سب چیز کی میں سیر کیا ڈھنگ کا جلوہ
 آتش کا جمال ادھر اک سنگ کا جلوہ
 تجھ بن نظر آتا نہ کسی رنگ کا جلوہ
 کس رنگ میں دیکھا نہ کسی رنگ کا جلوہ
 سب رنگ میں ہے تو یہ تراسبے پری رنگ
 ہر چند پڑا آکے میں صیاد کے بس میں
 غنیمت ادھر سے ہوا نا کس و کس میں
 لیکن نہیں ترما گل و گلشن کی ہوس میں
 کس گل میں یہ جلوہ ہو کہ اب کج نفس میں
 دکھلاتی ہے میری جگہ بے بال دہری رنگ
 مجھ عاشق نالان کے نامے کو تو لینا
 اس حسرت واران کے نامے کو تو لینا
 ملک پوچھ مجھ پوچھ کے نامے کو تو لینا
 ہر مرغ کو پہچان کے نامے کو تو لینا
 نامے کے کہوتہ کا ہے میرے جگری رنگ
 جو چیز کہ ہر کوئی دانا دار
 اس کے لیے لاسنگ کو آتش ہے گلشن
 خوس ہے عمر کو یوں اپنی گنوا ہے
 لے شیشہ گراں دل کوئی ٹوٹا ہونا ہے
 پیدا کرے ہم ادھر کہ شیشہ گر ہے

میلہ دیکھ کر دل کے غالب ہے سخن کا اور دل کو مرے ہو غم و اندوہ وطن کا
 معلوم کچھ احوال نہیں سرود سخن کا ہے خاک بسراج خدا جانے چین کا
 دیکھ کئی ہے کیا جا کے نسیم سحری رنگ

مت دل لگا دنیا سے تو ہرگز ذری سودا جب سب سے تر اٹھے سمجھوں گے بری سودا
 جانے ہے جہاں کی سبھی خشکی تری سودا کر جامہ عریانی کو خاک ستری سودا
 ہے عزم سفریاں سے تو ہے یہ سفری رنگ

چشم میں اپنی گہر بار کروں یا نہ کروں آہ گہرا کے میں ناچار کروں یا نہ کروں
 درد پہاں کو میں ظہار کروں یا نہ کروں کیوں میں تسکین دل لے یا کروں یا نہ کروں
 نالے جا کر پس دیوار کروں یا نہ کروں

زندگی کا کوئی دم مثل شفق باقی ہے جز دہستی سے مے نیم ورق باقی ہے
 ہاں میاں اس میں وہ اک کلا حق باقی ہے سن لے اک بات مری تو کہ حق باقی ہے
 پھر سخن تجھ سے ستمگار کروں یا نہ کروں

تم تو وہ شخص ہو اپنے کو برایا سمجھو دل جو ہم آپسے دیں اس کو چرایا سمجھو
 غیر سے وصف کریں اس کو لگایا سمجھو سخت شکل ہے کہ ہر بات کنایا سمجھو
 ہے زباں میری بھی گفتار کروں یا نہ کروں

کوئی ایسا ہے کہ جس شخص سے غم رکتا ہے اٹھ لے جب اشک تو ہر ایک سے کم رکتا ہے
 شہدے وہ میں کس دل سے اہم رکتا ہے ناموا اٹھ مری بالیں سے کہ دم رکتا ہے
 نالے دل کھول کے دوچار کروں یا نہ کروں

گردنک گری کروں پہ ہمارا اب لوق کوئی غم اس سے نہیں جان کو میری افوق
 بہتک بہتک سے میں جا کون خواب شیریں میں وہ اندول ہے مرا اہل عشق
 کہ سر رکھتا ہے کہ بیدار کروں یا نہ کروں

دستِ حال کہو اس نے تو آکر یارو کب تک تل میں کھری غم کو چھپا کر یارو
کئی فریاد وہاں اپنی مستانگر یارو موسمِ گل ہی میں صیاد سے جا کر یارو
ذکرِ مرقاں گرفتار کروں یا نہ کروں
نہ دہا دوست ہے رجم بھرا دہر آئے اس زمانے میں یہاں ہسپتال کے حیرت ہے
کئی ایسا نہیں جو اس سے یہاں جاکے کہے حالِ باطن کا نمایاں ہے کئے ظاہر سے
میں زباں اپنی سے اظہار کروں یا نہ کروں

..... دل داری کو کیا جانے ابھی ان بے فائدوں کی وفاداری کو کیا جانے
تیری عمر ہے تو نالہ و زاری کو کیا جانے (کلا)، زہرِ عاشق کسی کا تو وفاداری کو کیا جانے
ابھی تو آپ ہی لڑکا ہر سچ یاری کو کیا جانے
نہیں ہوتی ہیں آنکھ کو یہ کچھ باتیں کلی پایے تھے یں تو ہنسنے کیلئے تھے ابھی پیلیے
ہے گلاب یہ ایذا عشق کا اتنا سا جی پایے گلشنِ سہی ہیں کسی سے اب تک آگھیں تری پیلیے
تو پنا، ٹوٹنا، راتوں کی بیداری کو کیا جانے
ابھی تک اُن دن تو کھیل میں مشغول رہتا تھا بول جانے تری پایے محبت کو کہ ہے وہ کیا
دھنس کر عشق کے چہرے میں جانی اس کو باز آ ابھی تو تو نے آئیے میں اپنا منہ نہیں دیکھا
گرفتاری کو کیا کہے تو خود داری کو کیا جانے
ابھی تو ہر صیاری نہیں ہوتی تھی ابھی تو کہہ دل آزاری نہیں ہوتی تھی
ابھی اب تک تم گوری نہیں ہوتی تھی ابھی تو عشق تو آزادی نہیں ہوتی تھی
یہ تھا سا کیو تیرا غم خواری کو کیا جانے
سازش کے گھڑاں کرتے ہو ہتھ پائے کوئی آہستہ کی بات ہے اس کو کیا جانے
دل کے گھڑاں سے تھامے تھے ہر وارو حیرت کو کہہ گھڑاں سے
دل کے گھڑاں سے تھامے تھے ہر وارو

مثنوی

میں کس سے کہوں دل کی باتیں کتنی ہیں کس دکھ میں راتیں
 ناسخ ناسخ گھبراتا ہے صبرا صبرا پھرواتا ہے
 آرام نہ اس کو سونے سے ہے کام سو اس کو رونے سے
 بد رنگ ہے اب دل کی حالت کبھی نہیں جاتی اس کی مت
 مطلوب نہیں اس کا پیدا کس کی صورت کا ہی شیدا
 لوبض تو اس کی پہچان نہ کیا مرض ہے اس کو دیوانہ
 بیماری کیا ہے اس دل کی کیا چاہ ہے اس کو قاتل کی
 تو اس کو اس تک پہنچا دو محبوب کو اس کے دکھلا دو
 سودا ہے جو ہے سودائی تشفی کر دیا ہے بھائی
 یاجن و پری کا سایا ہے کس چیز سے عشق لگایا ہے
 ہاں اس کی کچھ تدبیر کرد میں راضی ہوں زنجیر کرد
 ہے اب ہاتھ سے جاتا ہی مجھ کو اس کا غم کھاتا ہے
 کیا اچھا بچھا دل تھا یہ سب رنگوں میں شامل تھا یہ
 ہستوں میں بیٹھ ہنستا تھا فوجوں میں پہلے دھنستا تھا
 محبوبوں سے مل چلتا تھا محبوبوں ہی میں ملتا تھا
 کرتا تھا سب سے رنگ ریاں باتیں کرتا بھلیاں بھلیاں
 سب اس سے پیار سے ملتے تھے وحشی تک اس سے ملتے تھے
 سب اس سے مل کر رکتے تھے ہے سب کے آگے اب ناچنے
 کس سے ملے گا اب یاد نہ سے ملنے کو کیا کب (کلا)

مت چپ رہ میرے پیائے دل
 یوں چکے چکے غم مت کھا
 مت اپنے ہی سے رہ غافل
 میں تیری چال سے ڈرتا ہوں
 قربان میں تیرے منہ کھو دو
 تم کس کے اوپر عاشق ہو
 میں اس کو تجھ سے ملوا دوں
 یا سوز سے مل کر کام کروں
 منت سے اس کے پانو پڑوں
 پر یہی بات یہ ہے اے دل
 یہ پہلے سر سہلاتے ہیں
 ہے عشق کی راہ بہت مشکل
 تو بھول یہ نگلیاں جائے گا
 یاں خول بہت ہیں اے غافل
 ان سے لے مرے صاحب دل
 پر تو کہنا کب مانے ہے
 میں ایسا دشمن
 زمانہ ایسا ہے
 دانشمندی اس میں نہیں بھولے
 گھر کو ہو منگو آتے ہیں (کذا)
 میں مجرم ہوں جو اب بولوں

جا جا بے جس سے چاہے مل
 پیائے یہ غم کھا جائے گا
 ادول ادول ادول ادول
 انہیٹے ہی میں مرتا ہوں
 کچھ مجھ سے بات کہو بڑو
 کس کے پیچھے اتنے دق ہو
 اس کا کام تجھے لا دوں
 اس بت کو تیرا رام کروں
 تیری خاطر جی دان کروں
 ان لوگوں سے ہرگز مت مل
 پھر کچا بھیجا کھاتے ہیں
 سن میرے بھولے بھالے دل
 ہر دور پر سر ٹکرا دے گا
 بھلا کے لے جاتے ہیں دل
 مت مل مت مل مت مل مت مل
 مجھ کو تو دشمن جانے ہے
 کہے جو تیرے
 جو دل اپنا تجھ جیسا ہے
 اپنے ہی بخت بنے پھوٹے
 تو الٹی لائیں کھاتے ہیں
 کاہے کو اپنا منہ کھول دو

اور اپنے کہے کیا حاصل
 جو بکھا تھا میرا دل تھا
 میں بھول کے اپنا جانا ہے
 ورنہ سب دل سے ہیں غافل
 جو جو میں دل کے سہتا ہوں
 جو میں نے کہا سو مانو گے
 جو ظلم کرے چپکے سہیو
 بعید اس کا کس نے جانا ہے
 جو اپنی بات کہے گا یہ
 اچھے بیٹھے بیٹھے بول
 ہے وہ صاحب حق تعالیٰ
 یہ غفلت کس نیند سے آئی
 اب کو سمجھو تب کو بولو
 اپنا خالق ہوا ہے کیا نے (کذا)
 اس میں میں کو کچھ بھی بوجھے
 تم میں میں کس غم سے بیٹھا
 تم کو یہ میں میں بہتا ہوں؟
 کیوں اس میں میں سر درگم ہو
 ہنڈیا میں ہے وہ
 تم تو پر ہے تم میں
 آپ کو بوجھو تک تو چیتو

کیا گھر نکلا میرا دل
 ہے میں کیا غافل تھا
 دانشدہ دل بے گنا ہے
 لاکھوں میں ہو گا صاحب دل
 یارو میں تم سے کہتا ہوں
 مت اس کو اپنا جاناو گے
 ہاں بندے دل کے ہو رہو
 ورنہ یہ ایک سیانا ہے
 تو دو دو بانس ہے گا یہ
 نینو دل کے کان کو کھول
 سب کا پیدا کرنے والا
 تم کیوں بھولے میرے بھائی
 پیائے دل کی آنکھیں کھولو
 پیدا اب کو گر تو جانے
 میں میں تم جو کرتے ہو گے
 میں میں کون کہے بیٹھا
 میں کو بوجھو میں کہتا ہوں
 میں جو کہتے ہو کیا تم ہو
 میں جو کہتے ہو تم
 ہنسے آپ کہو ہے تم میں
 کہہ میں اپنے آپ کو دیکھو

کہ وہ اپنے سوا کسی بنا ہے
 جو کہ دکھلائے
 حوش سے تافرش وہی ہو (کذا)
 لوگ ہیں اس کا بھکا
 عین کرو ہے سب سے نیار (۹)
 پر یہ پتلا خاص بنا یا
 جن پایا سو آپ کو بھولا
 اپنی ہستی آپ جلائے
 کب تم میں بیٹھے
 سب میں بیٹھے سہاگے میں (کذا)
 سب جاگہ وہ حاضر ناظر
 لاکھ روپ کی آن بنائے
 جو ڈھونڈے سو اس کو پاے
 کہیں کہیں یوں ہی مل جائے
 یہ سونا مجھوں کا ہے
 تم اس پرست بھولو بھالو (کذا)
 آئے کو صاف بناؤ
 آئینہ کیا دل ہے تیرا
 وہ دروگر رنگ کو اس کے
 بھاکہ ناگو و بھکر سہ

آج ہی سہے آپ رہا ہے
 لاکھوں شائق ہیں وہ بھکا ہے
 یہ تو سب نے رمز کی ہے
 پردہ سب سے باہر دکھکا
 وہ چنل سب کا ہے پیارا
 اس میں بورا ہو دکھلایا
 جل کر ہو کر آگ بگولا
 فیتہ کو کب اس کی بجائے
 اپنی یکتائی میں بیٹھے
 قید نہیں وہ آب و گل میں
 جب ڈھونڈو تب سب سے باہر
 بھول بھلیاں تن میں چھپائے
 بن کھوجی وہ ہاتھ نہ آوے
 سوتوں کو وہ آپ جگا ہے
 دہرے کا ہے
 اپنی آنکھیں مل لی کھولو
 منہ دیکھو جب آپ کو پاؤ
 جس میں کہتا ہے وہ پھیرا
 اسی ہی بار بھگت کو اس کے
 کو کہہ چو

راہ ہے کتنی ایک چمک کی
 بن گور کا ہو سودا کی (کلا)
 اپنی شہنی تو داں ہے اگر
 بندہ ہو پہچان تو اس کو
 سوچ ذرا جو تجھ کو بتاؤں
 آدم کو سجدہ کر دایا
 میں میں تجھ سے وہ بولے گا
 سب اپنی ہے خانہ خوابی
 موت لے تجھ کو سمجھا ہے
 کہتے ہیں یہ بات گہنی
 زندہ دلوں کا ہے یہ باتا
 طول ال سے ہو لوتا لب
 جو جو بیٹے سو سو ہے
 اپنا پودھا آپ وہ سیٹے
 رہ تو اپنے من میں شاداں
 وہ جانے جو اس کو بھا ہے
 تجھ کو کس کی غیرت آئی
 تجھ کو تو ہر آن بستا ہو
 تجھ کو اس میں کون ہے
 تجھ میں سے تجھ کو دکھلا ہے
 تہذیب کے تہذیب ہے

میں میں کر تو میر خاک کی
 پہل گور کو ڈھونڈ لے بھائی
 پکا پرن تو اس کے کہ کر
 اپنا مولا جان تو اس کو
 سن لے اور یہ بھید بتاؤں
 ہیں فرمایا
 بھید وہی تجھ پر کھولے گا
 اپنی خودی تو چھوڑ مشتابی
 جب تک مرے نہ آپ کو پاسے
 رتا کوئی نہیں ہے جانی
 مرنے سے آگے مرجانا
 حرص و ہوا کو مار د صاحب
 قسمت ہی پر راضی رہیے
 روز ملے یا دو دن پیچھے
 کیوں شر بھاتا ہے تاواں
 نکلا رکھے وہ یا کہ اڑھا ہے
 اس کا بتلا ہے تو بھائی
 میرے آپ کا اس میں کیا ہو
 وہ بھائی میں کا یہ گھر ہے
 کہہ دو تجھ کو بتا دے
 تہذیب کے تہذیب ہے

ان باتوں کو تب تو پاوے
 عشق کا ہے یہ مارا بکھیرا
 بن عاشق یہ بھید نہ سوچے
 یاد رکھ اس کی حاضر غائب
 مان لے بھیا باتیں گر کی
 تو بندہ وہ تیسرا مولا
 وہ مذکور ہو تو ذاکر
 کر داتا مٹھا جو لے سو لے
 تب تجھ کو وہ میں دکھلائے
 روم روم مراجب بولے
 کیا بتلاؤں
 اپنا رب تو بوجھ لے بھیا
 لا الہ کے بھید کو بوجھو
 کہوں میں کیونکر تجھ میں کیا ہے
 اشرودہ ہے جو لہا نہ جائے (کلا)
 شہرگ سے نزدیک ہے ہر
 آپ میں ڈھونڈھو بابا میرے
 شیشے میں جن آپ کو پایا
 پھر پھر سوچ اس کو یارو
 لا الہ کے معنی جانا
 لاکھ طرح تو میں نے بتایا

تجھ میں جب یہ سوز سنا لے
 عاشق ہو بھلا بکھیرا
 عاشق ہو سو اس کو بوجھ
 اس کو جان تو اپنا صاحب
 وہ کہ دے گا تجھ کو دھر کی
 سب سے جان اسی کو ادلا
 وہ اس کے تو حکم میں شاگرد
 اس کی بات میں کچھ مت بولے
 جہد میں منصوری بجوائے
 تب میں آپ تو پورا ہونے
 سوتوں کو کس بھانت جگاؤں
 تو ہی تو ہے اپنا بھٹا
 یعنی غیر نہیں ملک سو بھو
 پیالے ہی اشراف ہے
 اس کو کیونکر لا دکھلائے
 گردن بھی پر چھڑا ہے ہر (کلا)
 یوں تو سوانگ بنے بہترے
 اس نے دیکھا اور دکھلایا
 اور نہیں ہے خوب نہاد
 غیر نہیں ہے جانی مانو
 ہے ہے ترے جہد کا

ڈھونڈو اپنا آپ ٹیٹو بو اپنا گور کہ دھند اکھو بو
 میں کامیاب نے کیا بیان تو جان اور تیسرا گیان (کلا)
 میں میں مت کہ تو
 تو میں میں بہت



مذکرہ مجمع الانتخاب

— || میں || —

میر سوز کا ترجمہ



میر محمد صاحب نام، تراز محکم، اوصاف ذات شریف چه شرح دهد، بشکل ۱۵۰۳۰
 آفتاب در تمام عالم روشن تر که جمیع کمالات متناهی بودند، خصوصاً در فن شعر گفتن و
 خواندن، در لطیف گوئی و در خوشنویسی شفیعا و نستعلیق و غیره هفت قلم، و در علم
 تیر اندازی و سوار ی اسب یکتای روزگار و در بزرگی (و) در ویشی متناهی
 بزرگان، و بر حال فقیر اینقدر عنایت و اتفاق مبذول داشت که اکثر فقیر
 به خدمت میر صاحب مذکور حاضر میشد و اکثر به فقیر خانه فقیر قدم رنجه میفرمودند.
 اول ترکیب دادن دیوان میر صاحب معز الیه باعث فقیر است، چنانچه
 اولی بار دیوانی که ترکیب یافته بود نزد فقیر موجود است، در آن اکثر دستخط
 خاص بخط شفیعا میر صاحب مرحوم و مغفور است. بعد از آن این دیوان بسیار
 نقل شده اند و رواج یافته اند. غرض نوزده سال ملاقات از فقیر
 در لکهنو آمده، عمرش از هشتاد و چهار خواهد بود. از مرزار فیح السودا مرحوم و ۱۵۰۳۰
 مغفور یک سال در عمر زیاد بودند، بفقیر اکثر میفرمودند. عرصه شش سال میشود
 که از عالم جاودانی به عالم فانی و دینیت حیات سپرده. یک قطعه تاریخ وفات
 گفته بود برای دریافت سن وفات می نویسد. قطعه تاریخ وفات:

از وفاتش دلم بسوخت چو شمع
 افکش بود چون به آب و گلم
 طبع من چون الم کشید کمال
 گفت تاریخ - سوز سوخت دلم

از کجمن دیوانہ قدیم چند غزلہا ہی برای یادگار خبر کا درخیزد آباد و محفل
انتخاب نموده شد۔ از دست۔ غزل سردیوان

سردیوان پر اپنے جوہم اشد میں لکھتا بجائے توہم اشد تو آہ میں لکھتا
خدا دیتا اگر مجھ کو زبان تو میرے کہنے کی تو لا کر کر اوبیت کو ادا اشد میں لکھتا
و اگر نعمت محمد کی مجھے تو فتنہ کچھ آتی جی کرا طیب رسول اشد میں لکھتا
زبان سے ترغیض مشکلا کا منقبت کہتا تو مذہب پر نصیری کے علی اشد میں لکھتا
اگر میں مرثیہ حسین کا کہتا تو کیا کہتا ہوسر سیتہ زہرا نقطہ ایک ہ میں لکھتا

غزل

دل دلیائے رحمت قلم ہے آپ محمد کا جو چاہے پاک ہو، پیرو ہو اصحاب محمد کا
محمد ظلم کا گھر ہے، علی اس کا ہے مددازہ غلام اس کا ہو تو جو کلب ہی باب محمد کا
قد و رجا جو اپنا غم کیا بہر ناز اس نے ہوا اس وقت ساجد کعبہ محمدیہ محمد کا
زمین و آسمان ہوں کیوں نہ دھن نہ دھن کے کہے اک پر تو غور مشیہ ہتا باب محمد کا
یا پر خود نے موجب غم پشت گردوں کا لکھا یہ بختی بارکش رہتا ہے اسباب محمد کا
لو اکس کی زبان سے ہر کسے شکر اس کی نعمت کا دو عالم ریزہ ہیں حق نے کیا قاب محمد کا

دل

اہل ایمان تنہ کو کہتے ہیں کافر ہو گیا آہ یارب! راز دل ان پر بھی ظاہر ہو گیا
اصحاب بیزار و لہجہ سے تیری دور ہوا دل کو کیا دلتا ہے سنے ہی بھی سافر ہو گیا
دعوت غفلت ہوں، دماں مجھ کو کام کیا بار خاطر تھا، سو میرا یار شاطر ہو گیا
جس نے جانا تھا میرے عشق کلبے میرے نام واہ یہ دیوانہ بھی نعتی دفا تر ہو گیا
کیا میاں ہے حیرے علی لب میں لے منم بات کہہ کہہ ہی دیکھ سوز شاعر ہو گیا

چلتا ہے کس چمک سے ٹمک دیکھو خدا را
 بن بے تری بنا دٹ لے خود نا خود آ را
 یہ نور یا تبلی، خورشید یا ستارا
 خسرو ہے نہ سکندر، جمشید ہے نہ دارا
 زیر زمین سے اٹھ اٹھ کرتے ہیں یہ نظارا
 دل چٹ کیا کھوکا، مانگے ہے اب دوبارا
 کچھ جانتا نہیں ہے بھولا بہت بھارا
 اس میں نہیں کسی کا اسے دلبر و احبارا
 سینہ ہے یا کہ ترکش، دل ہے کہ سنگ خارا

یہ حال و قیامت، یہ عشق یا شہرارا
 جوڑا پیٹے جب تک، روز حساب آخر
 غم نے کو بھاگایو تو کیسی چمک ہے اشد
 ہر کن دس کا جلوہ ہے گما بسان دیگر
 کس کا یہ گرستان ترے شہید پیارے
 دیکھو انچک پناقم، آیا ہے پھر ستانے
 پوچھے ہے مجھ سے شیرو عاشق کتا پو میرا (کلا)
 یقیناً ہے ملک دل کو یہ دلربا امانی
 اتنی ہر اجوتوں پر جیتا ہے تھوڑ صاحب

دلہ

کہ لینے کو اس کے مرا جان نکلا
 یہ کشتہ تو کچھ جان پہچان نکلا
 بھلا اس کے دل کا تو اراں نکلا
 یہ خورشید بھاڑے گر یسان نکلا
 تو دل کی جگہ خشک پیکان نکلا

قضا دادہ قاتل ادھر آن نکلا
 کھڑا نعش پر ہو کے بولا کہ ہے ہے
 کھڑے رہنے داوا، مگر تھوڑ ہے یہ
 مرا کشتہ ایسا تو ہے جس کی خاطر
 پھری لے کے من بعد سینے کو چیرا

دلہ

اللہ ملنے کی تیرے، دل میں ہیں گی ہوائیں کیا کیا
 مانگی ہیں تیرے حق میں حق سے دعائیں کیا کیا
 دیکھ دردائیں، جلنا، رہ رہ کے کھول پڑنا
 پھوٹا ہے دل نہیں ہے تجکو سنائیں کیا کیا
 خوب رکیب و حسرت، مجز و نیا ز دمنت
 جوڑے پہ یہ اذیت، آفت اٹھائیں کیا کیا

تن چاک سینہ سوزاں، دل داغ، چشم گریاں
 تو دیکھتا نہیں ہے تجھ کو دکھائیں کیا کیا
 لے سر سے تاب سینہ، سینے سے لے قدم تک
 ہاتھوں سے اپنے لی ہیں تیری بلا میں کیا کیا
 آنا تو جوں پھلاوا، دل بچن کے بھاگ جانا
 ہم نے ہمیں ہیں ظالم تیری دفائیں کیا کیا
 خنجر سے ہنہ نہ موڑا تینے سے دم نہ مارا
 اس سوز نے بھی کی ہیں تجھ سے دفائیں کیا کیا
 دل

مرا قتل آس بے دفانے نہ چاہا وہ کب چوکتا تھا، خدا نے نہ چاہا
 بڑا داد تھا آج بوسے کا ہے وہ راضی ہوا تھا، حیا نے نہ چاہا
 دل

نہ الفت ہے نہ شفقت ہے مگر ہر دم کا نکوٹڑا
 کہ جس پر یہ حکومت ہے، اسے کہتے ہیں کیا زورا
 ہزاروں دست بستہ رو برو حاضر ہیں من ماند ہے (کدوا)
 نہ دکھا ہے نہ زنجیراں

خدا کے واسطے جوڑے میں اپنے باندھ رکھ اس کو
 اٹھا سکتا نہیں یہ دل تری زلفوں کا چھکچھورا
 خدا تو را ملا دنیا میں، اس سے بھول بیٹھے بس

یہ موعود دہر ہے لے سوزا، یہ مودا نہ یہ تو را

ولہ

میں زلفوں کو دام بلا جانتا تھا چلے مجھ سے دامن چھڑا کر میاں دل
 پھنسا میں تو آہیں، یہ کیا جانتا تھا میں تجھ کو بڑا آشنا جانتا تھا
 بھی سے تجھے بے وفائی تھی کرنی تجھے میں تو اہل وفا جانتا تھا
 دے گرم جوشی سے تیری تھا دھڑکا دے گرم جوشی سے تیری تھا دھڑکا
 دغا کھائی آخر، دغا کھائی آخر میں کیا جانتا تھا میں کیا جانتا تھا
 دلا سا تو دے ستور کو چلتے چلتے مگر تو جگر ہی جھلا جانتا تھا

غزل قطعہ بند

رسوا ہوا، خراب ہوا، مبتلا ہوا وہ کون سی گھڑی تھی کہ دل سے جدا ہوا
 ہر آن تیغ و تیر کے رہتا ہے ساہنے یہ خوں گرفتہ تجھ سے بھلا آشنا ہوا
 گالی سے آشنا بھی نہ تھا مائے شرم کے اب تو وہ قتل کرنے کو نو بہرہا ہوا
 وہ محکوم نہ دکھائے تھا کاہے کو سچ کہوں چھپ کر صنم کو دیکھنا مجھ پر بلا ہوا
 سینے میں جب تلک تھا مجھے دل کی تھی خبر کیا مجھ سے پوچھتے ہو خدا جانے کیا ہوا
 جا کر کہا کسی نے کہ تو ستور بھی موانے کہنے لگا کہ پنڈ تو پھوٹا بھلا ہوا
 پر اتنی بات کہتے ہی رو کر کہا کہ حیف طوطا ہمارا اڑ گیا کیا بوستا ہوا

ولہ

تیرے ہاتھوں میں چلا او بیوفا واہ واہی واہ وا او بیوفا
 اس قدر بے رحمی تجھ سے شخص سے آخدا سے ڈر ذرا او بیوفا
 ایک دل رکھتا تھا میں اپنی بساط سو اُسے تو نے لیا او بیوفا
 اپنے آپ سے کر کے صدقے پھینک دیے میں ترے قرباں ہوا او بیوفا
 میں کہاں اور تیرا بوسہ واہ وا یہ تو مت تہمت لگا او بیوفا

تیری نعل میں گیا کس روز میں کون تیرے کب لگا ادبوتا

قطعہ

سوزِ حاضر ہے اسی سے پوچھیے میں نے کب بوسہ لیا ادبوتا
کر چکے بدنام چھوڑ دوں ہوں کوئی یونہیں پھر جاؤں میں کیا ادبوتا

دل

بات کہتے ہی بگڑ کر تو چلا دل تو میرا پھینک جا عظام بھلا

قطعہ بند

ایک دن اس کو اکیلا پا کے میں اپنے دل کی آرزو کہتا چلا
ایک باری پاؤں چھونے دے مجھے دونوں ہاتھوں سے تری میں لوں بلا
گھوڑ کر کہتا ہے کیا ہے وہ غضب یہ بڑھاپے پیتا نکلا من چلا
چل ترے ہاتھوں کو میں صدقے کروں اپنی قینچی سے ترا کاٹوں گلا
تو نے منہ دیکھا نہیں ہے سوز کا ایک آنک کرنے میں دیوے گا جلا

دل

چشمِ غفلت کھول کر ملک دیکھ تو اسے مستِ خواب
دہرنے کن کن ملکوں کا کیا حنا نہ خراب

قطعہ

منبرِ عرویت پر بیٹھے تھے جو بہ ناز
اہلِ استحقاق کا منہ سے نہ لیتے تھے جواب
خاک میں پہنا ہوا ایسے کہ کچھ پیدا نہیں

کون سا اس میں ہے دستِ کون سا افساب
اور راحت کے لیے اسلاک پر پہنچا داغ

واہ وا ان کو بھی کہہ لو آفتاب و اہتاب

ان دنوں میں تنہا کو دیکھا ہے یار وادہ وا
ایک دنیا دار سے مل کر بنے مالی جناب
دلہ

کیا ہے اتنا بھی، ادھر منہ تو پھراؤ صاحب
سو جی ہم تم سے نہیں ہوتے، جاؤ صاحب
چور پکڑا ہے، بھلا کیا ہے بٹل میں، سچ کہہ
اب جدھر جاؤ گے ہاں ہم کو بتاؤ صاحب
دل نہ جاتا کہیں اگر مجھ سے آسے ہوتا پیار
یاد مت آس کو دلاؤ، نہ رلاؤ صاحب
ذکر مت کیجیو، دیوانے کو ہو کافی ہے
نام لے لے کے نہ سوتوں کو جگاؤ صاحب
وہی یاد تیری ہے اسے پہچان لو
اپنے اس تنہا کو اتنا نہ بھلاؤ صاحب
مطلع

ایک بوسہ تو ہم کو دو صاحب سنتے ہی منہ پھرایا، تو صاحب
دلہ

قمرے دل کو ملائے یارب	مرے روتھے کو منائے یارب
میں تو دیدار کا بھوکا ہوں فقط	اس نگلی کو تو سمجھائے یارب
جوں مے دل کو دکھایا آس نے	اس کے بھی دل کو دکھائے یارب
آس کا گھر آج لا ہے سوتا	میرے طالع کو جگاؤ یارب
میں طرح عشق لگایا محبو	عشق کو عشق لگائے یارب

بیج کر میرے میسا کو آج مردہ توڑ جلائے یارب

مطلع

مکھو دھوکا دیا، دکھا کے شراب لے ان آنکھوں کا ہونے خانہ خواب

دلہ

ہوا اب کے سرسبز بتاں نہایت سبب کیا ہے بلبل ہے نالاں نہایت
میں کہتا تھا دل کو نہ مل اس کے پر اب سخن ناشنو ہے پشیمان نہایت
کھلا کس کا بند تھا اُس نے دیکھا کہ ہے چاک گل کا گریباں نہایت
نہیں توڑ پر وا نہ اگر اس کے دل میں تو کیوں شمع ہے شب کو گریاں نہایت
نہ جانے ہے دیوانہ کون اس میں لے توڑ کہ دل کش ہے سیر پہاں نہایت

دلہ

نہ کی صحبت (نے) اپنی یار میں تاثیر کیا باعث
طلا اس مس کو کر سکتی نہیں اکیر کیا باعث
شکست و ریخت ہر گھر کی جہاں میں ہوئے ہی یارب
ہمارے خانہ دل کی نہ ہوئی تعمیر کیا باعث
خبر لے جلد دیوانے کی اپنے آج زنداں سے
نہیں آتی صدائے نالہ زنجیر کیا باعث
بہار آئی ہے اب تک توڑ کے تم دل سے غافل ہو
نہیں کرتے ہو دیوانے کی تم تدبیر کیا باعث

مطلع

تختے تکتے راہ تیر ہی، جان گہرائی ہے آج
نیند کو کیا موت آئی جو نہیں آئی ہے آج

دل

انسان اذباب جہاں کا ہے یہ سب نشوونما پہنچ
 بنشین و بیا ناز و ادا ما و شمای پہنچ
 یک ہستی موہوم ہے سب صورت اختیار
 ہے دیدہ تحقیق میں جز نام خدا پہنچ
 سب موکر و غنچہ دہاں کے ہونے طالب
 کو راہ بصیرت کا ہے منظور سو کیا پہنچ
 کیا جلوہ دکھاتی ہے فنا سب کو شب روز
 پر اس کو سمجھتے ہیں یہ سارے عقاید پہنچ
 جب پہنچ ہی ہم بوجھ چلکے وضع جہاں کی
 غم پہنچ، طرب پہنچ، ستم پہنچ، عطا پہنچ
 مائل سے زمانے کے جو تحقیق کیا خوب
 یعنی کہ جہاں کیا ہے تو بولایہ خدا پہنچ
 پس تیرے پہلو سے سرک جاؤ عزیز
 عاشق کی نہیں مرگ سوا اور دوا پہنچ

دل

دیکھو تک اس طرف انکھیل کے آنے کی طرح
 پاؤں سے ٹھکرا کے میرے دل کے بے جانے کی طرح
 برق پڑیو جان پر بجلی کی، میں تو جل گیا
 کس سے یکہ آئی یہ آنکھوں میں چمک جانے کی طرح
 دیکھ کر عاشق کو بے دل چوٹ سے لگ جانا اگلے
 لے تری رمدی کی کیا آتی ہے پھسلانے کی طرح

کس پاس اس شمع کے پیر کے کیسا جل بھرا
تو خوش آئی تجھے کس جی سے پرولنے کی طرح

دل

گلابوں سے تیری ہم ہوتے نہیں لے ماہ تلخ
تجھ کو کیوں لگتی ہے لے ظالم ہماری آہ تلخ
اس لب شیریں کی حسرت سے ہوا ہوں جاں لب
زندگانی یوں ہوئی بھڑ پر مرے اللہ تلخ
شکر ہے اس کا زباں کی ہم نے لذت چھوڑ دی
جولا سو کھایا تھا خواہ شیریں خواہ تلخ
زہر بھی میٹھا ہے اس کے ہاتھ کا جو ٹھکڑے
تو بگے کہتا ہے کیوں اسے نامیج بد خواہ تلخ
تو دل دینے (کی) اگر پوچھے ہے تو مجھے سے صلاح
ہے محبت کا مزا میٹھا دے زباہ تلخ

دل

بڑا دنیا میں ہو گا وہ خرد مند	زن و فرزند کا جو ہو نہ پابند
تباہے دوستی مت چاک کر جان	پھنا دل پر نہیں ہوتا ہے پیوند
خٹکے پر کر کھو تو آشنا ہوں	مرے سے کا اب کر لے علی بند
سبھی نہیں ہیں اُلٹی ان بتوں کی	نمک ہے زخم پر ان کا شکر خند
تو چھاتی ڈھانپ کر بھرتا تو ہے پر	نظر پڑتا ہے کچھ کو سے کی مانند
کوئی دم کو چلا جائے گا آپسی	
مسافر تھلا کر رہنے دے کیچند	

قلعہ بند

کیا کہوں تم سے اے غلامِ بند و دیکھتے ہو تم ان بتوں کے چہند
 یہ دونوں کو چھناتے ہیں پہلے کھول کر زلفِ عنبریں کی کسند
 دیکھتے ہیں سبھوں کو ایک نظر بعد ان میں سے ایک کر کے پسند
 رام کرتے ہیں باز کو بیسے طعمہ بوسے دکا، دے کے روزے چند
 بھوکہ پر کھینچتے ہیں حکمت سے پاس لاتے ہیں ہونٹھ پر منہ بند
 بھاپ دیتے ہیں دونوں نتھنوں کی پھر پھڑک جاتے ہیں یہ مشعل پر بند
 انرض چھوڑتے نہیں بابا جس طرح ستور کو کیا پا بند

دلہ

لکھوں جو وصف تمہارے میں گلِ رخاں کاغذ
 عجب نہیں ہے کہ ہر رشک بوتاں کاغذ
 جواب خط میں ہمارے لکھے نہ پردہ یار
 جو ہوز میں سے بھراتا نہ آسماں کاغذ
 لکھوں ہوں نامہ تو کر ڈالتی ہیں ابر سے سرخ
 فراق دوست میں یہ چشمِ خوں نشاں کاغذ
 پٹھوں ہوں ستور جو میں داغِ دل کی اپنے شرح
 کرے ہے خونِ جگر برگِ لالہ ساں کاغذ

قلعہ بند

ایک دن بیٹھا تھا اپنے بام پر ہو گیا میرا تضارِ داں گزار
 آگے پیچھے دیکھ کر بولا کہ او کوئی یاں حاضر نہیں اب نابکار
 میرا سنا دیکھو تیرے وکماں جلد لاؤ مفت جاتا ہے شکار

سننے ہی میرے گئے واں پاؤں پھول
خوبی قسمت تو دیکھو اُس گھر دی
آتہ اپنے کاٹا تھا ہر غضب
اسے بے منت اجل آئی تھی پر

مل گیا دیوار سے تب آہ مار
کوئی نوکر تھا نہ کوئی دوستدار
تھے نہ پتھر بھی کہ کرتا سنگسار
پنچ گیا کیا ہوئے پھر انجام کار

لیے جینے سے بھائی میں بیزار
بھوٹھ تزدیر مکر و فن و فریب
جب سے پیدا (ہوا) ہوں تب سے گناہ
میر صاحب ہیں آپ اس منہ پر
چھوڑ تبیح اور مصلا بس
مرد ہو کر قدم رکھو کہ تمہیں
لیک استغفر اللہ تو اور مرد
خرد پہنا تو کیا آباڑا جی
شرم آئی نہ اسے خوف تھکو
سات تابوں سے منہ کو کالا کر
چھو کر دں کو مٹھائی دیتا جا
جو کہ پہنے لباس مردوں کا
اس کی یہ ہی سزا ہے خلق خدا

وقت بنا عذابا نار
ہیں جلو میں مری قطار قطار
یکے ایجاد ہیں ہزار ہزار
ملک اور دیکھو تو استغفار
اب تو گردن میں ڈالیے زناں
پر جنے آئیں ہند کے کفار
حیز بہتر ہے تم سے تو سوار
یہی درد پکارتے ہو بیار
اب بھی کہتا ہوں بس گلے سے آمار
ہو کے اُلٹے گدھے اد پر اسوار
اور آج بھی زبان سے یہ پکار
اور حیزوں کے رکھتا ہو اطوار
جو گلے میں ہوں جوتیوں کے ہار

دل

بس میاں عشق تیرے پوجوں پیر
بیٹھے بٹھلائے مجھ غریب کو ہائے
کہیں مسجد میں ناک رگڑائی
تو نے مجھ سے نکالا کب کا پیر

لے چلا دشت و فشت کر خنہیر
کہیں کر جوڑ کر پھسلا دھیر

جو کہا کیا کیا ، تو منہ مایا ایک ہے بوجھ ان میں کون ہے غیر
 سات اور پانچ دل میں ثابت کر جان مولا علی کو ہو تو نصیر
 آپسا ہی کیا نہ ستود کو خوب ایک سے دو ہوئے الہی خیر
 مطلع اول

جگر سے دل میں ، دل سے آنکھوں میں ، آنکھوں سے مر جھٹک
 یغزل اشک لڑہ پورہ کر پڑی آخر کو داماں پر (۹)

مطلع دوم

بھول لے دل تو اس نیرنگی میناے دوراں پر
 پیشہ ہے اسی قابل رہے جو طاق نسیاں پر
 برنگ سبزہ خوابیدہ ہیں مرگاہن گل رویاں
 یہ دامن ٹوٹا گزرا ہے کس کا اس خیاں پر
 رس سے زلف کی میان کھینچ لے دل ورنہ ڈوبے گا
 گیا ہے تشنہ لب ہو کر تری چاہ زرخداں پر
 قیامت کا بھی دھڑکا دل سے کشتوں کے مکمل چاؤے
 خداوند اگزر قاتل کا ہو گو یہ عنریباں پر
 ہجوم عاشقاں ایسا تھا اس پر آج مجلس میں
 کہ پردانے جھکے ہیں جس طرح شمع شبستاں پر
 کہ مر پھرتی ہے اے بلبل سنبھال اب آشاں اپنا
 خوانی اب کرنا نہ ہی ہی او ترے گستاں پر (۹)

دل

میں کر لے غم جلا جگر ، بس کہ میں نے مانا ترا اثر ، بس کہ

صبر و تاب و توان و طاقت و ہمت
 و مہم مجھ کو کیوں ہلاتا ہے
 سب یہ تیری یکے غم میں کر
 بے مروت خدا سے ڈر میں کر
 ست مگر تو نہیں ہے دل کا چور
 میری آنکھوں میں مگر نہ کر میں کر
 عرش تک تو گیا ہے تیرا غور
 بس کر اے تنہا نوہر میں کر

دل

ایک تو پاؤں میں پڑی زنجیر
 چاک مت کر جگر کو، ہاتھ اٹھا
 دوسرے ہاتھ میں گریباں گیر
 اس میں کھینچی ہے تیری ہی تصویر
 آہ تو اس کے دلتاک نہ گئی
 کیا اکھاڑے گا نالہ شہگیر
 نوک تو دیکھتا ہے جدمر کی
 دیکھئے کس کی آئی ہے تعدیر
 کوئی باقی رہا نہ صاحب دل
 دل تو ہے اس کے ناز کی جاگیر
 توڑ کو کچھ نظر پڑا شاید
 دیکھتا ہے فلک کو آنکھیں پیر

دل

روتا ہے غم سے تیرے دل زار زار (زار)
 نکلے ہے دل سے آہ و شر و بار بار بار
 محل ملک ہے تیری رسائی کسے ولے
 جاتے ہیں دیکھ صورت دیوار وار وار
 اب کس کو خبر ہے کہ میں کون، کون وہ
 کتنا تھا جب ملک تھا میں ہشیار یار یار
 شلنے سے تھی امید پھرانے کی زلفت سے
 اب بھی دو چند جان گرفتار تار تار
 دیکھ ہی آنسوؤں کا تو کچھ میں نہ چل سکا
 آخر ہوئے گلے کے سرے وار وار (زار)

کیوں تو زخم نہ کہتے تھے مگر نہ سہر کو تو
آخو کیا نہ آپ کو بیسار مار مار

دلہ

قدم رکھتے ہی اک باری زمیں پر
یہ طفل افک تھا عرش بریں پر
ہیں کہنا کہ در ہو بے وفا خوب
ہماری بات کیوں پایے ہمیں پر
یہ کس کے آج آنسو تو نے پونچھے
لگا ہے داغ اب تک آستیں پر

قلعہ

جگر گل کا بکس جاوے تھا وہیں
سنے سے جس کی آواز سزیں پر
سودہ بلبل بڑی ہے گلستاں میں
کہیں سراود کہیں پا اور کہیں پر
آٹ گئیں شوز کی آنکھیں پلاند مرگ
دیا ہے جی بنگاہ واپسیں پر

دلہ

ہو گیا غم سے جان تو ز گداز
پر نہ آیا تو اپنی ضد سے باز
غم نے گھیرا ہے چلیو خنجر یار
ایک تو ہی تو ہے مرا دم ساز
دم کھلتا ہے پر یہ حسرت ہے
کون اٹھاوے گا پھر تیرے ناز
اب تو زلفوں سے جا کے اکھا ہے
یہ تو جھگڑا پڑے گا دور دراز

قلعہ

تیرے دیدار کی تمنا میں
طاہر شوق نے کیا پرواز
یہ مسافر جو تجھ ملک پہنچے
رکھو اس کو بھلا غریب نواز

قلعہ

کوئی عرق ہے یا کوئی ٹوہنی
میرے شعروں کے دیکھ کر انداز
کچھ تو دیتے ملہ جو ہوتے آج
خسرو ہند (و) سعدی شیراز

مت اس قدر تڑپو تو دل بے قرار بس
 گزرا ہے سر سے سر سے خوں مرے لے چشم یار بس
 ہے دل پہ مجھ اسیر کے حسرت تری سدا
 اے عنذیب باغ نہ اتنا پکار بس
 تلوار کھینچ کھینچ ڈراتا ہے کیا بے
 اڑ جائے سر بلا سے لگا ایک بار بس
 سوز آج یوں غلی سے پرے کہ کے اٹھ گیا
 سوطح تنکبو دیکھ لیا ہم نے یار بس
 دل

آج دل آپہی آپ کچھ ہے ادا اس
 کوئی مت آ کے بیٹھو میرے پاس
 سنیو معشوق اس زمانے کے
 کاٹیں ہیں عاشقوں کو جیسے گھاس
 اب تو ادروں سے دل کے مردائیں
 دل میں بیٹھا ہے) بسکہ ان کے ہر اس
 اب کی محبوب نکلی سکھر.....

جو اڑانے کی وقت کا دین بہا س (کلا) now

ایک تیز لگا کے بھاگ گیا
 دیکھو نہ دس نہ بیس سو نہ پچاس
 مسید میدان ہے وہ ہی عاشق
 جو چڑھا ہو جہان میں خاص

آہ ہے اس کے پاس غنیمت دیر
تو نہ دل کا کمال اپنے ہلا س

دل

یوں بوجھ مرے دیدہ پر آب کی گردش
ہے سہل مری چشم میں دو لالہ کی گردش
پھر جاتیں ہیں اس طرح سے اک پل میں وہ آنکھیں
جوں بزم میں ہو جام سے ناب کی گردش
توڑ آن کے مجلس میں خوار اس گھڑی ساقی
بے مانگے ہے تجھ سے سرا جاب کی گردش
دل زلف و رخ یار میں کیونکہ نہ پھرے تو نہ
خوش آئے ہے اس کو شب ہفتاب کی گردش

دل

آرام پھر کہاں ہے جو ہو دل میں جاے حرص
آسودہ زیر چرخ نہیں آشنائے حرص
مکن نہیں ہے کچھ کہ بھرے کاس طبع
دن میں کوڑوڑ در جو پھر کئے گدائے حرص
انساں نہ ہو ذلیل زمانے کے ہاتھ سے
وقت کوئی کسی کو نہ دیوے سوائے حرص

کر منہ کو تنگ بسوے قناعت یہ حرف مان

دہتی ہے لاکھ طرح کی آفت قفائے حرص

نادان تلاش طرہ نہ سے تو باز آ
چوں شمع نہ ہو کہ ترا سر کٹائے حرص

اپنے سوا کسی کو نہ پایا حریص، حیف
 کی قطع روزگار نے ہم پر تباہے حوص
 اوقات ہر طرح سے بھول بیسر ہو تموز
 پر دریاں نہ ہوئے بشرطیکہ پاس حوص
 دلہ

دیکھ لینا ہم کو تیرا یار ہے جب تب غرض
 اس سوا نہ روز ہے کچھ مدعا نہ شب غرض
 دوستی کا مارتے ہیں یکدگر دم آشنا
 ہوئے ہے معلوم باہم آپڑے ہر جب غرض
 میں کہا شب آج یہی تو بولا وہ شوخ اکثرا
 رات کے پہنے سے میرے مدعا، مطلب غرض
 حوت میرا ہی فقط اے یار ہے بے مدعا
 در نہ اپنی اپنی باتوں میں یکے میں سب غرض
 تموز ایسے یار سے معلوم ہونا مدعا
 جی نکل جاوے کسی کا اس سے بھلے تب غرض
 دلہ

اب ضرر کرنے لگا دل کو بتوں کا اختلاط
 پنج قویہ ہے ان بیوفاؤں سے کہاں کا اختلاط
 ناکوں کی دوستی دے دین وایاں کو اجاز
 پوچھ تو جا کر گلستاں سے خزاں کا اختلاط

خاک سے جس نے بنا کر حضرت انساں کیا
 فیض مگر جا ہے تو کر اس باغیاں کا اختلاط

توڑ سے مت دل لگاؤ دوستو پھٹاؤ گے
 کاش دل ہے عزیز یہاں کا اختلاط
 ولہ

اٹھی نٹے میں

بغیر بادہ چن بیچ کیا بہار سے حظ
 ہلال عید سے یہ عیش ہو نہ صائم کو
 جو مجھ کو یار کی ہے تیغ آبدار سے حظ
 عبت ہیں منتظر اُس شوخ کی مری آنکھیں
 سوائے اُنہ کس کو ہے انتظار سے حظ
 حلاوت اتنی اٹھی داغ دل کے گننے سے
 کہ جوں بخیل کو درہم کے ہوشیار سے حظ
 ہزار سیر کرے شہر شہر کی تو توڑ
 اٹھے گا دل ہی کے اپنے تجھے دیار سے حظ
 ولہ

مڑگان کی غلش کا بدل ڈھنگ ہے دین
 سینہ بھی یاں براے صف جنگ ہے دین
 چڑیا سے لے بچا ہے نہ یمرغ تک کھو
 شہباز عشق کا بھی عجب چنگ ہے دین
 لکڑوں کے واسطے ترے نیچے کے سرو ناز
 گلشن میں تختہ گل اور نگ ہے دین
 گنجنام سے پوچھ کیا عجب نے تنگ
 پتھر سے بے قدر بنگ ہے دین

دل

عشق کی ہودے تو ہو ہم کو امیری کا داغ
 دل نہ شاہی پر ہے اپنا نے فقیری کا داغ
 ہوں گرا ایسے کی نظروں کا کہ میری خاک ہر
 باد کو بھی ہونہ ہرگز دست گیری کا داغ
 اس لیے خاموش رہتے ہیں جن میں عذیب
 تجھ سے ہم رکھتے نہیں ہیں ہم صغیری کا داغ
 توڑ کے اشعار کا کیا پوچھنا ہے شاعر
 گفتگو میں اس کی پاتا ہوں نظیری کا داغ

دل

ہوتا نہیں ہے مجھ سے تو لے بد گمان صاف
 دیتا ہے گالیاں تو مجھے آن آن صاف
 کہتا ہوں میں کہ کیا مری تصویر، کچھ بتا
 کہتا ہے ہوتی ہے مری تجھ پر زبان صاف
 اس وقت خاکہ اس میں جہاں کے نہیں غبار
 مانند آسمان کے ہے سب آسمان صاف
 گر آرزو ہے تو تجھے وصل یار کی
 پہلے تو کر لے غیر سے دل کا مکان صاف

دل

دے آہ کے گرچہ سب خانہ عشق
 داغ سے دل کے منور ہے یہ کاشانہ عشق

دیکھو تو درد کو اب درد نہ کرو مجھے افسوس
تیس کے بعد ہوا ہے یہی دیوانہ عشق

دل

اشک کب ہوں تیرے مستانے کے خشک
کوچے کب ہوتے ہیں میخانے کے خشک
چوری چوری تیرے منہ شاید لگا

۱۰۵۱۶

ہونٹ جو ہیں آج میخانے کے خشک (۹)
ان کے دل میں ہے کہ گوہر رویے
ہوں سرا سراسر آب دکھلانے کے خشک
زلف کی بیٹوں میں کیا جا کر دھنسی
یا الہی ہاتھ ہوں شانے کے خشک
توڑ مجھ کو تمہیں ہی تم دیکھ لو دکڑا
شع گریاں چشم پر دانے کے خشک

دل

تو نے مجھ کو نہیں کیا ہے ہلاک
تو نے مجھ کو نہیں لگائی آگ
تو نے میرا نہیں چرایا دل
روزِ محشر دیکھو ظالم (۱۰)
تیرے غم سے نہیں ہوں میں غناک
دوداںس کا نہیں ہے تا ا فلاک
ڈالتا کیوں ہے میری آنکھوں میں خاک
یہ مرا سر ہے اور ترا فراق
کیسے یارب کہ توڑ مجھ کو تھا ہے
میں کہوں گا بچ ہے روحی فداک

دل

میں مل جائی دل اور مہراں دل
مجھے تو چھوڑ جاتا ہے کہاں دل

خدا جانے کہاں تو گر ہے گا لے میرے دوست میرے جہاں دل
 یقین میرا ہے تیری دوستی پر بھل بیٹھ دے امت اوناتواں دل
 عبت تو ہر گھڑی مت توڑے پوچھ کہاں وہ اد کہاں میں اد کہاں دل

دل

لے مرے دل تو کیوں پڑا ہے نڈھال
 کس نے بیخود کیا تجھے پیارے
 کیا کسی کا ہوا ہے تو عاشق
 بے وفا ہیں جہاں کے محبوب
 پہلے لیتے ہیں دل کو بہلا کر
 میرے کہنے کو مان لے پیارے
 لے لے کیا ہے اب خدا حافظ

مرحبا مرحبا، تعال تعال

دل

ہوا کس نگہ کا مبتلا دل کہاں جاتا رہا ہے مراد دل

۱۔ یہی حیران ہوں وہ شوخ کیونکر بغل میں گھس کے میرا لے گیا دل
عزیز دل کا مت احوال پوچھو کہوں کیا تم سے ہے کس جاہل دل
گیا قاتل کے گھر سینہ سپر کر صاحبِ تہذیب کا بھی ہے بڑا دل

دل

ٹکرائیں نگ سے سر، ہو ہمنار ہم تم
روئیں گلے گلے لگ لے آتشِ ہم تم

دیکھیں تو داغِ سینہ کس کے ہیں اب زیادہ (۱)

اے لالا داغِ دل کے کریں شمار ہم تم

تو میرے دل کو دیکھے ہم تیرے دل کو دیکھیں
دل چاک چاک کر کر دیکھیں بہار ہم تم

تم تو چلے گئے پر، یہ تہذیب ہے اکیلا
اے میر دردِ صاحبِ تہذیب یادگار ہم تم

دل

تو جو کہتا ہے گلہ میرا کیا جس تس کنیں
کب کیا، کس جا کیا، کس وقت، کس دم، کس کنیں

اب ہوا تو لاپچی زر کا سو یہ اللہ نے

زر کہاں، مجھ رند، مجھ قلاش، مجھ مفلس کنیں

اللہ نے دلت و کاگل، چشمِ داہر سب کو دکھلایا ہے

دل نہ ابھرا اس نے ابھایا مجھے کس کس کنیں

کچھ ہے جب جاتا ہے آرام و صبر عقل و ہوش

بیٹھے کس دلدار، کس غمخوار، کس مونس کنیں

جوں کہا چل تو نہ سے مل طیش کھا کر بول اٹھا
جاؤں کس مدہوش کس خاموش کس بے حس کنیں

دلہ

شہد میں جیسے مگس، ہم حرص کے پابند ہیں
واسے غفلت اس سیر زنداں میں ہم خود بند ہیں
رزق کا ضامن خدا، ناطق کلام اللہ ہے
تس پہ اپنی صورتوں کے روزِ حاحتمند ہیں
مقبروں میں دیکھتے ہیں اپنی ان آنکھوں سے روز

یہ برادر، یہ پدر، یہ خویش، یہ سرزند ہیں
نہ بھی رعنائی سے ٹھوکر مار کر چلتے ہیں یار
سوچتا اتنا نہیں، ہم خاک کے پیوند ہیں
بے تک آنکھیں کھلی ہیں، دکھ پہ دکھ دیکھیں گے یار
مُند گئیں جب آنکھیاں تب تو سب آنند ہیں
دلہ

جو رضا تیرے مرے اللہ جی	برنگا کہنے صنم کی چہا جی
کیا کروں تعریف اُس کی واہ جی	س طرح دیکھا ہے اپنی جان کو
گو ہوا میں بھی ترے ہمراہ جی	لہ کو تنہائی کا کیا خطرہ ہے جان
کیا کروں تعریف اُس کی واہ جی	س طرح دیکھا ہے اپنی جان کو
آنکھ اٹھا دیکھو تو عالی جاہ جی	نت سے غمت ہو کیوں کس واسطے
کون ہے تو جدہ بدرگاہ جی	ہنے ٹوکا میں دیا اُس کا جواب
پر نہ بولے منہ سے، لیو شاہ جی	بہ پرے کی گدائی تم سے کی

کیوں تم کھاتے ہو بس بیٹھے رہو سوز کو چھیڑ دے تم تو آہ جی

دلہ

ٹھکر حق چپ چپ کے تم بھی اب کہیں جانے لگے
 گایاں دیتے تھے ہم کو آپ کو بھی کھانے لگے
 بھگہ کہتے (تھے) کہ درہو بے دغا، چل بھاگ جا
 بیونا اپنے تئیں سن سن سرک جانے لگے
 بات ہم کرتے تو کہتے تھے کہ بس غوغا نہ کر
 اپنی باتوں پر بھلا کیوں جھڑکیاں کھانے لگے
 یا ہماری بات کہنے پر اٹھاتے تھے فریب
 یا تو اپنی بات پر اب ٹھوکریں کھانے لگے
 میرے غش کو دیکھ کر کہتے تھے سارے مگر ہیں
 کیوں کسی کے سامنے تم آپ غش کھانے لگے
 یا تو لے لے دوڑتے تھے میرے اوپر تیغ و تیر
 یا کسی کے تیر مرزاں آپ تم کھانے لگے
 جس طرح دیوار و در سے ہم نے ٹکرایا تھا سر
 آپ بھی دیوار و در سے سر کو ٹکرا نے لگے
 یا نہیتے تھے کسی کے دل کا یہ ناز سے
 یا تو دل اب ہاتھ پر رکھ رکھ کے لے جانے لگے
 یا تو میری عرض پر کہتے تھے مت بہلا مجھے
 یا تو سو سو مگر سے اب آپ بہلانے لگے
 اپنے ہاتھوں سوز نے جیا کیا، پایا میاں
 سوز سے جیا کیا تھا تم بھی اب پانے لگے

دلہ

سُکھ جانے کا قاتل نے نرالا ڈھب نکالا ہے
 بھوں سے پوچھتا ہے کس نے اس کو مار ڈالا ہے
 اٹھا بس ہاتھ پھاتی سے کسی کا جان کیا ہے گا
 ابے لگ جائے گی ٹھیس آنگلی کی 'زخم آلا ہے' (۹)
 پھیلے 'سرو قامت اور بھی محبوب ہیں ہاں ہیں
 دے تیرے ہی بالا کا سب میں بول بالا ہے
 بنائی دست قدرت سے خدا نے صورتِ انساں
 دے میرا بھیللا دیکھ تو سانپے میں ڈھالا ہے
 بھوں کو قتل کر کر میری باری منہ پھپھاتا ہے
 بنے کیا اب کی باری، دیکھے باری تھاٹے ہے
 اٹھا کر توڑ کو مجلس سے مسیحا نوجواں بولا
 کہ پیروں کو منا کر میں نے (اس) بڑھے کو ٹالا ہے

دلہ

جو اوقات اس تنگ دستی سے گزریے تو لو جان ہم ایسی ہستی سے گزریے
 گدائی کے عاشق، نہ طالبِ شہی کے ہم ایسی بندہ سی ہستی سے گزریے
 خدا کی سوں پھر تو خدا ہی خدا ہے اگر خود تو اس خود پرستی سے گزریے
 پھری تو چلاتے ہو، پر تھم کے پایا ہے تمہاری ہم اس تیز دستی سے گزریے
 بے پیٹ بھر کر دکھا دوں منہم کو اگر تہذیب تو فاقہ دستی سے گزریے

دلہ

یوں تو نکلے دھمے دل کی اما ہے گا ہے
 اے فلک بہر خدا رخصت آہے گا ہے

جز تری خاک در لے دوست، برت کعبہ
 دل میں ہو گر ہوں عزت و جا ہے گا ہے
 نہ شفاعت ہو پیغمبر کی، نہ تسیر ا دیدار
 ہو جو فردوس بریں پر بھی نکلا ہے گا ہے
 ہے وہ عشاق میں گردن زدنی سوستنی
 الم زخم سے دل کے جو کر ا ہے گا ہے
 نعلن کو میری سراہ ہی رہنے دینا
 گر کرے قتل وہ کچھ رکھ کے گنا ہے گا ہے
 منت باد صبا خاک کو ہے میری عمار
 آ پھی روندے گا وہ باخیل پا ہے گا ہے
 میں تری تیغ کی ہر شش کی گردن سب میں ثنا
 تو مرے زخم اٹھانے پہ نہ سرا ہے گا ہے (۹)

قطرہ

ایک دن سمز سے پوچھا کہ صنم سے اپنے
 اب بھی ملتے ہو بدستور کہ گا ہے گا ہے
 دیکھ کر منہ کو، گھڑی ایک میں بھر کر دم سرد
 یوں اشاروں سے بتایا سرا ہے گا ہے

دلہ

ذہر عاشق کسی کا تو وفا داری کو کیا جانے
 ابھی تو آپ ہی لڑکا ہے سچ یاری کو کیا جاے
 ابھی تو تو نے آئینے میں منہ اپنا نہیں دیکھا
 گر فاری کو کیا بچے تو خود داری کو کیا جانے

گلی بھی ہیں کسی (سے) اب تک آنکھیں مٹی جاتے

تو پہنا، رشتہ داروں کی بیداری کو کیا جانے
ابھی تو شبنم غوغاری نہیں پوری ہوئی تھی سے
یہ ننھاں سا کیجا تیسرا غوغاری کو کیا جانے
عزیز، سوز کو چھوٹا دمت سوتا ہے سونے دو

ازل کے جام کا دم ہوش ہشیاری کو کیا جانے

ادھر دیکھو کس ناز و ادا سے آج آتا ہے

میں اکی مٹی امت کو ٹھوکر سے جھلاتا ہے
جہاں بیٹھا، جہاں سوتا ہے لے دل تو سلامت و
کہ تیرا گھر ہی من مار دہنا یاد آتا ہے
ابھی غیر کچھ، آج کس پر تیغ لے نکلا

فلک پر خون سے خورشید جس کے تھر تھراتا ہے
عجائب سیر ہے اب کو بچ قاتل میں چسپتے ہو

کوئی تو لڑیاں لڑے ہے کوئی تو پھرتا ہے
صبا، تجھ کو سلیمان کی قسم ہے آج چکا کہیں
یہ کون آتا ہے جو گلشن نہیں چلا سکتا ہے
کسی نے اس پر چھاتہ کب اب شر کہتا ہے

تو کہتا ہے یہ نہیں دہشت بنا یا تیرا تاج ہے

مثیل نے ہر استواں میں درد کی گودا ہے

کچھ نہیں سلیم یاد اب سوز ہے یا سار ہے

سہڑ پامال سال زلفِ بتاں میں فرشتہ راہ
کیا غلام ہے کیا ناز کا انداز ہے (کذا)
بات کہنا اے 'دل چین لینا اے' کا

مگر ہے افسون ہے اجماز ہے اناز ہے
قتل کرنا مار ٹھوکر 'پھر جلانا آفسریں

۵۵۵ ب

معجز جیسی ترے غمزدوں کا پا انداز ہے
دل کر ہے یا کرے آہ و فغاں طاق کے

گاہ گاہ ہے چاہ میں کیسی تو کچھ آواز ہے
دل نہیں لہنے کا اب اس تن میں سن و اخک آہ

اس نگر کی اس کو یہ آب و ہوا ساز ہے
ایک باہمی دھک سے چوکر 'دل سے پھر نکلے دھانس

کس شکار انداز کا یہ تیر بے آواز ہے
دل تو دل 'اس آنکھ کے دیکھ سے یارب لاماں

آپ ہی کنی ہی ہر ادا دلی غماز ہے (کذا)
تیس ادا فراد پر موت و جاں بازی نہیں

جان پر اپنی جو کھیلے گا وہی جاں باز ہے
میں گردن اٹھاؤ عشق اس منہ سے 'ہل جائے نیاں

اپنے خیمے پوچھ 'میرا دو ہی محرم راز ہے
میں شہرِ شکر پر کہنا ہے کتنا میر تو نہ (؟)

بے پردہ بانی میں جس کی حرش تک پرداز ہے

گنہگار نہ کیا، تو بھی نہ ڈرنا

اس بھاؤ سے لو آپ پسر چری گے
کیا ہی بے دید ہیں محبوب جہاں لے ستود
جب ادھر دیکھو، تو ہر بار نظر چری گے

رباعیات

آگ ہے تو دوز دوز کیوں راتوں کو بکو اس بھرے آگ لگے باتوں کو
نوادہ دشمنی، مار بیٹھا چٹ سے دُرو، مدتے کو دن تیسے ہاتھوں کو

رباعی

گرم ہے تو آہ تھوکنے کے لیے دھجیم ہے خاک دھول میں رتنے کے لیے
دل ہی کو شب و روز پڑا جلتا ہے ہے جان سواک و روز یہ مرنے کے لیے دکھ

رباعی مستزاد

سن سوز، بہت دیکھ کے حیراں ہو گا	خوبوں کا جہاں
دل زلف میں آجھے گا، پریشاں ہو گا	مت لے دیہاں
یہ چال بُری ہے، تجھ سے فتنے کی نہیں	او خام خیال
کیا ہنستا ہے، پیشیاں ہو گا	مت نہ نکال

رباعی

مخلوق ہیں اللہ کی سب خاص اور عام
کیا اہل سکوت (ادب) کیا اہل سلام
پر زیت ہو آئین کی جو مشالِ خورشید
ہیدا ہوں صبح کو تو چھپ جاویدِ شام

JAMIA COLLEGE LIBRARY,

JAMIA MILLIA ISLAMIA,
NEW DELHI.

DATE DUE

This book is due on the date last stamped. An over-
due charge of .06 nP. will be charged for each day the
book is kept over-time.

--	--	--	--

اس کی اہمیت اور ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ بغیر صحیح متن کی تیاری کے صحیح تنقید بھی نہیں ہو سکتی۔

ہمارا ارادہ ہے کہ سموز کے کلام کو دوبارہ دیکھ پانے پرائیڈٹ کر کے شائع کریں۔ یہ نقش اول صرف اس ضرورت کا اشاریہ ہے۔

سموز نمبر کی تیاری میں ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی اور جناب رشید حسن خاں نے خاص طبع پر مدد فرمائی ہے اور میں ان دونوں احباب کا تہ دل سے ممنون ہوں۔

قیام امریکہ کی رہ آرد و میری یہ تجویز ہے کہ اردو کے تمام مخطوطات، دنیا میں جہاں جہاں بھی ہیں وہ مائیکروفلم کیے جائیں اور ان کے تین سٹ تیار کیے جائیں، ایک لائبریری آف کانگریس واشنگٹن میں رہے، دوسرا دس کانسن یونیورسٹی لائبریری میں اور تیسرا دہلی یونیورسٹی کے کتب خانے میں۔ میری اس تجویز کو لائبریری آف کانگریس کے بعض ذمہ دار اشخاص نے بے حد پسند کیا ہے اور وہ اس تجویز پر عمل پیرا ہونا چاہتے ہیں۔ اگر خدا کی مدد شامل حال ہوئی اور یہ تجویز بروئے کار آسکی تو اس سے اردو کو بڑا فائدہ ہوگا۔

شبہ اردو میں امریکی اور روسی طلبہ کئی سال سے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بعض بیرونی درس گاہوں سے ہمارا بین جامعاتی تعاون بھی ہے۔ اس سال اردو نے ملکی اور غیر ملکی "غیر اردو داں" طالب علموں کے لیے اردو کا باقاعدہ سالہ سرٹیفکیٹ کو درس بھی شروع کیا ہے۔ یہ کام بیگم شمیم بھٹ کے سپرد کیا ہے جو اس کام سے خاص دل چسپی رکھتی ہیں۔ اس سال داخلے کی ۲۴ درخواستیں ملا ہیں برابر آمد ہی ہیں۔ اس لیے امید ہوتی ہے کہ یہ کورس مقبول ہوگا اور

جس کو نہ ہو ٹیکب نہ تاب فغاں رہے تیری گلی میں وہ نہ ہے تو کہاں رہے
 دونوں جہاں سے تو مجھے اب کام کچھ نہیں اتنی عرض ہے یا کہ تو مہرباں رہے
 تاب و تو اں تو آگے ہی جاتی رہی ہر آہ دل تو بھی اب چلا تو بھلا اب کہاں رہے
 آہستہ رو تو منزل مقصود کو گئے رفتار گرم تھی کہ ہمیں درمیاں رہے
 لے ہم راں غریب کے احوال پر نظر ہے جائے گریہ یہ کہ پس کارواں رہے
 لے اہل بزم تم کو وصیت ہے بعد مرگ
 چندے یہ تو زرد دے کے گھر یہاں ہے

تو جو کہتا ہے گلہ میرا کیا جس تس کنے کب کہا کس جا کہا کس وقت کس کس کنے
 زلف و کا کل چشم و ابرو سب کو دکھلایا ہے دل نہ ابھا ان سے ابھیلا مجھ کس کنے
 پرکھے جب جاتا ہے آرام و صبر و حوصلہ و ہوش بیٹھے کس لڑا کس غم خوار کس مونس کنے
 اب ہوا تو لالچی زندہ کا سودہ اللہ دے نہ کہاں بھ زندہ مجھ تلاش مجھ مفلس کنے
 جوں کہا چل تو زسے مل طیش کھا کر بولٹھا
 جاؤں کس مدہوش کس خاموش کس بے حس کنے

کشتورہ دل میں نہیں کوئی کہ آباد رہے یوں اجاڑا ہے اسے تم نے بھلا یاد ہے
 دامن لافوں سے جدا رکھے ابرو سے جدا ان بلاؤں سے کوئی کب تک آزاد ہے
 بس دلا شکوہ نہ کہ کلبہ تن میں میرے یا مرا جی ہی ہے یا تری فریاد ہے
 چھوڑ دو بلبلو گلزار اگر غصیت ہے یا صبا اس میں ہے یا کہ یہ صیاد ہے

یہ شعر میں نہیں ہے تاج، شور